خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی
aanchal.com.pk

ابتدائیہ

سرگوشیاں — مدیرہ — 12
حمد — راجا رشید محمود — 13
نعت — محمد اکرم رضا — 13
در جواب آں — مدیرہ — 14

دانش کدہ

امام اعظم ابو حنیفہؒ — مشتاق احمد قریشی — 18

ہمارا آنچل

سامعہ ملک / سیدہ کنزیٰ / ہانیہ اظفر / سدرہ ملک — ملیحہ احمد — 22

بہنوں کی عدالت

سمیرا شریف طور — ادارہ — 27

سلسلہ وار ناول

بھیگی پلکوں پر — اقرأ صغیر احمد — 79
ٹوٹا ہوا تارہ — سمیرا شریف طور — 107

پبلشر مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی
دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی

سرورق — ہنی خان
آرائش — ماہ روز بیوٹی پارلر
عکاسی — جنید خان

افسانہ

بندھن جڑا رہے — عروسہ عالم — 99
چاند میرے آنگن کا — ندا فاطمہ — 201

مکمل ناول

جھیل کنارے کنکر — نازیہ کنول نازی — 33
خوشبو مہکی — صائمہ قریشی — 137

ناولٹ

کاش ایسا ہو — فاخرہ گل — 59
مجھے ہے حکم اذاں — ام مریم — 163
حق تنقید — رشک حبیبہ — 183

مستقل سلسلے

روحانی مسائل کا حل — حافظ شبیر احمد — 215
بیاض دل — میمونہ رومان — 217
ڈش مقابلہ — طلعت آغاز — 219
بیوٹی گائیڈ — روبینہ احمد — 223
غزلیں نظمیں — ایمان وقار — 225
دوست کا پیغام آئے — ہما احمد — 230
یادگار لمحے — جویریہ سالک — 237
آئینہ — شہلا عامر — 242
ہم سے پوچھیے — شمائلہ کاشف — 249
آپ کی صحت — ہومیو ڈاکٹر ہاشم مرزا — 252
کام کی باتیں — حنا احمد — 257

خط و کتابت کا پتا: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبرز 021-35620771/2
فیکس 021-35620773 یکے از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ای میل Info@aanchal.com.pk

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آخری زمانے میں ظالم اُمراء، فاسق وزراء، بددیانت قاضی اور جھوٹے فقہاء ہوں گے۔ تم میں سے جو یہ زمانہ پائے وہ نہ ان کے ٹیکس جمع کرنے کے لیے تحصیل دار بنے، نہ ان کی طرف سے کوئی چودھراہٹ یا سرداری قبول کرے اور نہ ان کی انتظامیہ میں کسی بڑے عہدے کی ذمہ داری کے لیے آمادہ ہو۔“ (معجم الصغیر)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
جولائی ۲۰۱۳ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔

قارئین کو رمضان کریم مبارک

رمضان کا ماہ مبارک شروع ہوا چاہتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس ماہ مبارک کے فیوض وبرکات سے نوازے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اس ماہ مبارک میں حکم الٰہی کے مطابق اپنے اعمال واقوال افعال کے ذریعے اپنی بہترین آخرت کا بندوبست کرسکیں، آمین۔ وطن عزیز میں اس سے قبل کہ ماہ مبارک رمضان کی آمد ہو نئے حکمرانوں نے اپنا پہلا اور بھاری مینڈیٹ کا حامل بھاری بجٹ غریب عوام کے سر دے مارا ہے۔ عوام جو پہلے ہی گرانی اور بجلی کے بحران سے بلبلا رہے تھے۔ اس اچانک پڑ جانے والی مصیبت سے چلا اٹھے ہیں۔ رمضان کا مہینہ ویسے ہی اکثر لوگوں کے مزاج پر بھاری ہوتا ہے خصوصاً مرد حضرات پر اس بار کئی اقسام کی گرمی سے ان کا پالہ پڑنے والا ہے۔ موسم کی شدت اپنی جگہ بجلی کی نایابی اور اشیائے ضروری کا حصول ناممکن سے ناممکن تر ہونا سونے پر سہاگہ کا کام کرے گا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ حکمرانوں کو ملنے والا بھاری مینڈیٹ کچھ زیادہ ہی بھاری ہوگیا ہو کہ ان سے سنبھالا نہیں جارہا۔ پہلے حکمرانوں پر تو کرپشن لوٹ مار کے الزامات ہر طرف سے ہر طرح سے عائد کیے گئے لیکن اب تو نئے والوں نے نیچے سے لے کر اوپر تک ہر چھوٹے بڑے تاجر دکاندار کو اس لوٹ مار میں شامل ہونے پر مجبور کردیا ہے۔ شاید نئے حکمرانوں کا خیال ہو کہ رمضان کی خیر وبرکات میں ہر سطح کے افراد کو زیادہ سے زیادہ شامل ہونا چاہیے۔ اسی سبب انہوں نے نا صرف ٹیکس کی مد میں اضافہ کیا جس کا براہ راست اثر اشیائے صرف کی قیمتوں پر پڑا ہے پھر مارے کو ماریں شاہ مدار کے مصداق پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں پھر اضافہ کردیا گیا جس کا اثر ہر بار کی طرح اس بار بھی عام آدمی پر ہی پڑے گا۔ جس کی کمر پہلے ہی مہنگائی کے عفریت نے دُہری کردی ہے۔

کچھ بہنوں نے اپنے خطوط کے ذریعے اس بات کا اظہار بھی کیا ہے کہ اس بار انتخابات میں غلطی ہم عوام سے ہوئی ہے کہ ہم نے کوشش کرکے خود اپنے ہاتھوں اپنے لیے نئے عذاب کا انتخاب کیا ہے۔ ابھی تو ابتدائے عشق ہے (انتخاب ہے) آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا؟ کچھ بہنوں کا خیال ہے کہ دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے لیکن اس بار تو چھاچھ بھی جلا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمیں اور ہمارے حکمرانوں کو صراط مستقیم پر چلنے والا بنائے، آمین۔

بہنیں نوٹ فرمالیں کہ حسب معمول اگست اور ستمبر کے شمارے عید نمبر ہوں گے۔ بہنیں اپنی نگارشات عید کے حوالے سے جلد از جلد ارسال کردیں تاکہ ان کی شرکت ممکن ہوسکے۔

اس ماہ کے ستارے
”جھیل کنارہ کنکر“ نازیہ کنول نازی ”خوشبو مہکی“ صائمہ قریشی کا شاہکار مکمل ناول۔
”کاش ایسا ہو“ فاخرہ گل ”مجھے ہے حکم اذاں“ ام مریم اور ”حق تنقید“ رشک حبیبہ کے بہترین ناولٹ۔
”بندھن جڑا رہے“ عروسہ عالم اور ”چاند میرے آنگن کا“ ندا فاطمہ کے بہترین افسانے۔
دعا گو قیصر آرا

حمد

مارے ہیں ہاتھ پاؤں جس نے بھی فکر وفن میں
کی ہے ثنائے مالک شعروں کے پیرہن میں

خوشبو بکھیر دی ہے توحید کے بیاں نے
لالہ میں، موتیا میں، نسرین و نسترن میں

بارے میں المھیمن، قدوس و کبریا کے
پہلا سوال ہوگا، جب ہوگے تم کفن میں

جو کچھ ہے سب کیا ہے تخلیق تیرے ربّ نے
ہو وہ خلاؤں میں یا دھرتی پہ یا گگن میں

اپنے قریب ربّ نے کس کو بلالیا ہے
سرگوشیاں تھیں جاری تاروں کی انجمن میں

مصروفِ حمد ساری مخلوق ہے خدا کی
کوئی اُپج نہیں ہے محمود تیرے فن میں

(راجا رشید محمود)

نعت

عرش اعظم کو چلا نور یقیں ﷺ آج کی رات
ربّ کا مہمان ہوا حسن مبیں ﷺ آج کی رات

ہے سواری کو براق اور ہے خادم جبریل
بزم فطرت کی جھکی پل میں جبیں آج کی رات

کہکشاں، چاند، ستارے، ہوئے جگمگ جگمگ
مرکز نور ﷺ ہوا ربّ کے قریں آج کی رات

اپنے خالق سے ملاقات کو وہ ﷺ آگے بڑھا
جان ایمان ﷺ وہ اسریٰ کا امیں ﷺ آج کی رات

حور و غلماں صفیں باندھے ہیں دونوں جانب
وہ ﷺ چلا آتا ہے ایماں کا نگیں ﷺ آج کی رات

”اُدن منی“ کی صدا آتی گئی، آتی گی
”قاب قوسین“ کا منظر تھا حسیں آج کی رات

ہر بلندی سے گزر کر وہ ﷺ سر عرش گیا
وہ شہ عرش علی ﷺ، شاہ زمیں ﷺ آج کی رات

اے رضا اس ﷺ کے غلاموں میں ہیں ہم بھی شامل
جس ﷺ کی خاطر تھا جھکا عرشِ بریں آج کی رات

(پروفیسر محمد اکرم رضا)

editor@aanchal.com.pk
editor_aa@aanchal.com.pk

در جواب آں

مدیرہ

نازیہ کنول نازی...... ہارون آباد

نازیہ ڈیر! سلامت رہو آپ کے ماموں کی وفات کا سن کر دلی رنج ہوا' اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے' لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ تمام بہنوں سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

مریم عبد الرحمن...... سیالکوٹ

مریم ڈیر! سلامت رہو آپ کے ساتھ ہونے والے سانحے کا سن کر دل تڑپ کر رہ گیا' اللہ کا شکر کریں کہ صرف ساز وسامان ہی جلا ہے آپ کی اور گھر والوں کی جانیں محفوظ رہیں۔ سامان کا کیا ہے آج ہے کل نہیں' جان ہے تو جہان ہے۔ ہم آپ کے دکھ میں برابر کے شریک ہیں یہ بالکل صحیح کہا آپ نے کہ سب سے بہتر امداد کرنے والا تو میرا رب ہے تو بس اسی رب العزت پر بھروسہ رکھیں' بے شک وہ بہت بہتر کرنے والا ہے۔

عاصمہ اقبال...... عارف والا

عاصمہ! سدا مسکراتی رہو آپ کا خط اور محبتوں، چاہتوں سے سجے تحائف وصول پائے اس کے لیے ہم ممنون و مشکور ہیں لیکن آپ کا خط پڑھ کر جہاں آپ کا دکھ اپنے دل میں اترتا محسوس ہوا وہیں گڑیا یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ آپ نہایت باہمت اور حوصلہ مند ہیں نا امیدی بری بات ہے۔ تحریروں کے حوالے سے ابھی آپ اپنا مطالعہ وسیع کریں اور بڑے رائٹرز کی تصانیف اور ان کے انداز بیان پر غور کریں۔ ان شاء اللہ لکھنے کی صلاحیت بہت بہتر ہوگی' ہماری جانب سے آپ کو بھی رمضان مبارک۔

شمیم ناز صدیقی...... کراچی

شمیم ڈیر! سلامت رہو' رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں آپ اپنے شوہر کے ساتھ عمرے کی سعادت حاصل کرنے جا رہی ہیں بہت بہت مبارک ہو' ہمیں اور پاکستان کو دعاؤں میں ضرور یاد رکھیے گا۔

عائشہ نور...... شادیوال' گجرات

عائشہ! جیتی رہو' آپ نے بیاض دل' یادگار لمحے غرض ہر چیز ایک ہی صفحہ پر لکھ کے بھیج دی پھر شائع کیسے کریں' آئندہ خیال رکھیے گا ہر سلسلے میں شرکت کے لیے الگ صفحہ کا استعمال ضروری ہے ورنہ چیزیں ضائع کردی جاتی ہیں۔

فرحت اختر زمان...... ایبٹ آباد

پیاری فرحت! شاد رہو' آپ کی تحریر "بلاعنوان" پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ سیاسی و ملکی حالات کی ابتری اور موجودہ حالات و واقعات پر اچھا لکھ سکتی ہیں لیکن یہ تحریر موصول ہونے تک الیکشن اپنی بہار دکھا کر رخصت ہو چکے تھے لہٰذا آپ کسی اور موضوع پر مختصر افسانہ لکھ کر بھیج دیجیے۔

غلام فاطمہ منظور...... شہر نامعلوم

فاطمہ! خوش رہو' چھوٹا سا محبتیں لٹاتا نامہ پسند آیا' کہانی مل گئی ہے' حوصلہ رکھیں جلد ہی پڑھ کر بتا دیں گے۔ ٹائٹل ہر ماہ چھپنا ہوتا ہے اب اتنی ماڈلز کہاں سے لائیں' تھوڑی کمی بیشی برداشت کرلیا کریں اور آئندہ سے اپنے شہر کا نام لکھنا مت بھولیے گا۔

عمارہ امداد...... راولپنڈی

عمارہ ڈیر! خوش رہو' افسانہ مل گیا ہے تھوڑا انتظار کریں جلد پڑھ کے بتا دیں گے۔ "کچی کلیاں" کی اشاعت پر ہماری طرف سے بھی مبارکباد' تحریر معیاری تھی تو شائع کردی امید ہے آئندہ بھی اسی معیار کا خاص خیال رکھتے ہوئے مزید بہتر لکھنے کی کوشش کریں گی۔

صائمہ انوش...... گوجرانوالہ

صائمہ! سات سالہ خاموشی کا قفل توڑ کے خط لکھا بہت اچھا لگا' خوش آمدید آئندہ بھی شرکت کرتی رہیے گا' کہانیاں اور شاعری لکھنے پڑھنے کا شوق ہے اچھی بات ہے' کوشش جاری رکھیں، ایک نہ ایک دن ضرور اچھا لکھنے لگو گی' یہ خوب کہی آپ نے کہ لائٹ نہ ہو تو موم بتی یا لیمپ جلا کر لکھ

لیتی ہیں۔ آپ کی نظم متعلقہ شعبے کو بھیج دی ہے اگر معیاری ہوئی تو چھپ جائے گی ورنہ۔۔۔۔۔

ثوبیہ رحمن...... ٹوبہ ٹیک سنگھ

ثوبی گڑیا! سدا مسکراؤ آپ کی ایک تحریر "روبی بھابی" منتخب ہوچکی ہے' ان شاء اللہ جلد آپ اسے پڑھ پائیں گی۔ بس تھوڑا سا انتظار کرلو' "ملکہ حسن" کے عنوان سے جو تحریر آپ نے بھیجی ہے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے لہٰذا معذرت۔ آپ منتخب کردہ کہانی کے معیار اور اصلاحی پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے دوسری کہانی لکھیں۔ امید ہے کہ اب آپ کو زیادہ مشکل نہیں ہوگی۔

رانی اسلام...... گوجرانوالہ

اچھی بہن! شکایتوں سے لبریز خط ملا لیکن ان میں چھپی محبت و اپنائیت دیکھ کے دل باغ باغ ہوگیا۔ یہ بات آپ نے غلط کہہ دی کہ روز روز کا آنا جانا قدر کم کردیتا ہے کم از کم آنچل کے لیے یہ مقولہ درست نہیں آپ کی نگارشات گاہے بگاہے شائع ہوتی رہتی ہیں' آپ کا خط بھی اب ملا ہے تو جواب حاضر ہے۔ افسانہ لکھنے سے قبل اس سلسلے کے آخر میں لگا ہدایت نامہ ضرور پڑھ لیجیے گا اور افسانہ دفتر کے پتے پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے بھیج دیں' شاعری کا معاملہ متعلقہ شعبے والے ہی جانیں' معیاری ہوئی تو چھپ جائے گی۔

بشریٰ وارث...... نوشہرہ ورکاں

اچھی بشریٰ! شکوہ و شکایات سے بھرا خط ملا آپ کا روٹھا روٹھا انداز دیکھ کے بے حد دکھ ہوا' اچھی اور معیاری نگارشات اپنی جگہ خود بنا لیتی ہیں' آپ کی کوئی چیز ہمیں ملی ہی نہیں تو شائع کیسے کرتے' یہ خط ملا تو جواب حاضر' اب تو ناراضگی ختم نا؟ آنچل کے لیے دعاؤں کا شکریہ۔

سدرہ شاہین...... خانیوال

اچھی سدرہ! مسکراتی رہو' آپ کی تحریر "پیار کی اوٹ میں دھوکا" آنچل کے معیار کے مطابق نہیں' لکھنے کا انداز اور موضوع کا انتخاب نہایت کمزور ہے۔ سخت محنت اور بہت مطالعہ کی ضرورت ہے' کہانی کو بھرپور انداز میں پیش کرنا ہی ایک قلم کار کا کمال ہوتا ہے' آپ پہلے مختصر افسانے پر طبع آزمائی کریں جب اس پر عبور حاصل ہوجائے تو پھر ناول کی طرف آیئے گا۔

شاہانہ عابد...... نواب شاہ' سندھ

اچھی بہن! آپ کا دکھ بھرا خط ہماری بھی پلکیں نم کرگیا' اپنے آپ کو کبھی ارزاں نہیں سمجھنا چاہیے ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے آپ کی ذات کو مکمل اور لاکھوں سے بہتر بنایا' صرف پڑھا لکھا ہونا انسان کی خصوصیت نہیں ہوتی عقل و شعور کا ہونا بھی لازم ہے جو کہ ماشاء اللہ آپ میں ہے۔ آپ کے بیٹے ابوہریرہ کی وفات کا پڑھ کر بے حد رنج ہوا' اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے' آمین۔ تمام بہنوں سے بھی آپ کے بیٹے کے لیے دعا کی اپیل ہے' آپ لکھنا چاہتی ہیں ضرور لکھیں آنچل آپ کے ساتھ ہے۔

صائمہ طاہر سومرو...... حیدرآباد' سندھ

اچھی صائمہ! شاد رہو' آپ کے بھانجے کی رحلت کا پڑھ کر بہت افسوس ہوا' اللہ تعالیٰ آپ کی بہن اور باقی تمام رشتہ داروں کو صبر و ہمت عطا فرمائے اور اس مشکل وقت سے نکال دے' آمین۔

ثمینہ ناز...... اٹک

پیاری بہن! سلامت رہو' محبت بھرا خط ہماری آنکھیں نم کرگیا' اللہ فرحت آپا کے درجات بلند فرمائے' آمین۔ ہمارے لیے آپ کی لکھی گئی مثال پسند آئی' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

جویریہ سلیم...... راولپنڈی

پیاری بھتیجی! اتنی طویل غیر حاضری کے بعد آپ کا خط ملا' اچھا لگا۔ افسانہ مل گیا ہے تھوڑا انتظار کرنا پڑے گا عید نمبرز سے فراغت پاتے ہی پڑھ کر بتا دیں گے' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

شاہ زندگی...... راولپنڈی

زندگی! خوش رہو' آپ کے تمام خطوط موصول ہوگئے

ہیں دونوں افسانوں کے بارے میں بہت جلد آپ کو بتادیں گے۔ رب سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کے چچا کی مغفرت کرے اور آپ سب کو صبر و استقامت عطا فرمائے آمین۔

سحرش امتیاز...... راولپنڈی

پیاری سحرش! شاد رہو پہلی مرتبہ شرکت پر خوش آمدید۔ گڑیا! تحاریر ہم ازخود پڑھتے بھی ہیں اور پھر رہنمائی بھی کردیتے ہیں لہٰذا آپ پریشان نہ ہوں اچھی اور معیاری تحاریر اپنی جگہ خود بناتی ہیں۔ امید ہے آپ کی تشفی ہوگئی ہوگی۔

ثنا منیر کھوکھر...... ضلع و تحصیل سرگودھا

پیاری گڑیا! آپ کا استحقاق بھرا خط دل کو چھو گیا' دونوں تحریریں مل گئی ہیں' عید نمبر سے فراغت پاتے ہی پڑھ کر آگاہ کردیں گے۔ افسانہ "سالگرہ" کے لیے معذرت۔

الماس انا...... گجرات

الماس ڈیر! خوش رہو چار سال سے خاموش قاری رہیں اتنی طویل خاموشی کے بعد خط لکھا، چلیں دیر آید درست آید۔ اب یہ سلسلہ ٹوٹنا نہیں چاہیے تمام رائٹرز تک آپ کی پسند ان سطور کے ذریعے پہنچارہے ہیں۔

مریم منور گل...... سمندری

مریم ڈیر! سلامت رہو اتنی محبتیں اور دعائیں ہماری پلکیں نم ہوگئیں' دعاؤں کے لیے رب العزت آپ کو جزائے خیر عطا کریں آپ نے ہمارے لیے جو شعر لکھا بے حد پسند آیا۔

ثانیہ مغل...... للیانی' سرگودھا

پیاری ثانیہ! آپ کا محبت بھرا خط ملا' پڑھ کے خوشی ہوئی۔ گڑیا آپ کی کہانی "انا چھوٹے نہ" منتخب ہوگئی ہے بس ذرا انتظار...... افسانہ ابھی پڑھا نہیں' رمضان اور عید نمبر سے فراغت پاکر پڑھ کے بتائیں گے تعارف تفصیلی نہیں مختصر لکھ کر بھیج دیں جو باری آنے پر شائع کردیا جائے گا' کنزہ سے کہیں اپنی کہانیوں کا نام ناقابل اشاعت میں تلاش کرلیں۔

سیدہ فرح ناز کاظمی...... گولڑہ

ڈیر فرح! شاد و آباد رہو آپ کی تحریر "من گھڑت" نے یہ ثابت کردیا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے لیکن ابھی بہت محنت کی ضرورت ہے' اپنا مطالعہ وسیع کریں اور موضوع کے انتخاب میں خاص طور پر احتیاط سے کام لیں۔ کسی اصلاحی پہلو پر دلچسپ پیرائے میں کہانی لکھ کر بھیج دیجیے گا' اگر آنچل کے معیار پر پوری اتری تو بہت جلد نمبر آجائے گا۔

کیفہ سکندر حیات...... گجرات

کیفہ ڈیر! خوش رہو دعاؤں بھرا خط ملا۔ اب تو دوستی پکی ٹھیک ہے نا؟ نازیہ آپی اور سمیرا شریف کو آپ کی پسند پہنچارہے ہیں۔ سعدیہ امل کاشف کو ہم بھی یاد کررہے ہیں وہ آج کل کچھ زیادہ ہی مصروف ہوگئی ہیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

زوبیہ شاہین...... نامعلوم

زوبیہ! خوش رہو آپ کا شکوہ بے جا ہے ہم تو سب سے بہت ہی میٹھے لہجہ میں بات کرتے ہیں پتا نہیں کیوں آپ کو ہمارا انداز کڑوا لگا، چلیے ہم آئندہ منہ میں شکر زیادہ رکھ کر جواب دینے کی کوشش کریں گے، آپ کی پریشانی کا یہی حل ہے کہ آپ آنچل کی سالانہ خریدار بن جائیں اس سے آپ کو گھر بیٹھے ہی وقت پر آنچل مل جایا کرے گا۔ دفتر کے نمبر پر رابطہ کرکے معلومات حاصل کرلیں' تعارف اور دیگر نگارشات مل گئی ہیں باری آنے پر شائع کردی جائیں گی۔

دیہ عارف...... شاہ کوٹ

پیاری دیہ! آباد رہو لیجیے آپ کے خط کا جواب حاضر ہے آنچل پسند کرنے کا شکریہ۔ گڑیا! ابھی آپ افسانہ ہی لکھیں تو بہتر رہے گا' ایک لائن اور ایک صفحہ چھوڑ کر لکھیے گا' ابھی تحریر نہیں پڑھی، جلد آپ کو آگاہ کردیں گے۔

ثمینہ طاہر بٹ...... لاہور

پیاری ثمینہ! شاد رہو آباد رہو اتنی ناامیدی و مایوسی اچھی نہیں، بہرحال خوش خبری یہ ہے کہ آپ کی تحریر "کھٹی میٹھی زندگی" منتخب کرلی گئی ہے۔ عید نمبر کے بعد ہی آنچل کے صفحات پر سجے گی۔ محبت ایک آفاقی جذبہ ہے اس سے انکار نہیں لیکن آج کل محبت کے نام پر جو کچھ ہورہا ہے اس سے تو آپ بھی انکار نہیں کریں گی۔ گزارش ہے کہ آپ سماجی و معاشرتی پہلو پر اصلاحی انداز میں کہانی لکھیے' امید ہے آپ سمجھ پائیں گی۔

امبرین کوثر...... تلہ گنگ

امبر ڈیر! آپ پچھلے پانچ سالوں سے آنچل کی خاموش قاری ہیں' بہرحال اب نصف ملاقات ہورہی ہے تو اچھا لگا۔ آئندہ بھی شرکت کرتی رہیے گا' آپ کا افسانہ ابھی پڑھا نہیں، اس لیے کچھ کہہ نہیں سکتے۔

آمنہ سعید...... اسلام آباد

آمنہ گڑیا! مسکراتی رہو آنچل سے رشتہ استوار کرنے کا سن کر بہت خوشی ہوئی' اب رابطہ بحال رکھیے گا۔ گڑیا! اچھی اور معیاری تحریر اپنی جگہ خود بناتی ہے' امید ہے آپ کی کاوش بھی کامیابی حاصل کرلے' بہرحال تھوڑا انتظار کیجیے۔

سیدہ دائمہ نقوی...... نامعلوم

دائمہ گڑیا! شاد رہو پہلی مرتبہ شرکت پر خوش آمدید۔ ہم جانتے ہیں آج کل اس نصف ملاقات کے لیے کتنی محنت اور بھاگ دوڑ کرنا پڑتی ہے' تعارف باری آنے پر ہی شائع ہوگا۔ آپ نے اس آدھی ملاقات کا ذریعہ نکال ہی لیا ہے تو آئندہ بھی ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھیے گا۔

ماریہ...... اسلام آباد

پیاری ماریہ شاد و آباد رہو آپ کی کہانی موصول ہوگئی ہے' اللہ تعالیٰ آپ کے بیٹے کو صحت یابی عطا فرمائے اور آپ کو اس کی بہاریں دیکھنا نصیب ہوں آمین۔ قارئین سے بھی دعا کے ملتمس ہیں۔

سمیرا حمید...... لاہور

پیاری سمیرا! رمضان مبارک' شکریہ کی ضرورت نہیں ہے بس آپ اسی معیار اور اسی لگن سے آنچل کے لیے لکھتی رہیں۔ آپ کے افسانے موصول ہوگئے ہیں' رمضان نمبر اور عید نمبر سے فراغت پاتے ہی پڑھ لیں گے۔

ناقابل اشاعت کہانیاں:۔

پھر بہار آئی' میں اب جی اٹھی' کاش' چوکھٹ کے پار' ملکہ حسن' طلاق کے بعد' قسمت کا کھیل' پیار کی اوٹ میں دھوکا' مرشد میرے' من وچ لائی ہو' مڈل کلاس' ہماری ستارہ بلاعنوان' من گھڑت' ساون کی بھیگی راتیں' درد لاعلاج' بلاعنوان' ہوئے غم سے آشنا ہم' محبت چارہ گر میری' وفا کا پیکر' سوچ کے در' نیک بیوی' رشتوں کے بدلتے رنگ' محبت کرنا سکھایا تم نے' محبت اب بھی ہے' سب کچھ تو ہے' مجھے زندگی کی طرف لوٹا دو' نقب' دل ہو یا شیشہ' بلاعنوان' سمجھ داری' بہت دیر کی مہرباں آتے آتے' بسنت کیا ہے' لفظوں کی اہمیت' عید ہو تم میری' اے دل ناداں' دل سے دہلیز تک' انمول رشتے' بھروسا' ووٹ' اپنا گھر' محبت صرف دلوں میں' سچی محبت' تیری عظمت' فیصلہ' ستاروں کا ملن' کبھی خواب حقیقت بن جاتے ہیں' بلاعنوان' فیصلہ ایک پل کا' اور وہ ہار گئی' مجلس تاثیر' دیوانگی' پہچان' ہاری محبت' پسند کی شادی' سالگرہ۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7، فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ

مولف: مشتاق احمد قریشی

پانچواں دور۔ تقلید خالص اور انحطاط کا دور

اس دور کا آغاز چوتھی صدی ہجری کی ابتدا سے ہوا اور انتہا سلطنت عباسیہ کے زوال پر ہوئی۔ سلطنت عباسیہ کے آواخر میں علم فقہ کی ترقی رک گئی۔ صرف خاص خاص مسالک کی پابندی پر اکتفا کرلیا گیا ان کی ہی تائید کے لیے مناظرہ وجدال میں شدت پیدا ہوگئی جس کے باعث ہر طرف جمود چھا گیا اور تقلید پھیل گئی۔ فقہی اجتہاد رک گیا۔ اس دور کو تقلید خالص کا دور کہا جاتا ہے۔ اس دور میں مذہبی تعصبات کو فروغ ملا۔ شیعہ مذہب کی ایک نئی شاخ اسماعیلیہ سامنے آئی جس کے باعث شیعہ مذہب تین گروہوں میں بٹ گیا۔ زیدیہ۔ امامیہ اثناعشری اور اسماعیلیہ۔

چھٹا دور۔ تقلید محض کا دور

بغداد میں مسلمانوں کی ہلاکو خان کے ہاتھوں شکست کے بعد امت مسلمہ میں افراتفری پیدا ہوجانے سے تمام فقہی کام رک گیا اور امت مسلمہ کی اکثریت تقلید محض پر قائم ہو کے رہ گئی جس سے مسلمانوں کو شدید شرعی نقصان سے دوچار ہونا پڑا اور مذہب میں بدعات جنم لینے لگیں۔ مسلمان دین سے دوری اور گمراہی کا شکار ہونے لگے۔

ساتواں موجودہ دور

بے جا اور غلط تقلید کے باعث امت مسلمہ میں بہت سی خرافات اور بدعات کثرت سے پھیل گئیں۔ جن کی بنیاد وہم اور جہالت پر تھی۔ لوگ شریعت کی اصل روح کو نظر انداز کر کے بعض نام نہاد محققین کے اجتہاد کے پابند ہوگئے۔ اس دوران تقی الدین ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ الجوزیہ جیسے مجددین اس اعلان کے ساتھ میدانِ عمل میں اترے کہ تقلید کو ترک کیا جائے اور مذہب فقہ میں وحدت پیدا کی جائے اور بدعات وخرافات کو ترک کیا جائے۔ یہ دونوں حضرات آٹھویں صدی ہجری اا اور چودھویں صدی عیسوی کے حنبلی فقہا سے متعلق تھے۔ فقہا قدیم نے اسلامی فقہ کی تدوین جن حالات میں کی تھی موجودہ دور کے مسائل ان سے مختلف ہیں اس لیے ضرورت ہوئی کہ اسلامی فقہ کی تشکیل نو کی جائے اور اسلامی فقہ کی تشکیل نو کے لیے قرآن وسنت سے ہی رہنما اصول لیے جائیں اور فقہ قدیم کے فیصلوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جدید مسائل کا حل نکالا جائے۔ برصغیر پاک وہند افغانستان' ترکی کے علاقوں میں زیادہ تر مسلمان فقہ حنفی پر عمل پیرا ہیں۔

فقہ دراصل ایسا علم ہے جو اسلامی دینی مسائل کو اس طرح حل کرتا ہے کہ وہ قرآن وسنت سے کہیں ٹکراتے نہیں بلکہ قرآن وسنت کی ہی روشنی میں ایسے مسائل کا حل نکالا جاتا ہے جن کے بارے میں قرآن وسنت یا تو خاموش ہیں یا ان کے بارے میں کوئی ذکر نہیں ملتا۔ تب ایسے مسائل کے حل کے لیے قرآن وسنت کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے قیاس قوی سے کام لیتے ہوئے ان کا حل تلاش کرنے کی ابتدا ہوئی۔ فقہی مسائل کو بہت آسانی اور سہولت کے ساتھ مدلل طریقوں سے جس طرح سے امام اعظم ابوحنیفہؒ نے سمجھا اور سمجھایا' دوسرے آئمہ کے ہاں اتنی وضاحت وصراحت نہیں ملتی۔ یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی آسان ہونے کی وجہ سے ہی عوام الناس میں جلدی مقبول عام ہوگیا۔ اور کثرت سے اہلِ ایمان اس کی تقلید کررہے ہیں۔

فقہ حنفی کو دوسری فقہوں سے جو امتیاز اور خصوصیت حاصل ہے اس کی وسعت اور آزادی کے ساتھ ساتھ اس کے قواعد نہایت صاف اور آسان ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے تمام قیاس ورائے قرآن حکیم وسنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی ہی میں کئے۔ ان کے تمام فیصلے احکام الٰہی اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں۔ انہوں نے احادیث کی قسموں میں جو دقیق فرق ہے اسے ہمیشہ ملحوظ رکھا۔ قانون فقہ دو قسم کے مسائل پر مشتمل ہیں۔ ایک وہ مسائل جو شریعت سے ماخوذ ہیں اور امور آخرت سے متعلق ہیں جیسے نماز' روزہ' زکوٰۃ اور حج اور تشریعی احکام کہے جاتے ہیں۔ دوسرے وہ احکام جو دنیاوی امور سے متعلق ہیں ان میں تین قسم کے معاملات ہیں۔ (۱)۔ عقوبات یعنی تعزیرات احکام نکاح اور دیگر معاملات جو تمدن ومعاشرے کی ضرورتوں سے پیدا ہوتے ہیں جن کا ذکر شریعت میں تو ہے لیکن تشریعی طور پر نہیں ہے۔

پہلی قسم کے مسائل کے لحاظ سے فقیہہ کی حیثیت شارح ومفسر کی ہوتی ہے۔ اس کے لیے زبان پر عبور' مہارت' واقفیت' نصوص قوت استنباط' توفیق متعارضات اور ترجیح دلائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ دوسری قسم فقہ کے لیے ضروری ہے کہ فقیہہ قوانین اسلامی وشریعت اسلامی سے پوری طرح واقف ہو اس لحاظ سے اس کی قابلیت اس رتبے کی ہونی چاہیے جیسی دنیا کے مشہور قانون دانوں کی ہوتی ہے۔ یہ دونوں حیثیتیں ایک دوسرے سے ممتاز ہیں۔ اسلام میں بہت سی شخصیات ایسی گزری ہیں جو قرآن وحدیث کے بہترین مفسر اور شارح تھے۔ لیکن مقننانہ یعنی قانون دانی کی قابلیت نہیں رکھتے تھے ایسے ہی بہت سی شخصیات ایسی بھی گزری ہیں جن میں مقننانہ قابلیت تو بہت تھی لیکن وہ نصوص شرعی کے مفسر نہیں تھے لیکن یہ دونوں صلاحیتیں اور قابلیتیں امام اعظم ابوحنیفہؒ میں بدرجہ اتم خداداد موجود تھیں جو اور کسی مجتہد امام میں اس طرح جمع نہیں ہوئیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فقہ اسلامی میں جو سب سے اہم اور بڑا کارنامہ سرانجام دیا وہ ہے تشریعی اور غیر تشریعی احکام میں امتیاز قائم کرنا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کا جو سلسلہ روایت سے منضبط کیا گیا ان میں بہت سے ایسے امور بھی تھے جن کا منصب رسالت مآب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعلق نہ تھا۔ لیکن اصطلاح کے طور پر ان پر بھی حدیث کا اطلاق کیا جاتا تھا۔ حجتہ اللہ البالغہ میں شاہ ولی اللہؒ تحریر کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ بھی روایت کیا گیا ہے۔ کتب حدیث میں ان کی تدوین کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ایسی احادیث جن کا تعلق تبلیغ رسالت سے ہے جن کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرمارہا ہے۔ (ترجمہ) ''پیغمبر جو چیز تمہیں دے اس کو اختیار کرو اور جس چیز سے روکے اس سے باز رہو۔'' (الحشر 7)

(۲)۔ جو تبلیغ ورسالت کے مطابق نہیں ہیں چنانچہ ان کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ''میں ایک آدمی ہوں جب میں کوئی مذہبی حکم دوں تو تم لوگ اس کے پابند ہو اور جب میں اپنی رائے سے کسی بات کا حکم دوں تو میں صرف ایک آدمی ہوں۔'' اس دوسری قسم میں وہ احادیث آتی ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طب کے متعلق ارشاد فرمائیں۔ اور اس قسم میں وہ افعال داخل ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عادتاً صادر ہوئے نہ کہ عبادتاً اور اتفاقاً۔

شاہ ولی اللہؒ نے حدیث کی قسموں میں جو دقیق فرق بیان کیا ہے یہ وہی نقطہ ہے جس کی طرف سب سے پہلے امام اعظم حضرت ابوحنیفہؒ کا ذہن رسا منتقل ہوا۔ اسی بنا پر بہت سے مسائل مثلاً غسل جماع' خروج النساء' الی

البعیدینؒ نفاذ طلاق، تعین جزیہ، تشخیص خراج، تقسیم غنائم وغیرہ ہیں جو حدیثیں وارد ہیں ان کو امام ابوحنیفہؒ نے دوسری قسم میں داخل کیا۔ جبکہ امام شافعیؒ اور دیگر آئمہ ان احادیث کو بھی تشریعی حدیثیں سمجھتے ہیں۔

خلفائے راشدین رضوان اللہ اجمعین سے بڑھ کر کون احکام شریعت کا نقطہ شناس ہوسکتا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے خلفائے راشدین اور صحابہ کبار کے طرز عمل کو ہی دلیل کی راہ بنایا ہے۔ فقہ کی پہلی قسم یعنی تبلیغ ورسالت سے متعلق احادیث کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ نے جو بڑا کام کیا وہ قواعد کا استنباط تھا جس کی وجہ سے ایک مستقل علم بن گیا۔ امام ابوحنیفہؒ کی علمی تاریخ میں جو چیز سب سے زیادہ قابلِ قدر اور تعجب انگیز ہے وہ ان کے قواعد کی تجوید اور انضباط ہے اور یہ سب کچھ انہوں نے ایسے زمانے میں کیا جب علوم اسلامی نہایت ہی ابتدائی حالت میں تھے۔ یہاں تک کہ نقل وکتابت یعنی تحریر کا کوئی رواج نہیں تھا۔ اس وقت ایسے دقیق فن کی بنیاد ڈالنا یہ امام ابوحنیفہؒ کا ہی کارنامہ ہے۔ امام صاحبؒ ہی اس کے حقیقی موجد ہیں۔ یہ بات اپنی جگہ درست ہے۔ کہ استنباط مسائل اور احکام کی توضیح تابعین بلکہ صحابہ کرام کے زمانے میں شروع ہوچکی تھی لیکن اس کی کوئی علمی صورت متعین نہیں ہوئی تھی گوکہ وقت کے ساتھ ساتھ اصول فقہ نہایت ہی وسیع فن بن گیا۔ سیکڑوں مسائل ایسے ایجاد ہوئے جن کا امام ابوحنیفہؒ کے زمانے میں کوئی ذکر ہی نہیں تھا۔ لیکن فن فقہ کے اہم مسائل جن پر اس فن کی بنیاد قائم ہے امام صاحبؒ کے زمانے میں ہی منضبط ہوچکے تھے۔ اصول اربعہ کی توضیح، حدیث کے مراتب اور ان کے احکام، جرح وتعدیل کے اصول اجماع کے حدود وضوابط، قیاس کے احکام شرائط، احکام کی مختلف اقسام کی عمومی اور خصوصی تحریر رفع تعارض کے قواعد فہم مراد کے طریق یہ مسائل اصول فقہ کے ارکان ہیں ان تمام مسائل کے متعلق امام اعظم ابوحنیفہؒ نے ضروری اصول منضبط کردیئے تھے۔ اس باب میں حضرت امام صاحبؒ نے جو کام سرانجام دیا ہے وہ نہ صرف تاریخِ اسلام بلکہ دنیا کی تاریخ میں بھی بے نظیر واہم ہے۔

فقہ کے پہلے حصے میں ایسی احادیث جن کا تعلق تبلیغ ورسالت سے ہے اور قرآن حکیم کی آیات سے ہے جب کہ فقہ کے دوسرے حصے کا تعلق ایسے تمام معاملات سے جو تبلیغ ورسالت سے متعلق نہیں ہیں لیکن معاشرہ اور نظام زندگی میں درپیش مسائل اور واقعات سے وابستہ ہیں اس لیے فقہ کا دوسرا حصہ صرف قانون کی حیثیت رکھتا ہے یہ پہلے حصے کی نسبت بہت زیادہ وسیع ہے اور یہی وہ خاص حصہ ہے جس میں امام اعظم ابوحنیفہؒ تمام دیگر مجتہدین سے بہت نمایاں اور ممتاز ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اسلام میں اگر کوئی شخص اسلامی قوانین کو واضح کرنے والا گزرا ہے تو وہ صرف امام ابوحنیفہؒ ہی ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے فقہ کے اس دوسرے حصے کی اس طرح تدوین کی ہے کہ اس کے ضبط وربط سے اس کی جزئیات تک پر توجہ دی ہے وہ اپنے زمانے کا نہایت ہی وسیع قانون تھا۔ اگرچہ اس کی تعبیر فقہ سے کی جاتی ہے لیکن درحقیقت اس میں بہت سے قوانین شامل ہیں۔ چنانچہ آج کی دنیا میں انہیں الگ الگ ابواب کے مسائل میں ترتیب دیا گیا ہے۔ وہ الگ الگ قوانین کے نام سے موسوم کیے جاتے ہیں۔ مثلاً قوانین معاہدہ، قانون بیع، قانون لگان ومال گزاری، تعزیرات، ضابطہ فوجداری وغیرہ۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ اپنے ہم عصروں میں اس لیے بھی ممتاز ونمایاں تھے کہ مذہبی تقدس کے ساتھ دنیاوی اغراض سے بھی پوری طرح آگاہ تھے۔ اور معاشرے وتمدن کی ضروریات کو خوب اچھی طرح سمجھتے تھے۔ اس لیے وہ مرجعیت وفصلِ قضایا کی وجہ سے ہزاروں پیچیدہ معاملات ان کی نگاہ سے گزر چکے تھے۔ اس لیے حنفی فقہ دیگر فقہوں کے مقابلے میں مقدم اور قابل قدر مانا گیا کہ اس میں مسائل کے اسرار اور مصالح پر توجہ نہیں دی گئی۔ احکام شرعیہ کے متعلق اسلام میں شروع سے ہی دو سوچ وفکر پائے جاتے ہیں۔ ایک گروہ کی رائے میں

احکام تعبدی احکام ہیں یعنی ان میں کوئی بھید ومصلحت نہیں ہے جیسے شر یا فسق وفجور اس لیے برے اور ناپسندیدہ ہیں کہ شریعت نے ان سے منع کیا ہے۔ اور زکوٰۃ وخیرات اس لیے مستحق اور پسندیدہ ہیں کہ شریعت نے ان کی تاکید کی ہے اور پسند کیا ہے۔ جبکہ دوسرے گروہ کے مطابق شریعت کے تمام احکام مصالح پر مبنی ہیں۔ البتہ کچھ مسائل ایسے بھی ہیں جن کی مصلحت عام لوگ نہیں سمجھتے لیکن وہ بھی مصلحت سے خالی نہیں ہوتے۔ نماز روزے اور جہاد کی مصلحت کے بارے میں قرآنِ حکیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ خود تشریح فرمارہا ہے اسی طرح اور احکام کے بارے میں قرآن وحدیث میں جگہ جگہ صراحت واشارے موجود ہیں اور ان کی غرض وغایت بیان کی گئی ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا طریقہ اور ان کے مسائل فقہ میں عموماً اس کا اثر نظر آتا ہے۔ فقہ حنفی جس قدر اصولی اور عقلی دلائل کے مطابق ہے کوئی اور فقہ اس معیار پر پورا نہیں اترتا۔ حضرت امام شافعیؒ اس بات سے متفق ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کا طریقہ فقہ عقل تسلیم کرتی ہے۔ اپنے ہم عصروں کے مقابلے میں امام ابوحنیفہؒ کا اصول کی طرف مائل ہونا ایک خاص سبب سے تھا۔ کیونکہ امام صاحبؒ کے سوا دیگر آئمہ فقہ جنہوں نے فقہ کی تدوین اور تالیف کی ان کی علمی ابتدا فقہی مسائل سے ہی ہوئی تھی۔ جبکہ امام ابوحنیفہؒ کی تحصیلِ علم علم کلام سے ہوئی تھی۔ جس کی مہارت نے ان کی قوت فکر اور وسعت نظر کو نہایت قوی ومستحکم کردیا تھا۔ کیونکہ جن لوگوں سے امام صاحبؒ کے معرکے ومناظرے ہوا کرتے تھے وہ عقلی اصولوں کے پابند تھے اس کے بغیر وہ کسی بات کو تسلیم ہی نہیں کرتے تھے۔ اس لیے امام صاحب کو بھی ان کا مقابلہ کرنے کے لیے انہی اصولوں سے کام لینا پڑتا اور متنازعہ فیہ مسائل میں مصالح اور اسرار کی خصوصیات پیدا کرنا پڑتیں، اسی غور وفکر، تحقیق ومشق ومہارت نے یہ بھی ثابت کردیا کہ شریعت کا ہر مسئلہ اصول وعقل کے مطابق ہے علم کلام کے بعد جب امام ابوحنیفہؒ فقہ کی طرف متوجہ ہوئے تو ان مسائل کے حل کے لیے بھی وہی طریقہ وہی جستجو برقرار رہی، یہی وجہ ہے کہ تمام دیگر فقہوں کے مسائل کے مقابلے میں امام ابوحنیفہؒ کا موقف اور طریقہ فقہ میں فرق صاف نظر آتا ہے۔ معاملات تو معاملات عبادتِ الٰہی میں بھی جس میں ظاہر بینوں کا خیال ہے کہ اس میں عقل کو دخل نہیں۔ امام صاحب کے مسائل عقل کے موافق معلوم ہوتے ہیں۔ اور تمام دیگر فقہوں کی نسبت آسان اور تیزی سے عمل درآمد ہونے والے ہیں جو قرآنی احکام کے مطابق بھی ہیں کیونکہ قرآنِ حکیم میں متعدد جگہ فرمایا جارہا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا۔ یہی قولِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ہے کہ ''میں نرم اور آسان شریعت لے کر آیا ہوں۔'' یہ حقیقت بھی اپنی جگہ اٹل ہے کہ اسلام تمام مذاہب سے آسان اور قابلِ عمل مذہب ہے۔ نہ اس میں رہبانیت ہے نہ عبادت میں سختی ہے، تمام عبادت اور احکام الٰہی آسان موثر اور فوری قابل عمل ہیں۔ یہی عمل امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فقہ میں اپنایا ہے جس کے باعث فقہ حنفیہ مقبولِ عام ہوا۔

(جاری ہے)

سامعہ ملک

ملیحہ احمد

ڈیئر آنچل اسٹاف‘ کیوٹسٹ قارئین اور تمام اہل پاکستان کو میری جانب سے دلی گہرائیوں اور محبتوں سے لبریز السلام علیکم! امید واثق اور دلی دعائے بحضور ربّ تعالیٰ ہے کہ تمام لوگ بخیر وعافیت ہوں گے تو جناب آتے ہیں اپنے تعارف کی جانب تو آہم آہم...... میرا نام سامعہ پرویز ہے حال ہی میں بی ایڈ کے ایگزامز میں کامیابی حاصل کی ہے اور اب ارادہ ایم ایڈ کا ہے‘ باقی جو ربّ جانے۔ اس کے علاوہ ایک اسکول میں پڑھاتی ہوں جہاں سبھی اسٹاف ممبران بہت اچھے ہیں مائی سویٹ فرینڈز جن کے دم سے زندگی کا احساس ہوتا ہے عظمیٰ بینش رضوانہ رضیہ...... مما جانی اور بابا جانی کی تو خیر بات ہی الگ ہے۔ جن کا مہربان سایہ عزت وتوقیر کا احساس مزید بڑھا دیتا ہے۔ ہماری فیملی بہت مختصری ہے دو بہنیں دو بھائی اور امی بابا جانی تو ایک مابدولت خود ہیں جن کے بارے میں آپ پڑھ چکے ہیں مجھ سے چھوٹے ملک جنید پرویز جو کہ سعودی عرب میں ہوتے ہیں اور حال ہی میں عمرہ کی بابرکت سعادت حاصل کی ہے اس کے بعد ہمارے گھر کی لڑاکو بلی کا ذکر آتا ہے جس کا نام تو ندا ملک ہے لیکن ہم اسے مختلف ناموں سے پکارتے ہیں بالخصوص بابا تو اسے (ندو) کہتے ہیں اور میرے لیے میری چھوٹی بہن میری گڑیا جیسی ہے لیکن مجھ سے کافی سمجھ دار اور باشعور لکھنے کی جانب اور کتاب کی اشاعت میں جو تحریک مجھے میرے عزیز واقارب نے فراہم کی ان میں سرفہرست میری ندو ہی ہے اس کے بعد عالی میری جان ہے۔ جی جناب! تو ہم کافی شاعرانہ مزاج رکھتے ہیں اسی مزاج نے ایک کتاب بھی لکھواڈالی میری کتاب ”اثاثۂ زیست“ کے نام سے اکتوبر 2012ء میں شائع ہوئی اور یہ دن میرے لیے ناقابل فراموش دن تھا ہر ایک کی زبان پر میرے لیے تعریفی کلمات جہاں میرے والدین کا سر فخر سے بلند کررہے تھے وہیں یہ دعا بھی رہی کہ مجھے ربّ تعالیٰ ہمیشہ ثابت قدم رکھے آمین۔ مجھے کوکنگ کا بے انتہا شوق ہے‘ بریانی اور شامی کباب میرے فیورٹ ہیں اور بنانی بھی زبردست ہوں۔ لباس میں شلوار قمیص کے ساتھ لانگ دوپٹا مائی فیورٹ۔ پھولوں میں سرخ گلاب‘ رنگوں میں سفید‘ کالا اور سرخ رنگ بے حد پسند ہے۔ شاعری میرا جنون ہے‘ سمندر کا ساحل جب سورج مگر مغرب کی بانہوں میں ڈوبنے کی تیاری میں سرگرم عمل ہوا اور اس کا مکمل سمندر کی سطح پر جھلملاتا ہوا ایسا منظر دل کو بہت اٹریکٹ کرتا ہے‘ خزاں اور سردی کا موسم بہت بھاتا ہے۔ شاعروں میں علامہ اقبال‘ احمد فراز‘ امجد اسلام امجد‘ محسن نقوی بہت پسند ہیں۔ رائٹرز میں اشفاق احمد‘ بانو قدسیہ‘ واصف احمد کی تحریریں پسند ہیں اس کے علاوہ آنچل رائٹرز میں سمیرا شریف‘ عمیرہ احمد‘ نازیہ کنول نازی‘ سباس گل‘ ام مریم غرض سبھی قابلِ داد ہیں۔ اس کے بعد اپنی خوبیوں وخامیوں کی جانب آؤں تو دور تک نگاہ دوڑانے کے باوجود مجھے اپنی خوبیاں نظر نہیں آتیں سوائے ایک یہ کہ میری نیت صاف ہے اور میں چاہ کر بھی اپنے بارے میں غلط سوچنے والوں کے لیے برا نہیں سوچ سکتی اور جہاں تک خامیوں کی بات ہے تو نہ پوچھیں جی۔ مستقبل مزاج نہیں ہوں‘ بات بات پر رو دینے والی جلد اعتبار کرنے والی اور بس موڈی ہوں تھوڑی نہیں بلکہ بہت...... رشتوں کے کھو جانے سے ڈرتی ہوں۔ اپنی پھپھو کی اچانک موت نے ایک انجانا خوف دل میں بٹھا دیا ہے‘ باقی میرے ننھیال میں صرف ایک کزن بلکہ مائی سویٹ فرینڈ اینڈ سسٹر کہہ لیں اقرا گڑیا ہے۔ اسی کے دم سے رونق بھی ہے۔ اوکے جی آپ کا کافی زیادہ ٹائم لے لیا مجھے اجازت دیں‘ سب بہنوں‘ آنٹیوں کے نام ایک پیغام! کبھی بھی زندگی میں اپنی خوشیوں اور مقاصد کے حصول کے لیے اپنے پیاروں کو کبھی دکھی مت کریں‘ اعتبار کا رشتہ سب رشتوں پر بھاری ہے‘ کبھی بھی اعتبار کا دامن مت چھوڑیں‘ ہوسکتا ہے اس کے پس پشت آپ کے پیاروں کی کچھ امیدیں ہوں جو ٹوٹ نہ جائیں“ (خدا حافظ)۔

سیدہ کنزیٰ

میں یوں تو بھول جاتی ہوں خراشیں تلخ باتوں کی
مگر جو پیار دل سے دیں وہ چہرے یاد رکھتی ہوں

السلام علیکم! قارئین وحاضرین کیسے ہیں جناب آپ لوگ؟ میں آنچل کی بہت پرانی قاری ہوں (خیر اب اتنی بھی پرانی نہیں‘ یہی کوئی ایک دو سال پرانی) بھئی پرانی باتوں کو چھوڑیئے کوئی نئی بات کرتے ہیں۔ نئی بات یہ ہے کہ آپ میرا تعارف پڑھ رہے ہیں (دیکھ لیں میری قیافہ شناسی کی صلاحیت) میرا نام کنزیٰ زین ہے‘ میری کاسٹ سید ہے دو بھائیوں ارسلان حیدر اور ذیشان حیدر کی اکلوتی مگر بڑی بہن ہوں۔ گریجویشن کے فائنل ایئر کی اسٹوڈنٹ ہوں‘ میں 18 نومبر کو منڈی بہاؤالدین میں پیدا ہوئی یعنی اسکارپین ہوں مجھے اپنا اسٹار بہت پسند ہے۔ مجھے اسٹارز اور ہاتھوں کی لکیروں پر یقین ہے۔ اگر اب بات کریں پسند ناپسند کی تو وہ ایک لمبی لسٹ ہے مجھے نیلا‘ سیاہ اور سرخ رنگ بہت پسند ہے۔ ڈریس میں مجھے اسکرٹ پسند ہے۔ جیولری میں ایئر رنگز اور بریسلیٹ پسند ہے جب کہ کاسمیٹک میں آئی شیڈ‘ کاجل اور گلوس پسند ہے۔ ہیئر اسٹائل میں پونی ٹیل پسند ہے‘ مجھے مہندی لگوانے کا بھی بہت شوق ہے (خود لگانی آتی جو نہیں) مضامین میں مجھے انگلش اور سائیکالوجی پسند ہیں۔ مستقبل میں انہی میں سے کسی مضمون میں ماسٹرز کرنے کا ارادہ بھی ہے (ان شاء اللہ)۔ پسندیدہ ٹیچرز میں میم صائمہ امبرین‘ میم نسیم‘ میم کوثر‘ میم مدیحہ‘ میم اسماء‘ میم شکیلہ‘ میم مریم‘ میم فائزہ اور میم مریم نوید ہیں جب کہ وہ ٹیچرز جو اب کالج چھوڑ چکی ہیں ان میں سے میم نگہت اور میم کومل ہیں اور ان کے علاوہ میم شازیہ شوکت اور میم منیبہ ہیں جب کہ شاہ تاج والی ٹیچرز کو تو بھلایا ہی نہیں جاسکتا ناں۔ کھانے میں گوشت کی کوئی بھی ڈش‘ فاسٹ فوڈ اور چائنیز پسند ہے۔ پسندیدہ پھل‘ کیلا‘ چیکو اور مالٹا ہے۔ مجھے گھومنے پھرنے کا بہت شوق ہے‘ مجھے اپنا آبائی گاؤں بہت پسند ہے۔ پاکستان اور پاک آرمی سے تو مجھے عشق ہے۔ میرا پسندیدہ شہر اسلام آباد ہے البتہ سیروسیاحت کے لیے مجھے امریکہ اور سوئٹزرلینڈ پسند ہیں۔ مجھے ٹرین‘ وین اور بس میں سفر کرنا بہت پسند ہے (ان میں کم کم سفر کیا ہے ناں)۔ بحری جہاز میں تو سفر کرنے کی جرأت ہی نہیں ہے البتہ ہوائی جہاز میں تو ان شاء اللہ رمضان المبارک میں عمرہ کے لیے جاتے ہوئے سفر کروں گی۔ مجھے بارش میں گھومنا اچھا لگتا ہے‘ سردیوں کا موسم بے حد پسند ہے۔ تصویریں بنانے سے زیادہ بنوانے اور پھر انہیں ایڈٹ کرنے کا بہت شوق ہے۔ پسندیدہ ڈائجسٹ آنچل اور فیشن میگزین ہے۔ پسندیدہ مصنفہ اقراء صغیر احمد‘ ماہا ملک‘ عمیرہ احمد اور نازیہ کنول نازی ہیں۔ پسندیدہ ناول ”پیر کامل‘ کج مینوں مرن دا شوق وی سی‘ امر بیل“ اور اقراء آپی کا موجودہ ناول ”بھیگی پلکوں پر“ ہے۔ پسندیدہ شاعر احمد فراز‘ نازی آپی اور محسن نقوی ہیں۔ مجھے ڈراؤنی فلمیں بہت پسند ہیں۔ فرسٹ ایئر کے آخر کے دنوں کو یاد کرنا بھی بہت پسند ہے (واہ کیا دن تھے وہ بھی! اتنا بڑا گروپ آل از ویل اور ڈھیر ساری موج مستی تھی) اب تقریباً تمام دوستیں گردشِ دوراں میں کھوگئی ہیں) اپنی تعریف سننا تو کسے پسند نہیں ہوتا (آہم)۔ گفٹ لینا اور دینا بہت اچھا لگتا ہے۔ ٹیچرز اور خاص طور پر میم

صائمہ امبرین کے منہ سے تعریف سننا تو بہت ہی اچھا لگتا ہے' کسی کی مدد کرکے بہت خوشی ملتی ہے' زندگی کے چھوٹے چھوٹے لمحوں کو انجوائے کرنا بہت پسند ہے۔ اب ذرا اپنی ناپسند بھی بتادوں۔ منافق اور دوغلے لوگ بالکل پسند نہیں ہیں' جھگڑا کرنا اچھا نہیں لگتا۔ میری سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ میں کسی کے لیے دل میں کینہ نہیں رکھتی' میں اپنے بڑے سے بڑے دشمن کو بھی معاف کردیتی ہوں (یہ الگ بات ہے کہ نقصان بھی اٹھاتی ہوں) ناراض بہت کم ہوتی ہوں' غصہ بھی بہت کم آتا ہے۔ کبھی کسی کا احسان نہیں بھولتی' میری ٹیچرز کہتی ہیں کہ میں معصوم ہوں۔ اسٹریٹ فارورڈ ہوں جو دل میں ہوتا ہے فوراً کہہ دیتی ہوں۔ کبھی بھی کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی۔ ناانصافی برداشت نہیں کرسکتی' ہر کسی کے بارے میں مخلصانہ سوچ رکھتی ہوں اور اپنی نانی امی' مما' پاپا' بھائیوں اور اپنی بیسٹ فرینڈ فیری سے بے حد محبت کرتی ہوں۔ محبتوں کے معاملے میں بے حد شدت پسند ہوں حد سے زیادہ نرم دل' حساس اور ایموشنل ہوں۔ اسے آپ میری خوبیاں بھی کہہ سکتے ہیں اور خامیاں بھی۔ ماضی مین بے شمار غلطیاں کیں مگر ان سے سیکھا بھی بہت کچھ ہے۔ میری سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ میں بے حد پوزیسو ہوں (جو چیز میری ہے وہ بس میری ہی ہے) انا پرست بھی ہوں اور ہر کسی پر فوراً یقین کرلینے کا نتیجہ ہزار بار بھگت چکی ہوں۔ میری بے شمار فرینڈز ہیں لیکن بیسٹ فرینڈ عائشہ نور (فیری) ہے ہم ہمیشہ اکٹھی رہتی ہیں۔ ایک بار ہمیں میم صائمہ نے کہا تھا کہ تم لوگوں میں اتنا زیادہ پیار ہے' ایک دن تم لوگوں کی ایسی لڑائی ہوگی کہ ایک دوسرے کی شکل دیکھنا بھی پسند نہیں کروگی۔ اب جب بھی ہم دونوں میں لڑائی ہونے لگتی ہے ہم میم صائمہ کی پیش گوئی یاد کرکے فوراً ایک دوسرے کو منالیتی ہیں۔ پہلے میں آنچل کزنز اور فرینڈز سے لے کر پڑھا کرتی تھی پھر میں نے نازی آپی کی تحریر کردہ اسٹوری (وہ عشق جو ہم سے روٹھ گیا) پڑھی اس نے مجھے اتنا متاثر کیا میں نے آنچل باقاعدہ خریدنا شروع کردیا۔ آنچل کے سلسلوں میں مجھے سب سے زیادہ دوست کا پیغام آئے پسند ہے۔ سب سے پہلے وہی کھولتی ہوں کہ شاید...... مگر ہائے ری قسمت! میں آنچل میں عفت سحر طاہر کا "یارڈاڈی عشق آتش" پڑھنا چاہوں گی۔ میرے آئیڈیل میرے باپا جی ہیں میں بالکل ان جیسا بننا چاہتی ہوں۔ اوکے تنجی مجھے اتنی دیر برداشت کرنے کا شکریہ جاتے جاتے ایک بات یاد رکھیے گا زندگی بہت مختصر ہے پلیز کوشش کیجیے کہ لوگوں کے ذہنوں میں اپنی اچھی اچھی یادیں چھوڑ جائیں ہمیشہ خوش رہیے اور دوسروں کو بھی خوش رکھیے' آپ کی رائے کا انتظار رہے گا اللہ حافظ۔

بادیہ ظفر

سنا ہے کہ جب حوا کی بیٹی تخلیق کے مراحل سے گزرتی ہے تو اپنی تکمیل کو پہنچتی ہے ایک ننھی سی جان کی تخلیق سے عورت کا ادھورا پن اس کے قدموں میں جنت دان کرکے ہمیشہ کے لیے رخصت ہوجاتا ہے آج سے 23 برس پہلے 8 نومبر کی ٹھٹرتی سحر جب طلوع ہورہی تھی تو میری ماما مجھے جنم دینے کے بعد اپنے وجود کی ادھوری تکمیل لیے ہمیشہ کے لیے منوں مٹی تلے جاسوئیں۔ دوسال پاپا کی گود میں گزرے اور پھر وہ بھی مجھے تایا ابو کی گود میں ڈال کر ہمیشہ کے لیے شہر خموشاں جابسے زندگی کے 22 برس تایا کے سائے میں گزرے اور اتنی محبت' چاہت اور توجہ ملی کہ کبھی محسوس ہی نہیں ہوا کہ ماما' پاپا نہیں ہیں اور پھر 13 فروری کا وہ بدترین دن بھی میری زندگی میں آیا جب روڈ ایکسیڈنٹ میں تایا کا سایہ ہمیشہ کے لیے مجھ سے چھن گیا۔ میرا پورا نام بادیہ اظفر بخاری ہے لاہور میرا آبائی شہر ہے لیکن آج کل اپنے چچا کے پاس رہ رہی ہوں اور اردو ادب میں ماسٹرز کررہی ہوں۔ زندگی کا دائرہ بہت محدود تھا میرے لیے میں' میرے تایا اور میری کتابیں بس' نہ کوئی دوست تھی نہ کبھی تایا کی سنگت میں ضرورت محسوس ہوئی۔ 9th کلاس سے آنچل اور دوسرے ڈائجسٹ پڑھنا شروع کیے' میٹرک' انٹر' گریجویشن اور پھر ماسٹرز تک میرا آنچل کا ساتھ لمحہ لمحہ کا رہا۔ آنچل سے میں نے وہ سب کچھ سیکھا جو شاید ماما کو سکھانا تھا۔ میری خامیوں کی فہرست بہت لمبی ہے اور خوبی شاید ہی کوئی ہو بس ایک ہی خوبی ہے مجھ میں کہ میں کبھی مایوس نہیں ہوتی۔ میری سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ مجھے رشتے نبھانا نہیں آتا کوئی مجھ سے بدگمان ہوجائے مجھے اس کی بدگمانی دور کرنا نہیں آتا' کھانے میں چاول ہر طرح کے شوق سے کھالیتی ہوں۔ پینے میں اورنج جوس اور کافی پسند ہے۔ رنگ پنک اور وائٹ فیورٹ ہیں' کپڑوں میں شلوار قمیص اور ساڑھی اچھی لگتی ہے اور جیولری میں ائیر رنگز' چوڑیاں اور پائل پہننا اچھا لگتا ہے۔ موسم سردیوں کا دل کو بہت بھاتا ہے اور جب بارش برسے تو یوں لگتا ہے جیسے ہر چیز رو رہی ہو اداس' مضطرب اور مضمحل سی بارشیں بہت اداس کرجاتی ہیں بہت خاموش طبع ہوں کسی حد تک تنہائی پسند اور اپنے آپ میں گم رہتی ہوں۔ میرے مشاغل بس کتابیں پڑھنا اور گھنٹوں بیٹھ کے سوچنا ہے آنچل کے توسط سے مجھے ظل ہما ملی جسے میں کبھی کھونا نہیں چاہتی۔ آنچل نے مجھے ایک ننھی سی پری بھی دی جس کا نام نینتاں شاہ ہے آئی لو یو۔ بچے سدا سکھی رہو' کرن وفا' فرح طاہر' امید چوہدری' نوشین اقبال اور سلمٰی ملک ایسے نام ہیں جنہوں نے کبھی مجھے تنہائی کا احساس نہیں ہونے دیا۔ موویز میں دیکھتی نہیں صرف ڈرامے اچھے لگتے ہیں اور ان میں مجھے جمال شاہ' آصف رضا میر' نورالحسن' صبا حمید اور بدر خلیل کی اداکاری بہت پسند ہے' میوزک سلو اور کلاسیکل پسند ہے' نیرہ نور کی گائی ہوئی نظم "کبھی ہم خوب صورت تھے" دل کو بہت بھاتی ہے اور رائٹرز میں نسیم حجازی' عمیرہ احمد' الطاف فاطمہ' نگہت عبداللہ' نگہت سیما کی تحریریں بہت اٹریکٹ کرتی ہیں شعراء میں وصی شاہ' احمد فراز' فیض احمد فیض' پروین شاکر' منیر نیازی اور محسن نقوی کی شاعری بہت اچھی لگتی ہے آخر میں ایک بات زندگی میں کچھ لوگ اتنے عزیز ہوتے ہیں کہ ان کے چلے جانے سے زندگی تھم سی جاتی ہے' بالکل ساکن' بے حس وحرکت احساسات سے عاری ہر چیز خالی لگنے لگتی ہے۔ جذبے ہارنے لگتے ہیں اور انسان اپنا سب سے قیمتی اثاثہ کھوکر بہت تھک سا جاتا ہے۔ محبت کو کبھی اپنی کمزوری نہ بننے دیں کیونکہ یہ ہر انسان کو مضبوط بناتی ہے اگر من کی مراد پوری نہیں ہورہی تو اسے خدا کی رضا سمجھتے ہوئے اس کی منشاء پر چھوڑ دیں اور ان فرائض کی ادائیگی کا سوچیے جو مذہب معاشرہ اور ملک آپ پر عائد کرتا ہے' اللہ ہم سب کو اپنے مقاصد میں کامیاب کرے آمین۔ خدا حافظ!

سدرہ ملک

ڈیئر قارئین' السلام علیکم! آئے ہائے یہ کیسی ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگیں' بہار کا جھونکا لگ رہی ہیں بابدولت! ٹھہریے ٹھہریے اتنا خوش ہونے کی ضرورت نہیں' میں کوئی بارش نہیں جس کا انتظار آپ اتنی گرمی میں کررہے ہیں میں تو سدرہ ملک ہوں جی۔ بورے والہ کی رہائشی ہوں' میرا نک نیم (Sido) ہے۔ ایم اے اکنامکس کی اسٹوڈنٹ ہوں اور ایک ٹیچر بھی ہوں' بہن بھائیوں میں دوسرا نمبر میرا ہے۔ بہنوں میں آپی مہک' زوبی' مصباح' آشو' سعدی' نادیہ اور سماول ہیں اور بھائی توجی گھر بھر کا لاڈلہ ہے۔ اتنا گھریلو تعارف بہت ہے یا اور چاہیے (ہاہاہا)۔ چلیں اب آپ کو اپنے بارے میں مزید معلومات فراہم کرتی ہوں' دماغ تو میرا شیطانوں والا ہے ہر وقت کوئی نہ کوئی اوٹ پٹانگ کام کررہی ہوتی ہوں۔ ہنستا اور ہنسانا میرا کام ہے بس ہر وقت فریش ہی رہتی ہوں' نہ زیادہ ٹینشن لیتی

ہوں نہ کسی کو ٹینشن دیتی ہوں۔ ہاں البتہ کوئی زیادہ ٹینشن دے تو پھر اسے تگنی کا ناچ نچاتی ہوں‘ یہ بات جسے سمجھ آئی وہ تو ضرور ہنس رہے ہوں گے (کیوں شمسہ ملک آئی سمجھ)۔ میری کیوٹ سی اسٹوڈنٹ وجیہہ ملک (آئی مس یو) جو سعودی کی سیر یں کر رہی ہے اور کیا بتاؤں بس ٹیچر ہی ایسی ہے۔ کرکٹ کا تو بہت ہی شوق ہے‘ کھیلتی بھی رہی ہوں اور دیکھتی بھی شوق سے ہوں۔ یہ سمجھ لیں کرکٹ سے تو جنون کی حد تک عشق ہے‘ میں نے ملتان ریجن کی طرف سے کھیلا ہے‘ آل پاکستان ودمن کرکٹ کھیلی ہے۔ میری ای او یو میں سلیکشن بھی ہوئی تھی لیکن بس جی قسمت کو یہیں تک منظور تھا۔ کھانے پینے کی بہت شوقین ہوں‘ میٹھا مجھے پسند نہیں۔ بریانی تو بہت پسند ہے‘ بارش اور چاندنی رات کی تو دیوانی ہوں۔ شعروشاعری سے بھی لگاؤ رکھتی ہوں‘ سردیوں کا موسم اور بہار کا موسم اچھا لگتا ہے۔ دھوکے باز اور مکر نے والے لوگ مجھے سخت ناپسند ہیں۔ آنچل میں مجھے عشنا آپی اور نازی آپی کی کہانیاں اچھی لگتی ہیں۔ میری آنچل فرینڈز بشریٰ آپی‘ ندا ظفر‘ فرزانہ ملک‘ سدرہ اسلم‘ انابیا علی‘ شاہ علی‘ ثناء اعوان‘ صنم ناز‘ عطروبہ سکندر اور جُوجُو سب بہت اچھی ہیں۔ ارے سوری میری نیو فرینڈز فضہ گیلانی‘ سنجنا تو رہ ہی گئیں یہ تو بہت کیوٹ ہیں۔ کچھ لوگ ہیں روٹھے روٹھے‘ ارے کوئی ان کو مناؤ‘ بھیجتی ہوں سب فرینڈز کی ٹیم تمہیں منانے کے لیے۔ جہاں تک پسند اور ناپسند کا تعلق ہے‘ کلرز میں مجھے بلیک‘ پنک اور وائٹ کلر بہت پسند ہے۔ لباس میں لانگ شرٹ اور ٹراؤزر بہت پسند ہے‘ شوق سے بھی یہی پہنتی ہوں‘ پاکستانی کھلاڑی شاہد آفریدی بہت پسند ہے۔ عاطف اسلم اور راحت فتح علی خان کے گانے شوق سے سنتی ہوں۔ اداکاروں میں احسن خان‘ کامران مجاہد اور لڑکیوں میں صبا قمر اچھے لگتے ہیں مجھے ایڈوانچر کا بہت شوق ہے‘ ہر وقت کوئی نہ کوئی نیا کام سیکھنے کی جستجو رہتی ہے۔ پروفیسر بننا چاہتی ہوں‘ ارے دوستو! بور مت ہو‘ بس دی اینڈ ہونے والا ہے اس فلاپ فلم کا۔ آخر میں یہ کہنا چاہوں گی کہ مجھے اپنے والدین‘ نانو‘ نانا سے اور اپنے بہن بھائیوں سے بہت پیار ہے اور سب دوست اسپیشلی شمسہ ملک میری زندگی کی رونق ہیں۔ اس دعا کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں کہ اللہ سب کو خوش رکھے‘ آزمائشوں سے بچائے‘ آمین۔ میرا تعارف کیسا لگا بتایئے گا ضرور‘ اللہ حافظ۔

وشمہ پرویز

السلام علیکم! تمام اسٹاف اور تمام پڑھنے لکھنے والوں کو۔ میں اپنی بڑی بہن عائشہ پرویز کے توسط کے ذریعے اس میں شرکت کر رہی ہوں۔ میں نے 28 مئی کو اس دنیا میں دھماکہ کیا‘ اسی لیے میرے جی جو مجھے دھماکہ کہتے ہیں۔ میں گھر میں سب سے چھوٹی اور لاڈلی ہوں‘ اپنے امی پاپا کی اور اپنی باجی کی خاص طور پر۔ ہم لوگ تین بہنیں اور تین بھائی ہیں۔ گھر میں شرارتی ہوں‘ اسکول میں تو حد سے زیادہ شرارتیں کرتی ہوں۔ ہر کسی کی ناک میں دم کیا ہوتا ہے (ہاہاہا)۔ پسندیدہ کلر آسمانی اور وائٹ ہے‘ پسندیدہ ڈریس جینز اینڈ شرٹ ہے جو ہر وقت پہنتی ہوں‘ دوستوں کی تعداد بہت ہے کیونکہ میں بہت فرینڈلی ہوں۔ کھانے میں برگر‘ نوڈلز روسٹ بہت بہت پسند ہیں۔ عادتیں میری بہت بگڑی ہوئی ہیں کیونکہ لاڈ پیار مجھے اتنا ملا ہے میرے سب بھائی مجھے تنگ کرتے اور چھیڑتے ہیں‘ میں غصے میں سو جاتی ہوں‘ پڑھائی میں تیز ہوں پر دل ذرا کم ہی لگتا ہے۔ گھومنے پھرنے کا شوق بہت ہے‘ سنگرز میں مجھے عاطف اسلم اور راحت فتح علی خان پسند ہیں‘ فیورٹ ہیرو سلمان خان ہے۔ میری خواہش ہے کہ میں اپنی فیملی کے ساتھ پوری دنیا گھوموں‘ اچھا اب اجازت آپ لوگ بھی بور ہوگئے ہوں گے کہ یہ دھماکہ اچانک کہاں سے ہوگیا‘ او کے اللہ حافظ۔

❁

سمیرا شریف طور

ادارہ

س: کوئی ایسی دوست جو آپ کو کسی موقع پر نہیں بھولتیں؟

ج: تسلیم نصیر احمد میری بہت اچھی دوست تھی شادی کے بعد ہمارا صرف دو تین بار ملنا ہوا ہے۔ تسلیم کے علاوہ مہتاب امام بلوچ میری بہت اچھی (ٹیلی کام) فرینڈ تھی۔ اس نے پہلی بار میری کہانی ”جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا“ پڑھ کر کچھ عرصہ بعد مجھ سے رابطہ کیا تھا تب سے ہماری بہت گہری اور کلوز شپ ہوگئی تھی ہماری دوستی کا یہ عالم تھا ہم کئی کئی گھنٹے موبائل پر بات کرتے گزار دیتی تھیں۔ پھر مہتاب کی شادی ہوگئی شادی کے بعد اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اب اس کی دو بیٹیاں ہیں۔ اب اگر کبھی کبھار ایس ایم ایس کے ذریعے بات ہونے لگی ہے وہ مجھے بہت یاد آتی ہے ہماری ٹیلی فونک دوستوں میں سے تین دوستوں کی مثلث تھی۔ نادیہ جہانگیر‘ مہتاب امام (بلوچ) اور حمیرا لطیف یہ تینوں آج بھی میری اتنی ہی گہری دوستیں ہیں جتنی اولین دنوں میں تھیں۔ نادیہ اور مہتاب نے شادی کے بعد بہت کم رابطہ رکھا۔ (اور میں نے بھی ڈسٹرب کرنا بہت کم کر دیا کہ ان لوگوں کی ایک لائف ہے) حمیرا کی تین چار سال پہلے شادی ہوئی تھی۔ اس کا بھی اب ایک بیٹا ہے۔ یہ تینوں ہر موقع پر یاد رکھتی ہیں۔ اللہ ان کو ڈھیر ساری خوشیاں عنایت کرے ان کے ماں باپ کو عمر خضر عطا کرے آمین۔

س: کوئی ایسا انسان جس سے آپ کو شدید نفرت ہو؟

ج: جس سے شدید نفرت تھی میں نے اسے معاف کیا میری دعا ہے کہ اللہ بھی اسے معاف کرے اور اس کے اعمال کی سزا سے اس کی اولاد کو بچائے کہ بیٹیاں بہت بڑی امانت ہوتی ہیں۔ اگر ایک قدم غلط راہ پر پڑ جائے تو ساری زندگی کی نیک نامی مٹی میں مل جاتی ہے۔ اللہ اس کی بیٹیوں کے سامنے اس کا کیا نہ لائے۔ یہ بہت اذیت ناک سوال تھا اگر ایمانداری سے جواب دینے کا وعدہ نہ کیا ہوتا تو میں اس سوال کو ٹال جاتی۔ بہرحال میں کون ہوتی ہوں کسی سے نفرت کرنے والی۔ پلیز آئندہ کسی سے یہ سوال مت کیجیے گا۔ آپ کو نہیں پتا اس سوال کی کیا اذیت ہوتی ہے۔

س: آپ کے دو پسندیدہ نام اور کلر کون سے ہیں اور آپ کی پسندیدہ رائٹرز؟ آپ نے ایک سوال میں تین سوال پوچھے ہیں۔

پسندیدہ نام عیسیٰ عبدالباری (لڑکیوں میں) عائشہ اور فاطمہ۔

کلرز سیاہ اور دوسرا جو بھی اچھا لگ جائے (مثلاً پنک وغیرہ)

پسندیدہ رائٹرز اس کا جواب پیچھے دے چکی ہوں۔

س: اور آخر میں اپنی 13,13 سالہ قارئین کے نام کوئی شعر لکھیں ضرور ضرور؟ فی امان اللہ

ج: آپ دونوں کے نام رضی اختر شوق کی یہ غزل

یوں تو لکھنے کے لیے کیا نہیں لکھا میں نے
پھر بھی جتنا تجھے چاہا نہیں لکھا میں نے
یہ تو اک لہر میں کچھ رنگ جھلک آئے ہیں
ابھی مجھ میں ہے جو دریا نہیں لکھا میں نے
میرے ہر لفظ کی وحشت میں ہے اک عمر کا عشق
یہ کوئی کھیل تماشا نہیں لکھا میں نے
لکھنے والا میں عجب ہوں کہ اگر کوئی خیال
اپنی حیرت سے نہ نکلا‘ نہیں لکھا میں نے
میری نظروں سے جو اک بار نہ پہنچا تجھ تک
پھر وہ مکتوب دوبارہ نہیں لکھا میں نے
میری سچائی ہر ایک لفظ سے لو دیتی ہے
جیسے سب لکھتے ہیں ویسا نہیں لکھا میں نے

(سوال بہت اچھے تھے شکریہ‘ اللہ نگہبان)

فاطمہ عاشی...... جھنگ صدر

س: آپ اپنی کہانیوں میں حقیقی زندگی کے کردار شامل کرتی ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

ج: یہ سچ ہے کہ میں کہانی لکھتے ہوئے پوری کوشش کرتی ہوں کہ ایک ایسی کہانی لکھوں جو اپنے کرداروں‘ مکالموں‘ منظر نگاری اور پلاٹ کی وجہ سے ماورائی شے نہ لگے بلکہ حقیقت کے قریب ترین رہتے ہوئے حقیقی زندگی کی حقیقتوں کو شامل کر کے کرداروں کو حقیقی زندگی کے مطابق لکھوں۔ میں صرف کوشش کرتی ہوں۔ عورت ایک دلکش‘ خوب صورت قدرت کی صناعی ہے اور اس وجود کے بغیر کہانی بنتی نہیں جیسے کہ اقبال نے خود کہا۔

”وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ“

تو عورت کا وجود بظاہر کہانی میں دلکشی پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے مگر میں کوشش کرتی ہوں کہ عورت کا کردار بہت مضبوط اور جاندار ہو۔ ہمارے طبقے کی عورت کا ہو جسے ہر کوئی بآسانی پڑھنے کے ساتھ اس کے احساسات و جذبات کو سمجھ بھی سکے۔ فاطمہ عاشی بہنا! جہاں تک آپ کا سوال کہ حقیقی کردار لکھنے کی کیا وجہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں جتنی بھی خوابوں کی دنیا میں رہنے والی ذات سہی مگر میں زندگی کے ہر معاملے میں حقیقت پسند ہوں۔ مجھے اسٹار پلس‘ ٹی وی فلموں والے ڈرامائی کردار انتہائی زہر لگتے ہیں۔ خیر انڈین ڈراموں کو ہماری پاکستانی عوام اور گھریلو خواتین بہت پسند کرتی ہیں مگر اس ایک ڈرامے کو دیکھنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ یہ انڈین ڈرامے ہمارے اسلامی

معاشرے کو نہ صرف مذہبی طور پر متاثر کررہے ہیں بلکہ ہماری تہذیب وثقافت کے لیے بھی سخت نقصان دہ ہیں۔ جہاں تک حقیقی رنگ کی بات ہے تو میری کوشش ہوتی ہے کہ وہ لکھوں جس کو ذہن قبول کرے۔ جس کے لیے دل خود آمادہ ہو کہ بس اس کہانی کو پڑھنا ہے صرف اس لیے نہیں کہ یہ ایک رومینٹک اسٹوری ہے بلکہ یہ اس لیے کہ اس کہانی کا تھیم کردار پلاٹ قاری کے ذہن کے لیے قابل قبول ہے۔ میرا خیال ہے کہ قاری صرف اسی تحریر کو پڑھتا ہے جو اسے پسند آئے کوئی کتنا ہی نامور لکھاری کیوں نہ ہو۔ اس کی کہانی کا پلاٹ تھیم کردار غیر حقیقی ہوں گے تو قاری کی دلچسپی اس کہانی سے مفقود ہوجائے گی اور سب سے اہم بات میں چاہتی ہوں کہ میں جو بھی لکھوں اس میں مقصدیت کا رجحان غالب رہے۔ لوگ اس سے کچھ سیکھیں نہ کہ ٹائم پاس کریں۔

س: آپ کی کہانیاں سنجیدہ ہوتی ہیں۔ کیا آپ فطرتاً بھی سنجیدہ ہیں یا ہنس مکھ؟

ج: جہاں تک میری کہانیوں کے سنجیدہ ہونے کی بات ہے تو اس کی وجہ شاید یہی ہے کہ فطرتاً سنجیدہ مزاج ہوں مگر اس کا یہ مطلب بالکل نہیں کہ میں آدم بے زار یا خشک مزاج ہوں۔ ہاں میں خوش اخلاق ہوں۔ یہ میں نہیں لوگ کہتے ہیں۔ میں ہنس مکھ ہوں مگر میری نیچر میں مزاح کی حس بالکل بھی نہیں۔ میری خوش اخلاقی کسی سے بہت اچھے سے بی ہیو کرنے تک ہے۔ اس سے تعلقات بنانا یا دیگر قسم کی چالاکیاں دکھانا بالکل نہیں آتا مجھے اور یہی ماحول میری اپنی کہانیوں میں بھی ہے۔ میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ رائٹر کی ذات اس کی ہر کہانی میں موجود ہوتی ہے کبھی کسی کردار میں کبھی کسی معاملے میں کبھی کسی کی عادات میں کبھی کسی کے اطوار میں تو کبھی کسی کے لائف اسٹائل میں۔ سو میں چونکہ سنجیدہ مزاج ہوں تو میری کہانیوں میں بھی یہ رجحان غالب ہے۔

صباحت صباح...... چناری آزاد کشمیر

س: اچھا لکھنے پر بہت بہت مبارک ہو۔

ج: آپ کو بھی آپ کی محبتیں ہیں ورنہ میں کچھ بھی نہیں۔

س: میں نے آپ سے درخواست کرنی تھی کیا خیال ہے؟

ج: جناب! ہم سر تسلیم خم کرتے ہیں آپ حکم کریں۔

س: پلیز سمیرا آپی اپنے لیے ناول میں میرے نام کی ہیروئن رکھنا مانے گی کیا؟

ج: کیوں نہیں مانوں گی' اب ہمارے کشمیر کی شہزادی ہو آپ کا حکم نہیں مانا تو پھر کس کا مانوں گی۔ بے فکر رہیں جو جناب کا حکم

س: میرے لیے کوئی منفرد سی اچھی سی بات جو میں ہمیشہ یاد رکھوں بلکہ اپنی ڈائری میں تحریر کروں؟

اگر پانی کا قطرہ کسی جھیل میں گرتا ہے تو اپنی شناخت کھو دیتا ہے
اس کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی
اگر یہ کیچڑ میں گرتا ہے تو اس کا وجود بن جاتا ہے
جس کی کوئی جاہ نہیں ہوتی
اگر یہ گلاب پر گرتا ہے تو یہ چمکتا ہے' سے پسند کیا جاتا ہے
اگر یہ سیپی پر گرتا ہے تو انمول موتی بن جاتا ہے
قطرہ وہی ہوتا ہے لیکن یہ محبت ہوتی ہے جو اس کی قدر و قیمت تبدیل کردیتی ہے
چنانچہ اچھے لوگوں سے میل جول رکھیں
نیک خواہشات کے ساتھ اللہ آپ کا حامی ومددگار ہو۔

"سمیرا شریف طور"

(کشمیر کی شہزادی کو امید ہے "اچھی اور منفرد" کو نیشن پسند آئے گی۔ اجازت فی امان اللہ

فائزہ اللہ رکھا...... KGM

س: السلام علیکم! سمیرا شریف طور جانی آپ دوستی کروگی مجھ سے

ج: وعلیکم السلام فائزہ ڈیئر آپ کے سوالات کے جواب دے رہی ہوں کیا ابھی بھی شک ہے کہ دوستی نہیں ہوئی؟

س: سمیرا باجی آپ کو کون سے لوگ اچھے لگتے ہیں امیر یا غریب؟

ج: میں دل کے امیر ہونے کو اہمیت دیتی ہوں۔ میرے نزدیک ذاتی قدر کی زیادہ ویلیو ہے نہ کہ پیسے کی۔ میں اخلاق و کردار کی۔ امیری اور دولت کو تسلیم کرتی ہوں میرے سامنے کوئی سونے کا بن کر آجائے مگر اس کا کردار اور اخلاق شیطان کی سی پستی کا حامل ہو میں ایسے انسان کو ایک نگاہ دیکھنا بھی پسند نہ کروں گی۔ مگر وہ انسان جو بوسیدہ لباس میں ہو مگر کردار واخلاق کے لحاظ سے اعلیٰ درجے کا حامل انسان ہو تو میں اس انسان کی صحبت میں رہنے کو اپنا اعزاز سمجھوں گی۔

شازیہ فاروق...... خان بیلہ

س: آپ جب بھی قارئین سے مخاطب ہوتی ہیں میں آپ کو تصور میں کئی بار دیکھتی ہوں۔ آپ بتانا پسند کریں گی کہ آپ کی شخصیت کیسی ہے؟

ج: میں آپ کی طرح بالکل ایک عام سی انسان ہوں۔ میری کہانیوں کو پڑھتی ہیں میرے خطوں کا مطالعہ کرتی ہیں جو بھی خاکہ بن جائے اس کا نام سمیرا طور رکھ لیں۔ تصور میں دیکھنے اور محسوس کرنے کا شکریہ۔

س: میری کوئی بہن نہیں والدہ بیمار ہیں ان سے زیادہ باتیں نہیں کرتی۔ ایک سہیلی تھی وہ پچھلے سال فوت ہوگئی ہے۔ میں آپ کی بہن یا سہیلی بن سکتی ہوں کیا؟

ج: دوست کے بارے میں جان کر آپ کی تکلیف کا اندازہ ہورہا ہے اللہ آپ کی امی کو صحت کاملہ عطا فرمائے آمین۔ دوست کو جنت کا سایہ نصیب کرے آمین۔ میں آپ لوگوں کی بہن اور دوست بھی کچھ

ہوں۔ موسٹ ویلکم۔

س: آپ کے سوالات کے جوابات میرے لیے بہت اہم ہوں گے میں تازندگی آپ کے جوابات کو نہیں بھولوں گی سچ بتائیں آپ کتنے عرصے میں بھولیں گی؟

ج: جتنے عرصے میں آپ مجھے بھولیں گی۔ آپ کے سوالات بہت سادہ مگر بہت محبت آمیز تھے۔ اللہ آپ کو آپ کی محبت کا اجر دے آپ کی محبت کے نام یہ دو اشعار۔

تجھ سے مانگوں میں تجھی کو کہ سبھی کچھ مل جائے
سو سوالوں سے یہی ایک سوال اچھا ہے
آگیا اس کا تصور تو پکارا یہ شوق
دل میں جم جائے الٰہی یہ خیال اچھا ہے
(امیر مینائی)

شاہ زندگی...... راولپنڈی

س: "ٹوٹا ہوا تارا" لکھنے کا خیال کیسے آیا اور مزے کی بات بتاؤں میں نے جان لیا ہے کہ ٹوٹا ہوا تارا کون ہے۔

ج: اس ناول "ٹوٹا ہوا تارا" پر ابھی میں کچھ بھی تبصرہ نہیں کروں گی کیونکہ ابھی اس کی چار اقساط ہوئی ہے مزید اس نے چلنا ہے اگر میں نے قبل از وقت اس پر تبصرہ کرلیا تو قارئین کی دلچسپی اس ناول سے ختم ہوجانے کا اندیشہ ہے۔ آپ اندازے لگاتی رہیں اور اپنے خطوط کے ذریعے اپنے فیڈ بیک سے نوازتی رہیں۔ اللہ آپ کو خوش رکھے۔ آمین جہاں تک یہ ناول لکھنے کا خیال ہے اس پر بھی میں یہ مکمل ہوجائے گا تو تبصرہ کروں گیا۔

س: مجھ سے دوستی کریں گی پکی والی' بھولنے والی نہیں؟

ج: پیاری زندگی' دوستی تو دوستی ہوتی ہے یہ کچی پکی بھی بھلا دوستی ہوتی ہے اور بھولنے والی جو ہوتی ہے وہ دوستی نہیں ہوتی۔ درست؟

س: ہے عقیدت تو کچھ ان سے خاص
سجدے میں گئے تو اٹھنا بھول گئے

ج: کچھ تو ہوا بھی سرد تھی' کچھ تھا تیرا خیال بھی
دل کو خوشی کے ساتھ ساتھ ہوتا رہا ملال بھی
دل تو چمک سکے گا کیا پھر بھی تراش دیکھ لیں
شیشہ گران شہر کے ہاتھ کا کمال بھی
(پروین شاکر)

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

س: آپ کی سب سے پہلی کہانی کس رسالے میں اور کب شائع ہوئی؟

ج: پروین! جہاں تک آپ کے اصل سوال کا تعلق ہے تو اس کا جواب پیچھے آچکا ہے۔

س: آنچل کے نام کوئی پیغام؟

ج: آنچل میرے لیے میرا گھر ہے' مجھے اپنی ذات کا بے پناہ اعتماد حاصل تھا اور میں نے اس یقین کے ساتھ لکھنا شروع کیا تھا کہ میں نے عام رائٹر نہیں بننا مگر آنچل وہ مرکز ہے جس سے میں نے اپنے رائٹنگ کیریئر کا آغاز کیا۔ اس گھر نے مجھے عروج' محبت' شہرت' خلوص وفا سب کچھ دیا۔ میں ماضی میں سمیرا شریف تھی مگر آج سمیرا شریف طور ہوں۔ یہ سب آنچل کی بدولت ہے اور یہ اعزاز آنچل کی قارئین کے وسط سے ملا۔ ان کی محبتوں اور چاہتوں نے دیا' ورنہ سمیرا خود تو کچھ بھی نہ تھی۔

پیغام صرف یہی ہے کہ اپنی محبتوں اور چاہتوں میں ہمیشہ یاد رکھیے گا اور جب بھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں تو اس نام کو بھی یاد رکھیے گا کہ دعاؤں کی انسان کو ہر حال میں ضرورت رہتی ہے' جہاں رہیں' خوش رہیں فی امان اللہ۔

حافظہ اقراء الیاس...... لاہور کینٹ

س: سمیرا آپی! آپ کے لکھنے کا انداز بہت زبردست ہے آپ کا ناول "یہ چاہتیں یہ شدتیں" تعریف کرنے کے لیے ہمارے پاس الفاظ کم ہیں۔ یہ محنتوں سے گندھی ہوئی تحریر تھی آپ نے اپنے ناول میں بتادیا کہ ہر چاہت جو شدت سے کی جائے وہ ضرور ملتی ہے مگر شرط ہے کہ آپ چاہنے والوں کو عزت دو' صبر اور برداشت کے ساتھ' یہ ناول آپ نے کتنے عرصے میں لکھا؟

ج: اقراء ناول کی تعریف کے لیے بے حد شکریہ بلاشبہ کچھ حد تک ناول کا تھیم یہی تھا آپ میرے لکھنے کے انداز کو سراہتی ہیں تو یہ آپ کی محبت ہے ورنہ میرا شمار ادب کی دنیا میں بہت عام سی مصنفہ کے طور پر ہی ہوتا ہو شاید؟ یہ ناول آنچل میں 35 ماہ چلا تھا اور یہ لکھا بھی ساتھ ساتھ تھا جب کہ اس ناول کی کہانی کب لکھی تھی اس کی تفصیل پیچھے درج کرچکی ہوں' ناول لکھنے اور دوبارہ آنچل میں قسط وار ناول کے طور پر شروع ہونے کے درمیان کئی سالوں کا وقفہ تھا۔ جس میں مجھے ذہنی طور پر کہانی کو بنانے اور سنوارنے کا اچھا خاصا وقت مل گیا تھا اور پھر جب یہ ناول شروع ہوا تو قارئین کا رسپانس میری توقع کے مطابق تھا مجھے تعریفی تنقیدی ہر طرح کا فیڈ بیکس ملا اور یہ اعتماد ہر گزرتے دن کے ساتھ بڑھتا چلا گیا۔

س: "ٹوٹا ہوا تارہ" مجھے تابندہ بی بی لگتی ہیں؟ میری چھٹی حس کہتی ہے کہ شہوار کے ساتھ کچھ بُرا نہ ہوجائے' بس شہوار ٹوٹا ہوا تارا نہ بنے' آپ کا یہ ناول بھی سپرہٹ جائے گا آپ کا کیا خیال ہے؟

ج: پیاری اقراء جب میں نے "یہ چاہتیں یہ شدتیں" شروع کیا تھا تو میں نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ ناول سپرہٹ جائے گا اور اس دعویٰ کو برقرار رکھنے کے لیے میں نے کافی کوشش بھی کی جب کہ اس ناول

سے متعلق فی الحال میں نے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا اگر آپ پیشن گوئی کررہی ہیں تو اللہ آپ کی زبان مبارک کرے آمین۔ اپنی تمام کوششیں ضرور استعمال کروں گی کہ یہ سپرہٹ ناول ثابت ہو آپ کی دعاؤں کے مطابق......

س: آپ نے ناول لکھنا کب شروع کیا؟ اب تک کتنے ناول لکھے ہیں؟ اپنے ناولوں میں کون سا ناول سب سے زیادہ پسند ہے؟

ج: اس سوال کے تین حصے تھے جواب بھی تین حصوں میں دوں گی۔

(۱) سوال: آپ نے کب لکھنا شروع کیا (اس کا جواب دیا جاچکا ہے پچھلے سوالات میں دیکھیں۔

(۲) اب تک کتنے ناول لکھے ہیں؟ (ج) اس کا جواب یہ ہے کہ میں اپنی اسٹڈی اور دیگر مصروفیات کی وجہ سے دیگر بہنوں کی طرح بہت سارا نہیں لکھ پائی' جاب کی مصروفیت اور پھر اپنی اکیڈمی میں پڑھانا ایک وقت میں صرف آنچل میں ہی لکھنے کا کام کیا اب جب کہ میں فارغ ہوں اور سسٹر اور بھائی کی شادی کے بعد کوئی بڑی مصروفیت بھی نہ ہوگی تو سوچ رہی ہوں کہ سالوں پہلے جو کہانیاں لکھ لکھ کر رکھی ہوئی ہیں ان کو نکال کر نئے سرے سے جائزہ لے کر ان کی نوک پلک سنوار کر کسی نہ کسی رسالے میں بھیجوں۔ اس سلسلے میں ایک دو کوششیں بھی کی ہیں۔ ان شاء اللہ سسٹر کی شادی کے بعد تو باقاعدہ لکھنے کا کام کرنا ہے۔ ناولز کی تعداد مجھے یاد نہیں' ہاں اپنے ناولوں کی کتابی صورت میں آنے والی جلدوں کی تعداد یاد ہے۔ "محبت دھنک رنگ اوڑھ کر (کتابی جلد۔ "یہ چاہتیں یہ شدتیں" (اس کی دو جلدیں ہیں)۔ "محبت یقین اعتماد" (یہ مختلف ناولوں کا مجموعہ ہے اس میں تقریباً چھ ناولز ہیں۔ محبت یقین اعتماد' مسافر لوٹ آئے ہیں' جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا' کسی پتھر کی مورت سے' ہم دل ہارے ہیں" اور "پاگل سا میرا ڈھول ماہیا" یہ سب ناولز اسی جلد میں ہیں۔ "زرد موسم کے دکھ" (مکمل ناول' کتابی جلد)۔ پبلشرز مکتبہ القریش سے یہ چاروں جلدیں شائع ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی ناولز ہیں جو شائع ہوچکے ہیں' ہوسکتا ہے جلد ہی آپ کو میری ایک دو اور جلدیں پڑھنے کو مل جائیں۔

(۳) کونسا اپنا ناول سب سے زیادہ پسند ہے اس کا جواب بھی پچھلے سوالوں میں دے چکی ہوں۔

س: اپنی فیملی کے بارے میں بتائیں آپ کی تعلیم کتنی ہے؟

ج: اس کا جواب بھی پچھلے سوالات میں دیکھ لیں' شکریہ۔

س: مجھے لکھنے کا بہت شوق ہے' میں ناول اور رسالے بہت شوق سے پڑھتی ہوں آپی مجھے لکھنے کے بارے میں کوئی نصیحت کریں؟

ج: اقراء ڈیئر! آپ اس سوال کا جواب فائزہ زینب شاہ موہدی پورسیداں کے سوال کے جواب میں دیکھیں' شکریہ۔

س: اپنی شخصیت کو تین لفظوں میں بیان کریں۔

ج: حساس' ست اور معصوم۔

س: آپی اللہ حافظ کہنے کا دل تو نہیں چاہ رہا لیکن کیا کریں بس آخر میں میری دعا ہے کہ آپ سدا خوش رہیں' ہمیشہ لکھتی رہیں' اللہ پاک آپ کو ہر میدان میں کامیاب کرے آمین۔

ج: آپ کی محبت اور دعائیں ہی میری زندگی کا حاصل ہیں' اللہ آپ کو اس کا اجر عطا کرے آمین۔ خوش رہیں' آباد رہیں اور ہر میدان میں آپ کو ڈھیروں کامیابیاں ملیں آمین۔ فی امان اللہ۔

حبہ قریشی...... عبدالحکیم

س: آپ کی تعلیم کتنی ہے اور آپ کو کون سا رنگ پسند ہے؟

ج: ماسٹر۔ سیاہ اور پنک۔

س: اپنے بارے میں کسی کا تعریفی جملہ جو اچھا لگا ہو؟

ج: زندگی میں بہت سے تعریفی جملے سننے کو ملے اور ظاہری بات ہے اپنی تعریف تو بھی کو اچھی لگتی ہے۔ تاہم میری ذاتی ڈائری میں ایک بہت اہم انسان کے بہت ہی اہم الفاظ درج ہیں۔ میں ان کو بہت زیادہ نہیں جانتی اور نہ ہی وہ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں' ہاں مگر میرے لیے وہ الفاظ اتنے اہم تھے کہ میں نے ہمیشہ کے لیے اپنی ڈائری کی زینت بنا ڈالے عنوان یہ ہے "میرے لیے آراء" تو جواب ملا۔

"بہت عجیب سی ہے کرشن چندر کے افسانوں کی طرح
بہت دکھی امرتا پریتم کی "رسیدی ٹکٹ" کی طرح
بہت دانا واصف کی "گفتگو" کی طرح
بہت انہونی اشفاق احمد کے "زاویئے" کی طرح
بہت مشکل بانو کے "راجا گدھ" کی طرح
بہت بلند مستنصر کی "پرواز" کی طرح
بہت صفیہ بھی ہیں آپ اپنی "کتاب" کی طرح

(اور جب میں نے اس ہستی سے سوال کیا کہ بس اتنی سی تصویر کشی؟ تو جواب ملا۔

"آپ میں مجھے عمیرہ احمد' ندیم قاسمی' ریحانی' نسیم مجازی' منٹو دردانہ والی کوئی بات ہی نہیں ملی تو پھر مزید آپ کی شان میں کیا لکھا جاتا؟)

میں اس جواب پر الجھی گئی جملے کی وضاحت مانگی تو مزید جو کچھ لکھنے کو ملا۔

اس نے کہا۔
"چلیں جی لکھیں" اور میں نے "قلم تھام لیا
"ساغر کی مدہوشی کی سی بہکی ہوئی......
غالب کی مغلہ دربار میں فی البدیہ سرگوشی کی طرح چالاک
فراز کی محبت کی طرح جواں
فیض کی رقابت کی طرح زہکتی ہوئی

میر کے اشعار میں ساغر کی جھلک کی طرح
اعتبار ساجد کی غزل میں محبت کے عکس کی مانند بے روح
وصی کی آہ میں ٹوٹی بکھری خواہش کی طرح بے چین
مومن کی جواب سالہ کھنکتی محبوبانہ ادا کی طرح جواں رسیدہ
ساغر کے جام جم کی مانند سرخ رو
اقبال کے تخیل کی بلند پروازی کی طرح مکمل ایمان کی صورت
محسن کی غزل میں چھپے درد کی طرح ادھوری تصویر
ناصر کی ہجرت میں کھوتے رشتوں کی طرح بکھری لڑکی

یہ تھے وہ الفاظ یہ جس ہستی نے لکھے اور جس سے لکھوائے انہیں بہت زیادہ نہیں جانتی۔ ہوسکتا ہے وہ مجھے نہ جانتے ہوں' چند لمحوں کا تعلق تھا اور چند لمحوں کا تاثر تھا جو دیرپا تھا۔ میں نے ان کی عزت کی' انہوں نے مجھے عزت دی۔ میں ایک عام سی رائٹر تھی وہ تخیل کی بلند پروازی کے ایک فلاسفر تھے' جن کے الفاظ آج بھی میری ڈائری کا حصہ ہیں اور میں نے سنبھال رکھے ہیں۔ سوال اچھا تھا جواب آپ کی توقع کے مطابق نہ تو معذرت۔

س: میں اور بہت سی لڑکیاں جب یہ کہتی ہیں کہ آنچل کے پڑھنے کی وجہ "یہ چاہتیں یہ شدتیں" ہے تو آپ کو کیسا لگتا ہے؟

ج: لازمی سی بات ہے اچھا ہی لگتا ہے' یہ آپ کی محبت ہے ورنہ میں بہت عام سی رائٹر ہوں بہت ہی عام سی اور یہ ناول اپ کی محبتوں کی وجہ سے اس مقام تک کامیاب رہا ورنہ آخری اقساط تو شاید کبھی مکمل نہ ہوتیں اگر...... جانے دیں' خوش رہیں' شکریہ۔

س: سمیرا آپی خوش رہیں اور آپ کی زندگی میں کبھی کوئی غم نہ آئے اب اجازت چاہتی ہوں' اچھی سی دعا کے ساتھ رخصت کریں' والسلام۔

ج: آپ بھی خوش رہیں' آپ کی بھی زندگی میں کوئی غم نہ آئے اچھی سی دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر طرح کی مصیبت و آزمائش سے دور رکھے اور عقیدہ توحید کی حقیقی روشنی عطا کرے' جس سے دل منور ہوجائے آمین۔ اجازت والسلام۔

ام کلثوم...... کراچی

س: آپ نے اب تک کتنے مکمل ناول' ناولٹ' افسانے لکھے؟

ج: حافظ اقراء الیاس لاہور کینٹ کے سوال کے جواب میں تفصیل درج ہے' ملاحظہ کرلیں۔

س: آپ کی آنچل سے دلچسپی کتنی ہے اور کوئی خاص وجہ جس کی بناء پر آپ نے آنچل میں لکھنا شروع کیا؟ کس کی سپورٹ ہے آپ کو؟

ج: جب سے ناول پڑھنا شروع کیے تبھی سے دلچسپی ہے ویسے اس سوال کا جواب پیچھے بھی درج ہے ادھر سے تفصیل ملاحظہ کرلیں' شکریہ۔

س: آپ مجھ سے دوستی کریں گی' اگر کریں تو پلیز کنٹیکٹ نمبر ضرور دیجیے گا' بہت امید سے ہاتھ بڑھا رہی ہوں۔

ج: ویلکم! آنچل کے ایڈریس پر رابطہ کرلیجیے گا مجھ تک اگر آپ کا پیغام پہنچ گیا تو ضرور آپ کو جواب دوں گی۔ ذاتی نمبر نہیں دے سکتی معذرت۔ اگر آپ فیس بک استعمال کرتی ہیں تو ادھر سے مجھے سرچ کرلیں' شکریہ۔

س: آنچل کی سب قارئین کو کوئی پیغام دینا چاہتیں تو؟

ج: تو میں محبت' خلوص' یقین' وفا' اعتماد اور چاہتیں دان کرتی۔

س: آپ اتنا اچھا کیسے لکھتی ہیں؟ اللہ آپ کو ترقی عطا کرے' آپ کو اپنی امان میں رکھے آمین۔ اجازت۔

ج: بس آپ بہنوں کی محبتیں لکھوا لیتی ہیں' دعاؤں کے لیے اللہ آپ کو اجر دے گا' فی امان اللہ' اجازت۔

صنم شاہ...... دربار حضرت عبدالرحمٰن

س: سمیرا جی! مجھے آپ سے ملنے کا بڑا شوق ہے اور دوستی کرنے کا بھی' کیا آپ مجھ سے ملنا پسند یا دوستی کریں گی؟

ج: سویٹ ویلکم! کبھی گوجرانوالہ آنا ہوا تو ہمارے گھر آیئے گا' سر آنکھوں پر۔

س: سمیرا جی! آپ اتنا اچھا کیسے لکھ لیتی ہیں اور آپ کی کہانی اتنی اچھی ہوتی ہے کہ دل کرتا ہے پڑھتے رہیں' کیا آپ کوئی جاب وغیرہ بھی کرتی ہیں؟

ج: آپ کی محبت لکھوا لیتی ہے' تعریف کا شکریہ' میں جاب کرتی تھی مگر اب نہیں۔

س: آپ کی کہانی میں جو شاعری ہوتی ہے آپ خود لکھتی ہیں۔

ج: نہیں' میں شاعروں کی کتابوں سے منتخب کرتی ہوں۔

س: آپ کے پسندیدہ شاعر اور ادیب کون کون ہیں' ہمیں بھی تو پتا چلے' سمیرا جی آپ اور نازیہ کنول نازی مجھے بڑی اچھی لگتی ہیں۔

ج: صنم! اس سوال کی تفصیل بھی پچھلے صفحات میں درج ہے' تعریف کا شکریہ۔

س: کوئی پیغام میرے اور باقی فرینڈز کے لیے اور اگر کوئی بات بُری لگی ہو تو سوسوری سمیرا جی! اب اجازت چاہتی ہوں' اللہ حافظ۔

ج: اللہ آپ سب کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے ناول نگار کی کہانی کو ہمیشہ اصلاحی معنوں میں لیا کریں' ہاں تنقیدی و اصلاحی آراء سے نوازیے گا۔ آپ کی کوئی بات بھی بُری نہیں لگی' سوالات اچھے تھے' شکریہ' اجازت' اللہ حافظ۔

عشرت سید محمد رمضان...... حیدرآباد' سندھ

س: آپ لفظوں کو خوب صورت موتی سے پرونے کا فن جانتی ہیں' جو سچے جذبوں اور رشتوں کی عکاسی کرتا ہے اس کی کوئی خاص وجہ؟

ج: عشرت چندا! یہ آپ کی محبت ہے' جو میرے سیدھے سادھے عام سے لفظوں کو اس طرح موتیوں سے تعبیر کررہی ہیں۔ رشتے میری کمزوری ہیں اور حقیقی رشتے مجھے اٹریکٹ کرتے ہیں اور میری خواہش

ہوتی ہے کہ میں جو بھی کہانی لکھوں وہ حقیقی رشتوں اور جذبوں سے سجی ہو۔ اس سے ہٹ کر اور کوئی خاص وجہ نہیں۔ اب تک جتنی بھی کہانیاں لکھی ہیں وہ بھی مکمل فیملی کے اردگرد گھومتی رہی ہیں۔ ہاں چند ایک کہانیاں ایسی بھی ہیں جو صرف ہیرو اور ہیروئن کے کردار پر مبنی تھیں مگر ایسی کہانیوں میں بھی میں نے حقیقی رشتوں کو نظر انداز نہ کیا تھا اب "ٹوٹا ہوا تارا" کہانی چل رہی ہے تو یہ کہانی بھی رشتوں پر مبنی ایک کہانی ہے اس کہانی میں بھی ایک مکمل خاندان کی آپ کو ایک بھرپور شکل ملے گی۔ اپنی تنقیدی واصلاحی آراء سے ضرور نوازیے گا شکریہ۔

س: سپرسپرہٹ "یہ چاہتیں یہ شدتیں' زرد موسم کے دکھ" کے بعد "ٹوٹا ہوا تارا" حقیقی رشتوں سے بھرپور معاشرے کی کہانی آپ کی اپنی زندگی سے کتنی مشروط ہے؟

ج: میں نے اب تک جو بھی جواب دیئے ہیں اپنے تعارف سمیت اور آپ کے جواب کے بعد جو بھی جواب لکھوں گی ان سب کو پڑھیے گا غور سے جائزہ لیجیے گا اور یہ تجزیہ کیجیے گا کہ سمیرا کی زندگی اور ان کہانیوں کی زندگی میں کتنی ملتی ہے' آپ کو اس تجزیے کے بعد جو بھی جواب ملے گا وہ آپ کے اس سوال کا جواب ہوگا' سوال کرنے کا شکریہ۔

س: آپ میریڈ ہیں یا ان میریڈ اور ٹوٹا ہوا تارا کے بعد کون سی تحریر کے ساتھ جلوہ گر ہوں گی آنچل سے ہمیشہ وابستہ رہیے گا۔

ج: میں ان میریڈ ہوں' بات جہاں تک ٹوٹا ہوا تارا کے بعد نئی تحریر کے ساتھ جلوہ گر ہونے کی ہے

سامان سو برس کا پل بھر کی خبر نہیں

تو بات یہ آجاتی ہے نجانے انسان کیا کیا تدبیریں کرتا ہے' ارادے باندھتا ہے' مگر تقدیر کے سامنے بے بس ہے۔ یار زندہ محبت باقی دیکھیے کیا ہوتا ہے اگر زندہ رہیں تو کچھ نہ کچھ لے کر جلوہ گر ہو ہی جائیں گے۔ ابھی مستقبل کا کچھ نہیں سوچا' یہ ناول بھی کافی اقساط کا ہے حوصلے اور صبر کے ساتھ اسی کو جھیل لیجیے گا بعد کی بعد میں دیکھیں گے آنچل سے وابستہ کیوں نہ رہوں گی آنچل میرا اپنا گھر ہے اور اپنا گھر کون چھوڑتا ہے۔ پردیس کی کوئی کتنی ہی خاک چھان لے آخر لوٹ کر اپنے گھر کو ہی پردیسی آتا ہے۔

س: سمیرا جی میں آپ سے دوستی کی خواہاں ہوں' بھرم رکھیے گا اور سانحہ کراچی ایسی تحریر لکھ کر بھیجیے' جس سے ہم ان کی محبت کا ثبوت دیں اور آپ کا اسٹار کون سا ہے؟

ج: دوست کے لیے ویلکم' دیکھ لیں آپ کا بھرم رکھ لیا ہے۔ ان شاء اللہ اگر ٹھیک ٹھاک حقائق جمع کرنے میں کامیاب ہوگئے سو آپ کی سانحہ کراچی والی تحریر والی خواہش بھی پوری ہوجائے گی۔ وعدہ نہیں مگر کوشش کروں گی۔ عشرت میں اسٹارز پر یقین نہیں کرتی' معذرت۔

سوال اچھے تھے خوش رہیں' اللہ نگہبان۔

سیدہ عنبر اختر بخاری...... چندی پور

س: اپیا! طور تو آپ کی کاسٹ ہے اینڈ سمیرا آپ کا نام ہے' لیکن یہ شریف صاحب کون ہیں؟

ج: محمد شریف طور میرے والد محترم مرحوم کا نام تھا۔

س: آپ کی پہلی تحریر کون سی تھی؟ کس ڈائجسٹ میں شائع ہوئی تھی؟

ج: دسمبر 2005ء آنچل میں۔ "محبت یقین اعتماد"

س: آپی لوگ دوستی کے نام پر ٹائم پاس کیوں کرتے ہیں؟ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ان کی وجہ سے کسی کا دوست پر سے اعتماد ہمیشہ کے لیے ختم ہوجاتا ہے؟

ج: عنبر! پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں' بہت سے لوگ مخلص ہوتے ہیں ہر ایک اپنے اعمال کے لیے خود ہی جواب دہ ہے اس کے اعمال کا بوجھ اس کے کندھوں پر ہوگا آپ اپنی ذمہ داری نبھائیے آپ اپنے ساتھ بالکل فیئر رہیں' دوسرے کیا کرتے ہیں یہ ان پر چھوڑ دیں آپ اپنا قبلہ درست رکھیں۔ اگر ہم سب اپنا اپنا محاسبہ خود سے کرنے کی کوشش کریں تو یقین جانیے دنیا میں بے ایمانی' فتنہ' فساد' جھوٹ' غیبت جیسی برائیاں ہی ختم ہوجائیں مگر ایسا نہیں کرتے جو دوستی اور اعتماد کے قابل نہیں اس پر اپنے قیمتی جذبات نچھاور کرنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں۔ جو دوست اعتماد بھروسے کے قابل ہے اس کو ساتھ رکھیے باقی کو اللہ حافظ کہہ دیں' کسی کی وجہ سے اپنے دل کو کیوں روگ لگائیں' یہ بھی اللہ کا کرم ہے کہ اللہ کسی کی اصلیت بہت بڑے نقصان سے پہلے ہی واضح کردیتا ہے' امید ہے سمجھ گئی ہوں گی۔

س: آپی کتنا انمول رشتہ ہے نا دوستی لیکن دوستی پر میرا اعتبار ختم ہوگیا ہے اور آپ کی بیسٹ فرینڈ کون ہے؟

ج: بیسٹ فرینڈ اللہ پاک کی ذات ہے' آپ بھی اس سے دوستی کرلیں یقین جانیے یہی وہ در ہے جہاں سوال کے بعد کوئی ندامت نہیں۔ جو دلوں کے راز بھی جانتا ہے اور ہمارے گناہوں کی گنتی بھی مگر ہر حال میں ہمیں سہارا دیتا ہے' ہماری انگلی تھام کر چلنا سکھاتا ہے جو ستر ماؤں سے بھی زیادہ رحم دل اور مہربان ہے' ایک دفعہ اس سے دوستی کرکے تو دیکھیں آپ کے سب گلے شکوے ختم ہوجائیں گے اور ایک بات ہمیشہ یاد رکھیے گا کہ دنیا میں ماں سے بڑھ کر کوئی دوست اور غمگسار نہیں۔ اللہ کے بعد ماں ہی ہماری آخری پناہ گاہ ثابت ہوتی ہے آزمائش شرط ہے۔ خوش رہیں اور جو ہمارے قابل نہیں ان کے لیے پریشان ہونا کڑھنا چھوڑ دیں' اللہ آپ کا حامی وناصر ہو آمین۔

جھیل، کنارہ، کنکر

نازیہ کنول نازی

زندگی اک مستقل شرحِ تمنا تھی مگر
عمر بھر تیری تمنا سے رہے بیگانہ ہم
تجھ میں بھی کچھ ہوشمندانہ ادائیں آ گئیں
تجھ سے بھی اب بدگماں ہیں اے دلِ دیوانہ ہم

جب درد پرانے ہو بیٹھے
جب یاد کا جگنو راکھ ہوا
جب آنکھ میں آنسو برف ہوئے
جب زخم سے دل مانوس ہوا
تب مجھ پر کھلا میں زندہ ہوں
پھر دل کو دھڑکنا یاد آیا
جب کرب کی لمبی راہوں میں احساس کے بال سفید ہوئے
جب آنکھیں بے سیلاب ہوئیں
جب چاند چڑھا بے دردی کا
جب ریت پہ لکھی یادوں کو بے مہر ہوا نے چھین لیا
جب یادِ رُتیں بیدار ہوئیں
تب مجھ پر کھلا میں زندہ ہوں
پھر دل کو دھڑکنا یاد آیا
پھر وقت نے کچھ انگڑائی لی
پھر سوچ کی قبر سے دھول اڑی
پھر پیاس کا برزخ بھول گیا
اک ہجر سے کیا آزاد ہوئے سو ہجر نئے ایجاد ہوئے
پھر اشک میں دریا قید ہوا
پھر دھڑکن میں بھونچال پڑے
پھر عشق کا جوگی گلیوں میں تقدیر کا سانپ اٹھا لایا
پھر عشق کا جنگل سبز ہوا پھر زلف کے تیور شام ہوئے
اس شام میں پھر ماہتاب چڑھا
پھر ہونٹ کی لغزش گیت بنی
پھر درد زلیخا بن بیٹھا پھر کرب کا قرب جوان ہوا
پھر مجھ پر کھلا میں زندہ ہوں
پھر دل کو دھڑکنا یاد آیا

"دادی ماں......" حورعین کی پھٹی پھٹی آنکھوں کی طرف دیکھتے ہوئے عذیر نے بھی پلٹ کر دیکھا اور پھر جیسے اس کے پیروں تلے بھی زمین کھسک گئی' اسی پل دادی ماں اندر آئی تھیں۔

"کیا ہوا' تم دونوں کے چہرے کے رنگ تو یوں اڑ گئے جیسے دادی کی بجائے کوئی بھوت دیکھ لیا ہو۔" وہ مسکرا رہی تھیں۔ عذیر کی جان میں جان آئی۔

"کیا راز و نیاز کی باتیں ہو رہی ہیں دادی سے چھپ کر؟"

"ک...... کچھ نہیں دادو! شادی کی تقریب سے متعلق ہی ڈسکس کر رہے تھے۔"

"ہوں...... اچھی بات ہے' وہ میں یہ بتانے آئی تھی کہ تمہاری تائی ماں اور ثانیہ ابھی نہیں آ رہے۔ ثانیہ کے بچے آئے ہیں انگلینڈ سے' اس لیے فی الحال معذرت کر لی انہوں نے' ثمیر کے پاس فون آیا تھا تو میں چاہ رہی تھی' اگلی اتوار کو تقریب رکھ لیتے ہیں' کچھ ہماری بھی تیاری ہو جائے گی۔"

"جی ٹھیک ہے' میں بھی یہی چاہ رہا تھا۔"

"ہوں...... چلو نپٹا لو سارے کام ایک ہفتے میں کیونکہ اس کے بعد مزید ایک دن کی رعایت بھی نہیں ملے گی تمہیں۔" عذیر کی تسلی پر اسے وارن کرتے ہوئے وہ سرسری سی نگاہ حورعین کے جھکے سر پر ڈالنے کے بعد واپس پلٹ گئیں۔ عذیر نے بے ساختہ گہری سانس لی۔

"شکر دادو نے کچھ نہیں سنا۔" اب وہ براہِ راست اسے دیکھ رہا تھا' وہ رخ پھیر گئی۔

"ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ فرار ہر مسئلے کا حل نہیں ہوتا' فی الوقت آپ کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ کوئی عزیز رشتے دار بھی نہیں' میں چاہوں تو آپ کی مدد کے لیے آپ کو کہیں بھی اچھا سا فلیٹ لے کر دے سکتا ہوں مگر...... تنہا لڑکی کا ہمارے معاشرے میں اس وقت جو حال ہے یقیناً اس سے بھی آپ بخوبی واقف ہوں گی' اس لیے آپ کی حفاظت کے معاملے میں' میں کسی قسم کا رسک نہیں لے سکتا۔" وہ شاید تمہید باندھ رہا تھا۔ حورعین اپنے آنسو ضبط کرتی رہی۔

"میں آپ کی عزت کرتا ہوں حورعین! جس طرح سے آپ نے میرے گھر والوں کا اعتبار اور دل جیتا ہے' میرے دل میں آپ کی قدر بہت بڑھ گئی ہے' خدا شاہد ہے کہ میں کسی بھی طور سے آپ کا نقصان نہیں چاہتا۔"

"میں جانتی ہوں مگر آپ یہ سب کیوں کہہ رہے ہیں؟"

"میں آپ کے سامنے کچھ آپشن رکھنا چاہتا ہوں اس لیے۔"

"کیسے آپشن؟"

"دیکھیں حورعین! آپ میری منکوحہ کی حیثیت سے اس گھر میں آئیں' دادی ماں کی نظر میں آپ میری عزت ہیں۔ میں ان کی یہ غلط فہمی دور کرنا چاہتا تھا مگر آپ کے آنسو دیکھ کر اور آپ کی مجبوریاں جان کر میں نے اپنا ارادہ بدل لیا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ نہ آپ یہاں رہنا چاہتی ہیں نہ یہاں سے نکل کر کہیں اور محفوظ رہ سکتی ہیں' ایسے میں صرف یہی ایک راستہ رہ جاتا ہے کہ میں آپ سے فرضی نکاح کر لوں' اس وقت تک کے لیے جب تک آپ کے گھر اور فیملی کا مسئلہ حل نہیں ہو جاتا پھر اس کے بعد جب آپ چاہیں گی میں آپ کو آزاد کر دوں گا' آپ اچھی طرح سے سوچ کر بتا دیجیے گا مجھے۔" ٹراوزر کی پاکٹس میں ہاتھ ڈالے اس نے اسے اپنے فیصلے سے آگاہ کیا۔ حورعین کو لگا جیسے اس کے پاؤں تلے زمین کھینچ لی گئی ہو' پھٹی پھٹی نگاہوں سے عذیر کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے آہستہ سے نفی میں سر ہلایا مگر عذیر نے نہیں دیکھا اپنی بات مکمل کرنے کے بعد وہ واپس پلٹ گیا تھا۔ وہ ہکا بکا سی دیوار کے ساتھ لگی ڈھیلے جسم کے ساتھ نیچے زمین پر بیٹھتی چلی گئی تھی۔ ایاد عبدالہادی کی جگہ کسی اور کو دینا موت کے مترادف تھا اس کے لیے' تبھی اس کی سسکیاں نکل رہی تھیں۔

"نہیں...... میں ایسا نہیں کر سکتی' کبھی بھی نہیں...... زندگی کی آخری سانس تک نہیں۔" زور زور سے سر دائیں بائیں مارتے ہوئے وہ تڑپ رہی تھی مگر وہاں اس کی تڑپ کا نظارہ کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

❀......❀......❀
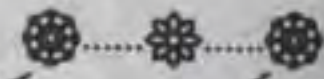
"حورعین آپی!" دائیں بازو پر سر رکھے وہ اپنے بستر پر اوندھے منہ پڑی رو رہی تھی جب عمیر ہلکی سی دستک کے ساتھ اس کے کمرے میں آیا۔ حورعین کو نہ چاہتے ہوئے بھی آنکھوں سے بازو ہٹانے پڑے۔

"اتنا اندھیرا کر رکھا ہے کمرے میں' طبیعت تو ٹھیک ہے ناں آپ کی؟" کمرے کی لائٹ آن کرتے ہوئے وہ قریب چلا آیا' وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"ہوں...... بس سر میں درد ہے۔"

"تو بتایا کیوں نہیں' یقیناً بخار بھی ہو گا ہے ناں؟"

"ہوں......"

"اُف! کاش میں آپ سے بڑا ہوتا تو اس وقت خوب ڈانٹتا آپ کو' حد ہو گئی بے گانے پن کی۔" سر جھٹکتے ہوئے وہ قدرے خفا ہوا۔ حورعین نے آہستہ سے آنسو پونچھ لیے' تبھی وہ قریب آ کر بیٹھ گیا۔

"میں نے سنا ہے آپ یہ گھر چھوڑ کر جا رہی ہیں...... کیا یہ بات سچ ہے؟"

"ہوں......" اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"پر کیوں؟" سب جانتے ہوئے بھی وہ انجان بن رہا تھا' حورعین کی آنکھیں پھر نم ہو گئیں۔

"میرا اب اس گھر میں قیام ممکن نہیں رہا' دادی ماں میری اور عذیر کی شادی کی تقریب منعقد کرنا چاہتی ہیں جب کہ میری زندگی میں اس کی قطعی گنجائش نہیں ہے۔"

"عذیر بھائی کا کیا کہنا ہے؟"

"کچھ نہیں' وہ فرضی نکاح کا کہہ رہے تھے مگر میں ایسا نہیں کر سکتی۔"

"پھر یہاں سے آپ جائیں گی کہاں آخر؟"

"پتا نہیں' جہاں میری تقدیر لے جائے۔"

"ہوں' آپ اپنی مرضی کی مالک ہیں آپی! میرا کوئی حق نہیں بنتا کہ میں آپ پر اپنی کوئی رائے مسلط کروں مگر میں نے آپ کو بہن کہا ہے' خدا شاہد ہے کہ دل سے سگی بہنوں کی طرح سمجھا ہے' میں قطعی آپ کا کوئی نقصان نہیں چاہوں گا۔ دادی ماں ہماری بزرگ ہیں' بہت اچھی طرح سے ہم ان کی سوچ اور ان کے مزاج کو جانتے ہیں۔ ان کو اگر ذرا سی بھنک بھی پڑ گئی کہ آپ اور عذیر بھائی کا نکاح نہیں ہوا ہے تو سارے گھر میں بھونچال آ جائے گا' ہم اس عمر میں انہیں تکلیف پہنچانا نہیں چاہتے اس لیے پلیز آپ عذیر بھائی کی بات مان لیں وہ بہت اچھے ہیں' آپ کو ان کی طرف سے کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"اس میں کوئی شک نہیں کہ عذیر بہت اچھے ہیں مگر......"

"اگر مگر کو چھوڑیں آپی! پلیز...... آپ دیکھیں ناں عذیر بھائی بھی تو کسی سلمیٰ نام کی لڑکی میں انٹرسٹڈ ہیں' خود سوچیں وہ بھی تو آپ کے لیے یہ سب کر رہے ہیں ناں...... پھر تھوڑے سے دنوں کی تو بات ہے' جب حالات ٹھیک ہو جائیں پھر آپ چلی جایئے گا تب میں خود دادو کو سب کچھ سچ سچ بتا دوں گا پلیز......" وہ اس کا سچا خیر خواہ تھا' حورعین الجھن بھری نگاہوں سے اسے دیکھتی رخ پھیر گئی۔ اس کے آنسو یوں بہہ رہے تھے جیسے آنکھوں میں

سیلاب امڈ آیا ہو عمیر کچھ دیر اس کے بہتے ہوئے آنسوؤں کو دیکھنے کے بعد اٹھ کھڑا ہوا۔

"چلتا ہوں آپی! امید ہے آپ میری بات کا مان رکھیں گی۔" وہ بھی شاید عذیر کی طرح مجبور تھا۔

حورعین کے آنسو اور بھی شدت سے بہنے لگے۔ زندگی کبھی کسی ایسے مقام پر بھی لے آئے گی اس نے سوچا بھی نا تھا۔

❁......❁......❁
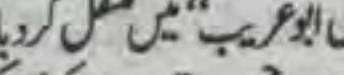
جیل بگرام سے راتوں رات بے ہوشی کی حالت میں اسے عراق میں قائم "جیل ابوغریب" میں منتقل کر دیا گیا تھا' کئی گھنٹے بے ہوش رہنے کے بعد جس وقت اس کی آنکھ کھلی کوئی انتہائی لاچاری اور بے بسی کے ساتھ چلا رہا تھا۔ وہ کرنٹ کھا کر بیدار ہوئی چھوٹی سی تنگ کوٹھڑی جہاں وہ بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔ اس کے قریب ہی بلیک یونیفارم میں ملبوس امریکی فوجی ایک چھوٹی سی معصوم بچی کو اپنی درندگی کا نشانہ بنا رہے تھے جب کہ اس معصوم عراقی بچی کا بھائی بھی قریب ہی کال کوٹھڑی میں بند تھا مگر وہ کچھ نہ کر سکتا تھا۔ بچی کے چلانے پر اس کا بھائی کوٹھڑی کی آہنی سلاخوں کے ساتھ سر مارتا تو اس پر اور بھی تشدد کیا جاتا' وہ یہ منظر دیکھ کر دنگ رہ گئی تھی۔ وہ ملک جس کا یہ کہنا تھا کہ اس نے افغانستان اور عراق پر قبضہ وہاں عوام کی خوش حالی اور جمہوریت کے قیام کے لیے کیا ہے اسی ملک کی بے رحم افواج کے افسران کے ہاتھوں جس طرح سے مختلف مسلم ممالک کے باشندوں پر وحشیانہ تشدد اور عزت نفس کی پامالی ہو رہی تھی' حورعین دیکھتی رہ گئی۔

ساری دنیا میں امن کے قیام کا شور مچانے والے ملک کا اپنا اصل چہرہ کیا تھا؟ چھپے ہوئے عقوبت خانوں کی حقیقت اور کہانیاں کیا تھیں؟ امریکہ اگر امن کا خواہاں تھا تو کن کے لیے؟ برطانیہ جمہوریت چاہتا تھا تو کن کے لیے؟ وہ چیخنا چاہتی تھی تبھی کسی نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے دھکیل دیا۔

"کیا کر رہی ہو؟ کیا تمہیں نہیں پتا یہاں چیخنے والوں کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے؟"

وہ کوئی عراقی عورت تھی' عورت کیا اسی کی طرح ایک نوعمر لڑکی تھی' جس کی دائیں آنکھ پر گہرے زخم کا نشان تھا اور ایک ٹانگ بھی ٹوٹی ہوئی تھی' حورعین ناسمجھی سے اسے دیکھتی رہ گئی تبھی وہ بولی۔

"میرا نام ہدی العزادی ہے' میں پچھلے پانچ سال سے یہیں قید ہوں۔ پانچ سال پہلے ہمارے ایک مخالف رشتہ دار نے امریکی فوجیوں سے وفاداری نبھاتے ہوئے انہیں یہ رپورٹ پہنچائی کہ ہم مجاہدین کے حامی اور عراق پر امریکہ کے قبضے کے خلاف ہیں اسی رپورٹ کے پس منظر میں امریکی فوج نے میرے بھائی علی کو گرفتار کر کے یہاں قید کر دیا۔ مجھے اس بات کا پتا چلا تو میں اپنے چھوٹے بھائی معتز کے ساتھ شہر میں قائم امریکی چھاؤنی میں چلی گئی تاکہ اپنے معصوم بھائی کا پتا کر سکوں مگر وہاں موجود کیپٹن نے میرے استفسار پر ٹال مٹول سے کام لیتے ہوئے مجھے دوبارہ آنے کا کہہ کر واپس بھجوا دیا۔ کرسمس کی رات میں دوبارہ اپنے بھائی کا پتا کرنے آئی تو اسی افسر نے باتوں ہی باتوں میں اچانک یہ کہہ کر کہ ہم بھی ان کی قید میں ہیں مجھے حیران کر دیا۔ علی کے بعد مجھے اور میرے دوسرے بھائی معتز کو بھی قید کر دیا گیا۔ ابتدائی تین دن اور تین راتیں بنا کسی جرم کے ہم دونوں بہن بھائیوں کو بدترین تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ چوتھے روز علی کی خون آلود لاش ہمارے قدموں میں لا کر پھینک دی گئی۔ بھائی کی خون میں لت پت لاش دیکھنے کے بعد میں بے ہوش ہو گئی تھی۔ اگلے دن ہوش میں آئی تو علی کی لاش کے ساتھ معتز بھی غائب تھا اور میرے ہاتھ میری پشت پر بندھے ہوئے تھے' میں رو رہی تھی اور بری طرح سے چلا رہی تھی۔ چیخ چیخ کر میرا گلا دکھنے لگا تھا مگر وہاں کوئی نہیں آیا' اگلے روز وہ لوگ مجھے وہاں سے نکال کر ایک اور عقوبت خانے میں لے گئے جہاں ایک مرتبہ پھر مجھے ذہنی اور جسمانی ٹارچر کیا گیا' مختلف افسران آ آ کر مجھ سے مجاہدین کے بارے میں پوچھتے رہے اور میری لاعلمی پر مجھے تشدد کا نشانہ بناتے رہے۔ جب میں بے ہوش ہونے کے قریب ہو گئی تو ان لوگوں نے میرا منہ دیوار کی طرف کر کے مجھے کھڑا کر دیا' اس وقت میں اپنے پیچھے بہت سے قیدیوں کی چیخ و پکار سن رہی تھی جو تشدد کی تاب نہ لا کر آہ و بکا کر رہے تھے میرے بھائی معتز کی آواز ان میں نمایاں تھی۔ میرے بھائی پر وحشیانہ تشدد ہو رہا تھا اور اس سے بہیمانہ انداز میں تفتیش کی جا رہی تھی' وہ لوگ اس سے کہہ رہے تھے کہ تم مجاہدین کو امریکیوں کے قتل کے لیے اسلحہ فراہم کرتے ہو' معتز نے کہا یہ جھوٹ ہے جس پر اسے اور مارا گیا۔ میں بارہ گھنٹے ایک ہی پوزیشن میں دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑی رہی' آدھی رات کے وقت انہوں نے مجھے کسی اور کوٹھڑی میں ڈال دیا' جس کے اوپر چھت نہ تھی...... رات بھر آسمان سے موسلا دھار بارش برستی رہی اور میں اپنے گھر والوں سے دور زخموں سے چور وہاں بے بسی سے پڑی سسکتی رہی۔ اگلے روز وہ لوگ معتز کی لاش بھی پھینک گئے تب سے اب تک میں نہیں چیخی' پتھر کا مجسمہ دیکھا ہے تم نے کبھی' یہاں چیخنے والوں کو پتھر کا مجسمہ بنا دیتے ہیں یہ لوگ۔" وہ باتیں جو اس نے مختلف رسالوں اور کتابوں میں پڑھی تھیں حقیقت کا روپ دھار کر اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھیں۔

حورعین کا جسم کپکپا اٹھا' اس کے ذہن میں دھماکے ہونے لگے۔

"صدام حسین کے بارے میں کہا گیا تھا کہ اس نے اپنی عوام کا جینا دوبھر کیا ہوا تھا۔ امریکہ بھی ویسا ہی ہے بلکہ اس سے بڑھ کے ثابت ہوا تھا پھر جمہوریت کہاں رہ گئی تھی؟" ہدی الغرادی کے زخمی چہرے کی طرف دیکھتی وہ نیچے زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔ جانے اس کے ساتھ کیا ہونے والا تھا۔ ہدی بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئی تبھی اس نے پوچھا تھا۔

"پانچ سال کے بعد بھی تشدد ہو رہا ہے آپ پر؟"

"ہوں! عورت ہو یا مرد' گناہ گار ہو یا بے گناہ' یہ لوگ تفتیش کے دوران تیز روشنیوں اور شدید گرمی میں قیدیوں کی جلد جلا دیتے ہیں' یہاں تک کہ قیدی اپنا دماغی توازن کھو بیٹھتے ہیں اور اپنی جان ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں' میں تو یہ بھی نہیں کر سکتی۔" ہدی عبدالغرادی کی نگاہیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔

"پتا نہیں تم کس ملک سے آئی ہو مگر یہ طے ہے کہ یہ لوگ تمہارا بھی بہت بھیانک انجام کریں گے۔" وہ اسے متنبہ کر رہی تھی' حورعین کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔

حورعین کو اپنا وجود سرد پڑتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ ایک طرف بش تھا تو دوسری طرف صدر مشرف اور اقوام عالم کا یہ حال تھا کہ وہ بالکل خاموش تھی' سکوت کے اس جرم میں جانے کب تک دنیا کو مجرم بنے رہنا تھا' مصلحت کی چادر جانے کب تک تنی رہنی تھی' پتا نہیں کب تک مجبوریوں کے پردے کو لٹکے رہنا تھا؟

"عراق اور ابوغریب جیل کے علاوہ دنیا کے مختلف حصوں میں "نامعلوم مقامات" پر امریکی سی آئی اے کے متعدد ایسے عقوبت خانے قائم ہیں' جن سے دنیا کو ابھی تک آگاہی نہیں ہے اور شاید ہو بھی نہ سکے کیونکہ کہا جاتا ہے کہ ان عقوبت خانوں میں جانے والا کبھی واپس نہیں آتا۔ یہی وہ عقوبت خانے ہیں' جنہیں عوام کی نظروں سے دور نامعلوم مقامات پر بنایا گیا ہے۔" دیوار سے ٹیک لگائے ہدی پلکیں موندے اسے بتا رہی تھی' حورعین نے بے ساختہ گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"بلیک سائٹس کی بات کر رہی ہیں آپ؟"

"ہوں۔"

"تمہیں پتا ہے ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی تباہی کے بعد ہر سال 11 ستمبر کی رات کو کیا ہوتا ہے؟"

"کیا ہوتا ہے؟" چونکہ ستمبر کا مہینہ ہی چل رہا تھا اس لیے وہ اس سوال کو نظر انداز نہیں کر سکی تھی۔ ہدی نے اس کے سوال برائے سوال پر بے ساختہ گہری سانس بھر لی۔

"قیامت آتی ہے بے بس' نہتے' معصوم پاکستانی اور افغانی نوجوانوں کو عالم برزخ کی سیر کروائی جاتی ہے' تمام امریکی افواج کو اجازت ہوتی ہے کہ 11 ستمبر کی رات وہ قیدیوں سے جو چاہے سلوک کریں ان سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی۔"

"پھر۔"

"پھر کیا...... نشے میں دھت یہ لوگ اتنا ظلم کرتے ہیں قیدیوں پر کہ وہ مر جاتے ہیں۔"

کتنی معلومات تھیں ہدی کے پاس' حورعین ٹکر ٹکر اسے دیکھتی رہ گئی۔

"ساری دنیا میں داڑھی والوں کو بدنام کرنے والے امریکی افسران' خود کیا ہیں اگر تم جان لو تو تمہیں خود اپنے انسان ہونے سے نفرت ہو جائے' جس طرح یہ خاردار چھڑیوں سے ہمارے جسموں کو چھید کر ان پر موم گراتے ہیں' بدترین تشدد کی مثالیں دنیا کے پلیٹ فارم پر لاتے ہیں' ماضی کا کوئی انصاف پسند مسلم حکمران ہوتا تو ضرور ان کا گریبان پکڑ کر ان سے انسانیت کی اس درجہ تذلیل کا حساب لیتا مگر افسوس...... ہم ایسے دور میں پیدا ہوئے جہاں ہمارے حکمران خود ہم پر کسی عذاب سے کم نہیں' کوئی نہیں آج جو ہمارے حقوق کی بات کرے' کوئی نہیں جو ہماری داد رسی کرے' ایک سینٹر میں چند سو مرنے والے افراد کا درد ساری دنیا کو نظر آتا ہے مگر اسی قوم کے ہاتھوں ان خفیہ عقوبت خانوں میں جانے کتنی ماؤں کے لعل بدترین وحشت کی بھینٹ چڑھتے ہیں کسی کو دکھائی نہیں دیتے۔ عالمی میڈیا بھی خاموش ہے کیونکہ جو کچھ 11 ستمبر کو ہوا وہ بڑا ظلم تھا مگر جو کچھ ان گمنام عقوبت خانوں میں ہو رہا ہے وہ ظلم نہیں ہے' وہ دہشت گردی نہیں ہے۔"

زخمی چہرے والی وہ مسلمان لڑکی اندر سے کتنی دکھی تھی حورعین اب جان پائی تھی۔

"ساری دنیا میں مسلمان مر رہے ہیں' کہیں یہودیوں کے ہاتھوں کہیں ہندوؤں کے ہاتھوں' کہیں بدھ مت کے مکھوں کے ہاتھوں' کہیں عیسائیوں کے ہاتھوں پھر بھی دنیا کے سکوت میں کہیں کوئی خلل نہیں پڑ رہا مگر اذیتوں کے ستائے انہی لوگوں کے ہاتھوں دنیا کے کسی بھی حصے میں اگر کہیں کسی غیر مسلم کی موت ہو جاتی ہے تو بھونچال آ جاتا ہے مسلم حکمران خود اپنے ہاتھوں سے اپنے بے گناہ شہریوں کو پکڑ پکڑ کر ان کے حوالے کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے بڑی بہادری کا کارنامہ سر انجام دیا مگر کل اللہ رب العزت کے حضور روز محشر ان کے منہ دیکھنے والے ہوں گے' کیسی سیاہی ہوگی جو ان کے چہروں پر مل جائے گی۔"

اچانک وہ جذباتی ہوئی تو حورعین کی آنکھیں سر جاوید ہمدانی کا تصور کر کے آنسوؤں سے بھر آئیں۔

”ہم غیور اور جفاکش قوم ہیں مگران حکمرانوں کی غلامی نے ہمیں غیر قوم کے سامنے ذلیل ورسوا کرکے رکھ دیا ہے' صرف انہی کی وجہ سے لوگ ہمیں نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔“

کتنا غبار تھا جو بہادر قوم کی اس بیٹی کے اندر جمع تھا۔ حورعین بے چین سی اٹھ کھڑی ہوئی تبھی کچھ افسران اس طرف آئے تھے۔ آنے والے ان امریکی افسران میں ایک شخص ”ایاد عبدالحادی“ تھا۔

”ایاد عبدالحادی“ کا خاندان پیدائشی جنگجو تھا۔ اس کا مسلمان باپ پہاڑوں کا بیٹا کہلاتا تھا کیونکہ اس کا تعلق افغانی سرزمین سے تھا۔ اسلحہ چلانا اور اسلحے سے کھیلنا اس کے موروثی مشاغل میں شامل تھا۔ اس کا تعلق ان قبائل سے تھا جہاں نسل درنسل خاندانی دشمنیاں چلتی ہیں جہاں خون کا بدلا خون جواں مردی اور انصاف کا دوسرا نام سمجھا جاتا ہے۔ مختلف قبائل کے ساتھ لڑائیوں میں اپنے نوعمر بیٹوں کے ہاتھوں قتل کو جوانی کے لیے باعث فخر سمجھتے ہیں۔ دس سال کی عمر میں اس کے باپ نے پہلے انسانی قتل کی صورت دشمنی اور انتقام کا جو پودا لگایا وہ اس کے مرنے تک پھل پھول کرتناور درخت بن چکا تھا' اس کے باپ نے دوشادیاں کی تھیں' پہلی شادی سولہ سال کی عمر میں خاندانی رسم ورواج کے مطابق اپنے قبیلے کی لڑکی سے کی جب کہ دوسری شادی امریکہ میں قیام کے دوران ایک امریکی خاتون سے کی جو اپنے انگریز شوہر سے طلاق کے بعد بے راہ روی کی زندگی گزار رہی تھی۔ ایاد اسی عورت کے بطن سے پیدا ہوا اور وہیں امریکہ میں اس نے پرورش پائی تھی مگر اس کی رگوں میں اپنے باپ کا فولادی خون تھا۔ اس کی پیدائش کے کچھ عرصے بعد ایک لڑائی میں اس کے باپ کی موت ہوگئی تھی تاہم اس نے اپنی ماں کی آنکھوں میں ہمیشہ اس شخص کے لیے آنسو دیکھے تھے۔ دو سال بعد ماں کی بھی موت ہوگئی تو وہ اپنی نانی کے پاس آ گیا' یہیں سے مسلمانوں کے خلاف اس کے دل میں نفرت نے جڑ پکڑی تھی' ایسی ایسی باتیں اس کے دل ودماغ میں مسلمانوں اور اس کے باپ کے خلاف اس کی نانی نے ڈال دیں کہ اسے لفظ مسلمان سے ہی نفرت ہوگئی تھی۔ اپنی اسکول' کالج اور یونیورسٹی لائف میں بھی اس نے کسی مسلمان طالب علم سے ضرورت کی حد تک بھی دعا سلام نہیں رکھی تھی۔

کتابوں میں اس نے پڑھا تھا کہ فتوحات اندلس کے وقت مسلمانوں نے اندلس کے خزانوں کو طب' حکمت' تعلیم اور دانائی سے بھر دیا تھا۔ صدیوں تک یہاں یونیورسٹیوں' تجربہ گاہوں اور دانش گاہوں میں مسلمان حکماء اور فلاسفرز کی لکھی ہوئی کتابیں پڑھائی جاتی رہیں تاہم وہاں کے پادری اور پوپ جاہل ہونا اپنے لیے باعث فخر سمجھتے تھے اگر کوئی شخص مسلمانوں سے متاثر ہوکر تعلیم حاصل کرنے کی کوشش کرتا تو کلیسا کے ارباب اختیار اسے زندہ گاڑھ دیتے۔ واشنگٹن لائبریری کی کتابوں میں مسلمانوں کے عروج اور فتوحات کے ادوار میں غیر مسلموں کے ساتھ ان کے منصفانہ اور رحم دلی کے واقعات اسے اکثر الجھن میں جتلا کرکے رکھ دیتے تھے تنگ آکر اس نے ایسی کتابوں کو پڑھنا چھوڑ دیا جن میں ذرا سی بھی مسلمانوں کے حق میں کوئی بات ہوتی تھی۔

تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنی نانی کی خواہش پر اس نے آرمی جوائن کی تھی' مسلمانوں پر ظلم وتشدد کے لیے آرمی کے ارباب اختیار خاص طور پر اسے منتخب کرتے تھے اور اس نے کبھی انہیں مایوس نہیں کیا تھا' کتنی ہی ایسی خفیہ جیلیں تھیں جہاں وہ خدائی کررہے تھے نہتے بے بس' بدتر حالات کے مارے مظلوم مسلمانوں کو چیونٹیوں کی طرح مسلنے کا اپنا ہی مزا تھا۔ اس کے افسران اس سے بہت خوش تھے' تبھی وہ ترقی پاتا گیا تھا اور اب اس کی ڈیوٹی بگرام جیل سے ابوغریب جیل میں لگ گئی تھی۔

شبرغان جیل میں ڈیوٹی کے دوران اپنے افسران کی ہدایت پر جو کچھ اس نے مسلمان قیدیوں کے ساتھ کیا تھا وہ اگر منظر عام پر آجاتا تو یقیناً دنیا میں ایک خوف کی لہر ضرور دوڑ جاتی۔ بظاہر دہشت گرد طالبانوں کے ساتھ جو سلوک اس نے کیا تھا اگر کوئی دیکھ لیتا تو لفظ دہشت گردی کا صحیح مفہوم سمجھ میں آجاتا۔ مسلمانوں سے شدید نفرت اس وقت دوچند ہوجاتی جب تھوڑے سے پیسوں کے لالچ میں ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو پکڑوا دیتا۔ چند ڈالروں کے لیے مسلم ملک کا سربراہ گائے بھینسوں کی طرح اپنے ملک کے معزز شہریوں کو پکڑ پکڑ کر ان کے حوالے کرتا تب اپنی نانی کی کہی تمام باتیں اسے درست لگتی تھیں۔ داڑھی میں چھپا ہر مسلمان اسے اپنے باپ جیسا لگتا تھا جو اس کی نانی کے بقول اس کی ماں کو دھوکہ دے کر فرار ہوگیا تھا۔

امریکہ کے افغانستان پر حملے کے وقت جس طرح سے مقامی افغانیوں اور شمالی اتحاد والوں نے دولت کے لالچ میں ان کا ساتھ دیا اور اپنے ملک کے لاکھوں شہری ان کے ہاتھوں بے دردی سے مروائے اسے اور گھن آنے لگی تھی چند پیسوں میں اپنا ایمان بیچنے والے وہ لوگ ذلت کی انتہا کو چھو گئے تھے' اسے ہنسی آتی تھی کہ کیا یہی وہ مسلمان تھے جسے ایک جسم اور ایک مٹھی کی مانند قرار دیا گیا تھا۔ عراق پر امریکی حملے کے وقت جن ممالک نے سب سے زیادہ اقتصادی' سیاسی اور اسٹریٹیجک تعاون کیا وہ سب کے سب اسلامی ممالک تھے۔ عراق پر حملہ جن ممالک سے کیا گیا وہ بھی سب کے سب اسلامی ممالک تھے۔ عراق میں زخمی ہونے والے امریکی فوجیوں کو طبی امداد دینے کے لیے عراق میں آئے ہوئے میدانی

فوجی ہسپتال میں ڈاکٹرز بھی سب کے سب اسلامی ممالک سے آئے ہوئے تھے جنہوں نے امریکی سرکشی سے زخمی ہونے والے عراقیوں کا علاج کرنے سے انکار کرتے ہوئے امریکی فوجیوں کو ان پر فوقیت دی۔ عراق میں زخمی ہونے والے امریکی فوجیوں کے اخراجات اٹھانے والے بھی سب کے سب اسلامی ممالک تھے۔ یہی نہیں بلکہ 28 مئی 2004ء کو ایک عرب سفیر نے واشنگٹن میں عراق کو آزاد کرنے کے دوران زخمی وہلاک ہونے والے امریکی فوجیوں کے لیے 3.5 ملین ڈالر قائم کردہ کمیٹی کی طرف سے بطور عطیہ دیئے اور اتنی ہی رقم امریکی فوجیوں کے اہل خانہ کو دینے کا اعلان کیا گیا جب کہ عراق جنگ میں قیدی بن کر رہائی پانے والی امریکی فوجی خاتون کو کویتی حکام نے دنیا کی سب سے مہنگی کار بطور تحفہ دی۔ پھر بھی وہ ایک جسم ایک بند مٹھی کی مانند قرار دیئے گئے تھے؟ اسے ہنسی آتی تھی۔

اکثر شراب کے نشے کے دوران وہ گھنٹوں اپنے باپ اور دیگر مسلمانوں کو گالیاں دیتا تھا' کیسے کیسے مظالم نہیں تھے جو اس نے اپنے زیرحراست قیدیوں پر کیے تھے اور اب وہ حورعین عبد السمیع کے سامنے کھڑا تھا جس کے بارے میں اسے بتایا گیا تھا کہ وہ افغانستان میں طالبان کی حامی اور پاکستان میں امریکہ کی اور حکومت برطانیہ کی مخالف ہے اور لوگوں کے دلوں میں ان ممالک کے خلاف نفرت ابھارنے جیسے سنگین جرائم کی مرتکب ہورہی ہے۔

دبلے پتلے سے نازک جسم کی اس خوب صورت لڑکی کے عزائم جان کر وہ ہنسا تھا' تارچر سیل کا لاک کھول کر جس وقت وہ اندر داخل ہوا' حورعین کی آنکھیں اسی پر جمی تھیں تبھی اس نے پوری طاقت سے اسے زوردار تھپڑ رسید کیا' حورعین منہ کے بل زمین پر جا پڑی جب کہ ہدیٰ نے منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی چیخ کا گلہ گھونٹا تھا۔

”یو بچ...... ہمارا کھاتے ہو اور ہم ہی کو آنکھیں دکھاتے ہو' جس ملک کا ویزہ حاصل کرنے کے لیے تمہاری ایڑھیاں گھس جاتی ہیں اسی ملک سے نفرت کا اظہار کرتے ہو' منافقو...... پیسے کے لالچی ہو تم' خود اپنا ایمان اپنی ہتھیلیوں پر لیے پھرتے ہو اور قصوروار ہمیں ٹھہراتے ہو۔“ حورعین کے بال اپنی مٹھیوں میں جکڑتے ہوئے اس نے اسے زور سے دھکا دیا۔ حورعین کا سر سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا' شدید درد کے احساس نے بے اختیار اسے چلانے پر مجبور کردیا تھا۔ اگلے ہی پل اپنے ماتحت افسر کو اشاروں کی زبان میں کچھ سمجھانے کے بعد وہ سیل سے نکل گیا۔ ہدیٰ پریشان سی حورعین کے سر سے بہتے خون کو دیکھ رہی تھی' پھر اسی نے آگے بڑھ کر اسے سنبھالا تھا۔ ایاد عبدالحادی کا ماتحت افسر بھی سیل سے نکل چکا تھا۔

حورعین چکراتے ہوئے زخمی سر کو پکڑتے وہیں دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی تھی۔

”وہ تم سے کیا کہہ رہا تھا؟“ ہدیٰ چونکہ انگلش سے ناواقف تھی تبھی پریشان سی اس سے پوچھ رہی تھی' وہ کراہ کررہ گئی۔

"کچھ نہیں...... ہم پاکستانیوں کو ہماری اوقات بتارہا تھا۔"

"تت...... تم پاکستانی ہو؟" ہدیٰ کو حیرانی ہوئی تھی۔ وہ محض اثبات میں سرہلا کر رہ گئی۔

"اوہ...... میں نے پچھلے دنوں سنا تھا تمہارے ملک کے صدر جنرل پرویز مشرف نے اپنے دورہ آسٹریلیا کے دوران دونوں ملکوں کے مابین دہشت گردی کو روکنے کی غرض سے خفیہ انفارمیشن کے تبادلے کے سمجھوتے پر دستخط کیے ہیں' جیسے ہی ان کا دورہ آسٹریلیا ختم ہوا ویسے ہی خفیہ ادارے "آسٹریلیا سیکورٹی اینڈ انٹیلی جنس" نے اسلامی گروپوں اور سرگرم لوگوں کے خلاف چھاپوں کا سلسلہ تیز کردیا تھا۔ سڈنی اور میلبورن میں آباد مسلمانوں کی اکثریت نے ہمیشہ کسی بھی قسم کی دہشت گردی اور اس قسم کے منصوبوں کو بھرپور انداز میں رد کیا ہے مگر اس کے باوجود میلبورن میں مختلف گھروں پر چھاپے مارنے کے دوران جانے کتنے ہی مسلمانوں کو ان کے گھروں سے گرفتار کرکے نامعلوم مقام پر منتقل کردیا گیا' آسٹریلیا میں ہر شہری کے بنیادی حقوق ہیں اور ان حقوق میں ذاتی معاملات کی مکمل آزادی ہے۔ ASIO کے پاس اگر ان چھاپوں اور گرفتاریوں کی جائز وجوہات اور ٹھوس شواہد موجود ہیں تو انہیں منظر عام پر لایا جائے ورنہ یہ کارروائیاں' عوام کو اعتماد میں لیے بغیر تعصب اور شبہ کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی۔"

"ہوں...... مگر تعصب اور شبہ کی نگاہ سے دیکھے گا کون؟ بناء کسی وجہ کے پوری دنیا میں مسلمانوں کے بچوں' بوڑھوں' عورتوں تک کو بے دردی و بے رحمی سے مارا جارہا ہے۔ بدترین خون ریزی سے ان کی نسل کشی کی جارہی ہے مگر کسی کے پاس ان کے زخم دیکھنے کی فرصت نہیں ہے نہ امن کے قیام کے لیے ہر پل چیختے انسانی حقوق کی بڑی بڑی باتیں کرنے والوں کے پاس نہ امت مسلمہ کے پاس' جانے بے حسی کا یہ کیسا نشہ ہے' جس کا اثر ٹوٹ ہی نہیں رہا۔"

سر سے بہتے خون سے دونوں ہاتھ رنگے اس نے نہایت دکھ سے ہدیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا تبھی ایک فوجی افسر وہاں چلا آیا۔

"چلو۔" نہایت حقارت سے حورعین پر نگاہ ڈالتے ہوئے اس نے دھاڑ کر کہا تو وہ ڈر گئی۔

"کہاں؟"

"چلو...... ابھی بتاتے ہیں کہاں؟" ہاتھ بڑھا کر اس افسر نے اسے گھسیٹ لیا تھا' پھر سیل سے باہر نکلتے ہی اس کے دونوں ہاتھوں کو پیچھے باندھ کر اس کے منہ پر ایک بوری نما تھیلا ڈال دیا گیا' ایسا تھیلا جس میں سانس لینے کے لیے بھی کوئی سوراخ نہیں تھا' وہ جیسے ہی چلتے ہوئے لڑکھڑائی فوجی افسر نے زور سے رائفل کا بٹ اس کے کندھوں پر دے مارا۔

"اللہ......" اس کے منہ سے آہ نکلی تھی مگر وہاں آہوں کی پروا کسے تھی' بھوک اور نقاہت کے ساتھ درد کی شدت نے اسے نڈھال کرچھوڑا تھا۔ کچھ ہی دیر کے بعد سے ایک میٹر کی چھوٹی سی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں قید کردیا گیا' جس میں کوئی روشن دان نہیں تھا۔ حورعین کو لگا وہ مرجائے گی' اس کے نازک اندام وجود میں اتنی صعوبتیں برداشت کرنے کی سکت نہیں تھی۔

❁......❁......❁
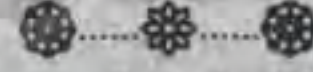
تم نے سوچا نہ تھا' ہم نے چاہا نہ تھا
پھر یہ کیسے جدائی کی شام آ گئی؟
کس لیے بجھ گئے قربتوں کے دیئے
کس طرح تیرگی اپنے نام آ گئی؟
ہم محبت کے ایسے مسافر رہے
جن کی راہوں میں سنگِ گراں بھی نہ تھا
جن کی چاہت کا دشمن نہیں تھا کوئی
سرگراں جن سے یہ آسماں بھی نہ تھا
کون حاسد ہے' جس کی نظر لگ گئی؟
کس کی تھی بددعا' زد میں ہم آ گئے
ایسی پت جھڑ کی ظالم ہوائیں چلیں
پھول اپنی رفاقت کے مرجھا گئے
کیا خبر جب کبھی لوٹ کر آؤ گے تم
میری تربت کا تم کو نشاں نہ ملے
تھک کے دم توڑ دے شاعرِ بے سکون
پیار کا جب اسے سائباں نہ ملے
آخری بار اے میری جانِ غزل!
آخری بار اپنی یہ ضد چھوڑ دے

بچے کے سر سے خون تیزی سے بہہ رہا تھا جب زائر نے اسے زمین سے اٹھا کر اپنی گود میں لیا تھا' اس کی بیٹی بھی پاس ہی کھڑی رو رہی تھی۔ زائر نے ہاتھ بڑھا کر اسے بھی بازو کے حلقے میں لیا اور دونوں کو بے تحاشا چومنا شروع کردیا۔ تبھی ثانیہ اس کے قریب پہنچی اور اس نے کسی چیل کی مانند اپنے بچوں کو اس سے جھپٹنا چاہا تھا۔

"دور رہو میرے بچوں سے' دیہاتی جنگلی انسان......" حلق کے بل چلاتے ہوئے وہ دھاڑی تھی۔ بچے سہم کر اسے دیکھنے لگے تاہم زائر نے انہیں اپنی گرفت سے آزاد نہیں کیا' بچے کے سر سے بہتا ہوا خون اس کی جان پر بنا رہا تھا تبھی گردن پیچھے موڑتے ہوئے باآواز بلند اس نے کسی مزارع کو پکارا پھر اسے موٹر سائیکل لانے کی ہدایت کرنے کے ساتھ ہی بنا ثانیہ کے غصے کی پروا کیے' وہ اپنے بیٹے کو سینے سے لگائے گاؤں کے واحد ڈاکٹر کی طرف چلا آیا۔ ثانیہ اس کی جسارت پر ہکابکا سی کھڑی رہ گئی تھی۔

"ثانیہ!" کافی دیر خاموشی کے بعد اشعر حسین نے اسے پکارا تھا۔ وہ جیسے چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"ہوں۔"

"جھوٹ بولا تھا ناں تم نے مجھ سے؟"

"کیسا جھوٹ؟" اشعر حسین کے گلے پر اسے جیسے کرنٹ لگا تھا' اشعر نے رخ پھیر لیا۔

"یہی کہ زائر ملک جس نے حویلی میں پرورش پائی ہے تمہارا ڈرائیور ہے۔"

"تو......؟"

"تو یہ کہ وہ صرف ڈرائیور نہیں ہے ان بچوں کا باپ بھی ہے اور یہ بات میں نے ایئر پورٹ پر ہی محسوس کرلی تھی جب ان بچوں کو دیکھتے ہی اس کی آنکھوں میں آنسو کے ستارے جھلملائے تھے مگر اس نے لب دبا کر اپنا ضبط بحال رکھا تھا۔"

"کیا بکواس ہے یہ؟" کانپتے لبوں کے ساتھ وہ جھنجلائی تھی مگر اشعر حسین نے اس کی طرف نہیں دیکھا۔

"بکواس نہیں ہے حقیقت ہے' تمہارے بچے کے پیڑ سے گرنے پر جتنی تکلیف اس نے محسوس کی ہے شاید تم نے بھی نہیں کی اگر وہ محض ایک ڈرائیور ہوتا تو یوں دیوانگی کے ساتھ تمہارے بچوں کو چوم نہ رہا ہوتا۔"

"اشعر پلیز! مجھے زائر ملک کے بارے میں کوئی بات نہیں سننی۔"

"مت سنو' مگر تم چاہ کر بھی اس حقیقت سے نگاہ نہیں چرا سکتیں کہ وہ تمہارے بچوں کا باپ ہے' تم چاہو بھی تو اسے اس کے بچوں سے دور نہیں رکھ سکتیں۔" اشعر کی بات پر اس کا دل ضرور کانپ کر رہ گیا تھا۔ زائر ملک کی فطرت سے وہ بہت اچھی طرح واقف تھی۔ جو چیز اسے آسانی سے حاصل نہیں ہوتی وہ اسے چھین لیتا تھا مگر ثانیہ اپنے بچوں کے بارے میں ایسا کوئی رسک لینے کو تیار نہیں تھی تبھی اس نے فوراً شہر شفٹنگ کا پروگرام بنایا تھا۔

رات جب وہ اپنے بچے کو مرہم پٹی کروا کر حویلی لایا ثانیہ جلے پیر کی بلی کی مانند ادھر سے اُدھر چکر کاٹ رہی تھی جانے کیوں اسے لگ رہا تھا جیسے وہ اس کے بچے کو لے کر نہیں آئے گا۔ دادی ماں اسے تسلی دے رہی تھیں مگر اسے تسلی نہیں ہو رہی تھی' جس وقت اس نے حویلی کے گیٹ سے زائر کو اندر آتے دیکھا تب اس کی جان میں جان آئی اس کا بیٹا زائر کے کندھے سے لگا سو رہا تھا۔ ثانیہ اسے دیکھتے ہی تیزی سے اس کی طرف لپکی۔

"کیسا ہے میرا بیٹا...... اتنی دیر کیوں لگادی؟"

"ٹھیک ہے خون بہت بہہ گیا تھا ڈرپ لگ رہی تھی لو سنبھالو اسے۔" سنجیدگی سے کہتے ہوئے اس نے بچے کو ثانیہ کی گود میں دینا چاہا تھا تبھی اس کے ہاتھ ثانیہ کے ہاتھوں سے ٹکرائے تھے اور دونوں کو ہی جیسے جھٹکا سا لگا تھا۔ وہ حویلی سے گھر واپس آیا تو سائرہ اسی کی راہ دیکھ رہی تھی اس کی دستک کے جواب میں دروازہ بھی اسی نے کھولا تھا۔

"کہاں رہ گئے تھے' اتنی رات ہوگئی ہے ماسی پریشان ہو رہی تھی۔"

"تمہیں بتانے کا پابند نہیں ہوں میں' ہٹو سامنے سے۔" اس کا موڈ آف تھا' سائرہ دروازہ بند کرنے کے بعد روٹی لے کر اس کے پیچھے ہی چلی آئی۔

"لے کھانا کھالے ہاتھ منہ دھو کر۔ تیری پسند کے کریلے گوشت بنائے ہیں میں نے۔"

"مجھے بھوک نہیں ہے۔" بنا سائرہ اور کھانے پر نگاہ ڈالے وہ اپنے بستر پر ڈھے گیا۔ سائرہ ڈھٹائی سے ٹرے سائیڈ پر رکھتے ہوئے اسی چارپائی پر بیٹھ گئی۔

"کیوں بھوک نہیں ہے' مجھے پتا ہے تُو نے سارا دن بھی کچھ نہیں کھایا ہوگا۔"

"تو......؟ میں چاہے دس دن کچھ نہ کھاؤں تم کون ہوتی ہو میری فکر کرنے والی؟" وہ دھاڑا تو سائرہ گھور کر رہ گئی۔

"بچپن کی منگ ہوں تیری' پیار کیا ہے میں نے تجھ سے' تجھے تو سب کچھ بھول گیا پر مجھے ایک ایک دن یاد ہے جب تم میری محبت میں پاگلوں کی طرح میرے گھر کے چکر لگاتے تھے۔"

"پاگل تھا میں جو تجھ جیسی مفاد پرست لڑکی سے دل لگا بیٹھا مگر اب ایسا کچھ نہیں ہے' نکل آیا ہوں میں اُن دنوں کے فریب سے۔"

"پتا ہے مجھے اس شہر والی نے دماغ خراب کر رکھا ہے تیرا مگر وہ بھی تو چھوڑ کر چلی گئی ناں تجھے' اس سے کیوں نہیں کرتا نفرت؟" فوراً سے پیشتر نہایت غصے میں دوبدو جواب دیتے ہوئے اس نے پھر وہی چھرا گھونپا تھا اس کے سینے میں کہ جس کا وار ہمیشہ اسے گھائل کرکے رکھ دیتا تھا اس وقت بھی وہ چپ کرگیا تھا تبھی وہ محبت سے اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

"میں تیرا دل نہیں دکھانا چاہتی زائر! سوہنا رب جانتا ہے آج بھی دل سے پیار کرتی ہوں تجھے۔"

"نہیں چاہیے مجھے تیرا پیار سنا تم نے۔ کسی کے پیار کی ضرورت نہیں ہے مجھے کہاں جا سویا تھا یہ پیار اس وقت جب تم میرے سسکتے ہوئے دل کی پروا کیے بغیر صرف دولت کے لالچ میں کسی اور کی سیج پر جا بیٹھی تھیں۔ اس وقت کہاں گئی تھی تمہاری یادداشت جب میرے سارے جذبوں پر پانی پھیر کر کسی اور کے نام کی مہندی ہاتھوں پر رچا کر بیٹھ گئی تھیں۔ مت کریدا کرو بجھی ہوئی راکھ سے چنگاریاں۔ ایسا نہ ہو کہ کسی دن یہی چنگاریاں تمہارے سارے وجود کو جلا کر راکھ کردیں۔" دھاڑ کر دائیں ہاتھ کی انگلیاں اس کے نرم بازو میں پیوست کرتے ہوئے اس نے ایک جھٹکے سے اسے پرے دھکیلا مگر وہ لڑکھڑا کر پھر اسی کے بازو سے لپٹ گئی۔

"مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوگیا ہے زائر! بہت شرمندہ ہوں میں اپنی حماقت پر پتا نہیں کیسے میری عقل پر پردا پڑ گیا تھا ورنہ وہ مردود افضل تو تیرے پیر کی جوتی کے برابر بھی نہیں۔ مجھے معاف کردے زائر! خدا کے واسطے معاف کردے۔"

"میرے پاس تجھے دینے کے لیے اب کچھ نہیں ہے سائرہ! اس لیے نہ دماغ خراب کر میرا۔" اکتا کر رخ پھیرتے ہوئے اس نے پھر اسے مایوس کیا مگر سائرہ نے جیسے سنا ہی نہیں۔

"ماسی بہت پریشان ہے زائر! ہم دونوں کے لیے کئی بار میرے سامنے تیری اور میری شادی کی بات کرچکی ہے میرے لیے نہ سہی ان کی خوشی کے لیے ہی سہی مجھے اپنا نام دے دے۔ تیرے علاوہ میں نے اور کسی سے شادی نہیں کرنی اب اگر ایسا ہوا تو تیری قسم زائر! میں زہر کھا کر مرجاؤں گی۔"

"کوئی بات نہیں میں بھی تو مرگیا تھا تم بھی مرجاؤ گی تو کیا ہوگا۔" اس کی جذباتی بلیک میلنگ کا شکار ہوئے بغیر اس نے اپنا تکیہ اور لحاف اٹھایا اور اوپر چھت پر چلا آیا پیچھے وہ کلس کر رہ گئی۔

اگلی صبح وہ اٹھا تو سائرہ ہینڈ پمپ کے نیچے بیٹھی کپڑے دھو رہی تھی وہ سست روی سے سیڑھیاں اترتا اپنی ماں کے پاس آ بیٹھا۔

"ابا کی طبیعت اب کیسی ہے اماں؟"

"کیسی ہوسکتی ہے؟ جوان اکلوتا پتر دو گھڑی پاس بیٹھ کر حال دل نہ پوچھے تو کیسی طبیعت ہوگی باپ کی؟" اماں شاید اس کی طرف سے بھری بیٹھی تھیں تبھی اس کے بیٹھتے ہی گولے داغنے شروع کردیے وہ رخ پھیر کر رہ گیا۔

"مجھ سے ابا کا حال دیکھا نہیں جاتا اماں! اسی لیے نہیں بیٹھتا ان کے پاس۔"

"کیوں ان کے حال کو کیا ہوا ہے اللہ معافی کرے کوڑھ تو نہیں لگا نہیں جو تجھے پاس بیٹھ کر گھن آتی ہے۔"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا اماں۔" اماں کے جلال نے اسے اچھا خاصا پریشان کردیا تھا تبھی وہ بولی تھیں۔

"بس رہن دے اچھی طرح سمجھتی ہوں تیرے مطلب کو پانچ سال ہوگئے فقیر بنا پھرتا ہے ایک بار بھی میرا اور اپنے ابا کا خیال آیا تجھے؟ پندرہ پندرہ دن اپنی شکل نہیں دکھاتا کوئی مرتا ہے تو مرجائے تیری بلا سے۔" وہ اچھی خاصی دکھی تھیں زائر جھنجلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"سب کے ساتھ آپ بھی دعا کریں اماں کہ میں مرجاؤں ویسے بھی میرا اس دنیا میں کوئی کام نہیں ہے۔" اپنی بات مکمل کرنے کے بعد وہ وہاں ٹھہرا نہیں تھا اماں کا ہاتھ دل پر ہی رہ گیا جب کہ سائرہ نل کے نیچے بیٹھی سُن سی رہ گئی تھی۔ کیا چل رہا تھا زائر ملک کے دل و دماغ میں جو وہ ذات کے ساتھ ساتھ اپنی زندگی سے بھی اتنا بےزار ہوگیا تھا۔ وہ محض سوچ کر رہ گئی۔

دن بھر کھیتوں میں پسینہ بہانے کے بعد ڈھلتی شام کے وقت جب وہ گھر واپسی کا قصد کررہا تھا اس کا ٹکراؤ پھر ثانیہ عباس کے ساتھ ہوا تھا بارش اچانک شروع ہوگئی تھی شدید برساتی موسم میں قطعی نامناسب کپڑے پہنے وہ اسی شخص کے ساتھ کہیں سے آرہی تھی جو اسے زہر لگتا تھا۔ ٹائٹ جینز پر سلیولیس شرٹ بارش میں بھیگ کر اس کے جسم کے ساتھ چپک گئی تھی اور اب اس کے جسمانی خدوخال خوب واضح کررہی تھی۔ زائر کے بدن میں لہو جیسے آگ بن کر دوڑنے لگا تھا وہ اس سے الگ ہوکر رہ سکتا تھا مگر اسے یوں اپنی عزت سے کھیلنے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا تبھی برقی رو کی طرح تیزی سے اس کی طرف لپکا اور اس سے پہلے کہ ثانیہ اسے کچھ کہتی اس نے ایک زوردار طمانچہ اس کے گال پر دے مارا۔

ثانیہ عباس کے ساتھ ساتھ اشعر حسین بھی اس کی اس حرکت پر ششدر رہ گیا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" وہ غرایا تھا مگر زائر نے اسے نہیں دیکھا وہ صرف ثانیہ کو دیکھ رہا تھا۔

"بہت بہتر ہوگا تمہارے لیے ثانیہ عباس اگر تم اپنی حدود و قیود میں رہو کیونکہ میں نے تم سے کنارہ کشی کی ہے سر عام گاؤں کی گلیوں میں عزت رولنے کی اجازت نہیں دی۔"

"جسٹ شٹ اپ یو ایڈیٹ مین! تم ہوتے کون ہو مجھ پر ہاتھ اٹھانے والے؟ کیا اوقات ہے تمہاری میرے سامنے صرف ایک نوکر......؟" بپھرے ہوئے لہجے میں جس حقارت سے اس نے اپنے اور اس کے مابین رشتے سے نگاہ چرائی تھی وہ دنگ رہ گیا تھا۔

کیا واقعی اب وہ صرف اس لڑکی کا نوکر رہ گیا تھا؟

"خبردار آج کے بعد اگر کبھی میرے سامنے آئے تو...... میں نوکروں کو ان کی اوقات سے بڑھ کر چھوٹ دینے کی قائل نہیں ہوں۔" انگلی اٹھا کر اسے وارن کرتی وہ کوئی اور ہی ثانیہ عباس لگ رہی تھی۔ زائر کے جسم کا سارا خون آنکھوں میں سمٹ آیا' کیا کچھ نہیں کہنا چاہتا تھا اس وقت وہ اس سے مگر زبان جیسے تالو سے چپک کر رہ گئی تھی۔

دنیا میں تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں' ایک وہ جو غلطی کرتے ہیں مگر پھر اپنی غلطی کا احساس ہونے پر اس سے توبہ کر لیتے ہیں دوسرے وہ ہوتے ہیں جو غلطی کر کے مان لیتے ہیں مگر توبہ نہیں کرتے اور تیسرے وہ لوگ ہوتے ہیں جو غلطی کر کے مانتے بھی نہیں اور اگر انہیں ان کی غلطی کا احساس دلایا جائے تو الٹا وہ آپ پر چڑھ دوڑتے ہیں' ایسے لوگوں کا ساتھ بے شک زندگی کو بہت کٹھن بنا دیتا ہے' زائر ملک کی نگاہ میں ثانیہ عباس کا شمار بھی ان تیسری قسم کے لوگوں میں ہوتا تھا۔ بارش میں مزید شدت آ گئی تھی مگر وہ اب بھی وہیں کھڑا تھا۔

دو پتر چناراں دے......

ساڈا دکھ سن کے روندے پتھر پہاڑاں دے

جوگی بابا کی آواز ایک مرتبہ پھر پوری شدت سے اس کے اندر گونجی تھی۔ اگلے روز چوہدرانی کے بلاوے پر شام کے وقت وہ حویلی آیا تھا۔ ثانیہ عباس اس وقت گاؤں میں نہیں تھی۔

"جی چوہدرانی آپ نے بلایا؟"

"ہاں زائر! آ بیٹھ۔" وہ کچھ پریشان دکھائی دے رہی تھیں۔ زائر چپ چاپ موڑھا کھینچ کر ان کے قریب بیٹھ گیا۔

"خیریت؟"

"خیریت کہاں ہے زائر! سالوں بعد پوتی کا چہرہ دیکھنا نصیب ہوا' سوچا تھا اب وہ آ گئی ہے تو خود ہی حویلی کا نظام سنبھالے گی مگر...... میری تو قسمت ہی خراب ہے۔"

"کیوں اب کیا ہوا؟" چوہدرانی کے الفاظ پر اس کا دل پوری شدت سے دھڑکا تھا۔

"ہونا کیا ہے پتر! ثانیہ نے گاؤں چھوڑ کر شہر میں رہنے کا فیصلہ کر لیا ہے' وہ جو لڑکا آیا ہوا ہے ناں اشعر حسین اسی نے دماغ خراب کیا ہوگا اس کا ورنہ وہ اس بڑھاپے میں بوڑھی دادی کو اکیلا چھوڑ کر جانے والی نہیں تھی۔" چوہدرانی کی پریشانی پل میں اس کی پریشانی میں ڈھل گئی تھی تاہم اس نے خود پر ضبط قائم رکھا۔

"آپ اکیلی تو نہیں ہیں چوہدرانی! پہلے بھی تو اتنا عرصہ یہ گاؤں والے ہی آپ کے سگے بن کر رہے ہیں' اب بھی اگر وہ آپ کو چھوڑ کر چلی جاتی ہے تو کیا ہوا' ہم سب ہیں ناں یہاں آپ کے ساتھ۔"

"اللہ عمر لمبی کرے ان لوگوں کی' میرے گاؤں کو ہر نظر بد سے محفوظ رکھے...... آمین۔" ان کے چہرے کی اداسی اور لہجے کا ملال بدستور قائم تھا تبھی وہ بولا تھا۔

"اشعر حسین سے کیا تعلق ہے ثانیہ بی بی کا؟"

"ارے تعلق کیا ہونا ہے پتر! بس جب سے ثانیہ کو طلاق ہوئی ہے خوامخواہ دم چھلا بنا پھرتا ہے اس کا۔"

"طلاق......؟" اس پر تو جیسے بجلیاں آ گری تھیں۔

"ہاں...... اپنی پسند سے شادی کی تھی ثانیہ نے' اسی لیے یہ داغ برداشت کرنا پڑا۔"

"کب ہوئی اسے طلاق؟" زائر کا دل جیسے بند ہو رہا تھا۔

"پانچ سال پہلے...... جب اس نے دو جڑواں بچوں کو جنم دیا تھا تبھی اس کے شوہر نے اسے طلاق کے پیپرز بھجوا دیئے تھے۔" ایک کے بعد ایک چوہدرانی کے انکشافات نے اسے چکرا کر رکھ دیا تھا۔

"بہت ٹوٹی ہے ثانیہ! اسی کے غم میں کنیز بھی دنیا سے چلی گئی' بچے ہیں تو وہ باپ کی شکل دیکھنے کو ترس رہے ہیں مگر وہ بندہ خدا کا جانے کہاں ہے۔" بنا زائر کے اندر سر اٹھاتے طوفانوں کی خبر رکھے چوہدرانی اس پر اپنا دکھ عیاں کر رہی تھیں' زائر کو لگا جیسے اس کا وجود پتھر ہو کر رہ گیا ہو۔

کیا وہ لڑکی صرف اپنی خوشیوں کے لیے اپنے گھر والوں کو اتنا بڑا دھوکہ دے سکتی تھی؟ صرف اس سے چھٹکارے کے لیے کیا وہ اس حد تک بھی گر سکتی تھی؟ اتنا بڑا جھوٹ وہ بھی اتنے قریبی رشتوں سے؟ اسے لگا جیسے اس کا سر درد سے پھٹ جائے گا' تبھی چوہدرانی سے معذرت کر کے فوراً سے پیشتر وہ اٹھ کھڑا ہوا مگر ابھی اس کے قدم حویلی کے گیٹ کے پار بھی نہ ہوئے تھے کہ کسی کی صدا نے جیسے اس کے قدموں کو زمین کے ساتھ باندھ کر رکھ دیا۔

❀......❀......❀

وصال موسم گزر گیا تو' خیال بن کر ملا کریں گے

بچھڑ گئے تو کبھی کبھی ماہ وصال بن کر ملا کریں گے

کتاب عہد وفا کے اک اک ورق پر اپنی خبر ملے گی

ہم اہل الفت محبتوں کی مثال بن کر ملا کریں گے

ہزار لمحوں کی ہو مسافت دلوں کی دھڑکن سنائی دے گی

گزرتے لمحوں کی ہر صدا میں دھمال بن کر ملا کریں گے

ابھی تو لمحوں کی دوریوں پر بھٹک رہے ہیں مگر کبھی ہم

فلک کی گردش میں آ گئے تو ہلال بن کر ملا کریں گے

سارے کمرے میں آگ بھڑک رہی تھی اور ہانیہ نیم بے ہوشی کی حالت میں اٹیچ باتھ کے دروازے پر کھڑی بری طرح سے چلاتے ہوئے سب کو پکار رہی تھی۔

"ہانیہ......" اچانک اسے میکال کی پکار سنائی دی' تین تین سیڑھیاں اکٹھی پھلانگ کر اوپر آنے کے بعد وہ پاگلوں کی طرح اسے پکار رہا تھا۔ ہانیہ کی چیخوں میں مزید اضافہ ہو گیا۔

"ہانیہ......"

اب وہ چلا رہا تھا تبھی ہانیہ نے دیکھا بنا آگ کے بھڑکتے شعلوں کی پروا کیے وہ کھڑکی سے کمرے میں کودا تھا کیونکہ سامنے دروازے کی چوکھٹ مکمل طور پر آگ کی لپیٹ میں آ چکی تھی اور وہاں سے کمرے میں داخل ہونا اب ممکن نہیں رہا تھا۔ کھڑکی سے کمرے میں کودنے کے باوجود آگ نے میکال کی پینٹ کے پائینچے کو چھو لیا تھا' مگر اسے اپنی پروا ہی کب تھی وہ تو ہانیہ کو بچانے کے لیے پاگل ہو رہا تھا باہر جاذب جو اس کے پیچھے ہی لپکا تھا' آگ پر مسلسل پانی ڈال کر اسے بجھانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا پھر جس وقت میکال نے اٹیچ باتھ کے دروازے پر کھڑی ہانیہ کو اپنے حصار میں لیا وہ مکمل طور پر ہوش و حواس سے بیگانی ہو کر اس کی بانہوں میں جھول گئی تھی۔ رات جس وقت وہ ہوش میں آئی تو اس کا ہاتھ میکال کے ہاتھ میں تھا ہانیہ نے دانستہ آنکھیں کھولنے سے احتراز کیا' تبھی میکال نے جھک کر اس کی پیشانی چوم لی۔ اس کا ایک ہاتھ ہانیہ کے بالوں کو سہلا رہا تھا' وہ دم سادھے پڑی رہی تاہم اس کا دل اس لمحے بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

"میں تم سے لڑ سکتا ہوں ہانیہ! تمہیں دکھی بھی کر سکتا ہوں مگر خدا جانتا ہے تمہیں ہمیشہ کے لیے کھونے کا حوصلہ نہیں ہے مجھ میں۔" بھرائے لہجے میں اس پر جھک کر کہتے ہوئے وہ جیسے اسے حیران ہی تو کر گیا تھا۔ اگلے دو روز تک سب اس کے اردگرد تھے مگر وہ نہیں تھا۔

ہانیہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ اس کا دل ایک دم سے بے کل کیوں ہو گیا تھا۔ اس کی متلاشی نگاہیں ہر آہٹ پر اسے ہی کیوں دیکھنا چاہتی تھیں' جاذب بتا رہا تھا کہ اس کی ٹانگ جلی ہے اور پاؤں بھی متاثر ہوا ہے۔ شاید اسی لیے وہ اسے نظر بھی نہیں آ رہا تھا جو بھی تھا مگر یہ حقیقت تھی کہ اس کے اندر کی دنیا اچانک ہی بدل گئی تھی۔

دو روز بعد سادگی سے ہادیہ کی رخصتی ہو گئی اور اسی روز ہانیہ نے اسے دیکھا تھا ہلکی ہلکی بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ ٹانگ کے زخم سے نڈھال وہ بات بات پر مسکرانے کی ناکام کوشش کرتا اسے بے حد اچھا لگ رہا تھا۔

تقریب کے اختتام تک بنا اپنے زخم کی پروا کیے نا صرف اس نے تمام امور سنبھالے تھے بلکہ مہمانوں کو بھی بھرپور کمپنی دی تھی۔ ہانیہ اداس سی وجہ بے وجہ اسے دیکھتی رہی۔ رات گئے وہ کمرے میں آیا تو ہانیہ کو اس کا زخم دیکھنے کا موقع ملا وہ چپکے سے اس کے کمرے میں چلی آئی اس کی بائیں ٹانگ کی پنڈلی شدید جل گئی تھی' زخم اتنا بڑا تھا کہ دیکھتے ہی ہانیہ کا دل جیسے دھک سے رہ گیا۔

میکال نیند میں تھا اس لیے اسے ہانیہ کی آمد کا پتا نہ چل سکا۔ اس نے تو اب تک محسوس بھی نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ کتنی تکلیف میں ہے مگر وہ زخم ہانیہ سے چھپے نہیں رہ سکے تھے۔

میکال کا وجود زخموں کے درد کی وجہ سے بخار کی لپیٹ میں تھا مگر اس نے بہت ہی ضبط سے یہ درد برداشت کیے رکھا تھا وہ اس کے قدموں کے قریب بیٹھی بے آواز روتی رہی' باہر بارش شروع ہو گئی تھی مگر آج ہانیہ کو بارش میں کوئی دلچسپی نہیں تھی اس کی ذہن کی اسکرین پر صرف وہی لمحات چل رہے تھے جن میں میکال نے اس پر اپنی محبتیں نچھاور کی تھیں۔ بے شک وہ شخص اس قابل تھا کہ اسے چاہا جاتا۔

صبح اس کی آنکھ کھلنے سے قبل ہی وہ کمرے سے نکل آئی تھی' ہادیہ جاذب کی ہو کر بہت خوش تھی اور شاید جاذب بھی...... وہ ہادیہ کو زبردستی کمرے میں رہنے کی تلقین کرنے کے بعد اکیلی ہی کچن میں چلی آئی۔ مہمان رات میں ہی چلے گئے تھے جب کہ گھر والوں میں سے ابھی کسی کی بھی آنکھ نہیں کھلی تھی۔ اس نے آٹا گوندھ کر سائیڈ پر رکھا اور چائے کا پانی چڑھا دیا' پانی ابھی ابل ہی رہا تھا کہ اچانک میکال نے خاموشی سے پیچھے آ کر اسے اپنے حصار میں لے لیا۔

"السلام علیکم! صبح بخیر۔" اس کی آواز میں اب بھی خمار تھا' ہانیہ کا دل بہت تیزی سے دھڑک اٹھا۔

"آ...... آپ......"

"ہوں۔" اپنی تھوڑی ہانیہ کے کندھے پر ٹکاتے ہوئے اس نے آہستہ سے پلکیں موند لی تھیں۔ ہانیہ کی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگ گئیں۔ میکال کی اس قربت نے واقعی اسے کنفیوز کر کے رکھ دیا تھا۔

"اتنی جلدی کیوں بیدار ہو گئے آپ کے زخم۔"

"زخم بھی تو تم نے ہی دیئے ہیں ہانیہ! جیسے مریض خود چل کر ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے ویسے ہی میں اٹھ کر تمہارے پاس آ گیا ہوں۔" اس کی بات کاٹتے ہوئے اس نے پھر اس کے کان میں سرگوشی کی۔ ہانیہ کا دل یک دم بے قابو ہوا۔

"آپ نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر میری جان بچائی میں آپ کی بہت ممنون ہوں مگر...... آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا'

دیکھیے آپ کی ٹانگ کتنی متاثر ہوئی ہے زخم اگر بگڑ گیا تو مسئلہ ہوجائے گا۔"

"ہوں یہ تو ہے لیکن اگر ڈاکٹر مہربانی کرے اور مریض کی خطائیں معاف کرکے اس کے ساتھ رہے تو زخم ٹھیک ہوسکتا ہے۔" وہ اسے منا رہا تھا ہانیہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اسے کیا جواب دے۔ تبھی ملازمہ وہاں چلی آئی تھی' میکال آہٹ پاکر فوراً پیچھے ہٹا تھا۔

"بیگم صاحبہ! آپ آرام کرلیں میں کرلیتی ہوں۔" ملازمہ سامنے کا منظر دیکھ کر نظریں چرانے پر مجبور ہوگئی تھی' میکال کان کھجاتے ہوئے کچن سے نکل گیا۔

اسی روز دوپہر کے کھانے میں اس نے کرنل صاحب سے ہانیہ کی گھر واپسی کا مطالبہ کردیا تھا انہیں بھلا کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔ ہانیہ کی خاموشی نے بھی انہیں نیم رضامندی کا اشارہ دیا تھا تبھی شام کے کھانے کے بعد انہوں نے ہانیہ کو اس کے سنگ رخصت کردیا۔ راستے میں میکال اسے اپنی انگلینڈ کی مصروفیات کے بارے میں بتاتا رہا' گاڑی گھر کے سامنے رکی تو سب سے پہلے نہال نے ہی ان کا استقبال کیا تھا۔

وہ آئے گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

ہانیہ کو دیکھتے ہی وہ مسکرایا تھا مگر ہانیہ نے ناراضی سے منہ پھیر لیا۔

"اے کیا ہوا؟" بنا میکال کی پروا کیے وہ فوراً اس کے پیچھے لپکا اور اسے لاؤنج میں بازو سے جا پکڑا۔

"کچھ نہیں ہوا' چھوڑو مجھے۔"

"کیوں چھوڑوں' مجھے پتا ہے تم مجھ سے ناراض ہو کیونکہ میں تمہارے بھائی کی شادی میں شریک نہیں ہوسکا' ہے ناں؟"

"مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے تم سے ناراض ہونے کی۔" درشتگی سے اس کا بازو ہاتھ سے ہٹاتے ہوئے وہ آگے بڑھ گئی تھی' میکال خاموش سا وہیں صوفے پر ٹک گیا' ہمیشہ کی طرح اسے نہال کا ہانیہ کو تنگ کرنا پسند نہیں آیا تھا مگر نہال بنا اس کی ناراضی کی پروا کیے اب بھی ہانیہ کی راہ روکے کھڑا تھا۔

"میری بات تو سن لو یار! پھر ناراض ہوجانا۔"

"مجھے کوئی بات نہیں سننی۔"

"ہانیہ پلیز......" ہانیہ کے رخ پھیرنے پر اس کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی آئی تھی مگر ہانیہ نے نہیں دیکھی' وہ اس کی کوئی بھی وضاحت سنے بغیر اپنے کمرے میں گھس کر دروازہ لاک کرچکی تھی۔ اگلی صبح ناشتے کی ٹیبل پر اس کی ملاقات مسٹر اینڈ مسز حسن سے ہوئی تھی' دونوں اس کے لوٹ آنے کے فیصلے پر بہت خوش تھے۔

نہال وہاں موجود نہیں تھا تاہم میکال نے پہلی بار ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر ناشتے سے پورا پورا انصاف کیا تھا' تھوڑی دیر بعد حسن صاحب اور میکال آفس کے لیے اٹھ گئے تبھی اس نے مسز حسن سے پوچھا تھا۔

"نہال کہاں ہے آنٹی! ناشتا نہیں کیا اس نے۔"

"ہوں' صبح جلدی آفس چلا گیا کہہ رہا تھا کوئی ضروری میٹنگ اٹینڈ کرنی ہے بزنس کے سلسلے میں۔ سچ پوچھو تو میں نہال کو لے کر بہت پریشان ہوں ہانیہ!"

"کیوں خیریت؟" مسز حسن کے تفصیلی جواب نے اسے پریشان کردیا تھا۔

"یہ تو میں بھی نہیں جانتی کہ خیریت ہے یا نہیں مگر نہال نے واقعی مجھے پریشان کر رکھا ہے۔ کئی کئی روز گھر سے باہر رہتا ہے' تمہارے یہاں سے جانے کے بعد تو سمجھو چپ لگ گئی اس لڑکے کے ہونٹوں پر۔ کسی سے بات ہی نہیں کرتا اب بھی اتنا بیمار رہا ہے اسلام آباد دوست کے پاس مگر مجال ہے جو اس نے ہمیں ہوا بھی لگنے دی ہو' وہ تو اس کے دوست کا فون آیا تھا اور اس نے بے خبری میں بتادیا تو پتا چلا ورنہ یہ لڑکا تو اسے بھی منع کرکے آیا تھا کہ کچھ نہیں بتانا گھر والوں کو۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟"

"سچ کہہ رہی ہوں کوئی بات ہے جو اسے اندر ہی اندر پریشان کیے ہوئے ہے مگر وہ ہنسی مخول میں چھپالیتا ہے۔"

"میں بات کروں گی نہال سے۔" مسز حسن کی باتوں نے اسے پریشان کردیا تھا تبھی اس نے انہیں اطمینان دلایا۔ میکال دوپہر کے کھانے کے لیے گھر آیا تو ہانیہ نے اس کی فیورٹ ڈشز بنا رکھی تھیں' کچن کی گرمی کے سبب اس کا برا حال ہو رہا تھا' وہ خفا ہوگیا۔

"ہانی! میں نے منع کیا ہے ناں تمہیں کچن میں گھسنے سے' دیکھو ذرا اپنا حال۔"

"کچھ نہیں ہوتا' مجھے گھر کا کام کاج کرکے خوشی ملتی ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر اپنا حال بھی تو دیکھو۔"

"حال بھی ٹھیک ہے آپ پریشان نہ ہوں' جلدی سے کھانا کھا کر بتائیں کیسا بنا ہے؟"

"ٹھیک ہے میں فریش ہوکر آتا ہوں۔" نرمی سے اس کے گال تھپتھپاتے ہوئے وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا' فریش ہوکر وہ کھانے کی ٹیبل پر آیا تو وہ کہے بغیر نہ رہ سکی۔

"نہال تو نہیں آئے گا کھانے کے لیے' پتا نہیں اس نے آفس میں بھی کچھ کھایا ہوگا کہ نہیں۔" میکال کا سالن کے ڈونگے کی طرف بڑھتا ہاتھ وہیں رک گیا۔

"کھالیا ہوگا' یو ڈونٹ وری۔"

"مما بتا رہی تھیں وہ بیمار رہا ہے' آپ نے بتایا کیوں نہیں مجھے۔"

"کیا بتاتا اس نے تو گھر والوں کو بھی خبر نہیں ہونے دی تھی۔" آپ ہی آپ اس کا لہجہ خشک ہوگیا تھا پھر اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"سوری' مجھے بہت ضروری کام یاد آگیا ہے' میں چلتا ہوں' شام میں کھالوں گا۔" سپاٹ چہرے کے ساتھ نرمی سے کہتا وہ فوراً ڈائننگ ہال سے نکل گیا' پیچھے ہانیہ اسے روکتی ہی رہ گئی تھی۔ رات میں نہال لیٹ گھر آیا تھا۔ میکال کا موڈ البتہ فریش تھا کھانا کھانے کے بعد فارغ ہوکر وہ بیڈ پر آیا تو ہانیہ اس کے پریس کیے ہوئے کپڑے ہینگ کر رہی تھی۔ وہ کچھ دیر اس کے فارغ ہونے کا انتظار کرتا رہا پھر بیڈ سے اٹھ کر اسے بھی ساتھ ہی کھینچ لیا۔

"میکال! کیا کر رہے ہیں' چھوڑیں ناں پلیز۔ مجھے بہت سارے کام کرنے ہیں ابھی۔"

"کاموں کے لیے اس گھر میں بہت ملازم ہیں' تمہیں میں اس گھر میں اپنے لیے لایا ہوں' سمجھیں۔"

"مگر......"

"چھوڑو اگر مگر کو...... آؤ میں تمہیں سلاتا ہوں۔"

"کیسے؟"

"بازو پر سر رکھو پھر بتاتا ہوں۔" وہ شوخ ہو رہا تھا۔ ہانیہ نے چپ چاپ اس کے پہلو میں لیٹ کر اپنا سر اس کے بازو پر رکھ دیا۔

"ہانیہ......" کچھ دیر بعد جونہی اس نے پلکیں موندیں' میکال نے پکارا۔

"ہوں۔"

"تم نے مجھ سے کیوں چھپایا کہ میں پاپا بننے والا ہوں۔" اس کی آواز کسی سرگوشی سے بلند نہیں تھی۔ ہانیہ کا دل تیزی سے دھڑکا۔

"بتانے کا فائدہ بھی نہیں تھا۔"

"کیوں؟" وہ حیران ہوا تھا' ہانیہ نے نظر چرالی۔

"کیونکہ یہ خبر سننے کے بعد ہوسکتا تھا کہ پھر آپ مجھ پر کوئی رکیک الزام لگادیتے۔" لفظ نہیں تھے کوئی چابک تھا جو میکال کو اپنی پیٹھ پر پڑتا ہوا محسوس ہوا۔ ستاروں سی روشن آنکھوں کی چمک اچانک ماند پڑی تھی۔

"تم نے اب تک اس بات کو دل سے لگا رکھا ہے۔"

"نہیں۔"

"نہیں تو پھر بار بار کوڑے کیوں مارتی ہو' کتنی بار میں تم سے اپنے الفاظ کی معافی مانگ چکا ہوں' کیسا دل ہے تمہارا جس میں ذرا سی معافی کی گنجائش بھی نہیں۔"

"میں نے آپ کو معاف کردیا ہے۔"

"کردیا ہے تو دوبارہ لفظوں کے چابک نہ مارنا پلیز...... وہ سب ایک غلط فہمی کا ردعمل تھا جواب دور ہوگئی ہے' اس لیے پلیز تم اپنا دل صاف کرلو' میں نہیں چاہتا کہ ہماری خوب صورت ازدواجی زندگی کسی غلط فہمی کی بھینٹ چڑھ کر برباد ہوجائے۔" ہانیہ کا چہرہ ہاتھوں میں لیے وہ اس کے گال سہلا رہا تھا' ہانیہ نے پھر پلکیں موندلیں۔

"کیا ہوا میکال حسن...... اگر آپ کی یہ وارفتگیاں عائشہ جی دیکھ لیں۔"

"دیکھ لے...... کسی پرائی لڑکی کے ناز تو نہیں اٹھا رہا' اپنی بیوی سے محبت کر رہا ہوں۔"

"پھر بھی گئے دنوں میں ہوسکتا ہے یہی الفاظ کبھی آپ نے عائشہ جی کے لیے بھی کہے ہوں۔"

"ہوں...... ہوسکتا ہے مگر لفظ کسی کی میل نہیں ہوتے ہانی! نہ کسی کی اترن ہوتے ہیں جو ایک بار استعمال کے بعد دوبارہ استعمال ہی نہ کیا جاسکیں۔"

"صحیح کہا آپ نے' لفظ کسی کی میل کسی کی اترن نہیں ہوتے مگر ایک اثاثہ ضرور ہوتے ہیں جن کی تقسیم تکلیف دیتی ہے۔"

"مجھے نہیں دیتی' میں نے خود کو سمجھا لیا ہے کہ جو چیز میرے اختیار و نصیب میں نہیں میں اس کے لیے اگر ساری عمر بھی روتا رہوں تو کوئی فائدہ نہیں پھر کیوں نہ میں اس چیز کو قبول کرلوں جو میرے نصیب میں لکھ دی گئی ہے۔"

"اچھی سوچ ہے مگر مجھے آپ کی اسی بات نے متاثر کیا تھا کہ آپ عائشہ جی کے علاوہ اور کسی کا بھی تصور گناہ سمجھتے تھے میرے نزدیک محبت میں وحدانیت ہی اسے اس کی حقیقی منزل تک پہنچاتی ہے۔"

"ہوں...... مگر کچھ لوگ حالات و تقدیر کے سامنے بے بس ہوجاتے ہیں' جیسے میں ہوگیا ہوں تمہاری بددعا کے سامنے۔" سنجیدگی سے کہتے کہتے وہ مسکرا دیا۔ ہانیہ کے لبوں پر بھی مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"سنا ہے آپ نے ماڈلنگ شروع کردی ہے۔"

"نہیں' ایسی تو کوئی بات نہیں۔" وہ مسکرایا۔

''اصل میں میرا ایک دوست ہے' کسی پرائیویٹ چینل کے لیے کام کرتا ہے اس کی شوٹنگ تھی انگلینڈ میں مگر مطلوبہ ماڈل عین ٹائم پر دغا دے گیا' تبھی مجبوراً مجھے قربانی کا بکرا بننا پڑا۔''

''اچھی ماڈلنگ کر لیتے ہیں آپ۔''

''نوازش!'' لب دبا کر مسکراتے ہوئے اس نے ہانیہ کو خود میں سمویا اور ہاتھ بڑھا کر لائٹ آف کر دی۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے بعد جب وہ سو گیا تو ہانیہ نے آہستہ سے خود کو اس کی گرفت سے نکالا اور بیڈ سے اتر آئی۔ مڑ کر ایک نظر اطمینان سے سوئے ہوئے میکال پر ڈالنے کے بعد اس نے اپنے پیچھے کمرے کا دروازہ بند کیا اور سیڑھیاں اتر آئی۔

❀......❀......❀
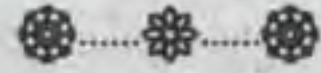
''ٹک......ٹک......ٹک۔''

کمپیوٹر آف کر کے وہ ابھی سونے کی تیاری کر رہا تھا کہ دروازے پر ہونے والی دستک نے اسے چونکا دیا۔ رات کے ساڑھے بارہ ہو رہے تھے۔ اس وقت کس کو اس کی یاد آ سکتی تھی۔ اپنے آپ سے الجھتے ہوئے اس نے تیسری دستک کے جواب میں جھنجلا کر اٹھ کر دروازہ کھولا تھا۔

''ہانیہ......تم......؟'' دروازے پر کھڑی ہانیہ کو دیکھ کر وہ حیران ہی تو رہ گیا تھا۔

''ہوں' میں......کیوں نہیں آ سکتی کیا؟''

''نہیں......میں نے ایسا تو نہیں کہا۔''

''او کے' چلو آؤ میرے ساتھ۔'' بنا کوئی سوال جواب کیے اس نے بازو سے پکڑ کر اسے باہر گھسیٹ لیا۔

''ہانیہ کیا کر رہی ہو اتنی رات کو' کسی کی آنکھ کھل گئی تو کیا سوچے گا۔''

''کچھ نہیں سوچے گا تم بیٹھو یہاں۔'' اپنے پرانے انداز میں واپس لوٹتے ہوئے اس نے لاؤنج میں لا کر اسے اپنے مقابل صوفے پر دھکیلا۔

''سارا سارا دن تم گھر سے غائب رہتے ہو' کھانے پینے پر بھی توجہ نہیں ہے' مجھ سے تو ویسے ہی دشمنی ہو گئی ہے تمہاری۔ آنٹی بتا رہی تھیں بیمار بھی رہے ہو' تم شاید اسی لیے میرے بھائی کی شادی میں بھی شریک نہیں ہو سکے۔ کیا میں پوچھ سکتی ہوں نہال کہ تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟''

''کیا کر رہا ہوں' بیماری اب کسی سے پوچھ کر تو نہیں آتی۔'' وہ مسکرایا تو ہانیہ چڑ گئی۔

''پتا ہے مجھے بیماری بتا کر نہیں آتی لیکن بیماری میں اگر انسان اپنوں کو اپنی تکلیف کا بتا دے تو میرے خیال میں اس کا ایمان متاثر نہیں ہوتا۔''

''کیا فائدہ یونہی کسی کو پریشان کرنے کا' تم تو ویسے بھی جنگ کی شہزادی بنی رہتی ہو' کس کے پاس بیٹھ کر دکھ روؤں اپنا۔''

''دکھ......اور تمہیں؟''

''کیوں؟ میں انسان نہیں' مجھے دکھ نہیں ہو سکتے؟''

''نہیں' کیونکہ تم انسان ہونے کے ساتھ ساتھ خود بہت بڑی آفت ہو۔'' اس بار ہانیہ کے الفاظ پر وہ کھل کر ہنسا تھا۔

''اور تم خود کیا ہو بندریا؟ ہر وقت بے چارے میرے بھائی کو پریشان کیے رکھتی ہو۔''

''نہال' ہر وقت اپنے بھائی کی سائیڈ مت لیا کرو' تمہارا بھائی اتنا بھی اچھا نہیں ہے۔''

''اتنا بھی اچھا نہ ہوتا تو تم پلٹ کر یہاں واپس کیوں آتیں۔'' اب وہ اس کا مذاق اڑا رہا تھا ہانیہ نے مسکراتے ہوئے اس کے کندھے پر مکا رسید کیا۔

''وہ تو اس نے میری جان بچائی تھی اس لیے ترس آ گیا۔''

''آہم......آہم......دل کی بے ایمانی کو ترس کا نام نہ دو۔'' وہ اس کا دوست تھا شاید اسی لیے اس کے دل کی بات جان گیا تھا ہانیہ نے بے ساختہ نظر چرائی تھی۔ تبھی وہ بولا۔

''تم بھیا کے ساتھ خوش ہو ناں ہانی؟''

''ہوں کوئی شک؟''

''نہیں کوئی شک نہیں۔'' یونہی دل کی تسلی کے لیے پوچھ رہا تھا ورنہ تمہارے دل کا حال تو تمہاری آنکھوں سے دکھائی دے رہا ہے۔''

''جی نہیں اب ایسی بھی کوئی بات نہیں۔''

''ایسی ہی بات ہے۔'' ہانیہ کے شرمانے پر بے ساختہ وہ مسکرایا۔

''ایک دوست اپنے دوست سے دل کی بات نہیں چھپا سکتا اور میں تو یہ بات کب سے جانتا ہوں کہ تم میکال بھیا سے پیار کرتی ہو۔''

''بس رہنے دو' اتنے بڑے جادوگر بھی نہیں ہو تم۔''

''اتنا ہی بڑا جادوگر ہوں میں' تمہیں خبر نہیں ہے۔''

''ہاہ......اچھا چھوڑو یہ بتاؤ آنٹی کو کیوں پریشان کر رہے ہو تم؟''

''کب پریشان کیا ہے یار' بس وہ ماں ہیں تو ذرا زیادہ محسوس کرتی ہیں ورنہ ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔''

''سچ کہہ رہے ہو ناں' مجھے تو لگتا ہے کسی لڑکی کا چکر ہے۔''

''ہاہاہا......تم اور تمہاری سوچ۔''

"کیوں سچ نہیں ہے؟ کھاؤ میرے سر کی قسم کہ ایسی بات نہیں ہے۔"
"ہانیہ تم پاگل تو نہیں ہوگئیں۔"
"میں شروع سے ہی پاگل ہوں تم مجھے چھوڑو اور بتاؤ جو میں پوچھ رہی ہوں۔"
"کیا بتاؤں؟"
"یہی کہ کون ہے وہ لڑکی۔"
"کیوں تاکہ تم جا کر اسے میری برائیاں بتا دو اور وہ بھاگ جائے۔"
"اس کا مطلب ہے میرا قیاس صحیح نکلا۔"
"ہوا میں تیر چلاتی ہو پاگل جو ٹھہری۔"
"چلو ہوا میں تیر ہی سہی مگر لگتا تو نشانے پر ہے نا۔" اس بار وہ پھر مسکرا دیا۔
"چلو بتاؤ شاباش کون ہے وہ؟"
"کیوں بتاؤں؟ تم تو مجھ سے ناراض تھیں۔"
"اب ناراض نہیں ہوں پلیز بتاؤ۔"
"بتاؤں گا مگر ابھی نہیں ابھی تم اٹھو اور اپنے کمرے میں جاؤ یونہی کوئی جاگ گیا تو مسئلہ ہو جائے گا۔"
"نہال تم مجھ سے بھاگ کیوں رہے ہو؟"
"تم سے نہیں بھاگ سکتا میں پاگل بے فکر رہو۔ چلو اب اٹھو شاباش۔"

اس بار اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھڑا کیا اور پھر سیڑھیاں چڑھ کر اسے اس کے بیڈ روم کے سامنے پہنچا کر واپس پلٹ گیا۔ ہانیہ بددل سی کمرے میں واپس آئی تو میکال نے جلدی سے آنکھیں بند کرلیں۔ وہ اسے کبھی بھی یہ احساس دلانا نہیں چاہتا تھا کہ اس کے بیڈ سے اترتے ہی اس کی آنکھ کھل گئی تھی اور تب سے اب تک وہ جاگ کر اس کا انتظار کر رہا تھا۔ تاہم دل کے اندر کہیں اعتبار کا ایک چراغ ضرور بجھ گیا تھا۔

❁......❁......❁

"ہانیہ۔" وہ اپنی وارڈ روب سیٹ کر رہی تھی جب گھر کے اندر داخل ہوتے ہی نہال نے اسے پکارا مسز حسن جو کچن میں تھیں فوراً باہر نکل آئیں۔
"ہر وقت ہانیہ...... ہانیہ کبھی اپنے ساتھ بھی وقت گزار لینے دیا کرو اسے۔"
"اپنے ساتھ ہی وقت گزارتی ہے مما میں نے تو اس کی کمپنی میں بیٹھنا بہت کم کر دیا ہے۔"
"اچھی بات ہے۔ سارا کا فون آیا تھا گھر آنا چاہ رہی ہے۔ تمہیں اگر فرصت ہو تو اسے لے آؤ جا کر۔"
"میں نہیں جا سکتا مما سوری......!"
"کیوں تم کیوں نہیں جا سکتے؟"
"بس دل نہیں چاہ رہا۔"
"سدھر جاؤ نہال چھوڑ دو یہ بچپنا تمہارے پاپا کو تم سے بڑی توقعات ہیں۔"
"پورا اتر تو رہا ہوں ان کی توقعات پر مما اور کیا کروں؟"
"دلچسپی لو گھر میں اور کاروبار میں بھی۔ سمیر (عینا کا بھائی) نے سارا کے لیے پرپوزل دیا ہے۔ تمہارے پاپا اس بات کو لے کر بہت خوش ہیں۔ عینا اور کمال بھی خوش ہیں عینا نے تو باقاعدہ تیاری بھی شروع کر دی ہے شادی کی۔"
"تو یہ سب آپ مجھے کیوں بتا رہی ہیں؟"
"اس لیے کیونکہ تمہارے پاپا مائرہ کے ساتھ تمہارا رشتہ طے کرنا چاہ رہے ہیں۔"
"وہاٹ......" اسے جیسے شاک لگا تھا۔
"ہاں...... عینا اور کمال کی بھی یہی خواہش ہے بلکہ کمال بتا رہا تھا کہ خود عینا نے ہی اس خواہش کا اظہار کیا ہے سارا کو بھابی بنانے کے ساتھ ساتھ وہ تمہیں بھی اپنے بہنوئی کے روپ میں دیکھنا چاہتی ہے۔"
"مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں کہ وہ کیا چاہتی ہیں۔ کیا نہیں میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ میں کسی بھی قیمت پر مائرہ کے ساتھ شادی نہیں کر سکتا۔" اس کے تو جیسے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی تبھی میکال نے قدم وہاں رکھے تھے۔
"کیوں......؟" نہال چونکا اور اس نے بے ساختہ مڑ کر پیچھے دیکھا تھا۔
"کیونکہ میں اسے As a life patner پسند نہیں کرتا۔ میرے نزدیک سارا اور مائرہ میں کوئی فرق نہیں۔"
"یہ کوئی وجہ نہیں ہے۔"
"یہی وجہ ہے اس کے علاوہ اور کوئی وجہ نہیں۔" میکال سے نظریں چراتا وہ وہاں ٹھہرا نہیں تھا وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔
"میری تو سمجھ میں نہیں آ رہا کہ آخر اس لڑکے کو ہو کیا گیا ہے ہر بات میں ضد کرنے لگا ہے۔" مسز حسن اب پریشانی سے میکال کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ وہ کوٹ صوفے پر پھینکتے ہوئے خود بھی وہیں ٹک گیا۔
"آپ پریشان نہ ہوں ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"
"ان شاء اللہ...... تم سناؤ تمہارا ہنی مون ٹرپ فائنل ہو گیا۔"
"جی مما میں نے ٹکٹ کے لیے اپلائی کر دیا ہے۔ ان شاء اللہ دو چار روز میں تیاری کر لیں گے۔"
"چلو اچھی بات ہے میں چاہتی ہوں تم اور ہانیہ ایک دوسرے کو اچھی طرح سے سمجھ لو۔"
"ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا مما آپ فکر نہ کریں۔" وہ مسکرایا تو جواب میں مسز حسن نے اسے ڈھیر ساری دعائیں دے ڈالیں۔

ٹھیک تین روز کے بعد وہ اور ہانیہ اپنے ہنی مون کے ٹرپ کے لیے پیرس چلے آئے اور یہی وہ لمحہ تھا جب دونوں کو ایک دوسرے کو سمجھنے کا موقع ملا تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کے دل میں اپنے لیے تاج محل تعمیر کیے تھے ہانیہ کی زندگی میں وہ واحد دور تھا جو اس نے بے حد انجوائے کیا تھا۔ میکال کے لیے وہ جیسے کانچ کی گڑیا تھی اور اس کی ہر خوشی کا خیال رکھنا جیسے اس پر فرض تھا صبح آنکھ کھلتے ہی سب سے پہلے وہ ہانیہ کو دیکھتا۔ پھر جھک کر اس کی آنکھیں چومتا تب کہیں جا کر اس کی آنکھیں کھلتی تھیں۔ انہی دنوں میں اس نے جانا تھا کہ ہانیہ بھی اس سے بے پناہ محبت کرتی ہے اس شام وہ دونوں ایفل ٹاور کی رونقیں دیکھنے کے لیے نکلے تھے مگر واپسی پر تیز بارش نے ان کے لیے مشکلات پیدا کر دی تھیں۔

ہانیہ تھکن سے چور ہوٹل میں اپنے کمرے میں واپس آئی تو اس کے دانت بج رہے تھے۔ میکال نے اپنے کپڑے تبدیل کرنے کے بعد فوراً اس کے کپڑے بھی تبدیل کروائے مگر ہانیہ کی ٹھنڈ کسی طور کم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ میکال کو اس پر بے حد ترس آیا۔
"چلو تم لیٹو بستر میں۔"

اس کا ابھی مزید آؤٹنگ کا پروگرام تھا مگر ہانیہ کا حال دیکھنے کے بعد اس نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا تھا وہ بستر میں گھسی تو میکال نے اچھی طرح سے کمبل اس کے اوپر سیٹ کر دیا مگر کافی دیر گزرنے کے بعد بھی وہ کپکپا رہی تھی تب مجبوراً اسے بھی ساتھ لیٹنا پڑا کمبل میں گھس کر اپنے پاؤں سے اس کے پاؤں رگڑتے ہوئے اس نے اسے راحت پہنچانے کی کوشش کی تھی۔
"ہانیہ۔"
"جی۔"
"خوش ہو ناں؟"
"ہوں۔"
"کوئی شکوہ کوئی شکایت؟"
"نہیں۔"
"اب تو چھوڑ کر نہیں جاؤ گی نا؟"
"سوچوں گی۔" شرارتی انداز میں مسکراتے ہوئے اس نے اسے چھیڑا تھا۔ جواب میں میکال نے اسے خود میں سمو لیا۔
"جان لے لوں گا اگر ایسا کچھ سوچا بھی تو۔"
"اور اگر آپ نے بے وفائی کی تو؟"
"تو تم میری جان لے لینا۔ دل تو پہلے ہی قبضے میں کیا ہوا ہے۔"
"غلط...... آپ کا دل تو عائشہ جی کے پاس ہے۔"
"نہیں ہانی ایسی بات نہیں ہے یہ ٹھیک ہے کہ میں نے عائشہ سے محبت کی ہے مگر وہ محبت صرف ایک وقت کے لیے محدود تھی تمہاری بددعا کے بعد اس محبت نے اپنا روپ بدل لیا۔ اب تو آنکھ کھلتے ہی تمہارا چہرہ نظر نہ آئے تو جان پر بن جاتی ہے یہی ڈر رہتا ہے کہ کہیں کسی بات پر ناراض ہو کر چھوڑ نہ جاؤ۔"

اس کے دونوں ہاتھ ہاتھوں میں لے کر وہ کہہ رہا تھا اور ہانیہ کے اندر جیسے سکون اترتا چلا جا رہا تھا۔
"سچ کہتا ہوں ہانیہ میں نہیں جانتا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے جس لڑکی سے زبردستی نکاح پر میں نے حشر اٹھا دیا تھا اب اسی لڑکی میں مجھے عائشہ کا چہرہ نظر آتا ہے۔ وہ سارے خواب جو میں نے اس لڑکی کی رفاقت سے جوڑ رکھے تھے ان خوابوں کی تعبیر تمہاری رفاقت دے رہی ہے۔ زندگی میں پہلی بار میں خود کو بہت پرفیکٹ محسوس کر رہا ہوں۔"
"اتنی لمبی نہ چھوڑیں۔ میرے ہاتھ درد کرنے لگے ہیں لپیٹتے لپیٹتے۔"
"تمہیں میرے جذبے جھوٹے لگ رہے ہیں۔" کہنی بیڈ پر ٹکاتے ہوئے اس نے ہانیہ کو گھور کر دیکھا تو وہ مسکرا دی۔

❁......❁......❁

اگلے ہفتے ان کی پیرس سے واپسی ہو گئی تھی۔ حسن صاحب اور مسز حسن نے سمیر کی خواہش پر اپنی بیٹی سارا کا رشتہ اس کے ساتھ طے کر دیا تھا تاہم نہال اب بھی اڑیل گھوڑے کی طرح اپنی ضد پر اڑا ہوا تھا جس کی وجہ سے وہ دونوں ہی بہت پریشان تھے۔ روز بروز اس کی صحت بھی گرتی جا رہی تھی ادھر مائرہ کا حال برا تھا پہلے میکال نے اسے ٹھکرا کر اس کی عزت نفس کو مجروح کیا تھا اور اب نہال اسے ٹھکرا کر اس کی بے عزتی کر رہا تھا گیلی لکڑی کی مانند وہ اندر ہی اندر سے سلگ اٹھی تھی تاہم زبان سے اس نے کچھ بھی کہنا مناسب نہیں سمجھا تھا وہ اور سائرہ صرف ایک ہفتے کے لیے گھر آئی تھیں اور پھر چلی گئیں۔

زندگی پھر سے اپنے معمول پر آ گئی تھی ہانیہ کو ہر طرف صرف میکال ہی میکال دکھائی دیتا تھا وہ اس کے سارے کام اپنے ہاتھ سے کر کے خوشی محسوس کرتی تھی رات گئے تک دونوں جاگ کر اپنے ہونے والے بچے کے متعلق مختلف پلان بناتے رہتے۔ اکثر

آفس سے واپسی کے بعد وہ اسے گھمانے لے جاتا کبھی دونوں شاپنگ پر چلے جاتے۔ نہال کی ذات کہیں بہت پیچھے رہ گئی تھی۔ وہ چاہتا بھی تو زبردستی ہانیہ کی توجہ اپنی طرف مبذول نہیں کروا سکتا تھا اسی لیے اس نے خود کو اپنے کمرے تک محدود کرلیا تھا۔

اگلے تین ماہ اسی طرح گزر گئے تھے۔ سارا اور مائرہ کے فائنل ایگزام بھی ہوچکے تھے لہٰذا وہ دونوں ہوسٹل سے گھر آ گئیں۔ اس روز بارش ہو رہی تھی۔ سنڈے کی چھٹی کے باعث میکال بھی گھر پر ہی تھا اور اپنے رت جگے کی نیند پوری کر رہا تھا بارش نے زور پکڑا تو ہانیہ کو ٹیرس یاد آ گیا۔ وہ فوراً کمرے میں آئی اور میکال کا کمبل کھینچ دیا۔

"میکال اٹھو"

"کیوں خیریت؟" وہ کسمسایا تھا ہانیہ نے اس کا بازو پکڑ کر زبردستی بیڈ پر بٹھادیا۔

"ہوں خیریت ہی ہے باہر دیکھو کتنی تیز بارش ہو رہی ہے چلو مل کر نہاتے ہیں۔"

"نہیں تم نہالو میرا موڈ نہیں ہے۔"

"ایسی کی تیسی تمہارے موڈ کی۔ اٹھو......"

اجنبیت کی ساری دیواریں گر چکی تھیں۔ میکال کو ناچار بستر چھوڑنا پڑا۔ سرسبز لان میں بارش اب زور پکڑ چکی تھی مگر وہ ہانیہ کے ساتھ بھیگتا رہا اوپر اپنے کمرے کے ٹیرس پر کھڑا نہال دیر تک ان دونوں کو بارش میں بھیگتے ہوئے دیکھتا رہا۔

※......※......※

اگلی صبح ہانیہ کی آنکھ کھلی تو خاصی دیر ہوچکی تھی۔ میکال ابھی تک مزے سے بستر میں دبکا سو رہا تھا ہانیہ بال سمیٹ کر جونہی بیڈ سے اترنے لگی اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"کہاں جا رہی ہو؟"

"کچن میں ٹائم دیکھو ذرا۔"

"گولی مارو ٹائم کو مجھے نہیں پتا۔"

"میکال تم پاگل تو نہیں ہو گئے ہو؟"

"پاگل ہی ہوں۔"

"ابھی آنٹی آ گئیں نا تو سارا پاگل پن بھگا دیں گی۔" زبردستی ہاتھ چھڑاتے ہوئے وہ بیڈ سے اتر آئی۔

"اچھا بات سنو۔"

اسے پکارتے ہوئے وہ خود بھی بیڈ سے اتر آیا تھا پھر وارڈ روب کھول کر اس میں سے گرے کلر کا شلوار سوٹ نکالا جو عائشہ نے اسے گفٹ کیا تھا اور اسے بے حد عزیز تھا تاہم اب تک اس نے وہ سوٹ استعمال نہیں کیا تھا۔

"یہ لو پلیز اسے ابھی پریس کردو بہت امپورٹنٹ میٹنگ ہے آج سمجھو پاپا کی نظر میں تمہارے شوہر نامدار کے سرخرو ہونے کا بہت سنہری چانس ہے۔ میں تب تک باتھ لے لوں۔"

پیار سے اس کا گال تھپتھپا کر کہتے ہوئے اس نے اپنا ڈریس اس کے ہاتھ میں پکڑا دیا ہانیہ نے بال کیچر کرتے ہوئے استری کا سوئچ آن کردیا۔ جلدی جلدی ہاتھ چلاتے ہوئے ابھی اس نے شلوار پریس کی تھی کہ مائرہ دروازہ پر دستک دے کر اندر چلی آئی۔

"ہانیہ بھابی آپ کو آنٹی بلا رہی ہیں ہادیہ آپی کا فون آیا ہے۔ ایمرجنسی ہے۔"

"اچھا میں یہ شرٹ پریس کرلوں پھر آتی ہوں۔"

"شرٹ آ کر پریس کرلیجیے گا وہ ہولڈ پر ہیں۔"

روکھے لہجے میں کہہ کر وہ کمرے سے نکل گئی تھی ہانیہ نے استری اسٹینڈ پر کھڑی کی اور کمرے سے نکل آئی۔ مائرہ نے جیسے ہی اسے کمرے سے نکلتے دیکھا لپک کر اندر گئی اور اسٹینڈ پر کھڑی استری اٹھا کر شرٹ پر رکھ دی۔ میکال باتھ لے کر نکلا تو شرٹ سے دھواں نکل رہا تھا۔ تبھی مائرہ بھی دوبارہ کمرے میں داخل ہوئی۔

"او میرے خدایا...... یہ کیا ہوا ہانیہ بھابی کہاں ہیں؟" لپک کر شرٹ اٹھاتے ہوئے اس نے میکال کو دیکھا جو ساکت کھڑا تھا۔

"او ہو یاد آیا وہ تو نہال کو ناشتہ کروا رہی ہیں۔ مگر یہ شرٹ تو پریس کر جاتیں۔" شرٹ میں ہوئے سوراخ کو تاسف بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اس نے پھر میکال کو دیکھا تھا جس کا چہرہ ضبط کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا۔ ہانیہ کمرے میں آئی تو مائرہ کے ہاتھ میں جلی ہوئی شرٹ دیکھ کر دنگ رہ گئی۔

"یہ...... یہ کیا ہوا؟"

"ہونا کیا ہے، جل گئی ہے شرٹ، افسوس ہے بھابی عجلت میں آپ کو یہ بھی یاد نہیں رہا کہ استری اسٹینڈ پر ہی کھڑی کر جاتیں۔"

"میں نے تو اسٹینڈ پر ہی کھڑی کی تھی۔"

مائرہ کے ہاتھ سے شرٹ لیتے ہوئے اس نے پریشان نگاہوں سے میکال کی طرف دیکھا جس کی آنکھیں اور چہرہ ضبط کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا۔

"اٹس اوکے، میں کوئی دوسرا سوٹ پہن لوں گا۔ تم ٹینشن نہ لو۔"

نرمی سے ہانیہ کے گال تھپتھپاتے ہوئے وہ کمرے سے نکل گیا تھا مائرہ جل بھن کر رہ گئی جبکہ ہانیہ کا شاک کم ہونے میں ہی نہیں آ رہا تھا۔ میکال کی چپ اور ہانیہ کی شرمندگی ختم ہونے میں چند دن لگے تھے اس روز موسم پھر بے حد حسین تھا۔ سنڈے کی چھٹی کے باعث میکال دیر تک پڑا سوتا رہا۔ بارش شروع ہوئی تو

ہانیہ اسے اٹھانے کے لیے آ گئی مگر اس بار وہ ٹس سے مس نہ ہوا تب اسے زور کا مکا رسید کرکے وہ نیچے آ گئی۔ نہال لان میں بیٹھا تھا وہ اسی طرف چلی آئی۔ میکال کی آنکھ کھلی تو کمرے میں اچھی خاصی ٹھنڈ تھی۔ وہ ابھی اٹھ ہی رہا تھا کہ مائرہ گرما گرم پکوڑے اور چٹنی لے کر کمرے میں چلی آئی۔

"یہ لیں میکال بھائی پکوڑے اتنا پیارا موسم ہو رہا ہے اور آپ سو رہے ہیں۔"

"پیارے موسم میں ہی سونے کا مزہ آتا ہے خیر ہانیہ کہاں ہے؟"

"ہانیہ بھابی تو نیچے نہال بھائی کے ساتھ بارش انجوائے کر رہی ہیں۔"

ٹرے ٹیبل پر رکھتے ہوئے اس نے کچھ ایسے انداز میں کہا تھا کہ وہ اسے دیکھتا رہ گیا۔

"مائنڈ مت کیجیے گا میکال بھائی مگر آپ نے ہانیہ بھابی کو کچھ زیادہ ہی آزادی دے رکھی ہے اب روز آدھی رات کو اٹھ کر جوان دیور کے کمرے میں جانے کیا تک بنتی ہے بھلا؟ ٹھیک ہے وہ نہال بھائی کی دوست ہیں مگر دوست ہونے کا مطلب یہ تو نہیں کہ آپ اسے شوہر کے برابر لے آؤ جبکہ آپ کو یہ بھی پتا ہو کہ آپ کا دیور آپ سے پیار کرتا ہے اور صرف آپ کی وجہ سے وہ کہیں اور شادی بھی نہیں کرتا۔"

"اسٹاپ اٹ مائرہ...... میں ہانیہ کے بارے میں ایسی فضول گوئی پسند نہیں کرتا۔" وہ تپا تھا مگر مائرہ باز نہیں آئی۔

"جانتی ہوں مگر میں آپ کی دشمن نہیں ہوں میکال بھائی جو بے پر کی اڑا کر آپ کا دماغ خراب کروں گی۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ آپ مجھے بہت عزیز ہیں۔ عائشہ جی کے بعد جس طرح سے آپ نے خود کو سنبھالا ہے میں جانتی ہوں اسی لیے میں نہیں چاہتی کہ دوبارہ کوئی آپ کو ویسی ہی چوٹ پہنچائے۔ میں ہانیہ بھابی اور نہال بھائی میں سے کسی پر بھی بہتان نہیں لگا رہی۔ مگر دو نا محرم رشتوں کے مابین تیسرا ہمیشہ شیطان ہوتا ہے اگر آپ نے اس بات کو سیریس نہ لیا تو نقصان اٹھا سکتے ہیں۔"

وارننگ دیتے ہوئے وہ فوراً کمرے سے نکل گئی تھی۔ پیچھے میکال کے بدن میں جیسے کسی نے آگ بھر دی تھی۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا جو محبت کو کھو سکتے تھے مگر شیئر نہیں کر سکتے تبھی بیڈ سے اٹھ کر لان کی طرف کھلنے والی کھڑکی میں آیا تھا۔ سامنے ہانیہ اور نہال ایک دوسرے کو تنگ کر رہے تھے۔ نہال نے ہانیہ کو پکڑ رکھا تھا جبکہ اس کے کپڑے اس کے جسم سے چپک کر اس کی نسوانیت کو خوب واضح کر رہے تھے۔ اگر وہ لڑکی اس کی محبت اور اعتماد سے فائدہ اٹھا رہی تھی تو بہت غلط کر رہی تھی۔ رات تک اس کا موڈ بگڑ چکا تھا۔ رات کا کھانا بھی اس نے بے دلی سے کھایا تھا۔ کھانے کے بعد وہ دوست کی طرف نکل گیا۔ موسم ہنوز خراب تھا ہانیہ اس کے خراب موڈ کو محسوس کرنے کے باوجود دیر تک جاگ کر اس کا انتظار کرتی رہی۔ ساڑھے بارہ کے قریب کہیں وہ گھر آیا تو وہ جاگ رہی تھی۔ کمرے میں آنے کے بعد وہ سیدھا واش روم میں گھس گیا۔ نہا کر فریش ہونے کے بعد بیڈ پر آیا تو ہانیہ کو اپنا منتظر پایا۔

"کہاں گئے تھے...... وہ بھی اتنی رات کو اتنے خراب موسم میں؟"

"دوست کی طرف گیا تھا ایمرجنسی کال آ گئی تھی۔"

"خیریت؟"

"ہوں ایک کمرشل تیار کر رہا ہے مجھے کہہ رہا تھا ماڈلنگ کے لیے۔"

"پھر......؟"

"کچھ نہیں میں نے کہہ دیا سوچ کر بتاؤں گا۔" روٹھے لہجے میں کہنے کے بعد وہ کروٹ بدل کر لیٹ گیا۔ ہانیہ دیکھتی رہ گئی۔

"میکال آپ۔"

"سو جاؤ ہانیہ پلیز...... میرے سر میں درد ہو رہا ہے میں اس وقت گپ نہیں لگا سکتا۔" اس بار اس کے لہجے میں کڑواہٹ تھی۔

وہ چپ چاپ لائٹ آف کرکے لیٹ گئی۔

اگلے روز اس کی آنکھ کھلنے سے پہلے ہی وہ اٹھ کر فریش ہو چکا تھا ہانیہ کی آنکھ کھٹکے کی آواز پر کھلی۔ دیکھا تو سامنے وہ ڈریسنگ کے آگے کھڑا آفس کے لیے تیار ہو رہا تھا وہ لپک کر قریب آ گئی۔

"آج اتنی جلدی بیدار ہو گئے مجھے جگایا بھی نہیں۔"

"ضرورت نہیں تھی۔"

"کیوں پتا ہے نا روز میں آپ کی ہیلپ کرتی ہوں تیار ہونے میں۔" وہ ناراض ہوئی تھی مگر وہ چپ رہا۔

"یہ لیں آج آپ نے یہ والی ٹائی لگانی ہے۔ میں موزے لے کر آتی ہوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے...... میں لے لوں گا۔"

"میکال۔" ٹھٹک کر اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے وہ اس کے سامنے آئی تھی۔

"آپ مجھ سے ناراض ہیں؟"

"نہیں۔"

"نہیں تو ٹھیک سے بات کیوں نہیں کر رہے؟"

"کیا بات کروں...... ہوں؟" وہ پھر چڑا تو ہانیہ کی پلکیں بھیگ گئیں۔

"میں جانتی ہوں آپ مجھ سے ناراض ہیں مگر میں یہ نہیں جانتی کہ آپ کیوں ناراض ہیں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ مجھے معاف کر دیں پلیز۔"

"ہانیہ جب ایسی کوئی بات ہے ہی نہیں تو کیوں تم بے کار میں اپنا اور میرا وقت ضائع کر رہی ہو؟"

"گولی ماریں وقت کو...... مجھے نہیں پتا بس...... میرے ساتھ موڈ ٹھیک کریں...... میں آپ کی ناراضگی برداشت نہیں کر سکتی۔" پلکوں سے آنسو ٹپکاتے وہ میکال کے سینے سے سر لگا گئی تھی۔ وہ ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گیا۔

"پاگل تو نہیں ہو تم؟"

"پاگل ہی ہوں۔" بھرائے لہجے میں اس نے کہا اور میکال کی ساری ناراضگی جیسے اڑن چھو ہو گئی۔ اپنی بانہوں میں بھرتے ہوئے وہ سب کچھ بھول گیا تھا آنے والے دنوں میں پھر یہ کئی بار ہوا چھوٹی چھوٹی باتوں پر دونوں کا جھگڑا ہو جاتا اور پھر مان جاتے تھے۔ نہال کی صحت گرتی جا رہی تھی مگر سب ہی جیسے اس سے غافل ہو بیٹھے تھے۔

اس روز مائرہ کچن میں ہانیہ کے ساتھ مدد کروا رہی تھی مسز حسن اور سارا مارکیٹ گئے ہوئے تھے۔ تبھی میدان صاف پا کر اس نے اگلا وار کرنا مناسب سمجھا تھا۔

"ہانیہ بھابی کیا آپ نے ابھی تک میکال بھائی کو دل سے معاف نہیں کیا؟"

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں...... کیوں؟"

"مجھے ایسا لگا ہے جیسے آپ دونوں کے درمیان کچھ اختلاف ہے پھر میکال بھائی کی سرگرمیاں بھی کچھ اچھی نہیں ہیں۔"

"کیا مطلب؟" نل کے نیچے پلیٹیں دھو کر رکھتی وہ ٹھٹکی۔

"مطلب میری فرینڈ بتا رہی تھی وہ آج کل ایک ماڈل علیزہ کو بہت ٹائم دے رہے ہیں۔ اکثر آفس سے اٹھ کر اسے گھمانے اور شاپنگ کروانے لے جاتے ہیں کبھی کبھار وہ آفس میں چلی آتی ہے میری فرینڈ چونکہ میکال بھائی کے آفس میں کام کرتی ہے اس لیے اس کی گہری نظر ہوتی ہے ہر سرگرمی پر آپ کو بھی اپنے شوہر پر نظر رکھنی چاہیے۔ مرد اس قابل نہیں ہوتے کہ ان پر اندھا یقین کیا جا سکے۔"

"صحیح کہتی ہو تم مگر میکال ایسے نہیں ہیں مجھے ان کی مصروفیات کا بھی پتا ہے اور علیزہ کا بھی...... تم ٹینشن نہ لو۔"

قطعی حتمی انداز میں کہتے ہوئے اس نے مائرہ کو تو مایوس کر دیا تھا مگر اس کے اپنے اندر بے چینی بڑھ گئی تھی۔ میکال اس رات بہت دیر سے گھر واپس آیا تھا۔ ہانیہ رخ موڑے بے نیاز بنی سوئی رہی۔ اگلے روز مائرہ کے اصرار پر مائرہ کے ساتھ ہی وہ مارکیٹ آئی تھی اور اتفاق سے جس ریسٹوران میں وہ کھانے کے لیے آئی میکال ماڈل علیزہ کے ساتھ وہاں پہلے سے ہی موجود تھا۔ مائرہ نے اس کی توجہ اس کی طرف مبذول کروائی تھی۔ ہانیہ کو لگا جیسے اس کے

قدم من من کے ہوگئے ہوں۔ صبح اس نے کہا تھا کہ آج سارا دن وہ بہت مصروف رہے گا۔ سر کھجانے کا بھی ٹائم نہیں ہوگا مگر وہ مصروفیات کیا تھیں یہ اسے اب پتا لگا تھا۔

اس رات پھر میکال کی گھر واپسی بہت لیٹ ہوئی تھی۔ ہانیہ کا دل جل جل کر راکھ ہو رہا تھا۔ اسے نہ نیند آ رہی تھی نہ قرار۔ میکال بھی چپ چاپ سو گیا تھا۔ اسے جیسے ہانیہ کے جلدی سو جانے سے کوئی فرق ہی نہیں پڑ رہا تھا۔ صبح بھی اٹھتے ہی آفس بھاگنے کی کرتا تھا۔ جانے وہ ایسا کیوں کر رہا تھا۔ سوچ سوچ کر ہانیہ کی شریانیں جیسے پھٹنے لگی تھیں۔ اگلے روز میکال کے آفس جانے کے بعد وہ نہال کے کمرے میں آئی تھی۔ مقصد اس کی لائبریری سے اپنی پسند کی کچھ بہترین کتابیں لینا تھا اور وہ یہی کر رہی تھی جب کتابوں کی ریک کے درمیان ایک کتاب میں اس کی نظر کچھ نفیس کاغذات پر جا پڑی۔ فطری تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس نے کتاب سے وہ کاغذات باہر نکالے تھے جن کے اوپر بڑے حروف میں "شوکت خانم میموریل اسپتال" کا نام درج تھا۔ اس کے ہاتھ جیسے کپکپا اٹھے۔ تیزی سے نظریں نچلے حروف پر دوڑائیں تو وجود جیسے ہوا میں معلق ہوتا گیا۔ بروقت وہ اگر قریب پڑی کرسی کو تھام نہ لیتی تو اس کا گر جانا یقینی تھا۔

❁......❁......❁
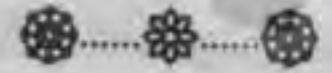
"پاپا......!"

زائر حویلی کی دہلیز پار کر رہا تھا جب اس کی ننھی کلی کی صدا نے اس کے قدم جیسے زمین سے باندھ کر رکھ دیے۔ قطعی شاکڈ انداز میں وہ پلٹا تھا۔ جب وہ ننھی کلی دوڑتے ہوئے اس کے کشادہ سینے سے آ لگی۔ زائر کو لگا جیسے وہ پتھر کا ہو کر رہ گیا ہو۔

"آپ میرے پاپا ہیں نا؟" اگلے ہی پل وہ اس کے سینے سے سر اٹھائے پوچھ رہی تھی۔

زائر کا سر آپ ہی آپ اثبات میں ہل گیا۔ جبکہ اس کی آنکھوں کے گوشے بھی نم ہو گئے تھے بچی اس کے اقرار پر بے حد خوش ہوئی تھی پھر بنا کچھ کہے دوڑ کر اپنے بھائی کو بھی بلا لائی۔

"چاند دیکھو ہمارے پاپا مل گئے۔ میں نے کہا تھا نا یہی ہمارے پاپا ہیں۔" خوشی سے بے حال وہ اپنے بھائی کو بتا رہی تھی مگر وہ ٹکر ٹکر زائر کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے قریب آنے سے ہچکچا رہا تھا۔ تب زائر نے ہاتھ بڑھا کر دونوں کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ اس کا دل اس لمحے جیسے پھٹنے کو تیار تھا۔

"آپ کو کیسے پتا چلا کہ میں ہی آپ کا پاپا ہوں گڑیا؟" بچوں کو خوب چومنے کے بعد جب اس کا دل معمول پر آیا تو اس نے اپنی بیٹی سے پوچھا۔ جواباً وہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولی۔

"اس روز جب چاند درخت سے گرا تھا اور اسے چوٹ لگی تھی تو آپ ہی اسے ڈاکٹر کے پاس لے کر گئے تھے۔ جبکہ مما نے آپ کو ڈانٹا بھی تھا بعد میں اشعر انکل نے مما سے آپ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے انکل کو بتا دیا کہ آپ ہی ہمارے پاپا ہیں۔ مما کو اپنے غصے میں یاد ہی نہیں رہا کہ میں بھی پاس ہی کھڑی ہوں ورنہ شاید وہ یہ بات کبھی نہ کرتیں۔ مما بالکل بھی اچھی نہیں ہیں پاپا۔ وہ ہمیں آپ سے دور کرنا چاہتی ہیں۔" بچی نے ساری بات صاف صاف بتا دی تھی۔

زائر کا دل سینے میں مچل اٹھا۔

"نہیں...... اب مما ایسا کبھی نہیں کر سکے گی گڑیا...... اللہ کے سوا اب دنیا کی کوئی طاقت آپ کو آپ کے پاپا سے دور نہیں کر سکتی۔ چلو میرے ساتھ۔"

"کہاں؟"

"پاپا کے گھر...... جہاں آپ کو بہت زیادہ پیار کرنے والی آپ کی دادو ہیں۔ دادا ہیں اور بھی بہت لوگ ہیں۔"

"اور مما؟"

"مما کو ابھی ہم کچھ نہیں بتائیں گے۔" تائیدی انداز میں اس نے بچوں کی طرف دیکھا تھا۔

اس کی بیٹی نے فوراً اثبات میں سر ہلا دیا۔ تاہم اس کا بیٹا اب بھی خاموش تھا۔

"کیا ہوا چاند...... کیا تم پاپا کے ساتھ جانا نہیں چاہتے؟"

"نہیں...... میں مما کو پریشان نہیں کرنا چاہتا۔"

"تو ٹھیک ہے پھر میں پاپا کے ساتھ جا رہی ہوں تم رہو یہیں ماما کے چمچے بن کر جن کے پاس ہمارے ساتھ گزارنے کے لیے تھوڑا سا ٹائم بھی نہیں ہے۔" گڑیا اس کی پوری پوری سائیڈ لے رہی تھی۔ چاند تھوڑی دیر کی کشمکش کے بعد راضی ہو گیا۔

ثانیہ اشعر حسین کے ساتھ شہر سے واپس لوٹی تو تھکن سے برا حال تھا۔ خود اشعر بھی بہت زیادہ تھک چکا تھا۔ تبھی فریش ہو کر فوراً سونے چلا گیا۔ ثانیہ فریش ہو کر آئی تو چوہدرانی عشاء کی نماز پڑھ رہی تھیں۔ وہ وہیں ان کے قریب بیٹھ گئی۔

"بچوں نے زیادہ تنگ تو نہیں کیا آپ کو؟" چوہدرانی کے سلام پھیرنے پر اس نے پوچھا تھا۔

"نہیں...... آج تو دونوں کمرے سے ہی نہیں نکلے۔"

"اچھی بات ہے...... میں خود بھی سارے راستے یہی دعائیں کرتی آئی تھی کہ وہ اپنے کمرے سے نہ نکلیں۔" چہرے پر مسکان سجائے اس نے اپنے اطمینان کا اظہار کیا۔

"گھر مل گیا شہر میں؟"

"جی دادو بہت اچھا گھر مل گیا ہے۔ آفس بھی قریب ہے اور بچوں کا اسکول بھی اب بچوں کے ساتھ مجھے اور اشعر کو بھی کوئی مسئلہ نہیں ہوگا آنے جانے میں۔"

"چلو اچھی بات ہے ویسے اشعر میاں کے کیا ارادے ہیں؟ میرا مطلب ہے بنا نکاح کے وہ تمہارے ساتھ تمہارے گھر میں کیسے رہے گا؟"

"اوکم آن دادو...... جس ملک سے میں آئی ہوں وہاں ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔ ویسے بھی میں اور اشعر بہت جلد نکاح کرنے والے ہیں۔" تنک کر کہتی وہ فوراً اٹھ گئی تھی۔

کچن میں کھانا تیار رکھا تھا۔ کھانے کی ٹرے اٹھا کر وہ بچوں کے کمرے میں آئی تو وہاں کوئی نہیں تھا۔ ثانیہ کا دل زور سے دھڑک اٹھا۔

"چاند...... گڑیا۔" بدحواس ہو کر وہ واش روم کی طرف بھاگی مگر وہ وہاں نہیں تھے۔ ثانیہ کو لگا جیسے کسی نے اس کا دل مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔

"کیا ہوا ثانیہ؟" چوہدرانی اس کی پکار پر کمرے میں جاتے جاتے رک گئی تھیں۔ ثانیہ لپک کر ان کے قریب آ گئی۔

"دادو چاند اور گڑیا کمرے میں نہیں ہیں۔" اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"کیا...... یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" وہ بھی پریشان ہو گئی تھیں تبھی لپک کر بچوں کے کمرے کی طرف گئیں مگر واقعی وہ دونوں کمرے میں نہیں تھے۔

"کہاں جا سکتے ہیں یہ دونوں؟"

"میں جانتی ہوں وہ کہاں گئے ہوں گے۔" سلگتی نگاہوں سے آنسو پونچھتے ہوئے وہ مڑی اور پھر شال لے کر نیچے چلی آئی۔

"کہاں جا رہی ہو اس وقت۔"

"ابھی آتی ہوں دادو...... آپ پریشان نہ ہوں۔"

مختصر کہتی وہ فوراً حویلی سے نکل گئی تھی۔ گاڑی پاس تھی زائر کے گاؤں پہنچنے میں اسے زیادہ ٹائم نہیں لگا تھا۔

زائر بچوں کے ساتھ کھلے آسمان تلے چھت پر لیٹا انہیں کہانی سنا رہا تھا۔ دونوں بچے یہاں آ کر بے حد خوش تھے۔ کہانی سنتے سنتے کب ان کی آنکھ لگ گئی زائر کو پتا ہی نہیں چلا۔ دستک کی آواز پر وہ چونکا اور پھر آہستہ سے اپنا بازو چاند کے سر کے نیچے سے نکالتے ہوئے سیڑھیاں اتر آیا۔

"کون......" دروازے کی کنڈی کو ہاتھ لگاتے ہوئے اس نے پوچھنا ضروری سمجھا تھا۔

"دروازہ کھولو۔" باہر سے دھاڑتی ہوئی آواز بلاشک و شبہ ثانیہ عباس کی ہی تھی۔

❁......❁......❁
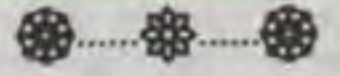
پلٹ کر دیکھنا چاہوں\
تو نفرت سے ادھر جاناں\
دنوں کی راکھ پر راتوں کی یخ بستہ ہتھیلی پر\
ہوا کے ناچتے گرداب کی تہوں میں کہیں\
بجھا ہوا کوئی لمحہ کسی چراغ کے داغ\
کہ میں بھی زندہ ہوں اپنے اجاڑ دل کی طرح\
اجاڑ دل کہ جہاں آج بھی تمہارے بغیر\
ہر ایک رات بکھر آئی آرزو کی دھنک\
ہر ایک صبح دکھتی ہے کہیں زخم زخم\
اجاڑ دل کہ جہاں آج بھی تمہارے بغیر\
ہر ایک پل میری آنکھوں میں ڈھل کے ڈھلتا ہے\
سلگتی رات کی تپش سے بدن جلتا ہے\
اجاڑ دل کہ جہاں ڈوبتا ہوا سورج\
ہر ایک شام جدائی کے نام کرتا ہے\
پلٹ کے دیکھنا چاہوں تو نفرتوں سے ادھر\
بس ایک نام درخشاں ہے صبح کی مانند\
وہ نام جس پر مکمل ہے اعتماد مجھے\
نظر پڑے تو سمجھتا کہ تم ہو یاد مجھے

تین دن وہ اس ایک میٹر کی چھوٹی سی کوٹھری میں قید بنا کچھ کھائے پیئے پڑی سسکتی رہی تھی۔ کبھی انسانوں کی چیخوں، کبھی کتوں کے بھونکنے کی آوازوں اور کبھی ٹارچر کی ہولناک آوازوں نے ہر پل اس کا چین برباد کیے رکھا تھا۔ تین دن کے بعد اسے ایک میٹر کی اس چھوٹی سی تنگ و تاریک کوٹھری سے باہر نکالا گیا تھا۔ آنکھوں پر بندھی پٹی کے ساتھ وہ ایک بڑے سے صاف ستھرے ہال میں لائی گئی تھی جہاں اس کے ساتھ ایک اور مسلمان عورت بھی تھی۔ اس کے ہاتھ بھی بندھے ہوئے تھے۔ کئی فوجی اہلکار اسلحہ تانے ان کے اردگرد کھڑے تھے۔ ان دونوں کو بندھے ہاتھوں کے ساتھ ایک دوسرے کے پہلو میں بٹھا دیا گیا تھا۔ تبھی اس نے پھر "ایاد عبدالحادی" کو دیکھا تھا۔

بلیک یونیفارم میں ملبوس، دمکتی رنگت اور نقوش کے ساتھ وہ شخص نظر لگ جانے کی حد تک خوب صورت تھا۔ ان دونوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ فوجی افسران کے پوچھے جانے والے تمام سوالوں کے جواب روانی سے دیں گی۔ اگر انہوں نے کسی قسم کے جھوٹ یا لڑکھڑاہٹ کا مظاہرہ کیا تو فوراً ان کے وجود میں آہنی گولیاں اتار

دی جائیں گی۔ حورعین کا سارا بدن جیسے برف میں تبدیل ہوگیا۔ وہ شہادت کی موت کی متمنی تھی مگر اس نے کبھی بھی یہ نہیں چاہا تھا کہ وہ غیر مسلموں کے مابین مرے۔ موت کے بعد اپنی لاش کی بے حرمتی کا تصور اس کے رونگٹے کھڑے کردیتا تھا۔ تبھی وہ بے چین ہوئی تھی۔ اس کے برابر بیٹھی لڑکی خاصی بے خوف دکھائی دے رہی تھی۔ اسی سے سوالات کا سلسلہ شروع کیا گیا تھا۔

"بتاؤ کس دہشت گرد تنظیم سے تعلق ہے تمہارا؟"

"کسی سے نہیں سوائے اللہ اور اس کے پیارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ میرا کسی سے کوئی تعلق نہیں۔" بہت ٹھہر کر مدھم لہجے میں اس نے جواب دیا تھا مگر اس کا جواب مکمل ہوتے ہی ایک گولی اس کے پیٹ میں اتار دی گئی۔ وہ کراہ رہی تھی جبکہ حورعین عبدالسمیع کی چیخ نکل گئی تھی کیا یہی سب اس کے ساتھ بھی ہونے والا تھا؟

"بتاؤ...... کس تنظیم کے لیے کام کرتی ہو تم؟" ایک مرتبہ پھر دھاڑ کر پوچھا گیا تھا اور ایک مرتبہ پھر نورانی چہرے والی اس پاکیزہ سی لڑکی نے بند ہوتی آنکھوں کے ساتھ بہت ہی تحمل سے جواب دیا تھا۔

"اللہ کے لیے۔"

"دھش۔" جواب مکمل ہوتے ہی ایک اور گولی اس کے وجود میں داغ دی گئی۔ حورعین کے حلق سے فلک شگاف چیخ نکلی اور وہ ہوش وحواس سے بے گانہ ہوگئی۔ اگلے روز شام میں اسے ہوش آیا تو وہ بدتر حال میں زمین پر بے ہوش پڑی تھی۔ چھوٹے سے کمرے میں جلتی مدھم سی لائٹ نے اس کی آنکھیں چندھیا دی تھیں۔ وہ ابھی اٹھنے کی کوشش کررہی تھی جب ایاد اس کمرے میں چلا آیا۔ شراب کے نشے میں دھت وہ شرٹ کے بٹن کھول رہا تھا اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو......؟"

پنجوں کے بل اس کے سامنے زمین پر بیٹھتے ہوئے وہ مسکرایا تھا۔ نشے سے سرخ ہوتی آنکھوں میں ناچتی ہوس صاف دکھائی دے رہی تھی۔ حورعین کا دل رکنے لگا ایک پل میں اس کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔ مضبوطی سے دوپٹا پکڑتے ہوئے وہ کونے میں سمٹنے لگی تھی۔ ایاد نے آگے بڑھ کر اس کا دوپٹا نوچ لیا۔

"کیا چھپا رہی ہو ہوں...... خریدے ہوئے جسم ہیں یہ ہمارے۔ یہاں جتنی بھی عورتیں ہیں سب کے پیٹ ہم نے اپنی اولادوں سے بھر رکھے ہیں۔ سنا تم نے......؟" دوپٹے کے بعد اس کے بال نوچتے وہ چلایا تھا۔

حورعین چیخ اٹھی۔

"یہی کرسکتے ہو تم...... بے بس مجبور انسان پر سوائے قہر ڈھانے کے اور آتا بھی کیا ہے تمہیں؟"

"چٹاخ۔" اس کی جرأت پر اگلے ہی پل ایک زوردار طمانچہ اس کے گال پر رسید کیا گیا تھا۔

"بے بس...... مجبور......؟ کس بات کی مجبوری کیسی بے بسی۔ منافق ہوگئے ہو تم لوگ خود ایک دوسرے کے دشمن ہو تم امریکی ظالم نہیں ہیں۔ مگر تم لوگوں کے کرتوت ہمیں تم پر خدائی کرنے کے لیے مجبور کرتے ہیں۔ چند ٹکوں کے لیے کچھ بھی کرسکتے ہو تم کچھ بھی۔ کوئی ایمان نہیں تمہارے اندر' انتہا پسند' متعصب لوگ ہو تم۔ صرف اپنا مفاد چاہنے والے۔" پے در پے تھپڑوں سے اس کا چہرہ سرخ کرتے وہ اس پر چلا رہا تھا۔

"یہی انجام ہونا چاہیے تمہارا بلکہ اس سے بھی بدتر' ہمت ہے تو بلاؤ کسی غم خوار کو کہ وہ تمہاری مدد کرے۔ پکارو اپنے خدا کو کہ وہ تمہیں ہمارے چنگل سے نکال لے۔" نشے کی شدت نے اس کی مت مار رکھی تھی۔

حورعین کی چیخیں بلند ہوتی گئیں۔

"اللہ۔"

قطعی بے بسی کے عالم میں سر اٹھاتے ہوئے بلند آواز سے اس نے اپنے اللہ کو پکارا تھا۔ ایاد کو بے حد لطف آیا۔

"کم آن...... اور پکارو...... کہو اپنے خدا سے کہ وہ تمہاری مدد کرے بھیجے ہم پر عذاب اور نکال لے تم لوگوں کو یہاں سے چلو شاباش پکارو۔"

جیب سے تیز دھاری چاقو نکال کر حورعین کے بازو پر بڑا سا کٹ لگاتے ہوئے وہ مزید ہنسا تھا۔ حورعین کی جان جیسے لبوں پر آگئی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

جن کو انگریز کا قانون ہو اَز بر ان سے
اور سب پوچھ مگر شرح کے احکام نہ پوچھ
ریڈیو میں بھی جو قرآن کی تلاوت نہ سنیں
ان مسلمانوں کی اولاد کا اسلام نہ پوچھ

"ہادی...... اب بس بھی کرو کتنی دیر سے بیٹھے ویڈیو گیم کھیل رہے ہو۔" نوشی دوپہر کے کھانے کے بعد کچن صاف کرکے بارہ سالہ ہادی کے کمرے میں آئی تو اسے ویڈیو گیم کھیلتے دیکھ کر بھڑک اٹھی۔ اس کی زوردار آواز سے ہادی کی بھی محویت ٹوٹی اور وہ ہڑبڑاتے ہوئے چونک سا گیا۔

"ایک تو تمہاری نظر کمزور ہے اوپر سے اتنی دیر گیم کھیلتے رہتے ہو پھر اس کے فوراً بعد تمہیں کارٹون دیکھنے یاد آجائیں گے...... آخر کوئی اور ایکٹویٹی نہیں ہے کیا تمہارے پاس؟"

"مما صرف ایک گھنٹہ ہی تو ہوا ہے ابھی۔" ہادی نے منہ بسورتے ہوئے اسکرین پر موجود کرداروں کو دیکھا جو اس کی طرف سے کمانڈ کے منتظر تھے۔

"ایک گھنٹہ؟" حیرت سے نوشی کی آنکھیں پھیل گئیں۔ جبھی تیزی سے آگے بڑھ کر اس نے گیم کا ریموٹ اٹھا کر آف کا بٹن دبایا اور پھر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا؟ اتنی دیر ویڈیو گیم کھیلتے ہیں کیا؟"

"تو اور کیا کروں؟ آج ہوم ورک بھی نہیں ہے، کھیل لینے دیں ناں۔" منہ بسورتے ہوئے اس نے التجائیہ انداز میں اپنا مدعا بیان کیا۔ اکتاہٹ اور بیزاری اس کے انداز سے بخوبی ظاہر تھی۔

"جاؤ، جاکر باہر کھیل آؤ۔" اپنے تئیں نوشی نے اسے بہترین تجویز دی تھی۔

"اتنی دھوپ میں؟ کیا واقعی چلا جاؤں؟" ہادی کی حیرت اور بروقت مصدقہ اطلاع پر نوشی کو محسوس ہوا کہ شاید وہ جھلاہٹ کا شکار ہو رہی ہے اور اس سے ہادی کا یوں فارغ بیٹھنا برداشت نہیں ہو پارہا۔

دراصل یہ وقت ہادی کے قرآن پاک پڑھنے کا تھا۔ قاری صاحب روز اسی وقت قرآن پاک پڑھایا کرتے تھے، جبھی اس کی روٹین اس طرح کی ہوتی کہ اسکول سے واپسی پر لنچ کے بعد قرآن پاک پڑھنے اور پھر ٹیوٹر کے آنے کے بعد ہوم ورک کرنے سے کھیلنے کا وقت مختصر ہی بچ پاتا جس میں وہ خود اپنی مرضی سے آؤٹ ڈور یا ان ڈور گیمز کا انتخاب کیا کرتا۔ ہادی کی اس روٹین سے خود نوشی کے دل میں بھی یہ احساس پیدا ہوتا کہ ہادی بغیر وقت ضائع کیے ایک بہترین شیڈول کے تحت پروان چڑھ رہا ہے۔ مسئلہ تب پیدا ہوا جب قاری صاحب انتقال کرگئے اور بچوں کو فراغت کے لمحات زیادہ سے زیادہ میسر آنے لگے اور یہی بات خود نوشی کے لیے بھی انتہائی پریشان کن تھی۔

❁......❁......❁

"ہما...... کوئی بندوبست ہوا بچوں کو قرآن پاک پڑھوانے کا؟" ہادی کو اسکول اور منیب کو آفس روانہ کرنے کے بعد نوشی نے اپنے لیے گرم گرم چائے بنائی۔ فون ہاتھ میں لیا اور ٹی وی پر نیوز چینل لگانے کے بعد آواز بند کرکے صوفے پر دونوں پاؤں رکھ کر آرام سے بیٹھنے کے بعد ہما کا نمبر ملایا۔

"ارے نہیں یار یاد ہی نہیں رہتا رازی سے کہنا...... اور پھر میں نے سوچا چلو خیر ہے کچھ دن بچے بھی ریلیکس ہوجائیں۔"

"وہ سب تو ٹھیک ہے مگر ہادی بہت دیر ٹی وی کے آگے بیٹھا رہتا ہے پہلے اچھا تھا کہ کچھ دیر قرآن پاک پڑھنے کے بہانے ٹی وی تو نہیں لگا پاتا تھا ناں۔" نوشی نے ٹی وی پر چلنے والی نیوز پر نظر دوڑاتے ہوئے اپنی پریشانی بیان کی تو ہما ہنس دی۔

"اچھا...... اچھا تم ہادی کو ٹی وی سے دور رکھنا چاہتی ہو۔ میں بھی سوچ رہی تھی تم کب سے اسلامی بہن بن گئیں جو قرآن پاک نہ پڑھنے پر اتنی پریشان ہو رہی ہو۔" اس کی بات پر خود نوشی بھی قہقہہ لگائے بغیر نہیں رہ پائی تھی۔

"دراصل اس کی نظر بھی تو کمزور ہے ناں۔"

"ہاں وہ تو مجھے پتہ ہے، چلو ٹھیک ہے ایسا کرتے ہیں آج رازی آفس سے آتے ہیں تو میں ان سے بات کرتی ہوں۔"

"ویسے ابھی کچھ دن پہلے میری اقرا اور نبیلہ سے بھی اسی ٹاپک پر بات ہوئی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ ابھی بچوں پر ویسے ہی اسٹڈیز کا اتنا بوجھ ہے، اسی لیے بہتر ہوگا اگر ہم میٹرک تک انتظار کرلیں۔"

"کس بات کا انتظار؟" چائے کے گھونٹ لیتے ہوئے وہ ہما کی کہی گئی بات کو سمجھ نہیں پائی تھی۔

"قرآن پاک پڑھوانے کا یعنی ابھی جس طرح ہے ویسے ہی چلنے دیا جائے اور میٹرک کے ایگزام کے بعد ہونے والی چھٹیوں میں بچے قرآن پاک پڑھ لیں۔ اس طرح ان پر زیادہ بوجھ نہیں پڑے گا ناں، کیا خیال ہے؟"

"ہوں......" نوشی نے چند لمحے سوچتے ہوئے آگے بڑھ کر کپ واپس ٹیبل پر رکھا اور غیر مطمئن سے انداز میں بولی۔

"میٹرک کے ایگزامز تو وہ تب دیں گے ناں، جب گیمز کی جان چھوڑیں گے۔ میرا خیال ہے میں منیب سے کہتی ہوں کوئی قاری ڈھونڈیں، تم بھی رازی بھائی سے کہنا۔"

"چلو ٹھیک ہے، میں آج ہی بات کروں گی، اوکے۔" فون بند کرکے نوشی نے ٹی وی کی آواز تھوڑی اونچی کی اور کام والی ماسی کا انتظار کرنے لگی۔

"کہنا تو نہیں چاہیے مگر قاری صاحب خود تو مرگئے اور ہمیں مصیبت میں ڈال گئے۔" منیب نے بیزاریت سے ہاتھ میں پکڑا موبائل چارجنگ کی غرض سے نوشی کی طرف بڑھایا اور خود اپنی آفس فائل لے کر اسٹڈی ٹیبل کی طرف بڑھ گیا۔

"زندگی موت میں تو اپنی مرضی نہیں چلتی ناں منیب، مسئلہ یہ ہے کہ اب ہم کسی نئے قاری کا انتظام کریں۔" منیب نے ایک نظر موبائل چارجنگ پر لگاتی نوشی کو دیکھا اور اسٹڈی ٹیبل پر موجود ٹیلی فون سیٹ کا ریسیور اٹھا کر نمبر ملانے لگا۔ موبائل سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر نوشی بھی ٹیبل کے سامنے رکھی دوسری کرسی پر ٹک گئی۔

کچن میں ماسی کے ساتھ کام کا جائزہ لیتی نوشی بڑی تن دہی سے کام کرتی ماسی کو تنقیدی نظروں سے دیکھتے ہوئے اچانک کچھ یاد آجانے پر ٹی وی لاؤنج کی طرف بڑھی اور کارڈلیس پر ہما کا نمبر ملا کر دوبارہ کچن میں آگئی۔

"مبارک ہو بھئی قاری صاحب کا مسئلہ تو حل ہوگیا۔" رسمی سلام دعا اور خیر خیریت پوچھنے کے بعد نوشی نے جیسے اپنے تئیں ہما کو خوشخبری سنائی تھی، مگر دوسری طرف سے آنے والی ہنسی کی آواز نے اس کے جوش کو مدہم کردیا۔

"کوئی لطیفہ سنایا ہے میں نے تمہیں۔"

"یار مبارک تو تم ایسے دے رہی ہو جیسے میں ورلڈ ٹور پر جارہی ہوں۔" ہما کا لہجہ ابھی تک مسکرا رہا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے خدا حافظ۔" نوشی کو اس کا یہ ردعمل ناگوار گزرا تھا۔

"ارے رکو سوری بابا سوری، چلو اب تفصیل سے بتاؤ کہ کیسے حل ہوا یہ مسئلہ عظیم۔"

"منیب نے رات کو محمود صاحب سے فون پر بات کی تھی ناں تو وہ کہہ رہے تھے کہ موذن بھی آج کل کوئی مقرر نہیں ہے مسجد میں، کوئی بھی وقت دیکھ کر اذان دے دیتا ہے، اس لیے یہ پرابلم صرف بچوں کی نہیں اس زحمت سے بڑے بھی دوچار ہیں۔" ہما کے سوری کہنے پر نوشی بچوں کی طرح فوراً مان بھی گئی، جبھی مکمل تفصیل اس کے گوش گزار کرنے لگی۔

"تو پھر بات کی انہوں نے کسی سے؟"

"ہاں کہہ رہے تھے جمعہ کے دن سے انشاء اللہ نیا قاری آجائے گا جو اذان، جماعت وغیرہ کے فرائض انجام دینے کے ساتھ ساتھ بچوں کو بھی پڑھایا کرے گا۔"

"چلو یہ تو اچھی بات ہے، یعنی بچے ایک بار پھر اپنی آزادی چھنی جانے کے لیے تیار ہوجائیں۔"

❁......❁......❁

یوسف کا درس نظامیہ میں آخری ہفتہ چل رہا تھا، جب محمود صاحب نے اسے اپنے محلے میں آکر مسجد کے تمام امور سنبھالنے کی درخواست کی۔ خود وہ بھی اپنی ذات کو اس اہم ذمہ داری کے قابل جان کر بہت خوش ہوا جبھی اس نے جمعہ کے روز سے باقاعدہ طور پر اپنے فرائض سنبھالنے کی یقین دہانی کرواتے ہوئے انہیں بہت پرامید اور مطمئن حالت میں بھیجا تھا کہ ماسٹرز کرلینے کے بعد اب یہ آخری ہفتہ اس کے لیے نہایت اہم تھا۔

پرنسپل کے والد کی ڈیتھ کی وجہ سے آج ہادی کے اسکول کی چھٹی تھی اور ہوم ورک نہ ہونے کی وجہ سے اس وقت وہ دوسرے بچوں کے ساتھ کھلے میدان میں کرکٹ کھیلنے میں مصروف تھا جب سامنے سے آتے رکشے نے انہیں رکنے پر مجبور کردیا۔ چند لمحوں بعد پینٹ شرٹ میں ملبوس یوسف کاندھے پر بیگ اور ہاتھ میں اخبار لیے رکشے سے باہر نکلا تو سبھی بچے تجسس سے اس اجنبی کو دیکھنے لگے، جس کے چہرے پر ایک عجیب سی چمک موجود تھی۔ رکشے والے کو کرایہ ادا کرنے کے بعد اس نے ایک نظر اپنے چاروں طرف ڈالی اور سامنے کھیلتے بچوں کے پاس آگیا۔

"السلام علیکم!" ایک ایک کرکے وہ سب بچوں سے ہاتھ ملا رہا تھا۔ بچے حیرت اور پریشانی سے کبھی اسے دیکھتے اور کبھی اس کی مسکراہٹ میں الجھتے ہوئے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے سے اس کے بارے میں دریافت کرنے لگتے، مگر اس سے پہلے کہ وہ سلام کے بعد کوئی اور بات کرتا یا اپنا

تعارف کرواتا' آفس واپسی پر گھر آتا منیب بچوں کے پاس کھڑے ایک انجان آدمی کو دیکھ کر گاڑی پارک کرنے کے فوراً بعد ان کے پاس آن پہنچا۔

منیب کو دیکھتے ہی گویا بچوں کی اٹکی سانس بحال ہوئی تھی۔ بچوں کے تاثرات کے تعاقب میں یوسف نے بھی منیب کو دیکھا تو اسی مسکراہٹ کے ساتھ اسے بھی سلام کرنے میں پہل کر ڈالی۔

''میرا نام یوسف ہے۔'' منیب کے خشک اور روکھے پھیکے تاثرات کو قطعی طور پر نظر انداز کرتے یوسف نے اپنا تعارف کروایا۔

''سوری...... مگر میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔''

''یہ ہماری پہلی ملاقات ہے۔ دراصل محمود صاحب تشریف لائے تھے میرے پاس اور میں نے جمعہ کے بابرکت دن سے مسجد کے امور سنبھالنے کا وعدہ کیا تھا' اسی لیے آج شام ہی چلا آیا تاکہ اپنے وعدے کے عین مطابق کل سے ذمہ داریوں کا آغاز کیا جائے۔'' یوسف نے مکمل تفصیل سے اپنی آمد کے بارے میں بتایا تو منیب ایک بار پھر اسے سر سے پیر تک دیکھنے پر مجبور ہو گیا۔ پاؤں میں جاگرز' پینٹ شرٹ اور سر پر دھوپ سے بچنے کے لیے رکھی گئی کیپ۔ وہ کہیں سے بھی ایک کالج بوائے سے زیادہ کچھ معلوم نہیں ہو رہا تھا۔ پرکشش نقوش کی خوبصورتی میں اضافہ کرتی داڑھی منیب کو کسی بھی طرح قائل نہیں کر پا رہی تھی کہ یہ بندہ اذان دینے' جماعت کروانے جیسے کام کر سکتا ہے۔

''اوہ اچھا...... خوشی ہوئی آپ سے مل کر' اب میں چلتا ہوں۔'' اوپری دل سے کہا گیا جملہ اس کے چہرے کے بالکل برعکس تھا مگر پھر بھی جواباً یوسف کی گرم جوشی میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔

''ان شاء اللہ پھر ملاقات ہوگی۔'' یوسف کے لہجے کے یقین نے منیب کو چونک کر دیکھنے پر مجبور کر دیا تھا۔

''میرا مطلب تھا مسجد میں تو ملاقات ہوتی ہی رہے گی ناں۔''

''اوہ ہاں...... ضرور۔'' یوسف کی وضاحت پر منیب کھسیا گیا تھا اور پھر رکا نہیں۔ بچے بھی اسے انتہائی دلچسپی سے دیکھتے ہوئے وقفے وقفے سے سرگوشیوں میں مصروف تھے۔

''اوکے بچو ان شاء اللہ ''See you soon'' اللہ حافظ۔'' سب بچوں کو ایک ساتھ مخاطب کرتے ہوئے یوسف نے کہا اور مسجد کو جانے والے راستے کی طرف جس طرح محمود صاحب نے سمجھایا تھا انہی کی گائیڈ لائنز ذہن میں رکھتے ہوئے چل دیا۔

❀......❀......❀

''محمود صاحب بھی ناں بیچارے پرانے وقتوں کے بھلے اور سیدھے سادے آدمی ہیں' عمر میں بھی بڑے ہیں بھلا بندہ اب انہیں کیا کہے۔'' گھر میں داخل ہونے کے بعد ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے منیب نے بریف کیس صوفے پر رکھا اور بڑبڑاتے ہوئے کچن میں داخل ہوا جہاں حسب معمول نوشی اس کے آنے کا ٹائم ہو جانے پر گرما گرم چائے کو دم پر لگائے کھڑی تھی مگر اس کا موڈ دیکھ کر چونک سی گئی۔

''کیا ہوا خیر تو ہے؟'' چولہا بند کر کے اس نے منیب کے ہاتھ منہ دھونے کا بھی انتظار کیے بغیر جلدی سے دو کپوں میں چائے انڈیلی مبادا کسی اور پرائے غصے کی زد میں وہ نہ دھر لی جائے۔

''ہاں خیر ہی ہے۔'' آج وہ کچن میں ہی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا اور اب کپ ہاتھ میں لیے کچن کی کھڑکی سے باہر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ادھر نوشی کی بے چینی عروج پر تھی' جبھی بہت دیر اس کی طرف سے تفصیلی بات کا انتظار کرنے کے بعد آخر ایک بار پھر پوچھ ہی بیٹھی۔

''پھر بھی ہوا کیا ہے؟''

''محمود صاحب کو قاری کا کہا تھا' مگر وہ پتہ نہیں کسے لے آئے ہیں' قاری کم اور کسی فلم کا ہیرو زیادہ لگ رہا تھا۔ بھلا وہ بچوں کو کیا تعلیم دے گا' یا مسجد میں کیا انتظام سنبھالے گا۔''

''فلم کا ہیرو؟'' اس بات پر تو نوشی بھی حیران ہوئے بغیر نہیں رہ پائی تھی۔

''تو اور کیا؟ تم بھی اس کا حلیہ اور شکل دیکھتیں تو میں پوچھتا تمہاری رائے۔''

''لیکن اگر محمود صاحب نے اسے خاص طور پر یہاں آنے کو کہا ہے تو پھر کوئی بات تو ہوگی ناں۔''

''یار بات کیا ہونی ہے' آج کل دنیا میں بہت چالاکیاں اور بہت فراڈ ہوتے ہیں' لگا لیا ہوگا اس نے محمود صاحب کو بھی اپنی باتوں میں اور کیا۔''

''اچھا لیکن آپ کو خوامخواہ کسی کے سامنے اپنی رائے دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے...... سمجھے ناں؟''

''ہاں ہاں پتہ ہے سب' ڈونٹ وری۔'' منیب نے بات ختم کی اور کپڑے تبدیل کرنے کی غرض سے بیڈ روم کا رخ کیا۔ سینک میں کپ رکھ کر نوشی نے بھی اس کی تقلید کی۔

❀......❀......❀
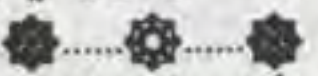
''یار یہ کیا ہو رہا ہے؟ کس چیز کی آوازیں آ رہی ہیں؟'' مندی مندی آنکھوں سے منیب نے نوشی کو ہلاتے ہوئے پوچھا تو وہ بھی جاگ گئی' لمحہ بھر بعد اوسان بحال ہوئے تو احساس ہوا کہ یہ

آوازیں آخر آ کہاں سے رہی ہیں۔
"مسجد سے تلاوت کی آواز آ رہی ہے منیب۔" جواب دے کر نوشی نے ایک بار پھر ٹوٹی ہوئی نیند کا سلسلہ جوڑنا چاہا۔
"تلاوت اس وقت؟ یہ کون سا وقت ہے آخر مسجد میں لاؤڈ اسپیکر پر تلاوت کرنے کا۔" نوشی کی طرف سے کوئی جواب نہ ملنے پر وہ پھر سے بولا۔ "او بھائی اللہ کے بندے تو نے خود نہیں سونا نہ سو ہمیں تو سونے دے یار۔" نہایت جذب اور رقت کے ساتھ کی جانے والی تلاوت مسلسل اس کے کانوں تک پہنچ رہی تھی۔
"صبح ہو جائے ذرا تو میں محمود صاحب سے بات کرتا ہوں کہ جناب یہ کہاں کا انصاف ہے کہ دن میں کام کرتے رہو اور رات کو بیٹھ کر تلاوت سنو۔"
"سو جائیں منیب پلیز' اور مجھے بھی سونے دیں یا آپ نے بھی ساتھ اپنا حصہ ڈالنا ہے؟"
"تمہیں پتہ تو ہے مجھے شور میں نیند نہیں آتی۔"
"او ہو تو صوفے سے کشن اٹھائیں اور کانوں پر رکھ لیں مگر پلیز مجھے تو سونے دیں۔" منیب نے اس کی طرف سے دیئے گئے مشورے پر بیزاری سے دیکھا اور پھر اس کے دیئے گئے مشورے پر عمل بھی کر ڈالا۔

❁......❁......❁

"بیٹا اندر آ سکتا ہوں۔"
محمود صاحب نے دروازے پر دستک دینے کے بعد یوسف سے اندر آنے کی اجازت چاہی تو وہ لمحہ بھر میں ان کے استقبال کو خود دروازے تک آن پہنچا۔
"آیئے آیئے محمود صاحب' بھلا پوچھنے کی زحمت کیوں کی؟"
"جیتے رہو بیٹا خوش رہو۔" محمود صاحب نے مسجد سے متصل اس کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے چاروں طرف نظر دوڑائی تو احساس ہوا کہ جمعرات کی شام یہاں پہنچنے کے بعد اس نے کمرے کو اچھی طرح صاف کیا ہے۔ ایک طرف ترتیب سے لگی کتابیں' صاف ستھرا بستر' کمرے کے ہی ایک کونے میں کچن میں ضروری استعمال ہونے والی اشیاء خورد و نوش اور ساتھ ہی رکھا چولہا۔
یہ کمرا اسے مسجد کے فرائض منصبی سنبھالنے میں آسانی اور سہولت کے لیے محلے والوں کی طرف سے ہی دیا گیا تھا۔ ہاں البتہ چولہے کے لیے درخواست اس نے خود کی تھی ورنہ اس سے پہلے قاری صاحب کا کھانا محلے کے تمام گھر والے باری باری پہنچایا کرتے تھے مگر یوسف کا خیال تھا کہ اگر اسے ایک چولہا فراہم کر دیا جائے تو وہ خود اپنے لیے کھانا پکا سکتا ہے' جبھی محمود صاحب نے اپنے ہی گھر کے اسٹور سے ایک چولہا اسے لا دیا تھا' جسے یقیناً اب سے کچھ دیر پہلے وہ صاف کر رہا تھا۔ یوسف کے ہاتھ میں موجود اسٹیل وول دیکھ کر محمود صاحب کو شرمندگی سی ہونے لگی۔
"معاف کرنا بیٹا' دراصل کافی عرصے سے یہ چولہا اسٹور میں ہی پڑا رہا' اس لیے دھول مٹی بہت زیادہ جم گئی ہے' تم مجھے کہتے میں گھر سے صاف کروا لاتا۔" انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ انہوں نے پہلے دیکھا کیوں نہیں کہ چولہا صفائی کے قابل ہے۔ بس نوکر سے کہا اور وہ اٹھا کر یہاں رکھ گیا۔ جبھی معذرت خواہانہ انداز میں بولے۔
"آپ شرمندہ کر رہے ہیں محمود صاحب' اگر میں نے خود صاف کر لیا تو اس میں حرج ہی کیا ہے بلکہ مجھے تو خوشی اور فخر ہے کہ میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کر رہا ہوں۔" یوسف نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ بھی مسکرا دیئے' کچھ دیر اسے دیکھتے رہے گویا بات کرنے کے لیے الفاظ کا چناؤ کر رہے ہوں پھر آہستگی سے گویا ہوئے۔
"یوسف بیٹا' تم سے ایک بات کرنا تھی اگر برا محسوس نہ کرو تو......"
"ایسی کیا بات ہے' جو کرنے کے لیے آپ کو تمہید باندھنے کی ضرورت محسوس ہوئی؟"
"وہ دراصل......! آج صبح اذان فجر کے بعد تم خوبصورت آواز میں تلاوت کی تو دل کو بہت سکون ملا' لیکن بیٹا......" ان کے لیکن پر یوسف چونکا تھا۔
"ہر جگہ محلے اور شہر کا ماحول کچھ مختلف ہوتا ہے' یقیناً بعد از اذان تمہارا تلاوت کرنا باعث اجر و ثواب ہے مگر......" بات مکمل کرنے کے دوران محمود صاحب شدید کشمکش کا شکار دکھائی دیئے مگر یوسف نے انہیں اپنی بات مکمل کرنے کے لیے پورا وقت دیتے ہوئے خاموشی اختیار کی اور ان کے بات کرنے کے دوران رک جانے پر اپنی نگاہیں فرش کی جانب مرکوز کر دیں تاکہ وہ سہولت سے اپنی بات ختم کر سکیں۔
"یہاں کا ماحول کچھ اس طرح کا ہے کہ لوگوں نے اس فعل عظیم کو اپنی نیند میں خلل قرار دیتے ہوئے آئندہ نہ دہرانے کی درخواست کی ہے۔"
"جی......!" وہ حیران ہوا۔
"ہاں بیٹا' ہو سکے تو آئندہ فجر کی اذان دینے کے بعد تلاوت کرنے سے گریز کرنا' اور اگر کرنی ہی ہو تو لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نہ کرنا تاکہ تمہاری آواز سے کسی کی نیند میں خلل واقع نہ ہو۔"

"جی بہتر' ویسے ان کا یہ مطالبہ مجھے کسی بھی طور ماننے میں کوئی قباحت اس لیے بھی نہیں ہے کہ خود اسلام ہمیں اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ دوسروں کے حقوق کا خاص خیال رکھا جائے۔" وہ بات جو محمود صاحب سمجھ رہے تھے کہ بہت بڑی ہے' اور ایسا نہ ہو کہ یوسف اسے اپنی انا کا مسئلہ بناتے ہوئے ماننے سے انکار کر دے' وہ بات یوسف نے اتنی خوبصورتی سے تسلیم کرتے ہوئے ان کے موقف کی تائید کی کہ وہ ایک دم ہلکے پھلکے سے ہو گئے اور انہیں یہ لگا کہ یہ تو کوئی بہت معمولی سی بات تھی جسے سوچ سوچ کر وہ بس یونہی پریشان ہو رہے تھے۔
"شریعت اور عقیدت میں تو بہت فرق ہوتا ہے ناں محمود صاحب' میرا فعل میری عقیدت کا مظہر تھا مگر ان کا مطالبہ شریعت کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے یقیناً ان سب کا جائز حق ہے جو انہیں ملنا ہی چاہیے۔"
"خدا تمہارے علم و ادب میں اضافہ فرمائے۔" نہایت سرشار لہجے میں انہوں نے یوسف کو دعا دی تو وہ مسکرا دیا۔

❁......❁......❁

"ارے تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں۔" طے شدہ پروگرام کے مطابق آج نوشی اور ہما نے شاپنگ کرنے جانا تھا۔ اسی مقصد کے لیے نوشی کے دیئے گئے ٹائم کے عین مطابق ہما اس کے گھر پر موجود تھی مگر نوشی کا تو جیسے دور دور تک جانے کا فی الحال کوئی ارادہ نظر نہیں آ رہا تھا جس پر ہما کی حیرت بجا تھی۔
"طبیعت تو ٹھیک ہے ناں تمہاری' بڑی سست لگ رہی ہو؟" شولڈر سے پرس اتار کر صوفے پر رکھتے ہوئے وہ بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔
"ہاں یار' رات کو نیند بہت ڈسٹرب رہی' صحیح طریقے سے سو نہیں پائی' اس لیے بس......" کسلمندی سے بات کرتے ہوئے اس نے جمائی لیتے ہوئے منہ پر ہاتھ رکھا۔
"رازی نے محمود صاحب سے کہا تھا قاری کو منع کرنے کے لیے اب دیکھو مانتا ہے کہ نہیں۔ آخر مولوی ہے ناں' پتہ نہیں کوئی نکتہ اپنے حق میں نکال کر اسی پر اڑ جائے۔"
"وکیلوں اور مولویوں کو بندہ ان کی مرضی کے بغیر ویسے قائل نہیں کر سکتا۔"
"ویسے سچ کہوں تو مولوی لگتا ہی نہیں ہے وہ کہیں سے بھی۔"
"کیا مطلب...... تم نے کہاں دیکھا ہے؟"
"ابھی تمہاری طرف آتے ہوئے رستے میں نظر آیا' پتہ ہے ناں' مسجد کے آگے سے ہی گاڑی گزرتی ہے' محمود صاحب کا نوکر خیر سے انگلش اخبار دینے آیا تھا اور وہ مسجد کے سامنے ہی کھڑا اس سے اخبار لیتے ہوئے شاید حال چال پوچھ رہا تھا۔
"مولوی اور انگلش اخبار؟ گنگا ہی اس کا مطلب ہے الٹی بہہ رہی ہے۔" نوشی نے بے ساختہ قہقہہ لگایا۔
"تو اور کیا؟ مجھے ڈرائیور نے بتایا کہ یہ ہماری مسجد کا نیا مولوی ہے ورنہ میں تو شاید کبھی نہ مانتی۔" کام والی چائے کی ٹرالی لے کر آئی تو نوشی نے ہما کی طرف چائے بڑھانے کے بعد خود بھی گرما گرم چائے کے گھونٹ لیتے ہوئے سوال کیا۔
"تم کیوں نہ مانتیں؟"
"بھئی وہ مولوی لگتا ہی نہیں ہے' بچی اتنا تو ہینڈسم ہے اوپر سے اچھی طرح خوبصورتی سے کٹنگ کروا کر سیٹ کیے ہوئے بال اور داڑھی بھی یقیناً اس نے اسی لیے رکھی ہوئی ہے کہ اس پر جچ رہی ہے اور پھر شوق دیکھو انگلش اخبار......" اس دفعہ ہما نے بھی فلک شگاف قہقہہ لگایا تھا۔
"ویسے بھی یار بیروزگاری بھی تو حد سے بڑھ گئی ہے ناں' نوکریاں ملتی نہیں ہیں' اور نہ ہی آج کل کے لڑکے لگن سے پڑھتے ہیں' جانتے جو ہیں کہ پڑھ لکھ کر بھی تو بیروزگار ہی رہنا ہے۔" نوشی چائے کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے کے ساتھ اس کی بات پر تائیدی انداز میں سر ہلا رہی تھی۔
اور مولویوں کا "پیشہ" ایسا ہے کہ جس میں کوئی بھی ڈاکومنٹس' اسناد تو دور کی بات ہے' چھوٹا سا ٹیسٹ لینے کی بھی زحمت نہیں کرتا' بس محلے کی مسجد خالی ہو تو کسی بھی ایسے بندے کو لے آؤ جو بڑوں کو نماز اور بچوں کو قرآن پڑھانے کا ماہر ہو' بس آگے اللہ اللہ خیر صلا۔" ہما نے بے لاگ تبصرہ کیا تھا۔
"ہاں تو ٹھیک ہے ناں' ویسے بھی نمازوں کے وقت میں تو سارا دن سب آفیسز میں ہوتے ہیں۔ شام میں تھکے ہارے آ کر بھلا کس میں ہمت ہوتی ہے مسجد جانے کی' اس وقت تو دل چاہتا ہے کہ بس کسی خوبصورت سے پارک میں چہل قدمی کر کے بندہ خود کو فریش کر لے اور جہاں تک بات ہے بچوں کی' ان کو بھی اسکرین کے آگے سے ہٹانے کے لیے کہا جاتا ہے ورنہ تو ظاہر ہے قرآن پاک ختم کرنے کے لیے تو ابھی عمر پڑی ہے' کوئی شرط تھوڑی لگائی ہے مذہب نے کہ ضرور اس عمر تک ہی قرآن ختم کرنا ہے۔"
"یہ سب تو مولویوں نے ڈرایا ہوا ہے عوام کو ورنہ اسلام میں تو بہت نرمی ہے۔"
"اسلام میں تو نرمی ہے لیکن اب اگر تم نے تیار ہونے میں دیر لگائی تو میں تم سے کوئی نرمی نہیں برتوں گی۔" چائے کا کپ خالی کرتے ہوئے ہما نے کہا تو نوشی مصنوعی خوف کا مظاہرہ کرتی اٹھ

کھڑی ہوئی۔
"نہ بابا نہ ایسا نہ کرنا تم پانچ منٹ انتظار کرو' میں آدھے گھنٹے میں آئی۔"
"ہاں ٹھیک ہے۔" سرسری انداز میں اس کی بات کا ہمانے جواب تو دے دیا مگر اگلے ہی لمحے بات سمجھ آنے پر پاس رکھا کشن اٹھا کر اسے دے مارا۔

❁......❁......❁

یوسف آج سے پہلے بھی کافی لوگوں سے مل چکا تھا مگر یہ تجربہ شاید نیا تھا' جمعہ کا پررونق اور بابرکت دن ہونے کے باوجود ظہر کے وقت مسجد میں نمازیوں کی تعداد بہت کم تھی اور جو لوگ تھے ان میں سے بھی اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جو عمر رسیدہ یا ریٹائرڈ تھے۔ بچے بھی نہ ہونے کے برابر نظر آئے۔ یوسف جس جوش اور جذبے سے اپنے فرائض سنبھالنے آیا تھا' وہ بس کچھ روز کے بعد اب ماند پڑنے لگا تھا۔ کیونکہ یہاں کسی کو بھی مسجد یا اس سے متعلقہ امور میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ جو کچھ سوچ کر یہاں آیا تھا لگتا تھا اب کچھ نہیں کر پائے گا اور یہی بات اب اندر ہی اندر اسے پریشان کر رہی تھی۔

ہم تو اس عہد میں زندہ ہیں جہاں پر یارب
لوگ روزی کے لیے رب کو بھول جاتے ہیں

رزق کے لیے دن رات بھاگ دوڑ کرنے والی اشرف المخلوقات رازق کو یکسر بھولے اور نظر انداز کیے بیٹھی تھی۔ اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے سرتوڑ کوشش کرنے والے حضرت انسان خدا کی طرف سے حی علی الفلاح یعنی آؤ کامیابی کی طرف کی پکار سن کر سنی ان سنی کر جاتے ہیں اور اس کے باوجود یہ بھی دعویٰ کرتے نظر آتے ہیں کہ وہ سخت محنت کر رہے ہیں مگر پھر بھی "کامیابی" نہیں ملتی۔ یہی باتیں سوچ سوچ کر اس کا دل شکستہ ہو چلا تھا' جبھی اس نے ایک نظر گھڑی پر ڈالی' اذان دینے میں ابھی پون گھنٹہ باقی تھا' سو اٹھ کر باہر چلا آیا' کچھ فاصلے پر بچوں کے کھیل کود کے لیے ہی مخصوص کی گئی جگہ پر بچے کرکٹ کھیلنے میں مشغول تھے۔

چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا وہ بھی ان کے پاس جا پہنچا' گو کہ ان میں سے کسی نے بھی ابھی اس سے قرآن پڑھنا نہیں شروع کیا تھا مگر پھر بھی اس کے آنے پر اپنے تئیں باادب دکھائی دینے کے لیے کھیل روک کر کھڑے ہو گئے۔ چند بچوں نے بڑی برق رفتاری سے اسے سلام بھی کر ڈالا تاکہ بجائے اس کے کہ وہ کچھ دیر مزید کھڑا رہے اور پھر نماز قرآن پڑھنے پر لیکچر دینے لگے' جلدی جلدی سلام کا جواب دے کر چلتا بنے مگر اس وقت بچوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب سلام کا جواب دینے کے بعد مسکراتے ہوئے اس نے بھی ان سب کے ساتھ کھیل میں شامل ہونے کی درخواست کر ڈالی۔
"مولوی صاحب آپ...... آئی مین آپ ہمارے ساتھ کھیلیں گے؟" ہادی نے حیرت سے آنکھیں پھیلاتے ہوئے کہا تو ساتھ ہی تائید میں دوسرے بچوں کے بھی سر ہلنے لگے۔
"کیوں؟ کیا آپ کو اچھا نہیں لگے گا میرے ساتھ کھیلنا؟"
"لیکن جو مولوی صاحب ہوتے ہیں وہ تو گیم نہیں کھیلتے ناں۔" ہادی کے بجائے شمعون نے بھی اپنے ذہن کی الجھن کا اظہار بڑی معصومیت سے کیا تو یوسف کو بے اختیار اس پھولی گالوں والے بچے پر پیار آ گیا۔
"اچھا......؟ لیکن میں تو کھیلتا ہوں۔" اسی کی طرح آنکھوں میں حیرت سموئے یوسف نے بھی جواب دیا تو اب بال ہاتھ میں لیے تیسرا بچہ بول اٹھا۔
"تو کیا آپ مولوی صاحب نہیں ہیں؟"
"بیٹا کیا مولوی صاحب انسان نہیں ہوتے؟"
"نہیں ناں' وہ تو صرف مولوی صاحب ہوتے ہیں۔" بچے ابھی تک پچھلے مولوی صاحب کا تصور خیالات میں تھامے کھڑے تھے اور یوسف کی مسکراہٹ ان کی باتوں سے گہری ہوتی چلی گئی۔
"ہوں......" چند لمحے یوسف نے کچھ سوچا اور پھر بولا۔
"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم تھوڑی دیر کے لیے صرف دوست بن جائیں۔" اس نے دوستی کی آفر کرتے ہوئے ان کے سامنے ہاتھ بڑھایا' جس پر بچوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے سے مشورہ کرتے ہوئے اوکے کرنے کے بعد اس کے پھیلے ہوئے ہاتھ پر اوپر تلے اپنے ہاتھ رکھنے شروع کر دیے۔

❁......❁......❁
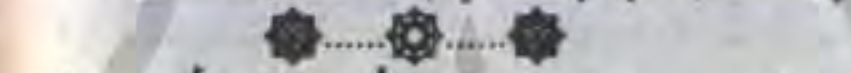
"ہادی سونے جا رہے ہو؟" لاؤنج میں بیٹھ کر بزنس نیوز سنتے منیب نے ہادی کو پکارا تو دودھ پی کر منہ صاف کرتے ہوئے اپنے بیڈ روم کی طرف جاتا ہادی رک گیا۔
"جی پاپا' ابھی ملک پیا ہے ناں اب برش کرنے جا رہا ہوں اس کے بعد سو جاؤں گا۔"
"اچھا ذرا ادھر تو آؤ' میرے پاس بیٹھو۔" منیب کے بلانے پر ہادی خوشی خوشی اس کے پاس آ بیٹھا تھا۔ نوشی بھی اپنے اور منیب کے لیے گرما گرم کافی لے کر وہیں آ بیٹھی۔
"زیادہ سے زیادہ کھانا کھایا کرو' پتہ ہے ناں اس بیئر (بھالو) سے زیادہ ہیلدی ہونا ہے ہمارے بیٹے نے۔" اس کے نائٹ ڈریس پر بنے خوبصورت اور گپلو سے چند بھالوؤں میں سے ایک پر انگلی رکھتے ہوئے منیب نے جیسے اسے ٹارگٹ دیا تھا۔

"جی پاپا ہوپ فلی اس سے بھی زیادہ پاور فل بنوں گا میں۔"
"ویری گڈ...... یہ ہوئی نا بات۔" لاڈ سے اس کے بالوں کو بگاڑتے ہوئے منیب نے کہا تو نوشی بھی اس کا پیار دیکھتے ہوئے مسکرا دی۔
"ویسے ایک بات تو بتاؤ' آج سب بچے مولوی صاحب کے پاس اتنی دیر تک کیوں کھڑے رہے؟ کیا کہہ رہے تھے وہ؟" مولوی صاحب کے ذکر پر نوشی نے بھی اپنی تمام تر توجہ ہادی کی طرف مبذول کرتے ہوئے سامنے رکھے ریموٹ سے ٹی وی میوٹ کیا اور پوری دلچسپی سے ہادی کی بات سننے لگی۔
"وہ...... ارے ہاں پاپا وہ ہم سے فرینڈ شپ کر کے ہمارے ساتھ کھیلنے آئے تھے۔"
"کھیلنے......!" منیب نے حیرانگی سے ایک بار پھر اسی کے الفاظ کے ذریعے تصدیق چاہی تھی۔ نوشی نے بھی اس غیر متوقع جواب پر آنکھیں سکیڑیں۔
"جی پاپا' ہم نے انہیں سمجھایا بھی تھا کہ وہ تو مولوی صاحب ہیں اور مولوی صاحب کو تو نہیں کھیلنا چاہیے ناں' مگر وہ سمجھے ہی نہیں۔"
"پھر...... پھر کیا ہوا؟" نوشی نے اسے رکتے دیکھ کر سوال کیا تاکہ بات کی تفصیل جان سکے۔
"اتنی دیر میں تو کھیلنے کا ٹائم بھی ختم ہو گیا اور پھر وہ کہنے لگے کہ اب انہوں نے اذان دینی ہے' اس لیے صرف دوستی ہی کی اور بس۔" پرسوچ انداز میں سوچتے ہوئے نوشی اور منیب کی نظریں آپس میں ٹکرائیں۔
"پاپا' کیا آپ نے بھی دوستی کرنی ہے مولوی صاحب سے؟" ہادی کے معصوم سے سوال پر منیب کو بات بدلنا پڑی۔
"اچھا وہ بھی کر لیں گے آپ جا کر برش کرو اور سو جاؤ۔"
"اوکے پاپا۔" اچھے بچوں کی طرح بغیر کسی سوال جواب کے اس نے فوراً ہی اوکے کہا اور بیڈ روم میں چلا آیا' اس کے چلے جانے کے بعد منیب آخر بول ہی پڑا۔
"یار یہ آخر مولوی صاحب کو ہے کیا...... کچھ عجیب سے نہیں لگتے؟" دل کی بات زبان پر لاتے ہوئے اس نے نوشی سے رائے مانگی۔
"ہاں لگتے تو ہیں اور باقی لوگوں کا بھی خیال یہی ہے۔"
"اب انہیں کوئی سمجھائے کہ بھلے آدمی مسجد دیکھو اور مسجد کے کام' بچوں سے کھیلنے یا ان سے آ کر دوستی کرنے کا کیا مقصد؟"
"اور کیا' بلکہ ہما تو بتا رہی تھی کہ انہوں نے بچوں کو گھر گھر جا کر قرآن پاک پڑھانے سے بھی انکار کر دیا ہے۔"
"انکار کر دیا ہے...... لیکن کیوں؟" منیب کی پیشانی پر بل ابھرے۔
"ان کا خیال ہے کہ بچے مسجد میں آ کر پڑھیں تو زیادہ بہتر ہے۔"
"اوہو لیکن بچے تو مسجد جا کر صرف ٹائم ہی ضائع کریں گے اور بس۔"
"ہوں......" نوشی نے کپ کے کناروں پر انگلی پھیرتے ہوئے ہنکارا بھر کر اس کی بات کی تائید کی۔ "گھر میں تو پندرہ بیس منٹ میں سپارے کا کام ختم ہو جاتا ہے' مگر وہاں گھنٹہ بھر تو پھر کہیں نہیں گیا ناں۔"
"ہاں بات تو تمہاری ٹھیک ہے۔"
"سوچتے ہیں' ایک دو اور لوگوں سے بھی بات کر کے دیکھتے ہیں' ان کا کیا خیال ہے' پھر کرتے ہیں کچھ۔" منیب نے بات ختم کرنے کے ساتھ ہی کپ ٹیبل پر رکھا اور خود صوفے کی پشت سے ٹیک لگالی۔

❁......❁......❁

چاشت کی نماز کے بعد تلاوت قرآن ختم کرتے ہی یوسف کو ہلکی سی اونگھ آ گئی تھی' یوں بھی فجر کے وقت اٹھنے سے اس وقت عموماً جسم میں سستی آ ہی جاتی ہے' سو آنکھ کھلنے پر وضو کے بعد وہ مسجد ہی میں چلا آیا تھا' دریاں جھاڑ کر ایک طرف رکھیں اور جھاڑو ہاتھ میں لیے صفائی کر ہی رہا تھا کہ محلے کے دو تین افراد اندر داخل ہوئے اور مصافحہ کرنے کے بعد اپنا مقصد آمد بیان کیا۔
"آپ کی بات بجا ضرور ہے لیکن پھر بھی معذرت چاہتا ہوں کہ میں بچوں کو پڑھانے کے لیے فرداً فرداً سب کے گھر جانے سے قاصر ہوں۔ ہاں البتہ جو بھی بچہ مسجد میں آ کر پڑھنا چاہے اس کے لیے میں چوبیس گھنٹے حاضر ہوں۔"
"مولوی صاحب بچے اسکول سے تھکے ہارے آتے ہیں پھر کم از کم گھنٹہ بھر انہیں مسجد میں بٹھا دینا کہاں کا انصاف ہے؟"
"جناب یہی بات کیا آپ نے کبھی اسکول ایڈمنسٹر سے بھی کی ہے؟" سوال کے بدلے پھر سوال لوٹایا گیا تھا۔
"لیکن اسکول والوں کا تو ایک مخصوص وقت مقرر ہے ناں اسی......"
"وقت تو پھر مذہب کے لیے بھی مقرر کرنا چاہیے ناں۔"
"آپ خوامخواہ ضد میں آ کر ہم سب کا وقت برباد کر رہے ہیں۔ پہلے بھی تو بچے گھر میں ہی پڑھتے رہے ہیں۔ پھر سردی گرمی میں بچے مسجد تک کیسے آئیں گے؟" بچوں کے سکون و

آرام اور سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ کسی بھی طور انہیں گھر سے مسجد بھیجنے پر تیار نظر نہیں آرہے تھے۔

"آپ ایک مرتبہ انہیں بھیج کر تو دیکھیں مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ وہ بڑے شوق سے مسجد آیا کریں گے۔" اسے اپنی بات پر قائم دیکھ کر سب کے درمیان نظروں کا تبادلہ ہوا اور پھر کندھے اچکا کر بے دلی سے مصافحہ کرتے ہوئے اجازت لے کر مسجد سے رخصت ہوگئے۔

❁......❁......❁

"رخسانہ اتنی دیر؟ یہ کوئی وقت ہے کسی کے گھر آکر کام کرنے کا؟" شرمندہ شرمندہ سی رخسانہ کو چوروں کی طرح گھر کے اندر آکر دہلیز پر جوتیاں اتار کر اندر بڑھتے دیکھ کر نوشی نے اسے وہیں روک لیا۔

"معافی چاہتی ہوں آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔"

"چلو ٹھیک ہے لیکن یہ تو بتاؤ آج دیر ہوئی کیوں؟ پہلے کسی اور گھر میں چلی گئی تھیں کیا کام کرنے؟"

"نہیں باجی! دراصل گھر سے ہی نکلنے میں دیر ہوگئی تھی ذرا۔"

"وہی تو پوچھ رہی ہوں کہ کیوں دیر ہوئی؟ ایک تو تم بولتی بہت کم ہو جتنا پوچھو بس اس کا مختصر سا جواب اور بس۔" نوشی چاہتی تھی کہ رخسانہ بھی اسے اسی کی طرح تفصیلاً جواب دے مگر یہ بھی جانتی تھی کہ وہ فطرتاً کم گو تو تھی ہی مگر عادتاً بھی کام والے گھروں میں زیادہ بولنے سے پرہیز کرتی۔ مبادا ایک گھر کی بات دوسرے گھر میں منہ سے نہ نکل جائے اور اس کی اس عادت کی وجہ سے جن گھروں میں بھی وہ کام کیا کرتی، وہاں اس پر بے پناہ اعتماد کیا جاتا اور اس کی یہی عادت اسے دوسری کام والیوں سے منفرد اور ممتاز بنائے رکھتی۔

"وہ بیٹے نے مولوی صاحب کی طرف جانا تھا انٹرنیٹ کا کنکشن لگانے تو اسے گھر سے کچھ چیزیں نہیں مل رہی تھیں بس اس کے ساتھ وہی ڈھونڈنے میں ذرا دیر ہوگئی۔" اس دفعہ نوشی کی تسلی اور اطمینان کے لیے رخسانہ نے مکمل تفصیل کے ساتھ جواب دیا اور یوں دیا کہ نوشی کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"انٹرنیٹ کنکشن...... مولوی صاحب کو چاہیے تھا؟"

"جی باجی۔ یہ مولوی صاحب خیر سے ہیں تو اسی دنیا کے ناں؟"

"ارے ان کی تو ہر ادا ہی نرالی ہے ہر بات ہی انوکھی...... آخر یہ چاہتے کیا ہیں؟"

نوشی کے ردعمل پر رخسانہ خاموشی کے ساتھ بس کھڑی رہی، اس معاملے میں اس نے اپنی رائے محفوظ رکھی تھی۔

"باجی میں کام شروع کردوں؟"

"ہاں...... ہاں جاؤ۔" اکتائے ہوئے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے رخسانہ کو جانے کا کہا اور خود مولوی صاحب کے بارے میں سوچنے لگی۔ جو اب اس کے نزدیک ایک پراسرار انسان بنتے جارہے تھے۔

❁......❁......❁

"تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے ہما؟ بھلا تم نے شمعون کو مسجد بھیجنے کے لیے بھائی کے کہنے پر کیسے حامی بھرلی؟" شاید آج نوشی کے لیے یہ دن صرف حیران ہونے کے لیے مختص کیا گیا تھا۔

"ارے یار بہت بحث ہوئی ہے اس بات پر مسجد میں، مگر وہ مولوی بھی اپنی بات سے ہٹنے کو تیار نہیں ہے اور میں نے ایک دفعہ کہا تھا ناں کہ مولویوں اور وکیلوں کو قائل کرنا بہت مشکل ہوتا ہے، کیونکہ کوئی نہ کوئی نکتہ پھر بھی نکال ہی لاتے ہیں۔"

"ہاں تو ٹھیک ہے، کچھ عرصہ بعد پڑھ لیں گے قرآن پاک، تم خود سوچو اتنی سخت گرمی میں گھر میں تو ہر کمرے میں اے سی موجود ہے، مگر گھر سے باہر اتنی گرمی میں بچوں کو آخر کیوں بھیجیں؟"

"مجھے بھی اسی بات کی ٹینشن ہے، اسکول میں بھی مکمل ایئر کنڈیشنڈ، گھر میں بھی اور وہاں مسجد میں اس قدر گرمی میں جانا بھلا کہاں کی عقلمندی ہے۔" نوشی جیسے ہر صورت ہادی کے ساتھ ساتھ شمعون کو بھی بچا لینا چاہتی تھی، مگر اگلے ہی لمحے ہما کے مصلحت آمیز جواب نے اس کے جوش پر بھی جیسے ٹھنڈا پانی ڈال کر کچھ سوچنے پر مجبور کردیا۔

"میرا تو یہی خیال تھا مگر رازی محمود صاحب کی باتوں میں آگئے، کہتے ہیں محمود صاحب کی بات اب کیسے ٹال دوں، تمہیں تو پتہ ہے ناں ایکسائز ڈیپارٹمنٹ میں رازی کے ہیڈ تھے اور ریٹائرمنٹ سے پہلے بھی اور بعد میں بھی اب تک ہر معاملے میں ان کی ہیلپ کرتے ہوئے بہترین طریقے سے گائیڈ بھی کرتے ہیں۔"

"اوہ...... تو یہ بات ہے۔"

"ہاں یار! شروع کے چند دن تو بھیجنا ہی پڑے گا اس کے بعد البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ بچے ہی جانا نہیں چاہتے تو کیسے زبردستی کریں۔" ہما نے پورا لائحہ عمل ذہن میں ترتیب دے رکھا تھا۔ جس سے نوشی کے حوصلے کو بھی کچھ تقویت ملی تھی۔

"میں تو کہتی ہوں تم بھی تقریباً ایک ہفتہ بھیج دو ہادی کو، خوامخواہ بھلا نظروں میں آنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس کے بعد نہ تو میں بھیجوں گی نہ تم، جب بڑے ہوں گے اور کالج

وغیرہ جانے لگیں گے تو دیکھا جائے گا۔ ابھی سے اتنا بوجھ ڈالنے کا کیا فائدہ؟"

"اچھا...... چلو ٹھیک ہے۔" نوشی نے بھی ہتھیار ڈال دیئے تھے۔

"لیکن وہاں تو یو پی ایس بھی نہیں ہے یار نہ ہی جنریٹر کا کوئی انتظام ہے، گھروں میں تو جنریٹر کی بھی سہولت ہے ناں، وہاں اتنی گرمی میں جب لائٹ جائے گی پھر......؟" ماں کی ممتا ابھی تک خدشات میں گھری کوئی بھی حتمی فیصلہ کرنے سے قاصر نظر آرہی تھی۔

"یہ سب تو مجھے اور باقی گھروں کو بھی معلوم ہے لیکن کہا ناں کہ مجبوری ہے، بچوں کو مسجد بھیجنا اب کیا کرسکتے ہیں۔" ہما کا لہجہ بھی تفکر کی تصویر بنا تھا۔

"ویسے بھی اچھا ہے اس طرح بچے دو دن بعد ہی کانوں کو ہاتھ لگالیں گے اور ہم پر بھی الزام نہیں آئے گا۔"

"ہاں بات تو ٹھیک ہے چلو صحیح ہے میں منیب کو ساری صورتحال بتاتی ہوں پھر اگر وہ بھی ایگری ہوئے تو ڈرائیور چھوڑ آئے گا مسجد تک۔"

"ہاں یہ صحیح ہے تم بھائی سے بات کرلو۔"

❁......❁......❁

محمود صاحب کے مطابق آج سے بچے مسجد آیا کریں گے اور یہ خبر یوسف کے جوش اور خوشی کو دیدنی کیے دے رہی تھی، عصر کی جماعت کروانے کے بعد وہیں مسجد میں ہی بیٹھ کر بچوں کا انتظار کرنے کے بجائے وہ اٹھا اور کپڑا لے کر ٹیوب لائٹس صاف کرنے لگا۔ ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ گاڑیوں کے رکنے کی آوازیں بالکل نزدیک سے ہی آنا شروع ہوئیں اور کچھ ہی دیر میں چند بچے چہرے پر حیرت انگیز تاثرات لیے اس کے سامنے تھے۔

"السلام علیکم!" سیڑھی کو مسجد کے صحن میں دیوار کے سہارے کھڑا کرکے وہ انہیں اپنے ساتھ اندر لے آیا۔ جہاں اب وہ حیرت سے مسجد کے در و دیوار کا جائزہ لے رہے تھے۔ اس کے سوال کا جواب دینے کے بعد آخر ایک بچے نے چپ کا روزہ توڑا۔

"آپ کیوں صاف کررہے تھے لائٹس؟"

"ارے کیوں کا کیا مطلب ہے بیٹا؟ یہ تو ہمارے نبی ﷺ کی سنت ہے ناں۔"

"نبی...... وہ کون؟"

"میرا مطلب تھا ہمارے prophet اب سمجھ آیا؟" بغیر بولے محض گردن ہلا کر اس کی بات کا جواب دیا گیا۔

ایس ملک

السلام علیکم! ڈیئر قارئین کیسی ہیں آپ سب؟ یقیناً اللہ کے کرم سے ٹھیک ہوں گی میری یہ دعا ہے کہ اللہ پاک آپ سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین۔ میرا نام شبانہ ہے لیکن میری آپی حنیفہ مجھے شانی کہتی ہیں، میرا تعلق لیہ سے ہے۔ ہم دو بہن بھائی ہیں اور مجھے اس دنیا میں اپنی زندگی سے بھی زیادہ محبت اپنے بھائی سے ہے اور میں اسے ہمیشہ خوش دیکھنا چاہتی ہوں، میں ایم اے انگلش کی طالبہ ہوں اور زندگی میں بہت کچھ کرنا چاہتی ہوں اب آتے ہیں آنچل کی طرف۔ آنچل سے وابستگی کو دس سال ہوچکے ہیں اور آنچل کی رائٹرز میں آپی نازیہ کنول نازی، سمیرا شریف طور، عشناء کوثر سردار، عمیرہ احمد مجھے بہت پسند ہیں۔ میری پسندیدہ ٹیچر مس بینا الطاف ہیں، میری سہیلیاں بہت سی ہیں جن میں ثوبیہ، صائمہ اور مدیحہ شامل ہیں۔ ہم جوائنٹ فیملی میں رہتے ہیں، ارے ہاں دو لڑکیاں جنہیں میری زندگی میں دوستی سے بھی اہم مقام حاصل ہے اور جنہیں میں ہمیشہ اپنے دل کے پاس دیکھنا چاہوں گی وہ ہیں میری دو سویٹ سی کزن فرزانہ اور سدرہ جن کے بغیر میری زندگی ادھوری ہے۔ رشتوں پر بالکل بھی اعتبار نہیں رہا (کچھ عرصے سے) میری زندگی میں کچھ رشتے ایسے بھی ہیں جن سے زندگی کی آخری سانسوں تک رشتہ رہے گا۔ جن کی یادوں سے دل کا اک اک گوشہ مہکتا ہے جن کے لیے مانگی گئی دعاؤں کے پھول سے ہتھیلیاں بھری رہتی ہیں، اللہ حافظ۔

"لیکن مجھے تو بہت گرمی لگ رہی ہے۔" ہادی نے ٹی شرٹ کو خود سے دور کرکے گرمی کا اظہار کیا تو باقی بچوں کو بھی یاد آگیا کہ اس وقت وہ سب گرمی میں کھڑے ہیں۔ یہاں تک کہ پنکھے بھی بند ہیں۔

"کیا واقعی گرمی لگ رہی ہے؟" یوسف نے فرداً فرداً سب کی طرف دیکھا اور اثبات میں ہلتی گردن پر مسکراتے ہوئے سوئچ بورڈ کے نزدیک جاکر پنکھوں کے بٹن آن کردیئے۔ اور ایسا اس نے جان بوجھ کر مصلحتاً سوچ کے تحت صرف اس لیے کیا تھا کہ بچوں کو گرمی لگنے پر پنکھے آن کرکے اس شدت کو کم کیا جائے اور انہیں احساس ہو کہ انہیں گرمی سے بچانے کے لیے کوئی عملی قدم اٹھایا گیا ہے۔ بجائے اس کے کہ پنکھے چل رہے ہوتے اور ان کی طرف سے گرمی کی شکایت کا ازالہ کرنے کے

لیے وہ کچھ بھی نہ کرسکے۔
آج اس کا بچوں کے ساتھ مسجد میں پہلا روز تھا' ڈرائیور نے مقررہ وقت پر بچوں کو لینے بھی آنا تھا۔ اور اسے آج کا دن اس انداز میں گزارنا تھا کہ وہ سب اگلے روز بھی آئیں۔ اسی لیے ان سب کو دائرے میں بٹھانے کے بعد وہ خود بھی ان کے ساتھ ہی دری پر بیٹھ گیا۔ اور سب سے پہلے بچوں کو اپنا اپنا تعارف کروانے کا کہا تاکہ ان کی ذہنی سطح کا بھی اندازہ ہوسکے۔
"مولوی صاحب مما کہہ رہی تھیں کہ آپ کو اور کوئی کام کاج نہیں ہے اور اپنی مہینے کی اچھی سیلری بنانے کے لیے بچوں کو مسجد میں اکٹھا کررہے ہیں۔" اپنا تعارف کروانے کے فوراً بعد شمعون نے گھر پر ہونے والی بات چیت بھی اس کے سامنے دہرائی تو یوسف کے صاف چہرے پر ایک سایہ سا لہرا گیا۔
"ویسے آپ کیا جاب کرتے ہیں؟"
"میری نوکری اللہ کے گھر میں ہے اور سیلری میں مجھے صرف اپنے مالک یعنی اللہ کی رضا کی ضرورت ہے بس۔"
"ہماری کام والی تو ہمارے گھر میں کام کرکے مما سے بہت سارے پیسے لیتی ہے اور آپ بھی تو اللہ کے گھر کے سارے کام کرتے ہیں' پھر پیسے بھی تو لیتے ہوں گے۔" ہادی سمجھ نہیں پارہا تھا کہ کوئی نوکری بغیر پیسوں کے بھی کرتا ہے کیا؟
"اگر آپ اپنے گھر میں کوئی کام کروگے تو کیا مما آپ کو پیسے دیں گی؟" یوسف نے چمکتی آنکھوں کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"نہیں......" ہادی نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن ہاں وہ مجھ سے happy ضرور ہوں گی۔"
"بس اسی طرح اللہ بھی تو ہم سے بہت زیادہ happy ہوتے ہیں ناں' اور پیسے وہ تو انہوں نے ایڈوانس میں ہی دے دیئے ہیں مجھے۔"
"جب اللہ تعالیٰ ہم سے بہت زیادہ happy ہوتے ہیں تو کیا بہت ساری چیزیں دیتے ہیں؟" ننھے ذہنوں میں ایک کے بعد ایک سوالات جنم لے رہے تھے' اور ان کا یہ رسپانس یوسف کے لیے انتہائی خوشی کا باعث تھا۔
"ہاں بالکل...... آف کورس۔"
"لیکن اللہ تعالیٰ happy کیسے ہوتے ہیں؟" مجھے بہت ساری چیزیں چاہئیں مگر مما کہتی ہیں اب سب کچھ exams کے بعد ملے گا۔" نوران نے معصومیت سے کہا تو باقی سب کو بھی اپنی ادھوری خواہشیں یاد آنے لگیں۔
"ہاں بار بار مما پاپا کو reimind کروانے سے بہتر ہے ناں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو ہی happy کرلیں۔" ارحم نے منہ بناتے ہوئے سب کو گویا تجویز دی جو کم وبیش سبھی کے دل کو لگی بھی۔
"بتائیں ناں...... کیسے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ happy؟"
"یہ پوچھو بیٹا کہ اللہ تعالیٰ کب happy نہیں ہوتے' کیونکہ وہ تو ہم سے ہر وقت خوش رہتے ہیں۔"
"really" ۔ ہادی کو حیرت ہوئی تھی۔
"کیا وہ ہم سے ہر وقت ہی خوش رہتے ہیں؟ تو پھر ناراض کب ہوتے ہیں؟"
"نہیں بیٹا' اللہ تعالیٰ ہم سے کبھی بھی ناراض نہیں ہوتے۔" بچوں کے پرتجسس چہرے دیکھ کر اسے اس بات کا اطمینان ضرور ہورہا تھا کہ بچے اس کی بات پورے دھیان اور توجہ سے سن رہے ہیں۔
"لیکن ہاں کبھی کبھار کم خوش ضرور ہوجاتے ہیں۔" وہ ہلکا سا مسکرایا۔
"کم خوش کس وقت ہوتے ہیں؟" پھر سے سوال آیا۔
"جب ہم ان کی بات نہ مانیں۔"
"لیکن ہمیں تو اللہ تعالیٰ نے کچھ کہا ہی نہیں' نہ ہم نے کبھی کوئی بات سنی ہے ان کی۔" بچوں کے چہروں پر لحہ بھر میں پریشانی ظاہر ہونے لگی تھی۔
"پتہ ہے بچو...... اللہ تعالیٰ نے وہ ساری باتیں اپنی بک یعنی قرآن پاک میں ہمیں بتائی ہیں۔"
"لیکن ہم نے تو کبھی بھی قرآن پاک والی بک نہیں پڑھی۔" اب ایک اور فکر نے بچوں کو آن گھیرا تھا۔
"پہلے والے مولوی صاحب نے ہمیں تھوڑا سا پڑھایا تو تھا لیکن وہ لینگویج...... ہاں عربیک ناں وہ تو ہمیں سمجھ ہی نہیں آتی' پھر اللہ تعالیٰ کی باتیں کیسے سمجھیں گے؟" ایک ہی جست میں ان کے اذہان کو درست سمت موڑنے کے بجائے وہ بالکل انہی کی ذہنی سطح پر بات کرتے ہوئے قدم بہ قدم آگے بڑھتے ہوئے خوشی محسوس کررہا تھا۔
"کیا اللہ تعالیٰ صرف عربیک میں باتیں کرتے ہیں؟" ننھی سی ناک چڑھاتے ہوئے ارحم نے پوچھا۔
"نہیں تو...... اللہ تعالیٰ تو ہر اس زبان میں ہم سے بات کرتے ہیں جو ہمارا دل اور ذہن سمجھتا ہے۔"
"تھینکس گاڈ!" یوسف کے جواب پر ہادی نے جیسے سکون کا سانس لیا۔
"ہاں یہ ٹھیک ہے' باتیں سمجھ آئیں گی تبھی تو ہم انہیں Follow کریں گے ناں۔" شمعون نے کہا تو تائید میں سر ہلاتے ہوئے یوسف مسکرادیا مگر اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہہ پاتا' گاڑی کے ہارن کی آواز نے احساس دلایا کہ آج کے دن میں مختص کیا گیا مذہب کا "کوٹہ" بس اتنا ہی تھا اور جواب ختم ہوا چاہتا ہے۔ تبھی یوسف نے سب بچوں کے چہروں پر شفقت کی نظر ڈالتے ہوئے بات سمیٹی۔
"کل سے ان شاء اللہ میں آپ سب کو قرآن پاک پڑھاؤں گا بھی اور اللہ تعالیٰ کی فرمائی ہوئی باتیں سکھاؤں گا بھی اور ہاں یہی نہیں بلکہ ایک اور بات اور وہ یہ کہ......" چند لمحے رک کر یوسف نے ان کے سسپنس کو مزید بڑھنے دیا اور پھر بولا۔
I will also tell you a story every day.
(میں روز آپ کو کہانی بھی سنایا کروں گا)
آپ...... آپ کو انگلش بھی آتی ہے؟"
"کیوں...... کیا مجھے انگلش نہیں آنی چاہیے؟" ان کی حیرت کا پس منظر اور ان کا ممکنہ جواب جاننے کے باوجود اس نے سوال کیا' تو جواب دینے میں بچے جز بز سے محسوس ہوئے۔ آخر کار ہادی سب کی نمائندگی کرتے ہوئے بول ہی پڑا۔
"actually آپ تو مولوی صاحب ہیں ناں' اور مولوی صاحب کا بھلا انگلش سے کیا کام؟" ہادی کی بات پر یوسف کی مسکراہٹ گہری ہوتی چلی گئی۔ مگر دوسرے بچوں کے ڈرائیورز کے بھی آجانے پر محفل برخاست ہوئی اور سب ایک انوکھے تجربے کے ساتھ اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

❀......❀......❀

"کیوں بھئی آج کا دن کیسا گزرا مسجد میں؟"
"بہت ڈیفرنٹ پاپا!" ہادی نے کانٹے میں پاستہ پروتے ہوئے جواب دیا۔
"رئیلی! اچھا مگر وہ کیسے؟" منیب دراصل جاننا چاہتا تھا کہ آخر آج مسجد جانے کے بعد کیا وہ کل دوبارہ جانا چاہتا ہے یا نہیں' مگر اس کے ساتھ ساتھ نوشی کی بھی حیرت کی انتہا نہ رہی جب وہ بڑے پرجوش انداز میں جلدی جلدی پاستہ چبانے کے بعد تفصیلی جواب دینے کے لیے تیار ہوگیا۔
"فرسٹ آف آل پاپا' وہاں جو مولوی صاحب ہیں ناں وہ بہت ہی اچھے ہیں' اور انہوں نے ہمیں کچھ پڑھایا بھی نہیں۔"
"پڑھایا ہی نہیں؟ تو تم لوگ کیا کرتے رہے پورا گھنٹہ؟" نوشی نے حیرت سے نوالہ منہ میں لے جانے کے بجائے ہاتھ میں ہی رکھ کر پہلے پوچھا۔
"ماما وہ ہمارے فرینڈ بن گئے ہیں ناں' تو ہم سب آپس میں باتیں کرتے رہے۔" منیب نے بھی حیران ہوکر پہلے نوشی کو دیکھا اور پھر ہادی کو۔
"وہ بہت اچھی اچھی باتیں کرتے ہیں' انگلش بھی بولتے ہیں' اور کل تو ہمیں اسٹوری بھی سنائیں گے۔" ہادی کے سامنے کسی بھی طرح کی رائے دینے کے بجائے نوشی اور منیب نے ایک دوسرے کو دیکھا اور بیزاریت سے دوبارہ کھانے کی طرف متوجہ ہوگئے۔

❀......❀......❀

"حیرت ہے یار میں تو سمجھ رہی تھی کہ ایک دن جاکر بچے دوسرے ہی دن انکار کردیں گے مگر......" ہما نے خلاف توقع بچوں کو اگلے روز بھی مسجد جانے کے لیے بخوشی آمادہ دیکھا تو فوراً نوشی کو فون ملا کر اپنا دکھ شیئر کر ڈالا۔
"یار مجھے تو دال میں کچھ کالا لگ رہا ہے۔" نوشی نے لہجے میں پراسراریت گھولتے ہوئے کہا تو ہما کے بھی کان کھڑے ہوگئے۔
"کیا مطلب؟ میں سمجھی نہیں۔"
"اب اس میں نہ سمجھنے والی کیا بات ہے؟ کیا کبھی تم نے سنا ہے کہ کوئی مولوی یوں روانی سے انگلش بولتا ہو' یا بچوں کو یوں مسجد میں کہانیاں سناتا ہو' انٹرنیٹ یوز کرتا ہو اور پھر اتنا نخرہ کہ گھروں میں آنے کے بجائے خود بچوں کو مسجد میں بلوائے۔"
"کہتی تو تم ٹھیک ہو' باتیں تو ساری ہی عجیب وغریب ہی ہیں۔" نوشی کے شکوک وشبہات پر ہما نے بھی گویا دستخط کردیئے تھے۔
"آج کل کا دور بھی پتہ ہے ناں کیسا ہے؟ سچی ڈر ہی لگتا ہے مجھے تو۔"
"چلو خیر ہے کوئی بات نہیں' ایک دن گزر گیا ہے زیادہ سے زیادہ تین چار دن اور بھیجیں گے پھر کہہ دیں گے بچے ہی نہیں مانتے۔"
"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے' اچھا وہ میرا خیال ہے پیسے بھی آج کل میں دے دیئے جائیں' کیونکہ اس کے بعد تو بچے ظاہر ہے جائیں گے نہیں مسجد۔" نوشی کے اختیار میں ہوتا تو ابھی کے ابھی مولوی صاحب کا حساب چکتا کردیتی۔
"ہاں دو چار سو دے بھیجیں گے ڈرائیور کے ہاتھ' کیا خیال ہے؟" ہما نے تائید چاہی۔
"ہاں تو اور کیا' اب ہم خود تو جانے سے رہے۔"
"ارے جانے سے یاد آیا شمعون کی اسکول فیس کے لیے بارہ ہزار سائیڈ پر الگ کرکے رکھے تھے۔ میرا خیال ہے کل جمع کروا آؤں' ورنہ میں تو شاید انہیں بھی شاپنگ میں لگا دوں۔"

"ہاں ہاں تم تو ویسے بھی محلے کی وزیر خارجہ ہوناں۔" نوشی کی بات پر دونوں طرف چہرے پر مسکراہٹیں بکھرنے لگی تھیں۔

❁......❁......❁

اور پھر حیرت انگیز اور غیر متوقع طور پر بچوں کو مسجد جانے کا انتظار رہنے لگا۔ یوسف نے روایتی طور پر محض قرآن پاک پڑھانے کے بجائے چند دوسری ایکٹویٹیز بھی متعارف کروائیں جو کہ بچوں کے لیے گویا مقناطیسی کشش ثابت ہوئیں' یہاں تک کہ ڈرائیورز کو کچھ دیر سے آنے کے لیے کہا جانے لگا۔

انتہائی دلچسپ اور متاثر کن انداز اور سادہ فہم الفاظ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ' ان کی سیرت اور معجزات کا ذکر تو جیسے بچوں کو مسحور کر کے رکھ دیتا۔ مختلف انبیاء اکرام کے قصے' کہانیوں کی صورت میں بچوں کو گویا جکڑے رکھتے۔ نہ صرف یہ بلکہ ان کے ننھے اور متجسس اذہان کو انہی جیسے الفاظ استعمال کرتے ہوئے اتنی خوبصورتی سے چھوٹی چھوٹی باتیں ذہن نشین کروائی جاتیں کہ انہیں اس بات کا احساس تک نہ ہوتا کہ یہ ان سب کی دینی تعلیمات کا حصہ ہیں۔

یہ سب تو پھر بچوں کا وقتی جوش سمجھ کر نظر انداز کیا جاتا رہا' مگر مسئلہ تب پیدا ہوا جب قرآن پاک پڑھنے کے لیے آنے والے بچوں کی حاضری کے رجسٹر میں ایک خانے کا مزید اضافہ کر دیا گیا۔

"مولوی صاحب یہ نیا بلاک کیوں بنا رہے ہیں ادھر؟" ہادی نے یوسف کو اسکیل سے لائن ڈرا کرتے دیکھ کر سوال کیا۔

"یہاں پر اس بچے کے نام کے آگے ایک گولڈن اسٹار بنا کرے گا جس کے گھر سے کوئی بھی نماز پڑھنے آئے گا۔"

"واٹ......؟" سب بچوں نے مل کر حیران ہوتے پوچھا۔

"یس......!" وہ مسکرایا۔

"لیکن ہمارے پاپا تو آتے ہی فائیو او کلاک پر ہیں ناں۔" نوران دور کی کوڑی لایا تھا۔

"نو میٹر...... پھر بھی تین نمازوں کا ٹائم تو بچتا ہے ناں۔"

"اور اگر کبھی وہ فریش نہ ہوں تو......؟ تو کیا میرے آنے سے بھی اسٹار ملے گا؟" خود ہی سوال اور خود ہی جواب کرتے ہوئے ہادی نے یوسف سے تصدیق چاہی۔

"آف کورس بیٹا' کیوں نہیں...... آپ بھی آؤ گے تو اسٹار تو ملے گا ہی ناں۔" یوسف کی بات پر سبھی بچوں کے دل میں اسٹارز کے معاملے میں سبقت لے جانے کا خیال ابھرا تھا۔

❁......❁......❁

"بیٹا ہمارا معاشرہ مرغی کے ڈربے سے کم نہیں ہے' جس طرح ڈربے میں موجود مرغیاں نئی آنے والی مرغی کو برداشت کرتے ہوئے اسے چونچیں مار مار کر زخمی کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتیں ناں' بالکل اسی طرح ہمارے یہاں بھی نئے آنے والے کے ساتھ کم و بیش یہی سلوک کیا جاتا ہے۔ بشرطیکہ وہ طاقتور ہو۔" عشاء کی نماز کی ادائیگی کے بعد گھر جانے کے بجائے محمود صاحب یوسف کے ساتھ ہی اس کے گھر چلے آئے تھے۔

ان کے لاکھ منع کرنے کے باوجود ان کے لیے گرم گرم کڑک سی بھاپ اڑاتی چائے بنا کر کپ میں ڈالی اور ان کے ساتھ خود بھی بیٹھا ان کے مشاہدات اور تجربات کو غور سے سننے لگا۔

"تم نے یہاں بچوں کے مسجد آنے کی ایک بالکل نئی روایت قائم کی ہے ورنہ مرحوم قاری صاحب گھر گھر جا کر ہی پڑھایا کرتے تھے۔"

"محمود صاحب قرآن پاک یا اور کسی بھی طرح کی دینی تعلیم دینے کے لیے مجھے گھر گھر جانے میں نہ تو عار ہے نہ شرم' بلکہ اگر میں نے اس طریقے سے انکار کیا ہے تو اس کی بھی ایک وجہ تھی۔" چائے کی چسکی لیتے ہوئے محمود صاحب نے اس کی چمکدار آنکھوں میں ایک جوش اور عزم دیکھا تھا۔

"دراصل بچے ہمیشہ اس کام میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں جو اجتماعی طور پر ہو رہا ہو' اور میں دل سے یہ چاہتا ہوں کہ بچے ہمارے مذہب کی گہرائی تک نہ سہی تو عمومی طور پر ضرور آ جائیں' اسی لیے آپ دیکھیے گا کہ اگر اللہ کی مدد رہی تو ایک ڈیڑھ سال میں یہ بچے اپنے بڑوں سے کہیں زیادہ اپنے رب سے نزدیک ہوں گے۔"

"ان شاء اللہ بیٹا' کیوں نہیں خدا تمہاری مدد کرنے والا ہے۔" اس کا عزم خود محمود صاحب کے اندر ایک انجانی خوشی منتقل کر رہا تھا۔

"آپ کو پتہ ہے محمود صاحب' جب پہلے دن میں نے انہیں نبی آخر زماں صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے بارے میں بتایا تو ان کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے تھے اور وہ مجھ سے مزید سوالات پوچھنے لگے یہاں تک کہ اب ایک ہفتے کے دوران وہ کئی معجزات اور سیرت طیبہ کے بارے میں اتنی دلچسپی سے سنتے ہیں کہ ان میں سے کتنی ہی باتیں یقیناً ان کے ذہن میں ہمیشہ موجود رہیں گی۔"

"سچ کہہ رہے ہو بیٹا بلکہ میں تو کبھی کبھار سوچتا ہوں کہ سپر مین' اسپائیڈر مین یا ہیری پوٹر وغیرہ کو آئیڈیلائز کرنے والے بچے اور پھر ان سے آگے کی نسلیں دجال کے فتنے کا سامنا کیسے کریں گی جو آسمان سے بارش تک برسانے اور سمندر کی تہہ میں موجود مچھلیوں کو صرف ایک اشارے سے باہر بلانے پر اللہ کے حکم سے

قدرت رکھتا ہوگا۔"

"اسی لیے تو بچوں کے ذہن کلیئر رکھنے اور انہیں مذہب کے قریب لانے کی ضرورت ہے۔ ان کے ننھے اذہان میں رب کریم کا تصور 'غفار' یا 'قہار' کے بجائے 'رحیم' اور 'رحمٰن' کے طور پر پختہ کیا جانا چاہیے۔" یوسف نے محمود صاحب کے ہاتھ سے خالی پیالی لے کر سائیڈ پر رکھتے ہوئے کہا۔

"یہ تربیت تو بڑوں کی بھی ہونی چاہیے ناں۔" محمود صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہیں' لیکن بڑوں تک پہنچنے کے لیے اگر بچوں کو سیڑھی بنایا جائے تو معاملہ زیادہ برق رفتاری سے حل ہوتا دکھائی دیتا ہے۔" محمود صاحب نے نظر بھر کر یوسف کے چمکتے چہرے کو دیکھا اور دل ہی دل میں اسے ہزاروں دعائیں دے ڈالیں۔

❁……❁……❁

"بابا…… نہیں مجھے کچھ نہیں پتہ' آپ آج میرے ساتھ مسجد جائیں گے بس۔" ہادی نے منہ پھلاتے ہوئے کہا تو نوشی نے بھی ازراہ مذاق منیب کی طرف دیکھا۔

"یک نہ شد دو شد……"

"بیٹا فضول کی ضد مت کرو اور دیکھو آپ تو وہاں قرآن پاک پڑھنے جاتے ہو ناں' لیکن میں تو قرآن پاک پڑھ چکا ہوں۔" منیب نے ہادی کو ٹالنا چاہا تھا مگر ناکام رہا۔

"لیکن مولوی صاحب تو کہہ رہے تھے کہ بے شک قرآن پاک ختم ہوجائے پھر بھی مسجد روز جانا چاہیے۔"

"اوہو! تو میں کوئی مولوی صاحب ہوں کیا؟" ہادی کے مسلسل اور نہ ختم ہونے والے اصرار نے بالآخر منیب کو زچ کردیا تھا۔

"لیکن آپ نماز تو پڑھ سکتے ہیں ناں' مسجد جا کر……" ہادی نے منہ بسورا تو نوشی منیب کی مدد کو میدان میں اتر آئی۔

"بیٹا آپ کو پتہ ہے ناں پاپا تھک جاتے ہیں' سارا دن کام کرکے' اس لیے اب تو انہیں ریسٹ کرنا چاہیے ناں۔"

maximum ٹوئنٹی منٹس تو لگتے ہیں صرف نماز میں خوامخواہ عشاء تک آپ کا ویٹ کیا۔ پہلے پتہ ہوتا کہ آپ نہیں جائیں گے تو میں خود ہی چلا جاتا۔" ہادی نے پریشانی سے بالوں میں ہاتھ پھیرا تو منیب کو اس پر بے تحاشا پیار آیا۔

"خود چلا جاتا؟" اس نے حیرت سے ہادی کو دیکھا جس کے چہرے پر خفگی کے تاثرات نہایت نمایاں تھے۔

"جی پاپا' آپ ڈرائیور سے کہیں مجھے مسجد چھوڑ آئے' عشاء کے لیے…… یا پھر…… چلیں رہنے دیں میں خود چلا جاتا ہوں۔"

"خود چلا جاتا ہوں اس وقت…… مگر کہاں؟" نوشی جو دو دن کے لیے اسے مسجد بھیجنے سے کترا رہی تھی اب اس کی مسجد سے یوں محبت دیکھ کر حیران بھی تھی اور پریشان بھی۔

"مسجد مما اور کہاں' میں دوسرے فرینڈز کو بھی فون کرکے بلا لیتا ہوں ناں۔" اس سے پہلے کہ وہ فون کی طرف بڑھتا' منیب نے لاسٹ آپشن استعمال کرنے کا سوچا۔

"اچھا ایسا کیوں نہ کریں لانگ ڈرائیو پر چلتے ہیں۔ آئس کریم بھی کھائیں گے اور فریش بھی ہوجائیں گے۔"

"آپ مما کے ساتھ چلے جائیں پاپا' مگر مجھے تو نماز کے لیے دیر ہورہی ہے۔" ابھی تک ناراض تاثرات لیے ہادی وضو کے لیے اٹھنے لگا تو وہ دونوں بس حیران کھڑے اسے دیکھتے ہی رہے۔ یہ انداز یہ الفاظ کتنے اجنبی تھے ان کے لیے۔

دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا' ننھا ہادی آج انہیں بڑا بڑا لگنے لگا تھا۔

"میرا خیال ہے آپ چلے ہی جائیں اس کے ساتھ' رات کا وقت ہے اکیلا کیسے جائے گا۔" نوشی کے لہجے میں فکرمندی واضح نظر آرہی تھی۔ خود منیب بھی اس کے آگے ذہنی طور پر ہتھیار ڈال چکا تھا۔

"ہاں میں بھی یہی سوچ رہا ہوں' اور چلو خیر ہے بیس پچیس منٹ ہی تو لگیں گے مگر بچہ خوش ہوجائے گا اور واک بھی ہوجائے گی مسجد جاتے جاتے۔" جس رب کریم کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونے کو وہ جارہا تھا' اسے خوش کرنے کی نیت یا ارادے پر تو ویسے بھی گرد کی تہیں جم چکی تھیں۔ جبھی یہ بات تو اس کے خیال میں بھی نہیں آئی کہ خوش تو دراصل وہ ذات ہوگی جو اپنے بندے کے نیک اعمال اور صراط مستقیم کی طرف لوٹ آنے کی منتظر رہتی ہے اور اس کے لوٹ آنے پر آغوش کشادہ کیے اپنی رحمت بھری پناہ سے یوں نوازتی اور اس کی سابقہ خطاؤں اور غلطیوں کو یوں درگزر کرکے اپنا بناتی ہے کہ بندے کو خود دیر سے لوٹنے پر شرمندگی اور ندامت ہونے لگتی ہے۔

"ہادی رکو بیٹا' میں بھی چلتا ہوں آپ کے ساتھ۔" وضو کرنے کے بعد منیب لاؤنج میں آیا تو منیب نے اسے روک لیا۔

"او ریئلی…… واؤ مائی بابا از گریٹ…… بیسٹ پاپا ان دی ورلڈ۔" ہادی فوراً آکر اس کے گلے سے جھول گیا۔

نوشی نے بڑے مان سے مسکراتے ہوئے منیب کو دیکھا اور گردن کی ہلکی سی جنبش سے ہادی کی بات کی تائید کردی۔

"اب مجھے تو گولڈن اسٹارز ملیں گے!"

"گولڈن اسٹارز؟ مگر کہاں سے؟" نوشی نے پوچھا۔

"مولوی صاحب نے کہا تھا جس کے گھر سے جتنے لوگ مسجد نماز پڑھنے آئیں گے اس بچے کو اتنے ہی گولڈن اسٹارز ملیں گے۔"

"یہ مولوی صاحب بھی ناں……" منیب نے بیزاریت سے کہا مگر نوشی نے آنکھ کے اشارے سے ہادی کی موجودگی کی طرف دھیان دلاتے ہوئے اسے چپ رہنے پر مجبور کردیا۔

❁……❁……❁

یوسف آج بہت خوش تھا' اتنا خوش کہ اس احساس کی چمک اس کے چہرے سے عیاں ہوکر اپنا آپ سب پر واضح کیے دے رہی تھی۔ جب سے وہ اس مسجد میں اپنے فرائض سنبھالنے آیا تھا' عشاء کی نماز کی ادائیگی کے لیے تو شاذ و نادر ہی لوگ مسجد کا رخ کرتے' مگر آج…… اس کا دل چاہ رہا تھا ایک ایک بچے کو اٹھ کر گلے لگالے جو خود تو آئے ہی تھے مگر ساتھ اپنے والد کو بھی لائے تھے اور ان سب کو اپنے والد صاحبان کو مسجد تک لانے میں کتنی مشقت کرنی پڑی ہوگی اس بات کا بھی احساس اور قدر اسے بہت اچھی طرح تھی۔

ویسے یہ کیفیت صرف یوسف پر ہی طاری نہیں تھی جو لوگ آج مسجد آئے تھے بھی کم و بیش کچھ انوکھا محسوس کررہے تھے۔ کتنے ہی دنوں کے بعد وہ لوگ ایک جگہ جمع ہوئے تھے ورنہ تو افطار پارٹی یا دوسرے اجتماعات میں ہی یوں وہ لوگ اکٹھے ہوا کرتے۔ مسجد سے نکلنے کے بعد ٹولیوں کی صورت میں کچھ دیر وہیں کھڑے سب آپس میں گپ شپ کرنے لگے تو بچوں کو بھی ایک ساتھ کھیلنے کا موقع مل گیا۔ اسی دوران محمود صاحب نے موقع غنیمت جانتے ہوئے بات چھیڑ دی۔

"بیٹا منیب' ہادی کے ٹیوٹر سے بات کی ہمارے پوتے کو ٹیوشن پڑھانے کے لیے؟"

"جی محمود صاحب کہہ رہے تھے نیکسٹ ویک سے آجایا کرے گا۔"

"چلو یہ تو اچھا ہوا اور فیس کیا ہے……؟" تمہید کے طور پر بات شروع کرنے کے بعد اب وہ اپنی اصل بات پر پہنچ چکے تھے۔ باقی سب بھی ان کی بات شروع ہوتے ہی خاموش کھڑے ان دونوں کا مکالمہ سن رہے تھے۔

"فیس…… ہادی کے تو ہم پانچ ہزار دیتے ہیں' اور آپ سے بھی آئی تھنک اتنے ہی لے گا۔"

"ہاں بالکل' اس سے کم تو کوئی مشکل ہی سے لے گا۔ محمود صاحب یہ ٹیچر بہت مناسب فیس لیتا ہے۔" رازی نے بھی منیب کی تائید کی۔

''بیٹا! ایک ٹیوٹر کی پانچ ہزار جبکہ قرآن' ایمان اور آخرت کی تعلیم دینے والے کو پانچ سو بھی نہیں؟ بات کے یوں اچانک رخ بدلنے پر منیب اور رازی کے ساتھ ساتھ باقی سب بھی چونکے تھے۔

''کیا گھر سجا دینا اور خوش لباس ہونا ہی کافی ہوتا ہے چاہے منہ میں ایک لقمہ بھی نہ جائے؟''

''محمود صاحب وہ......'' رازی نے خجالت سے سر کھجایا۔

''بیٹا یہ دنیاوی تعلیم میں نہیں کہتا کہ بچوں کو نہ دلواؤ' لیکن ہاں اتنا ضرور ہے کہ لباس اور زیبائش کے ساتھ انتہائی لازمی جز خوراک کا بھی تو خیال رکھو ناں۔'' سامنے کھڑے سبھی لوگوں نے کن انکھیوں سے ایک دوسرے کو دیکھا مگر محمود صاحب کا معاشرے میں باعزت مقام تھا۔ اچھے برے وقت میں محلے کے ہر خاندان پر سرپرست بن کر سایہ کرتے' اسی لیے ان کی بات سب کے لیے انتہائی اہمیت کی حامل تھی اور سب کو سننا بھی تھی' دینی تعلیم ہمارے لیے خوراک کی سی حیثیت رکھتی ہے اور تعلیم دینے والا ہمارے لیے ایک بہترین خوراک کس طرح تیار کرے جب اس کے پاس اجزائے ترکیبی حاصل کرنے کے بھی وسائل موجود نہ ہوں۔''

''میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں' واقعی اس رخ پر تو ہم نے کبھی سوچا ہی نہیں۔'' رازی نے اعتراف کیا تو باقی سب بھی گردن ہلانے لگے۔

''ماشاء اللہ یہاں رہنے والے سبھی افراد باعزت روزگار نہ صرف خود حاصل کیے ہوئے ہیں بلکہ کئی تو دوسروں کے روزگار کا وسیلہ بنتے ہوئے کئی لوگوں کی سفید پوشی کا بھرم رکھنے میں معاون ہیں۔ تو ایسی صورت میں ہر گھر سے دو' دو سو روپے یوسف صاحب کی تنخواہ کی مد میں مجھ تک پہنچنا خود مجھے شرمندہ کر گیا۔'' محمود صاحب کی بات کا یہ اثر ہوا کہ اسی وقت معذرت کرتے ہوئے سب نے اجتماعی طور پر ایک معقول رقم تنخواہ کی مد میں محمود صاحب کے حوالے کی جو کہ انہوں نے یوسف تک پہنچانے میں بالکل دیر نہ کی۔

❁......❁......❁

''واؤ...... مما جلدی آ گئیں...... یہ دیکھیں مجھے کیا ملا ہے؟'' ہادی نے مسجد سے آنے کے بعد گھر کے اندر داخل ہوتے ہی نوشی کو پکارنا شروع کر دیا تھا جبھی اس کے لیے گرما گرم فرنچ فرائز بناتی نوشی نے جلدی سے ٹشو سے ہاتھ صاف کیے اور باہر کی طرف بھاگی' تب تک وہ لاؤنج عبور کر کے صوفے پر بیٹھا ایک خوبصورت سے گفٹ پیپر میں لپٹا کوئی گفٹ کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''آپ آ گئیں...... یہ دیکھیں۔'' ہادی کی ایکسائٹمنٹ دیدنی تھی۔ نوشی کو دیکھ کر تو جوش میں مزید اضافہ ہو گیا۔

''ارے واہ...... یہ کیا ہے بھئی؟''

''آج مسجد میں ہمارا Compitition تھا۔

"and i won that"

''اور نیلی؟'' نوشی نے فوراً اسے گلے لگاتے ہوئے بالوں پر پیار کیا۔

''آپ کو پتہ ہے مما' میں تینوں راؤنڈز میں آؤٹ اسٹینڈنگ تھا۔ پہلے تو مولوی صاحب نے قرآن پاک سنا' فرسٹ ڈے سے لے کر اب تک جتنا بھی پڑھایا تھا ناں' اس سارے میں سے ٹیسٹ لیا تھا انہوں نے۔'' گفٹ کھولتے ہاتھ رک گئے تھے اور اب وہ پورے جوش سے تفصیلات بتا رہا تھا۔

''پھر؟'' نوشی اس کی بات میں بھرپور دلچسپی لے رہی تھی۔

''اس میں میری کوئی بھی غلطی نہیں ہوئی' پھر وضو کروایا وہ بھی میں نے پرفیکٹ کیا اور لاسٹ میں ٹو کلمے سنے تھے ناں' وہ بھی میں نے without any mistake سنا دیئے' پھر انہوں نے مجھے یہ گفٹ دیا اور باقی بچوں کو بھی۔'' بڑی خوشی سے اس نے گفٹ پیپر ہٹایا تو اندر اسماء الحسنیٰ کی سی ڈی موجود تھی۔

''مما یو تو...... مولوی صاحب نے کہا ہے کہ ہم ایک مہینے میں یہ ساری سی ڈی یاد کر لیں گے۔''

''ہوں' یہ تو بڑی اچھی بات ہے' لیکن ایسا کرو اب آ کر کچھ کھا لو۔ بھوک لگ رہی ہو گی ناں۔'' نوشی نے سی ڈی لے کر رکھتے ہوئے کہا' مگر اس کے ساتھ ہی اٹھتے ہوئے ہادی نے ایک بار پھر سی ڈی ہاتھ میں لے لی۔

''یہ بھی آن کر لیتے ہیں کھانے کے ساتھ۔''

''اچھا بابا آؤ تو سہی۔'' مسکراتے ہوئے نوشی نے اس کا ہاتھ پکڑا اور لاڈ سے بال بگاڑتے ہوئے اپنے ساتھ کچن میں لے آئی۔ ہادی کے بدلتے جذبات کے ساتھ خود اس کے خیالات بھی بدل رہے تھے۔

❁......❁......❁

''کہاں تھیں یار؟ اتنی دیر سے فون کر رہی ہوں ریسیو ہی نہیں ہو رہا۔'' جائے نماز لپیٹ کر ابھی نوشی اٹھی ہی تھی کہ فون کی بیل پر متوجہ ہوئی' جہاں دوسری طرف ہما موجود تھی۔

''نماز پڑھ رہی تھی ناں ابھی ابھی اٹھی ہوں۔''

''نماز پڑھ رہی تھیں......!'' ہما کو جیسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔

''کیوں...... اتنی حیران نہ ہو یار' آخر کو میں بھی تو مسلمان ہوں۔''

''تو یہ تمہیں یاد کس نے دلا دیا کہ تم بھی خیر سے مسلمان ہو۔'' ہما نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں ویسے بھولنا تو نہیں چاہیے تھا مگر ہادی نے کہہ کہہ کر شرمندہ کر دیا اور میں نے بھی سوچا شرم آنی چاہیے ہمیں کہ بچے منتیں کر کر کے ہمیں نماز کے لیے آمادہ کر رہے ہیں حالانکہ ہمیں چاہیے تھا کہ بچوں کو نماز کی تاکید کرتے۔''

''لو بھئی تم تو گئیں کام سے' بن گئیں ملانی آخر کار۔'' ہما کے لہجے میں اس دفعہ طنز بھی در آیا تھا۔

''یہی تو مسئلہ ہے ہم میں' کسی بھی اچھے کام کی تقلید کرنے کے بجائے اولین ترجیح کے طور پر اس میں خامیاں تلاش کر کے تمسخر اڑانے لگتے ہیں۔''

''اچھا یار میرے سامنے تو ذرا تبلیغ سے پرہیز ہی کرو' پہلے ہی مجھ سے تو وہ مولوی برداشت نہیں ہو رہا' اللہ جانے بچوں کو کس طرح پڑھاتا ہے کیا کرتا ہے' اتنی ننھی سی عمر میں ہی ان کی باتیں سنو تو لگتا ہے وہ نہیں ان کے اندر کوئی ملا بول رہا ہے۔''

''ہم بہت منفی نہیں سوچتے ان کے حوالے سے۔ پہلے میں بھی تمہاری طرح سوچتی تھی لیکن یار دھندلی عینک لگا کر دنیا دیکھیں گے تو دنیا بھی دھندلی ہی نظر آئے گی ناں' مگر یہ بات تو Understood ہے کہ دنیا میں خرابی نہیں بلکہ خرابی ہماری عینک میں ہے۔'' نوشی نے اس کی رائے بدلنا چاہی۔

''کہنا کیا چاہ رہی ہو تم؟'' اس کے بدلے ہوئے انداز بیان پر ہما کھٹکی۔

''تم خود سوچو انگلش اخبار پڑھنا' کرکٹ یا دوسرے کھیلوں میں حصہ لینا' خوش لباس ہونا وغیرہ کیا یہ سب اسلام کے منافی ہے؟ اگر نہیں تو پھر مولوی حضرات یا قاری صاحب کو ہم نے صرف مسجد اور چوغے تک پابند کیوں کر دیا ہے' ہم کیوں ان لوگوں کو زندگی کی باقی ایکٹیویٹیز سے دور رکھنا چاہتے ہیں؟''

''اس لیے کہ وہ جس منصب پر ہیں انہیں یہ سب سوٹ نہیں کرتا۔''

''یہ سب تو بس ہماری اپنی سوچ ہے۔ ورنہ اسلام نے تو دین اور دنیا دونوں کو ایک ساتھ نبھانے کی ہدایت کی ہے تاکہ دنیا سے ناطہ توڑ کر گوشہ نشین ہونے کی۔''

''تو پھر بھی کوتاہی تو سراسر مولوی حضرات کی ہی بنتی ہے ناں' جنہوں نے تبلیغ اسلام میں سنگین کوتاہی برتی ہے' محض اپنی تقویت اور اجارہ داری کو برقرار رکھنے کے لیے ایک دوسرے کے مقابلے پر ایک کے بعد ایک مدرسے کھولتے جا رہے ہیں۔ جہاں کی کوئی بھی out-put مجھے تو سوائے اس کے کوئی نظر نہیں آئی کہ وہ بچے جن کا تعلیم میں دل نہ لگتا ہو تو والدین کان سے پکڑ کر وہاں چھوڑ آتے ہیں جہاں بیشتر یتیم اور لاوارث بچوں کو محض ہل ہل کر قرآن پاک نہ صرف پڑھنا سکھایا جاتا ہے بلکہ ''منہ زبانی'' رٹوا دیا جاتا ہے تاکہ محفلوں میں قرآن پاک پڑھ کر اسی مدرسے کے لیے ہدیہ اور تبرک لانے کا بھی ذریعہ بن سکیں۔'' ہما سانس لینے کو رکی اور پھر کافی دیر سے خاموش سامع بنی اس کی باتیں سنتی نوشی سے سوال کر بیٹھی۔

''اچھا تم ہی بتاؤ کیا اکثر و بیشتر مولوی حضرات بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیتے ہوئے کبھی اس کے مفہوم سے بھی شناسائی فراہم کرتے ہیں؟ کیا کبھی انہوں نے قرآن کریم اور عہد حاضر کی ضروریات کو ایک پیمانے میں ڈال کر بچوں کے سامنے پیش کیا؟ تم خطبے ہی دیکھ لو کیا کبھی کسی نے ہماری روزمرہ زندگی کے ساتھ قرآن پاک کا تعلق جوڑ کر اسے بہترین بنانے کی باتیں کیں؟''

''کچھ لوگ کرتے ہیں یہ سب بھی۔'' نوشی کی کمزور سی آواز ماؤتھ پیس پر ابھری۔

''کچھ کو چھوڑو' میں اکثریت کی بات کر رہی ہوں یار اور صرف اس لیے کہ بدقسمتی سے ہمارے علماء کی اکثریت جدید تعلیم سے نابلد ہے یہ لوگ ہمیں قرآن پاک اس طرح پڑھنا کہاں سکھاتے ہیں جس طرح ہم پر فرض ہے' یہ تو بس قرآن پاک کو استعمال کرنا سکھاتے ہیں' مرحومین کی بخشش کے لیے' وظائف کے لیے' یا ثواب کمانے کے لیے لیکن خود سوچو یہ باتیں تو دوسرے درجے پر آتی ہیں ناں...... یہ رب کو راضی کرنا اور اسے راضی رکھنا کیوں نہیں سکھاتے؟'' نوشی کو اس کی تمام باتیں سچ معلوم ہو رہی تھیں جبھی گہری سانس لے کر سنتی گئی۔

''یہی وجہ ہے کہ ہم نے مذہب کو محض رسمی طور پر اڈاپٹ کر رکھا ہے۔ قربانی دیتے ہیں تو رسمی' سال میں ایک دفعہ رسمی طور پر زکوٰۃ دے دی تو فارغ' اس کے بعد چاہے پڑوسی بھوک سے خودکشی کر لے پروا نہیں' حج کو چلے گئے' رسمی طور پر ادائیگی کر لی' واپسی پر نام کے ساتھ حاجی لگا کر پھر اپنی تمام برائیوں میں مشغول' نماز کو بھی اسی طرح ہم نے صرف ایک رسم کی طرح ادا کرنا ہے جاء نماز تہہ کیا اور بس کہاں کی نماز اور کون سی نماز...... اس لیے تو میرا دل اوب گیا ہے ان چیزوں سے' اور تم یقین کرو نوشی میرا تو سو فیصد ماننا ہے کہ مولوی صاحبان کی اکثریت ہمیں صرف اور صرف اسلام کی رسمیں ادا کرنا سکھاتی ہے' اینڈ دیٹس اٹ!''

"باتیں تو تمہاری بھی ٹھیک ہیں لیکن خود سوچو ناں یہ مولوی صاحب اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود بھی ہماری تنقید کا نشانہ بنتے ہیں' اب پچھلے دنوں یہ issue چلتا رہا کہ وہ مسجد میں انٹرنیٹ آن کر کے بیٹھے رہتے ہیں مگر جب کھوج لگایا گیا تو پتہ چلا کہ وہ تو صرف دو گھنٹے آن لائن چند لوگوں کو قرآن پاک سکھاتے تھے اور سب لوگوں نے اس بات کو کتنا غلط طریقے سے لیا اور پھر بعد میں شرمندگی ہوئی۔"

"ہاں وہ سب تو واقعی غلط ہوا تھا لیکن ان پر بھی تنقید اس لیے ہوئی تھی شروع شروع میں کہ وہ ایک یونیک سے انسان تھے اور کم از کم میں نے تو اپنی پوری زندگی میں بھی آج تک پاکستان میں ایسے مولوی کو نہیں دیکھا جو یوں فرفر انگلش بھی بولتا ہو اور بچوں کو اتنے خلوص اور پورے دل سے ہر صورت قرآن پاک سکھانا چاہتا ہو۔" ہما نے اپنی ابتدائی سوچ کے غلط ہونے کا کھلے دل سے اعتراف کیا تھا۔

"بچوں اور وہ بھی ہمارے پٹاخہ جیسے بچوں کو پتہ نہیں کیسے قابو کیا کہ یقین کرو بچے خود اپنے شوق سے نہ صرف خود مسجد جاتے ہیں بلکہ اپنے بڑوں کو بھی گھسیٹ کر لے جاتے ہیں۔" ہما نے قہقہہ لگایا۔

"ہاں یہ کریڈٹ تو انہیں جاتا ہے۔" نوشی نے بھی تائید کی۔

"اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ یہ سب اس محلے کے بچوں یا ہمارے لیے نہیں بلکہ اللہ کے لیے کر رہے ہیں ان کی نوکری سرکاری ہے کیونکہ وہ سب سے بڑی سرکار کے پاس نوکر ہیں۔" نوشی نے منیب کے منہ سے سنی ہوئی مولوی صاحب کی باتیں ہما تک پہنچائیں۔ "حیرت ہے ورنہ اتنی تعلیم حاصل کرنے کے بعد بھی......" ہما کچھ کہتے کہتے رکی۔

"دراصل ہمارا المیہ یہ ہے ہما کہ ہم دوسروں کی خامی بہت جلد اچھالتے ہیں مگر خود اپنی اصلاح نہیں کرتے' کیا ہم نے خود کبھی اپنے بچوں پر دین کے معاملے میں کوئی دھیان دیا' ماں ہونے کے ناطے کیا سونے سے پہلے ان سے کچھ دعا وغیرہ سنی؟ دلچسپ پیرائے میں مختلف انبیاء کرام علیہ السلام اور خود سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے بارے میں کچھ بتایا؟ اسکول میں ٹیسٹ ہو تو آگے پیچھے گھوم پھر کر لاڈ سے تیاری میں بھی مدد کرواتے ہیں اور پک اپ بھی کرتے ہیں' کبھی قرآن پاک کے لیے ایسا کیا؟ بلکہ اکثر اوقات اسکول کے ہوم ورک کی زیادتی یا پیپرز کی تیاری کے لیے قرآن پاک پڑھنے سے ہی چھٹی کروالی جاتی ہے۔" اس دفعہ سننے کی باری ہما کی تھی سو خاموش رہی۔

"کیا باپ ہونے کے ناطے بچوں کی انگلی پکڑ کر انہیں ادائیگی نماز کے لیے مسجد لے کر گئے؟ بچپن سے ہی ان کے دماغ میں ڈاکٹر یا انجینئر وغیرہ بننے کا جنون داخل کیا جاتا ہے ناں کیا کبھی ہم میں سے کسی نے یہ بھی کہا کہ ہمارا بیٹا بڑا ہو کر عالم بنے گا؟ پارٹیز فنکشنز میں ہم بڑے فخر سے سب کے سامنے کہتے ہیں کہ ہمارا بچہ تو اتنا زبردست ڈانس کرتا ہے گانے گاتا ہے' کبھی اسی فخر اور مان کے ساتھ یہ بھی کہا کہ ہمارا بچہ فلاں سپارے پر ہے یا اسے چھ کلمے فرفر آتے ہیں...... نہیں ناں؟" نوشی نے ہما کو مسلسل خاموش پا کر شامل گفتگو کرنا چاہا۔

"ہاں کہتی تو تم بھی ٹھیک ہو۔"

"تو جب بچے کی پہلی درسگاہ اس کی ماں کی گود ہے تو الزام سارا مولوی حضرات پر کیوں؟ پہلے اپنی ذمہ داری ہم خود تو نبھائیں' باقی باتیں تو بعد کی ہیں۔"

"ہوں......" ہما نے گہری سانس خارج کی۔

"کہنا آسان ہے سب کچھ لیکن کرنا مشکل۔"

"مشکل تو اب چاند پر بھی جانا نہیں ہے' تم اس کی بات کر رہی ہو۔" نوشی مسکرائی۔

"اور تم دیکھنا ہما' یہ سب میں تمہیں کر کے دکھاؤں گی۔"

"کیا مطلب...... کیا کرو گی تم؟" ہما اس کی بات کی تہہ تک نہیں پہنچی تھی۔

"ان شاء اللہ میں اپنے بیٹے کو عالم بناؤں گی۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ عالم' جس کا مقصد اور مشن ان مولوی صاحب کی طرح نوجوان نسل کو رحمٰن اور رحیم سے متعارف کروانا ہوگا اور پھر اگر ایک نوجوان بھی اسلام کی اصل روح کو سمجھ گیا تو بس ہمارا مقصد پورا ہو جائے گا۔"

"کاش ایسا ہو......" ہما نے نوشی کے احساسات محسوس کرتے ہوئے دل سے دعا کی تھی۔

"ایسا ہی ہوگا ان شاء اللہ' کیونکہ میرے بیٹے کی نوکری سرکاری ہوگی "بڑی سرکار کے پاس۔" فون بند کرتے ہوئے نوشی پرعزم تھی اور یہ فیصلہ اس نے جذبات کی رو میں آ کر نہیں بلکہ اچھی طرح سوچ سمجھ کر کیا تھا کہ وہ دین جو اپنوں میں اجنبی بن چکا تھا اسے پھر سے اپنا بنانے کے لیے اپنے حصے کی شمع تو جلانی ہی تھی......!!!

نہ ربط ہے نہ معافی، کہیں تو کس سے کہیں
ہم اپنے غم کی کہانی کہیں تو کس سے کہیں
نہیں ہے اہلِ جہاں کو خود اپنے غم سے فراغ
ہم اپنے دل کی گرانی، کہیں تو کس سے کہیں

گزشتہ قسط کا خلاصہ

طغرل کے اس اچانک یکطرفہ فیصلے پر پری شدید ردعمل کا اظہار کرتی ہے اور مزید کوئی بات کیے بے اعتنائی وسنگ دلی کا مظاہرہ کرتی ہے جس پر طغرل کا موڈ آف ہوجاتا ہے اور خاصی تلخ کلامی ہوتی ہے۔ گھر آ کر وہ دادی کے کہنے پر طغرل کو چائے کا کہنے جاتی ہے لیکن وہاں کمرے میں اسے اسموکنگ کرتے دیکھ کر دادی کو یہ سب بتانے کی غرض سے پلٹتی ہے جس پر طغرل اس کے منہ پر ہاتھ رکھتے دوسرا ہاتھ اس کی گردن پر رکھ دیتا ہے پری اس صورت حال پر انجانا خوف محسوس کرتے آنکھ میں آنسو لیے وہاں سے بامشکل بھاگنے میں کامیاب ہوجاتی ہے۔ دوسری طرف صباحت بیگم دادی کے بلاوے پر طوعاً کرہاً پری کا لایا ہوا سامان دیکھنے پر آمادہ ہوتی ہیں اور اس دوران بھی مثنیٰ کا ذکر لے بیٹھتی ہیں۔ شیری عادلہ کو لانگ ڈرائیو پر لے جانے کی غرض سے آتا ہے لیکن وہاں طغرل کے کمرے سے بدحواسی کے عالم میں پری کو بھاگتے دیکھ کر اس کا دل عادلہ کے الزامات کی صداقت پر یقین کرنے کو چاہتا ہے اور بوجھل دل لیے وہ بغیر بتائے واپس لوٹ جاتا ہے۔ عائزہ عادلہ کو ان حرکتوں سے باز رکھنے کی کوشش کرتی ہے جس پر وہ اس کی ایک نہیں سنتی اور شیری کے اچانک چلے جانے پر پریشان ہوتی ہے۔ دوسری طرف طغرل اپنی اس غیر ارادی طور پر سرزد ہونے والی حرکت پر نادم ہوتا ہے اور دادی کے سامنے اپنے دوست کی ناراضگی کا ذکر کرتے درحقیقت پری کو منانے کی کوشش کرتا ہے جس پر دادی پری سے جھگڑے کے متعلق استفسار کرتی ہیں لیکن پری صاف انکار کردیتی ہے اور طغرل اور اپنی تلخ کلامی کو صاف چھپالیتی ہے۔ ماہ رخ پچھتاووں کے عذاب میں گھری ایسی ذلت سے دوچار ہے جہاں سے فرار کا کوئی راستہ نہیں۔ غفران احمر کی منظور نظر دلربا ماہ رخ سے خاص پرخاش رکھتی ہے اور اسے زچ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی۔ مسز عابدی بیٹے کی پسند دیکھتے ہوئے اس کا پرپوزل پری کے لیے دینا چاہتی ہیں لیکن شیری فی الحال کچھ وقت کی ان سے مہلت مانگتا ہے۔ پری کی توجہ پاکر عائزہ ندامت کا شکار ہوتی ہے اور پارلر جانے کے دوران وہ اس سے معافی مانگتی ہے۔ پری کھلے دل سے اسے معاف کردیتی ہے دوسری طرف جب وہ اسے پارلر میں چھوڑ کر باہر نکلتی ہے تو ڈرائیور کی جگہ شیری کو اپنا منتظر دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔

اب آگے پڑھیے

❁......❁......❁
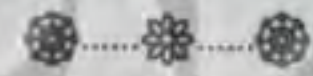
اس کی وہاں غیر متوقع آمد اور اس پر مستزاد عجیب سا انداز ولہجہ پری کو انتشار میں مبتلا کر گیا وہ کھڑی کی کھڑی رہ گئی تھی۔

"پلیز آئیں! وہاں کیوں فریز ہوگئی ہیں آپ مس فیری!"

"آپ نے کیوں زحمت کی مسٹر شہریار! میں یہاں سے ٹیکسی لے لوں گی۔ مجھے ٹیلر کے پاس جانا ہے اور وہاں سے جیولری شاپ پر بھی کچھ ٹائم لگے گا عائزہ کے لیے جیولری کا جو آرڈر دیا ہے وہ دیکھنا ہے کہ ریڈی ہے یا نہیں۔" وہ سیڑھیاں اتر کر اس سے کچھ فاصلے پر آ کر گویا ہوئی۔

"نو پرابلم! میں آپ کے ساتھ گزرنے والا ہر لمحہ اپنی زندگی کے لیے بہترین اعزاز سمجھوں گا مجھے خوشی ہوگی آپ کی مدد کرکے۔" شاید اس کو بھی اپنی نگاہوں کی بے حجابی کا احساس ہوگیا تھا وہ نرم اور مؤدب انداز میں اس سے مخاطب ہوا۔

"بہت شکریہ شہریار! میں آپ کے جذبات کی قدر کرتی ہوں آپ اچھے انسان ہیں مگر میں......"

"مگر میں اتنا اچھا انسان نہیں ہوں جس پر آپ بھروسہ کرسکیں شاید آپ مجھے ابھی تک معاف ہی نہیں کرسکی ہیں۔" سرخ وسیاہ امتزاج کے پرنٹڈ سوٹ میں اس کی شفاف رنگت نمایاں تھی تیز دھوپ کی تپش اس کے خوب صورت چہرے پر سرخی بکھیر رہی تھی تپتی دھوپ کا سنہری عکس اس کے چہرے کو مزید روشن کررہا تھا اس کا حسن اس قدر دل فریب تھا کہ وہ نگاہیں نہ چرا سکا۔

"اوہ گاڈ! آپ ایسی بات کیوں کرتے ہیں شہریار! آپ نے اپنی غلطی کی معافی مانگی اور میں نے آپ کو معاف کردیا پھر آپ بار بار یہ بات ریپیٹ کیوں کرتے ہیں؟ مجھے گلٹی فیل ہوتا ہے شہریار! آپ بھول جائیں۔" گرمی و دھوپ کی تپش اس کے حواسوں پر اثر انداز ہونے لگی تھی وہ اس سے کچھ زچ و برہم لہجے میں گویا ہوئی۔

"شہریار نہیں شیری! سب مجھے پیار سے شیری پکارتے ہیں۔" وہ مسکرا کر خوش گوار انداز میں گویا ہوا۔

"میں آپ کو شہریار ہی پکاروں گی مسٹر شہریار!"

"مس فیری! جیسے آپ کی مرضی مجھے اچھا لگے گا۔" وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر سر کو قدرے خم کرکے گویا ہوا۔

"اتنی گرمی میں کیوں خود کو سزا دے رہی ہیں آیئے پلیز۔"

"نہیں شکریہ! میں ٹیکسی لے لوں گی آپ میرے ساتھ کہاں خوار ہوں گے۔"

"آپ کے ساتھ بھلا خواری کیسی میرا مطلب ہے آپ تنہا ایسے گرم موسم میں جائیں یہ بہتر نہیں ہے آئیں پلیز۔" پری کی ہچکچاہٹ کو وہ سمجھ گیا تھا سو نرمی سے اسے سمجھانے لگا۔ پری کو وحشت ہورہی تھی وہ اس کے ساتھ جانے کو راضی نہ تھی اس کو بضد دیکھ کر وہ سوچ رہی تھی کہ کس طرح اس سے پیچھا چھڑائے اور شاید گھڑی قبولیت کی تھی۔

اس کے قدم اٹھنے سے قبل ہی بلیو سیوک اس کے قریب آ کر رکی اور ڈرائیونگ ڈور کھول کر لائٹ بلو جینز اور وائٹ ٹی شرٹ میں ملبوس طغرل نکلا اور قریب آ کر بولا۔

"یہ سیل فون اور تم رقم دادی کے بیڈ پر ہی بھول آئی تھیں۔"

"اوہ! عائزہ کے ساتھ میں اتنی جلدی میں نکلی کہ سب وہیں بھول گئی تھینکس طغرل بھائی! میرے پرس میں معمولی سی رقم ہے آ گے مجھے بڑا مسئلہ ہوجاتا ہے اگر رقم نہ آتی۔" وہ اس کے ہاتھ سے سیل فون اور رقم کا لفافہ لے کر اپنے پرس میں رکھتی ہوئی گویا ہوئی۔ اس دوران طغرل کو وہاں دیکھ کر شیری کے چہرے پر ناگواری پھیل گئی گلاسز کے پیچھے سے وہ حاسدانہ نظروں سے طغرل کو گھور رہا تھا تب طغرل اس کی طرف متوجہ ہوا تو پری نے اس سے تعارف کروایا۔

"یہ عابدی انکل کے بیٹے شہریار ہیں۔"

"اور آپ طغرل ہیں...... آیم آئی رائٹ؟" وہ گلاسز آنکھوں سے ہٹا کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سنجیدہ لہجے میں گویا ہوا۔

"جی! آپ نے ٹھیک پہچانا مسٹر شہریار!" مصافحہ کرتے ہوئے اس کی گرفت کی سختی کو طغرل نے شدت سے محسوس کیا تھا اور اس کی طرف بے ساختہ دیکھا تھا جہاں سرد وسپاٹ سے مصافحے کی مانند اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

"ابھی میں جلدی میں ہوں اگلی دفعہ آپ سے ملاقات ہوگی پھر آپ سے باتیں ہوں گی مجھے امید ہے مائنڈ نہیں کریں گے آپ؟" طغرل نے گلاسز لگاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"نیور مائنڈ شیور...... میں آپ کی مصروفیت سمجھ سکتا ہوں۔" اس کا موڈ بری طرح آف ہوگیا تھا طغرل کو اپنے درمیان دیکھ کر لیکن دل کی کیفیت وہ عیاں کرنا اپنی توہین سمجھتا تھا مجبوراً اسے مسکرانا پڑا تھا۔

"کم آن! ٹیلر کو کال کردی ہے وہ انتظار کررہا ہے۔" وہ پری سے بولا۔

"او کے اللہ حافظ شہریار صاحب!" پری ہاتھ ہلاتی ہوئی طغرل کے ساتھ کار کی طرف بڑھ آئی طغرل نے اس کے لیے فرنٹ ڈور وا کیا اور اس کے بیٹھنے کے بعد بند کرکے وہ گھوم کر اپنی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا اور دوسرے لمحے اس کی کار ہواؤں سے باتیں کررہی تھی۔ شیری اپنی گاڑی کے پاس کھڑا ساکت رہ گیا تھا۔

نامعلوم دل میں دبی کوئی محرومی تھی یا بے لگام جذبات کی یورش نے اس کو اس مقام پر لا کھڑا کیا تھا جہاں اس کے ہاتھ کچھ نہیں آیا تھا وہ من کر ہی فیاض صاحب کی زبانی یہ چلا آیا تھا کہ پری عائزہ کو پارلر چھوڑ کر چند ضروری کاموں کے لیے مارکیٹ جائے گی اور اب اس کی ساری خواہشوں پر پانی پھر گیا تھا پری آتے آتے اس کی گرفت سے نکل گئی تھی۔

❁......❁......❁
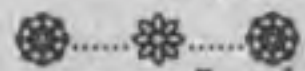
سعود کی مسلسل روپوشی نے ان دونوں پر گہرا اثر ڈالا تھا مثنیٰ ماں تھیں بیٹے کی اس بے حسی نے ان کے دل کو گھائل کیا تھا وہ ایک عرصے سے بیٹی کی جدائی کا دکھ سہہ رہی تھیں اب بیٹے کی خود ساختہ جدائی نے انہیں اس قدر پریشان ومضطرب کردیا تھا کہ وہ ہر شے سے ہی تعلق توڑے

اپنے کمرے میں بند رہنے لگی تھیں۔

صفدر جمال جو خود بھی بیٹے کی روش سے دلبرداشتہ تھے مزید ثمنی کی حالت دیکھ کر وہ خود کو مکافاتِ عمل میں مقید محسوس کر رہے تھے۔ کل جو آج کا ماضی بن گیا تھا اس ماضی میں ان سے کئی لغزشیں خطائیں ہوئی تھیں زندگی کا ایک عرصہ وہ اپنی فیملی کے ساتھ امریکہ میں بسر کر کے پاکستان آئے تو ان کی نگاہ ثمنی کے ملکوتی حسن کے سحر میں گرفتار ہوئی اور جب معلوم ہوا کہ اس کی مما کی بھی اسے بہو بنانے کی آرزو ہے اور آنٹی (عشرت جہاں) کی بھی یہی خواہش ہے تو وہ ثمنی کو اپنی ملکیت سمجھنے لگا تھا۔ لیکن یہ سحر جلد ہی اس وقت ختم ہوا جب ثمنی نے اس کی محبت کو ٹھکراتے ہوئے فیاض احمد سے شادی کر لی اور شاید ممکن تھا وہ کچھ عرصے بعد اپنی نوازائیدہ محبت کو بھول جاتا مگر اس کی مما اور عشرت جہاں نے ثمنی اور فیاض کی شادی کو تسلیم نہیں کیا اور نہ اسے پیچھے ہٹنے دیا۔ ثمنی کے حصول کے لیے ان کی درپردہ سازشیں ہوتی رہیں اور بالآخر ڈیڑھ سال کے قلیل عرصہ میں ثمنی فیاض، ثمنی صفدر جمال بن چکی تھیں۔ صفدر نے دل سے اس رشتے کو قبول کیا جبکہ ثمنی ان کا ساتھ قبول کر کے بھی مضطرب و بے کل رہی تھیں جس کی وجہ وہ فیاض سے تعلق ختم کرنے کو سمجھتے رہے تھے حالانکہ بار بار ثمنی ان کے سامنے اپنی بچی کو یاد کر کے روتی رہی تھیں، چند ماہ کی پری کو فیاض نے ان کے ساتھ آنے نہ دیا تھا یہاں انہوں نے اس سے ملنے پر پابندی لگادی تھی پھر سعود کی پیدائش سے قبل وہ اس کو لے کر امریکہ سیٹل ہو گئے تھے جب کبھی یہاں آتے تو وہ ان کو پری سے ملنے کا ٹائم ہی نہ دیتے تھے اور کبھی اپنی ممتا سے مجبور ہو کر ثمنی چند گھنٹوں کے لیے پری کو بلوالیتیں تو وہ اتنا ہنگامہ کرتے کہ بے چاری ثمنی ملازمہ کے ہاتھ پری کو واپس بھجوا دیا کرتی تھیں ان کو بے حد فخر تھا اپنی محبت پر بے حد محبت کا دعویٰ بھی کرتے تھے اور یہ حقیقت بھی تھی۔ انہوں نے ثمنی کو وہ سب دیا تھا جس کی ہر عورت کو پانے کی خواہش ہوتی ہے مگر اپنی مردانہ تنگ نظری کے باعث پری کو وہ قبول نہ کر سکے تھے یہاں انہوں نے کمپرومائز نہیں کیا تھا سب خوشیاں دے کر بھی اس ایک خوشی سے محروم رکھا اور ثمنی کے اس درد کی اذیت وہ آج محسوس کر رہے تھے۔ ثمنی کے اس وقت آنکھوں سے گرتے آنسو ان کے دل پہ گر رہے تھے اس درد کی تکلیف شدت سے محسوس ہو رہی تھی اس پر ضمیر کے بوجھ نے ان کی تکلیف کو دوہرا کر دیا تھا۔

"تم بہت باہمت ہو ثمنی! کتنی جرأت و صبر سے تم اپنی بیٹی کی جدائی کا دکھ سہہ کر جیتی رہی صرف میری کھوکھلی انا و کمزور برداشت کے باعث تم نے اپنی ممتا و محبت کو روندھے رکھا تھا۔" انہوں نے ٹرانکولائزر کے زیر اثر سوتی ثمنی کو دیکھتے ہوئے سوچا۔

"ہمیشہ اپنی غلطی کا ادراک وقت گزرنے کے بعد ہی کیوں ہوتا ہے؟ جب وقت ہمارے ہاتھ میں ہوتا ہے بھلائی اور گمراہی کے راستے ہمارے اختیار میں ہوتے ہیں تو کیوں ہم بغض و خود غرضی کو اپنی بہتری اپنا حق جان کر گمراہی کی راہ پر چل پڑتے ہیں اور پھر جب وقت پلٹتا ہے اپنا بویا کاٹنے کا وقت آتا ہے تو خار ہی خار نقصان ہی حصے میں آتا ہے۔" وہ نم آنکھوں سے ان کا چہرہ دیکھتے ہوئے خود سے اعتراف کر رہے تھے تب ہی عشرت جہاں ملازمہ کے ہمراہ وہاں آئی تھیں۔

"ابھی بیدار نہیں ہوئی ثمنی!" وہ صوفے پر ان کے قریب بیٹھ گئیں۔

"نہیں، بہتر ہے ابھی یہ سوتی رہے بے حد اپ سیٹ ہوئی ہے۔"

"ہاں! اپ سیٹ تو ہوگی میری بچی کے نصیب میں اولاد کی جدائی کا دکھ ہی لکھا ہے۔ پری کی طرف سے اب کچھ مطمئن ہونے لگی تھی کہ سعود نے تو اسے ادھ مرا ہی کر ڈالا۔" عشرت جہاں بے سدھ پڑی بیٹی کے زرد چہرے کو دیکھتے ہوئے گویا ہوئیں۔ ملازمہ ان کو کولڈ ڈرنک سرو کر کے جا چکی تھی۔

"آنٹی! مجھے لگتا ہے یہ سب پریشانیاں ہماری وجہ سے ہیں۔ ہم نے شاید فیاض اور ثمنی کو جدا کر کے بہت برا کیا تھا، یہ سب اس کی ہی سزا ہے جو ہم وہ خوش گوار زندگی گزار ہی نہ سکے جس کے میں نے آپ اور مما نے خواب دیکھے تھے، ہم میں سے آج کوئی بھی پرسکون زندگی نہیں گزار رہا، علیحدہ علیحدہ دکھوں کی کسک ہماری زندگیوں کو بے سکون کیے ہوئے ہے، ہم نے جن پھولوں کو اپنے دامن میں بھرا تھا، وہ خار بن گئے۔"

عشرت جہاں نے کانپتا ہوا ہاتھ ان کے شانے پر رکھتے ہوئے آزردگی سے کہا۔

"ان پچھتاووں کی اذیت ناک تکلیف میں، میں بھی دن گزارتی آئی ہوں بیٹا! ثمنی کی خوشیوں کو تاراج کرنے میں، میں سب سے آگے تھی، اس وقت میں بیٹی کی محبت میں اس قدر خود غرض بن گئی تھی کہ سب فراموش کر بیٹھی اس کی خوشی میں ہی میری خوشی ہونی چاہیے تھی لیکن میں جانتی تھی وہ مڈل کلاس کا پروردہ لڑکا فیاض میری بیٹی کو وہ بہترین آسائشات بھری زندگی نہ دے سکے گا جو آپ اس کو دیتے اور وقت نے ثابت کیا آپ نے وہ کیا ہے بس ایسے میں وہ سب کرتی چلی گئی۔"

"لیکن آنٹی! میں ثمنی کو پا کر بھی کہاں پا سکا ہوں، مجھے اس کی ادھوری محبت حاصل ہوئی ہے، اس کے لبوں پر میں آج تک وہ مسکراہٹ و خوشی نہیں دیکھی جو فرسٹ ٹائم اس کے چہرے پر دیکھی تھی۔"

"ہماری خطائیں ہمارے ساتھ ہیں، ہم ندامت و پچھتاووں کا بھاری پتھر سینے پر رکھ کر جس طرح جی رہے ہیں وہ ہم ہی جانتے ہیں بیٹا مگر سارا قصور ہمارا ہی نہیں ہے ہم سے زیادہ فیاض کے گھر والے اس رشتے کو ناپسند کرتے تھے اگر ہم یہ نہ کرتے تو ثمنی کو فیاض کے ساتھ بسنے پھر بھی نہ دیا جاتا، وہاں سے اجڑنا اس کا مقدر تھا۔" افسردگی ان کے چہرے پر بھی چھائی ہوئی تھی ماضی کے شعلوں جیسے لمحات ان کی بوڑھی آنکھوں کو بھی نم کر گئے تھے۔

"آپ بھی افسردہ ہو گئی ہیں آنٹی! سعود کی غیر ذمہ داریوں نے میری آنکھوں سے کئی پردے ایسے ہٹائے ہیں جن سے میں آشنا ہی نہ تھا، اس وقت سے میں نے بھی سیکھا ہے کہ ہم غلطیاں انجانے میں کریں یا از خود سزا ان کی ہم کو برابر ملتی ہے اس درد سے ہمیں بھی واقف ہونا پڑتا ہے جو بے خبری میں ہم دوسروں کو دیتے ہیں۔"

"ہوں! یہ لین دین ساری زندگی کا معاملہ ہے مکافاتِ عمل سے بچنا ناممکن ہے۔ میں سوچ رہی ہوں چند دنوں کے لیے پری کو بلوالوں بہت عرصہ ہو گیا اس کو یہاں آئے ہوئے اسے دیکھ کر ثمنی سنبھل جائے گی۔"

❁ ❁ ❁
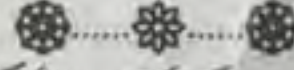
"تم مجھے کال نہیں کر سکتی تھیں؟ کیا ضرورت تھی چچا جان سے کہنے کی کہ وہ شوفر کو بھیجیں؟" وہ مین روڈ کی طرف ٹرن لیتے ہوئے بگڑے لہجے میں بولا اس کے چہرے پر خلاف معمول گہری سنجیدگی تھی۔

"میں نے کال نہیں کی، دادی جان نے مما سے کال کرنے کو کہا تھا۔"

"سو واٹ؟ تم خود کال نہیں کر سکتی تھیں مجھے؟ کسی کا احسان لینے کی ضرورت ہی کیا ہے اور وہ بھی اس بندے کا جو فیس سے ہی ڈفر لگ رہا ہے۔" اس کے چہرے کا تناؤ لہجے میں بھی موجود تھا۔

"میں نے آپ سے کہا نا وہ شوفر میری مرضی سے نہیں آیا تھا۔" اس کے سخت سرزنش والے لہجے پر وہ بھی ٹیمپر لوز کر گئی تھی۔

اس دھج سے خواہشوں نے کیا اہتمام عید

پلکوں پہ حسرتوں کے ستارے سجا لیے
اس دھج سے خواہشوں نے کیا اہتمامِ عید

ہر سال کی طرح اس سال بھی موہوم حسرتوں کو اپنی پلکوں پہ سجائے لوگ عید کے منتظر ہیں۔ جہاں ملک میں سیاسی تبدیلیوں نے عوام کی امیدوں کو ناتمام کیا وہیں بجٹ نے گرمی کے ساتھ ساتھ لوگوں پہ کافی گہرا اثر کیا۔ بڑھتی ہوئی مہنگائی و غربت کے باوجود ہزاروں مسائل کے درمیان عید ایک ایسا تہوار ہے۔ جب سب اپنی رنجشیں و حالات کی تلخیاں بھلائے عید کی تیاریوں میں جُت جاتے ہیں، کچھ پل کے لیے ہی سہی خوشیاں ان کے آنگن میں اتر آتی ہیں۔ اس بار عید یوں بھی دوہری اہمیت کی حامل ہے کہ ۱۴ اگست کو پاکستان ماشاء اللہ ۶۶ سال مکمل کر لے گا۔ عید کی خوشیوں میں آنچل آپ کے ساتھ شریک ہے اور اس رشتے کو خصوصی اپنائیت بخشنے کے لیے آنچل نے ایک خصوصی سروے کا اہتمام کیا ہے۔ سروے کے جوابات جلد از جلد مختصر لکھ کر ارسال کریں تاکہ زیادہ سے زیادہ قارئین بہنیں شرکت کر سکیں۔

۱) عید کے حوالے سے کوئی ایسا اہتمام یا خواہش جو اب تک پوری نہ ہو سکی ہو؟
۲) کوئی ایسی خاص ڈش جو سالوں سے بطورِ خاص روایت آپ کے گھر عید پر لازماً بنتی ہوں؟
۳) برسوں سے عید کارڈ کی روایت بطور تحفہ چلی آ رہی ہے کیا اب اس الیکٹرانک دور میں بھی آپ عید کارڈ کا استعمال کرتی ہیں؟

آپ ان سوالات کے جوابات مختصر تحریر کر کے 10 جولائی تک بذریعہ ڈاک یا ای میل ارسال کر سکتی ہیں۔

email:-info@aanchal.com.pk

"اور وہ گھونچو کس کی مرضی سے آیا تھا؟ یہ وہی شیری صاحب ہیں ناں جنہوں نے پارٹی والے دن آپ کی اجازت کے بغیر تصویریں اتاری تھیں؟" اندراسی کی کوکنگ کے باوجود طغرل کے لہجے سے آگ برس رہی تھی وہ مرد تھا اور پری سے شدید محبت کرتا تھا۔ اب نامعلوم یہ محبت کی کشش تھی یا مردانہ حس کا کمال وہ لمحوں میں شیری کی نگاہوں میں پری کا عکس دیکھ کر اضطراب و طیش میں مبتلا ہوچکا تھا اس کے دل میں شیری کے لیے شدید ناپسندیدگی و غصہ پیدا ہوا تھا۔

"جی یہ درست ہے انہوں نے بلا اجازت میری تصویریں بنائی تھیں مگر وہ اپنی اس بدتمیزی کی معافی مجھ سے اور دادی سے مانگ چکے ہیں۔"

"ہوں تم نے معاف کردیا ہے اس کو؟"

"بالکل! جب کوئی خلوص سے معافی مانگے تو معاف کرنا چاہیے۔"

"رئیلی! تم کسی کو معاف بھی کرسکتی ہو؟" لحہ بھر وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا حیرانی سے گویا ہوا۔

"ہاں بالکل! آپ اتنے سرپرائزڈ کیوں ہورہے ہیں؟" وہ شانے اچکا کر سادگی سے گویا ہوئی۔

"اس لیے کہ تم نے آج تک مجھے معاف نہیں کیا۔"

"بدتمیزی اور زیادتیوں میں بہت فرق ہوتا ہے طغرل بھائی! آپ جب سے یہاں آئے ہیں تب سے برابر پریشان کررہے ہیں مجھے۔"

"ہونہہ! تمہاری ہمدردیاں دوسروں کے لیے محفوظ ہیں تم مجھے صرف بلیم ہی کرسکتی ہو اتنی نفرت کرتی ہو تم مجھ سے؟" پری نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

❁......❁......❁
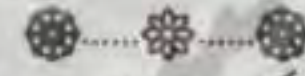
عادلہ گھر آئی تو اس کا بری طرح موڈ آف تھا وہ ہاتھ میں پکڑے شاپرز کارپٹ پر پھینک کر بیڈ پر بیٹھ گئی اس کے پیچھے ہی صباحت بھی چلی آئیں تھیں اور غصے سے گویا ہوئیں۔

"تم کو کیا ہوتا جارہا ہے عادلہ! حد ہوتی ہے غیر ذمہ داری کی بھی دوپہر سے گھر سے نکلی اور اب رات گئے آرہی ہو وہ بھی غبارے کی مانند منہ پھلا کر۔ جانتی بھی ہو یہاں کیسی شادی کی افراتفری مچی ہوئی ہے مگر تم کو کسی بات سے غرض نہیں ہے عائزہ کے سامان میں دلچسپی لے رہی ہو اور نہ ہی تم کو یہ احساس ہے کہ عائزہ کو تمہاری اس وقت کتنی ضرورت ہے۔"

"کیوں اتنا شور کررہی ہیں ممی! پری اس کی تمام خواہشات پوری کرتو رہی ہے پھر کیوں آپ مجھے سنا رہی ہیں؟" وہ ان کی طرف دیکھ کر بگڑے لہجے میں گویا ہوئی۔

"یہ ہی کمی رہ گئی تھی مجھ سے زبان درازی کرنے کی وہ بھی پوری ہوگئی آج۔ شاباش ہے بیٹا! آج زبان چلا رہی ہو کل جوتا کھینچ کر مارنا یہی تربیت کی ہے میں نے تمہاری۔ میرے ساتھ یہی ہونا چاہیے تھا۔ میں نے تم کو اتنی اہمیت دی ہے کہ شاید ہی اس دور میں بیٹیوں سے محبت کی جاتی ہے۔" عادلہ کے گستاخانہ لہجے پر وہ چراغ پا ہوکر گویا ہوئی تھیں۔

"میں نے ایسا کیا کہہ دیا ہے جو آپ اس قدر دکھی ہورہی ہیں میری سیدھی بات کو بھی آپ غلط سمجھ رہی ہیں ممی!" وہ شانے اچکا کر خفگی بھرے لہجے میں گویا ہوئی۔

"رہنے دو اپنی من مانیوں کو دوسروں کی غلطی قرار دے رہی ہو۔ پری کو دیکھو سوتیلی بہن ہوکر بھی ہر کام کو سنبھالے ہوئے ہے۔"

"آپ نے شروع سے ہمیں گھر کے کاموں سے دور رکھا اور پری پر ہی ہر کام کی ذمہ داری ڈالی پھر اب کیسے ہم یہ ذمہ داری اٹھاسکتے ہیں یہ بھی تو سوچیں آپ ممی۔" عادلہ کے جواب نے انہیں لاجواب کرڈالا وہ گڑبڑا کر رہ گئیں۔

"آپ اپنی شکایتیں لے کر بیٹھ گئیں میرے دل کا حال آپ کو معلوم نہیں ہے شیری نے بے حد دکھی کیا ہے مجھے۔" غصے و جھنجلاہٹ کے ساتھ آنسوؤں کی نمی بھی شامل ہوگئی تھی۔ اس کے لہجے میں صباحت کے چہرے پر ممتا لہرائی وہ نرمی سے گویا ہوئیں۔

"وہ شیری بھی تمہارے حلق میں پھنسی ہڈی بن گیا ہے جس کو نہ تم نگل سکتی ہو اور نہ ہی اگل سکتی ہو۔ عجیب لڑکا ہے وہ اب کیا کیا ہے اس نے جس سے تم دکھی ہوئی ہو؟"

"مجھے آج شام اس نے شاپنگ کرانے کا وعدہ کیا تھا اور نہیں آیا میں انتظار کرتے کرتے پاگل ہوگئی تھی ممی! اس کا سیل فون بھی آف جارہا ہے اس کا میں ٹیلر سے سوٹ لے کر واپس آگئی ہوں اور وہ ابھی تک غائب ہے نہ شرمندگی نہ معذرت کوئی رسپونس نہیں ہے اس کی طرف سے۔" وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑے بے حد پریشان تھی۔

"دفع کرو تم کیوں پروا کرتی ہو اس کی۔ بھول جاؤ اسے۔"

"بھول جاؤں اس کو؟ یہ آپ کہہ رہی ہیں ممی! یہ آپ کی ہی خواہش تھی آپ ہر قیمت پر اس کو اپنا داماد بنانا چاہتی تھیں۔" ان کی بات پر وہ چڑ چڑے پن سے گویا ہوئی۔

"عادلہ! تم تو ہر الزام اس طرح مجھ پر لگا رہی ہو جیسے تم ذی شعور نہیں ہو فیصلہ کرنے اور اپنی منوانے کی عادت تم میں نہیں ہے پہلے طغرل کے لیے دیوانی ہورہی تھیں اور اب شیری کے لیے پاگل ہو اور دوش دیتی ہو مجھے ہر ماں کی طرح میری بھی یہی خواہش ہے میری بیٹیوں کے مستقبل روشن ہوں۔ تم اپنے گھروں میں راج کرو۔"

"اوہو ممی! آپ مائنڈ کر گئیں میرا مطلب یہ نہیں تھا۔" ان کو کچھ زیادہ ہی برہم دیکھ کر عادلہ نے مسکرا کر ان سے لپٹتے ہوئے کہا۔

"بٹرنگ مت کرو اب مجھے احساس ہورہا ہے میں نے تم لوگوں کو حد سے زیادہ آزادی دے دی ہے عائزہ کی اتنی بڑی لغزش کے بعد بھی میں تم کو روکنے ٹوکنے کے بجائے تمہاری ہاں میں ہاں ملا رہی ہوں۔" ان کا لہجہ شکستہ تھا۔

"تو کیا ہوا ممی! میں نے آپ کے اعتماد کو قائم رکھا ہوا ہے۔"

"اچھا یہ سب تم فیاض اور اپنی دادی کو بتا سکتی ہو؟"

"ارے کیا ہوگیا ہے آپ کو ممی! یہ کیسی باتیں کررہی ہیں آپ؟" صباحت کا بدلا بدلا رویہ عادلہ کو متحیر کررہا تھا۔

"تم کو معلوم ہے تمہاری خالہ زینب مجھ سے کہہ رہی تھیں کہ مجھ سے تم لوگوں کی تربیت میں کمی رہ گئی ہے۔ تم میری بیٹیاں تو لگتی ہو مگر فیاض کی بیٹیاں ہرگز نہیں لگتی تم میں وہ وقار تمکنت اور حیا دکھائی نہیں دیتی جو فیاض اور اماں جان کے سراپے سے جھلکتی ہے۔"

"انہوں نے کہا اور آپ نے سن لیا؟" اس نے تنک کر کہا۔

"پھر کیا کرتی منہ توڑ دیتی اس کا؟ اور پھر کیوں توڑ دیتی وہ غلط ہی کیا کہہ رہی تھی ہمارے چہرے ہمارے مزاج ہمارے اندر کا پتا دیتے ہیں۔ ہمارا ایک ایک نقش بتاتا ہے ہمارا آپ بیان کرتا ہے جو ہم میں ہے۔"

"رہنے دیں ممی! آپ بھی کن کی باتوں میں آرہی ہیں زینب آنٹی کو ہم سے زیادہ پری سے محبت ہے اس دن دیکھا تھا آپ نے کس طرح اس سے ملی تھیں بات بات پر اس کو لپٹا رہی تھیں اور دادی سے کس طرح گھل مل کر باتیں کرتی رہی تھیں گویا وہ ہم سے نہیں دادی اور پری سے ملنے آئی ہوں۔" اس نے غصے سے سر جھٹک کر کہا۔

"ہاں وہ ہم بہنوں میں سب سے جدا ہے مزاج میں بھی اور خوب صورتی میں بھی۔"

"وہ اپنی خوب صورتی و مزاج کا جادو صرف سراج انکل پر ہی چلائیں کم از کم میں ان کی ایسی باتوں سے مرعوب ہونے والی نہیں ہوں۔"

"اس کے سامنے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے فٹافٹ چینج کرکے اماں کے روم میں آؤ آصفہ اور عامرہ کے گھر انویٹیشن کارڈ دینے جانا ہے۔" وہ کہہ کر وہاں سے چلی گئی تھیں۔

❁......❁......❁
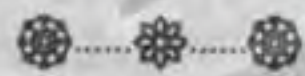
ہاجرہ اس کے لیے ایک بہترین دوست ثابت ہوئی تھی گو کہ عمروں میں ان کی خاصا فرق تھا لیکن دوستی میں عمروں کی نہیں سچائی و خلوص کی اہمیت ہوتی ہے اور جس تکلیف دہ وقت سے وہ گزر رہی تھی اس کڑے وقت میں اس کو جس محبت و اپنائیت کی ضرورت تھی وہ اس کو ہاجرہ کی پرخلوص دوستی میں مل گئی تھی اس دیار غیر میں اس کے زخمی دل پر وہ محبت سے مرہم لگارہی تھی اور اس نے بھی اپنا دل کھول کر اس کے آگے رکھ دیا تھا کوئی بات نہیں چھپائی تھی ہاجرہ افسردگی سے گویا ہوئی۔

"عورت پیار میں لٹتی ہے یا اعتبار میں یہی المیہ ہے عورت کا۔"

"ہاں ہاجرہ! پہلے میں نے اعوان پر بھروسہ کیا اور پھر ساحر مجھ سے محبت کا ڈھونگ رچا کر مجھے اس دنیا میں چھوڑ گیا جہاں سے واپسی کا کوئی راستہ دکھائی نہیں دیتا یہاں ہر سو اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔" ماہ رخ اپنا بھیگا چہرہ صاف کرتی ہوئی گویا ہوئی۔

"مرد کو جب اپنی طاقت کا بے جا غرور ہوجاتا ہے تو وہ طاقت کے نشے میں ڈوب کر فرعون بن جاتا ہے پھر وہ تمام ابلیسیت خود پر لازم کرلیتا ہے غفران احمر بھی تو ان ہی گمراہیوں کا مسافر ہے اس کی طرح اور بھی دوسرے لوگ ہیں جو یہاں حرم سجائے بیٹھے ہیں جن کا کام عورتیں ایک دوسرے کو گفٹ کرنا کسی کھلونے کی مانند دل بھرنے تک کھیلنا ہے اور جب ہمارے بالوں میں چاندی کے تاروں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے تو ہم ان جیسے عمر رسیدہ اور ہوس پرست مردوں کے لیے قابل قبول نہیں رہتیں پھر ہماری جگہ تم جیسی نوخیز کلیاں لے لیتی ہیں اور ان کے ابلیسی کھیل جاری رہتے ہیں۔"

"تم یہاں کیوں رکی ہوئی ہو ہاجرہ! چلی کیوں نہیں جاتیں' بھاگ جاؤ یہاں سے' باہر سے خوب صورت اور روشن دکھائی دینے والے ان محلوں کے اندر بے حد اندھیرا ہے بہت حبس و بے سکونی ہے۔" ماہ رخ اس کا جھریوں زدہ چہرہ دیکھتے ہوئے ہمدردی سے بولی۔

"یہاں آنے کے بے حد راستے ہیں مگر جانے کا ایک بھی نہیں ہے اس محل کی دیواریں غفران احمر کی طرح سخت و بے لچک ہیں ان میں اتنی بھی گنجائش نہیں ہے کہ ان سے کوئی سر ٹکرا کر ہی مر جائے۔ یہاں صرف موت ہی زندگی سے آزادی دلا سکتی ہے۔" ہاجرہ نے مغموم لہجے میں کہا' ماہ رخ کی آنکھیں پھر بھیگنے لگیں۔

"بہت دل لگ گیا ہے تمہارا اس کل کی آئی لڑکی کے ساتھ' ہر وقت تم اس کے ساتھ بیٹھی سرگوشیاں کرتی نظر آتی ہو۔" دلربا کی کڑک دار آواز پر وہ دونوں چونک اٹھی تھیں۔

"اوہو! ایک تو تم اس طرح دبے پاؤں آ کر ڈرا دیتی ہو دلربا! آؤ بیٹھو تم بھی ہمارے ساتھ باتیں کرو' کیوں غصہ کرتی ہو۔"

"کیوں بیٹھوں تمہارے ساتھ' نہیں بیٹھنا اس کے ساتھ جو میری دشمن ہے۔" وہ نفرت سے ماہ رخ کو گھورتی ہوئی بولی۔

"میں آپ کی دشمن نہیں ہوں دلربا! پھر میں آپ سے دشمنی کیوں کروں گی' میں آپ کی بے حد عزت کرتی ہوں۔" ماہ رخ نے آگے بڑھ کر لجاجت سے کہا۔

"یہ دشمنی نہیں تو کیا ہے' غفران احمر کو مجھ سے چھین لیا ہے' جب سے تم آئی ہو ان کو میری پروا نہیں رہی پھر کہتی ہو تم میری دشمن نہیں ہو۔"

"احمر کا رویہ بدلنے میں اس بے چاری کا کوئی قصور نہیں ہے اگر تم کو غفران احمر کی بے رخی کا اتنا ہی ملال ہے پھر یہ شکایت تم ان سے کیوں نہیں کرتی۔" ہاجرہ نے سنجیدگی سے کہا۔ وہ تن فن کرتی اس کی بات کو نظر انداز کرتی ہوئی واپس چلی گئی۔

❁……❁……❁
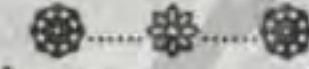
ثمیٰ بیٹے کی جدائی میں ہمت ہار کر بستر پر پڑ گئی تھیں کوئی غذا و علاج ان پر اثر انداز نہیں ہو رہا تھا وہ دن بہ دن کمزور ہوتی جا رہی تھیں۔ عشرت جہاں ان کو گھر لے آئی تھیں اکلوتی بیٹی کے پے در پے صدموں نے ان سے بھی زندگی کی خوشیاں چھین لی تھیں۔

منیر اور ثمیٰ شوہر کی وفات کے بعد ان دونوں بچوں سے ہی ان کی دنیا آباد تھی' منیر شادی کے کچھ عرصہ بعد ہی فیملی سمیت پاکستان سے چلا گیا تھا اس کا واپسی کا کوئی ارادہ نہ تھا وہ اپنی زندگی میں اتنا مگن تھا کہ کبھی ماں کو فون کرنے کی بھی فرصت نہ ملتی تھی ادھر ثمیٰ کے دکھوں میں وہ خود بھی گھل رہی تھیں عرصہ ہو گیا تھا کسی خوشی نے ان کے گھر کا رخ نہیں کیا تھا۔

"مما کن سوچوں میں گم ہیں آپ؟" ثمیٰ نے تکیوں کے سہارے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بیدار ہو گئیں بیٹا! میں حمیدن سے کہہ کر ناشتا بنواتی ہوں۔" وہ عینک درست کرتی ہوئی کھڑی ہونے لگی معاً وہ گویا ہوئی۔

"میرا ناشتے کا موڈ نہیں ہے مما! پلیز آپ بیٹھ جائیں۔"

"رات میں بھی کچھ نہیں کھایا تھا اور اب بھی منع کر رہی ہو اس طرح کمزوری بڑھے گی پھر بیماریاں پیچھا چھوڑنے والی کہاں ہیں کمزور پا کر وہ مزید حملہ آور ہوں گی میں جوس منگواتی ہوں' ناشتا کچھ دیر بعد کر لینا۔"

"ابھی تو میرا دل جوس کے لیے......"

"پلیز ثمیٰ! صفدر کا ہی خیال کرلو کچھ وہ پہلے ہی سعود کی طرف سے پریشانی و تفکرات میں گرفتار ہے' رہی سہی کسر آپ نے اس طرح خود کو کمزور کر کے پوری کر دی ہے وہ بچہ پریشانیوں میں گھر کر رہ گیا ہے۔" وہ اس کی بات قطع کر کے سخت لہجے میں گویا ہوئیں۔

"میں نے از خود کچھ نہیں کیا ہے' بیمار پڑنا غیر اختیاری عمل ہے مما۔"

"لیکن صحت مند ہونے کے لیے کوشش کرنا ہمارا کام ہے۔"

"مجھے نہیں معلوم مما' کیا درست ہے کیا غلط؟ میں یہاں سے کہیں دور جانا چاہتی ہوں' فرار چاہتی ہوں حالات کے ان لامتناہی سلسلوں سے تھک گئی ہوں میں۔ مسائل کے مزید وار اب قطعی برداشت نہیں ہوتے۔" عشرت جہاں نے بیٹی کے پژمردہ مرجھائے چہرے کو دیکھا جھک کر اس کے بالوں کو بوسہ دیا اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر شفقت بھرے لہجے میں بولیں۔

"حالات کی سختی و تنگی سے گھبرا کر شاید ایک عورت تو فرار حاصل کر سکتی ہے مگر میری جان! ایک ماں کبھی ایسا نہیں کرتی ہے' دلبرداشتہ مت ہو' رات جتنی سیاہ ہوتی ہے اس کا سویرا اتنا ہی روشن ہوتا ہے' آپ کے مقدر پر چھائی یہ سیاہ رات بہت جلد تمام ہونے کو ہے' یہ میرا دل کہتا ہے اور ایک ماں کا دل اولاد کے معاملے میں دھوکا نہیں دیتا۔"

"کاش ایسا ہی ہو مسرتوں کے لیے ترستے میرے دل کو بھی قرار مل جائے۔"

"پری کو بلالوں کافی عرصہ ہو چکا ہے اسے گھر آئے ہوئے صفدر بھی کہہ رہے تھے اب تو صفدر کو بھی اس کا احساس ہونے لگا ہے۔"

"جب دل پر چوٹ پڑتی ہے سارے احساسات بیدار ہو جاتے ہیں مما! کل تک جن پتھریلی راہوں کی میں مسافر تھی آج میرے ساتھ صفدر کو بھی مقدر نے ان رستوں پر چلنے کے لیے مجبور کر دیا ہے تو ان کو احساس ہو رہا ہے اولاد کی جدائی برداشت کرنا کس قدر مشکل ہے۔"

"آپ سے زیادہ اس دکھ کو کون سمجھ سکتا ہے ثمیٰ! کیا کروں' پری کو بلواؤں یا نہیں؟ آپ نے پہلے بھی پری کو بلوانے سے منع کر دیا تھا۔" وہ اس کی طرف دیکھتی ہوئی بولیں۔

"بلوالیں' میں سوچ رہی تھی ایسے ٹینشن زدہ ماحول میں نہیں بلواؤں مگر معلوم نہیں یہ کب ختم ہوں گی۔" انہوں نے کہتے ہوئے ملال سے آنکھیں موند لیں۔

❁……❁……❁
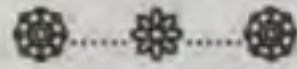
عائزہ کی شادی میں دو دن رہ گئے تھے آج شام میں اس کی ساس اپنے چند عزیزوں کے ساتھ آ کر اس کی رسم حنا ادا کر گئی تھیں گزشتہ شب اس کو مایوں بٹھایا جا چکا تھا آصفہ اور عامرہ اپنی فیملیز کے ساتھ موجود تھیں' برائے نام مہمان ہونے کے باوجود بھی گھر کا سناٹا ٹوٹ گیا تھا اور رونق پھیل گئی تھی ہر سو پھیلی بوجھل فضا خوش گواریت میں بدل گئی تھی۔ فاخرہ بری بھی ساتھ لائی تھیں اور سارا بری کا سامان یہیں چھوڑ گئی تھیں اس وقت تو سب نے ہی تکلفاً سامان سرسری سا دیکھا تھا۔ رات کھانے کے بعد لڑکیاں عائزہ کے کمرے میں چلی آئیں اور وہ تینوں سوٹ کیس میں سے سامان نکال کر خوب اچھی طرح جائزہ لے رہی تھیں۔ اماں جان بیڈ پر بیٹھیں پان بنانے کے ساتھ ساتھ تمام چیزوں کو بغور دیکھ رہی تھیں' زرق برق ملبوسات' جیولری اور دیگر سامان دیکھ کر صباحت بے حد خوش تھیں اول خوشی یہ تھی کہ بیش قیمت سارا سامان ان کی بیٹی کے لیے تھا۔ دوئم یہ احساس تفاخر ان کو مغرور کر رہا تھا کہ یہ تمام مان ان کے میکے کی طرف سے ان کی بیٹی کو مل رہا تھا' اگر بری ہلکی پھلکی ہوتی تو وہ سسرال میں اپنی ہتک محسوس کرتیں اور نہ اس طرح سے اکڑ کر باتیں بنا سکتی تھیں جس طرح بیٹھی ہوئی بنا رہی تھیں۔

"مجھے بالکل امید نہیں تھی بھابی اس طرح میری عائزہ کو چاہیں گی' یہ شادی کا سوٹ دیکھ رہی ہو ایک لاکھ سے اوپر کا ہے اور ولیمے کے سوٹ کا ابھی آرڈر دیں گی وہ اس سے بھی ڈبل قیمت کا ہے۔" وہ جھلملاتے بلڈ ریڈ اور بوتل گرین کلر کا لہنگا سوٹ اماں کو دکھاتے ہوئے گویا ہوئی تھیں اماں نے بھی پوتی کے لیے آنے والے اس عروسی سوٹ کو پسندیدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ماشاء اللہ! فاخرہ نے قلیل وقت میں بہترین تیاری کی ہے' بری کا سارا سامان ہی محنت و محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے' اللہ میری بچی کو برتنا نصیب کرے آمین۔"

"ہماری بھی یہی دعائیں ہیں بھابی! عائزہ اپنے گھر میں سدا خوش رہے لیکن ایک بات میرے دل کو نہیں بھاتی ہے۔" وہ چونک کر ان کی طرف متوجہ ہوئی۔

"فاخر اور عائزہ کا ولیمہ فاخرہ بھابی حج کی ادائیگی کے بعد کرنا چاہتی ہیں ابھی تو حج میں بھی کئی ماہ باقی ہیں یہ چند ماہ وہ سیر و تفریح میں لگائیں گے کسی ملک میں پھر حج کے لیے جائیں گے اس دوران چار پانچ ماہ صرف ہوں گے اور اتنے عرصے بعد ولیمہ کرنا اچھا لگے گا؟ ولیمہ سنت ہے اور سنت کے مطابق ان کو دوسرے دن ہی ولیمہ کرنا چاہیے آپ اپنی بھابی کو سمجھایئے اس بارے میں۔"

"ارے عامرہ! کیا سمجھاؤں بھابی کو؟ سمجھایا ان کو جاتا ہے جن کو ہم اچھی طرح جانتے نہ ہوں' اب یہ تو تم بھی خوب جانتی ہو فاخرہ بھابی اور بھائی جان کا حلقہ احباب کتنا وسیع ہے ہزاروں لوگوں کو انوائٹ کرنا پھر ارینجمنٹ کرنا آسان تو نہیں ہے میرے میکے والے فیاض کی طرح بے پروا نہیں ہیں جو اپنی اولاد کی خوشیوں کی بھی پروا نہیں کرتے۔ ہمارے خاندان میں اپنوں سے زیادہ غیروں کی پروا کی جاتی ہے دوسروں کا خیال رکھا جاتا ہے۔ اب وہ اس طرح چار مہمانوں کو بلا کر ولیمہ کرنے سے رہیں۔" وہ منہ بگاڑ کر گویا ہوئیں۔

"فیاض کو الزام دینا چھوڑ دو صباحت! جو نصیب میں لکھا ہے وہ ہو کر رہے گا۔" آصفہ نے سمجھایا تھا۔ وہ محض سر ہلا کر رہ گئیں۔

❁……❁……❁
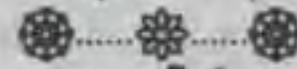
شادی کی وجہ سے صباحت آبرو کو ہاسٹل سے بلانے پر راضی ہو گئی تھیں اور آبرو آتے ہی پری کی پرچھائی بنی تھی وہ ہر دم اس کے ساتھ تھی اس وقت بھی وہ اس کی فرمائش پر سینڈوچ بنا رہی تھی معاً طغرل وہاں چلا آیا۔

"تم زیادہ تر کچن میں ہی کیوں موجود رہتی ہو؟ میرا مطلب ہے اندر عائزہ کے روم میں ساری لڑکیاں مہندی لگانے میں مصروف ہیں اور تم یہاں چولہوں کے آگے کھڑی کام میں مصروف ہو۔"

پری نے اس پر کوئی توجہ نہ دی خاموشی سے سینڈوچ میکر کو دیکھتی رہی۔

"میں تم سے بات کر رہا ہوں جواب دو میری بات کا۔ تم خود کو سمجھتی کیا ہو یار! ہمیشہ مجھے غصہ دلانے والی حرکتیں کرتی ہو پھر غصے میں مجھ سے کوئی گستاخی ہو جاتی ہے تو ناراض ہو کر بیٹھ جاتی ہو۔" اس کے انداز میں عجیب بے چارگی بھری تھکان موجود تھی۔

"میں آپ سے ناراض نہیں ہوں۔" اس نے پلیٹ میں رکھے ٹشو پیپر پر سینڈوچ رکھتے ہوئے تیکھے لہجے میں کہا۔

"پھر یہ منہ کیوں پھلا رکھا ہے؟"

"میرا منہ کیسا ہے اور کیسا نہیں اس کی آپ کو پروا کرنے کی ضرورت نہیں۔"

"مجھے بے حد پروا ہے تمہاری پارس۔" وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"تم کیوں بھاگ بھاگ کر ملازموں کی طرح کام کرتی ہو؟ چچا جان کی بیٹی ہو تم اس گھر پر تمہارا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا اور سب کا۔"

"آپ کو کیا معلوم پاپا کی مالی حالت کس قدر خستہ حال ہے بڑی مشکل سے انہوں نے اپنی عزت کا بھرم رکھا ہوا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے وہ اس وقت ایک ملازم افورڈ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ میں اس لیے بھاگ بھاگ کر کام کرتی ہوں کہ ان کو یا کسی کو یہ احساس نہ ہو کہ گھر میں مزید ملازم کی ضرورت ہے۔" وہ محض سوچ کر رہ گئی۔

"کیا سوچ رہی ہو کوئی پریشانی ہے تم مجھ سے شیئر کر سکتی ہو۔"

"مجھے میری زندگی جینے دیں طغرل بھائی! میری پروا کرنے کی آپ کو ضرورت نہیں ہے آپ کیوں بار بار مجھے پریشان کرتے ہیں؟" وہ جھنجلا کر گویا ہوئی تھیں۔

"بی کوز میں تم سے محبت کرتا ہوں اور اس بات سے مجھے کوئی سروکار نہیں کہ تم مجھے پسند کرتی ہو یا نہیں' میرے لیے میری یہ محبت ہی بہت ہے جو میں تم سے کرتا ہوں۔"

"خیالوں کی دنیا سے نکل آئیں باہر یہ دنیا صرف سبز باغ دکھاتی ہے' درحقیقت ہماری دنیا بہت ظالم و بے رحم ہے یہاں وہ ہوتا ہے جو ہماری خواہش کے برعکس ہوتا ہے پلیز طغرل بھائی مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں میں اتنی بہادر نہیں ہوں جو آپ کے اس انداز پر مسرت کا اظہار کر سکوں' میں آپ کے کسی بھی مذاق کی اہل نہیں ہوں پلیز بہت ہو گیا اب میرا پیچھا چھوڑ دیں۔" وہ کہہ کر تیزی سے وہاں سے نکل گئی اور طغرل ہکا بکا کھڑا رہ گیا تھا۔

"میں نے تم سے کہا تھا نہ تم چاہ کر بھی اس کو اپنی محبت کا یقین نہ دلا پاؤ گے' وہ علیحدہ نیچر کی غیر جذباتی لڑکی ہے پھر اس نے اپنے مما پپا کو اپنی محبت کو دفن کرتے دیکھا ہے جس میں اس کا وجود بھی دب چکا ہے' جو لڑکی جو اپنے باپ کے گھر میں ہی احساس ملکیت سے محروم کر دی گئی ہو کس طرح وہ محبت پر یقین کرے گی؟ اور وہ بھی تمہاری محبت پر۔" معید جو اس کے ساتھ تھا اور باہر کھڑا سب سن رہا تھا پری کے جانے کے بعد وہاں آ کر اس سے سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"تم نے قدم قدم پر اس کو ہرٹ کیا ہے اپنے طنز و تضحیک کا نشانہ بناتے رہے ہو اور اس طرح اچانک محبت میں مبتلا ہو جانا اس کے لیے ناقابل فہم ہے۔"

"محبت اور بخار میں بندہ اچانک ہی مبتلا ہوتا ہے یار' فرق صرف یہ ہے بخار دواؤں سے اتر جاتا ہے جبکہ محبت کے لیے کوئی دوا ایجاد نہیں ہوئی لیکن تم فکر نہیں کرو میں پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں ہوں' پارس کے سوا میری لائف میں کوئی اور لڑکی نہیں آئے گی' یہ میرا خود سے عہد ہے۔" اس کے لہجے میں سچائی اور اعتماد تھا۔

"وش یو گڈ لک یار! میری ساری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔" مسکراتے ہوئے وہ دونوں باہر نکل گئے' جبکہ کھڑکی کے پیچھے کھڑی عادلہ نے ان کی ساری باتیں سن لی تھیں' طغرل کی باتوں نے اس کے احساس محرومی کو مزید بھڑکا دیا تھا۔ نصیب کا بھی عجیب کھیل تھا' وہ طغرل کو پانے کی چاہ میں اپنا آپ اس پر نچھاور کرنے کو تیار تھی جواباً اس کو طغرل کی دھتکار و بے اعتنائی نصیب ہوئی اور اب اسی انداز میں پری طغرل کے جذبوں کو جھٹک چکی تھی مگر پھر بھی وہ کہہ رہا تھا کہ وہ پیچھے نہیں ہٹے گا...... پری کو حاصل کر کے رہے گا۔

"دیکھتی ہوں میں بھی مسٹر طغرل! تم میرے نہیں ہوئے تو پری کے بھی نہیں ہو گے' میں خود سے وعدہ کرتی ہوں۔ تم دونوں کی جدائی تک میں سکون سے بیٹھنے والی نہیں ہوں خواہ ایسا کرنے کے لیے مجھے کچھ بھی کرنا پڑے۔" اس نے نفرت سے مٹھی بھینچتے ہوئے سوچا۔

❁......❁......❁
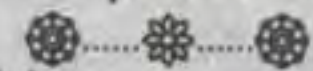
"اماں جان میں نے سنا ہے کہ آپ ہمارے ساتھ نہیں چل رہیں۔ فاخر کو انگوٹھی پہنانے کے لیے۔" صباحت حیرت سے بولتی ہوئی آئی تھیں۔

"ٹھیک سنا ہے۔ بہو! یہ چھوٹی سی رسم ہے تم لوگ جاؤ میرے گھٹنے ویسے ہی درد سے اکڑ رہے ہیں' وہاں بے آرام ہوں گی میں۔" ان کے لہجے میں نرمی اور محبت تھی صباحت قریب بیٹھ کر بولیں۔

"نہیں اماں! آپ کو ساتھ ہی چلنا پڑے گا ہم پہلی بار تو اس رشتے سے وہاں جا رہے ہیں آپ ہماری بزرگ ہیں آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے ہمیں اور فاخر کو شگون کی انگوٹھی آپ ہی پہنائیں گی۔"

"تم پہنا دینا صباحت تم نے پہنائی یا میں نے ایک ہی بات ہے کل فاخر بارات لے کر آئے گا تو میں مل لوں گی اس سے اور دعائیں تو اپنے بچوں کے لیے میں ہر وقت کرتی ہوں۔"

"اماں جان آپ کو چلنا پڑے گا یہ میری ہی نہیں فیاض کی بھی خواہش ہے۔"

"میں بھی چلی گئی تو عائزہ کے پاس کون رہے گا گھر میں؟" ان کے پُرزور اصرار پر وہ جزبز ہو کر گویا ہوئیں۔

"عائزہ کی آپ فکر مت کریں' عادلہ رہے گی اس کے پاس پھر فیاض اور دیگر ملازم گھر میں ہیں عائزہ تنہا گھر میں نہیں ہو گی' بس آپ جلدی سے تیار ہو جائیں ہم سب بھی تقریباً تیار ہی ہیں۔" وہ کہہ کر کمرے سے نکل گئیں' اماں نے ان کی خوشی کی خاطر ساتھ جانے کا ارادہ کر لیا۔

صباحت تیز تیز قدموں سے کوریڈور سے گزر رہی تھیں جب انہوں نے پری کو کچھ سامان ہاتھوں میں تھامے اپنے کمرے کی طرف جاتے دیکھا وہ سرعت سے اس کے قریب آئیں اور تیز لہجے میں پوچھنے لگیں۔

"ارے یہ تو لہنگا سوٹ ہے جو کل عائزہ کو زیب تن کرنا ہے' تم یہ کہاں لے جا رہی ہو...... اور کس کی اجازت سے؟"

"وہ دادی جان نے کہا تھا میں یہ پریس کر کے ہینگ کر دوں۔" ان کی تیز نظروں اور تیکھے لہجے سے وہ بری طرح گھبرا گئی تھی۔

"سارے نوکر چاکر مر گئے ہیں کیا' جو تم یہ سب کرنے چلی ہو؟"

"ممی! دادی جان کا خیال ہے یہ اتنا قیمتی سوٹ ہے خیرون سے خدانخواستہ جل گیا تو بہت برا ہو گا۔"

"ہونہہ' یہ دو مجھے۔" انہوں نے آگے بڑھ کر اس سے سوٹ چھین لیا۔ "صاف کیوں نہیں کہتی جل گئی ہو میری عائزہ کی اتنی اچھی بری دیکھ کر تمہارے سینے پر سانپ لوٹ گئے ہوں گے سوتیلی بہن کے اتنے اچھے نصیب دیکھ کر' تم نے جرأت کیسے کی میری بچی کے بری کے سامان کو ہاتھ لگانے کی' غضب خدا کا میں نہ دیکھتی تو تم نا معلوم کیا کر گزرتی حسد میں۔"

"ارے کیا ہوا صباحت خیر تو ہے سب؟" آصفہ وہاں آ کر بولیں۔ عامرہ بھی ان کے پیچھے آ رہی تھیں اور پری ان کے تابڑ توڑ حملوں کی زد میں کھڑی رہ گئی تھی' مارے سکی کے اس سے ایک قدم بھی نہیں اٹھایا گیا تھا۔

"کیا بات ہوئی ہے بھابی جان! کیوں اس قدر اشتعال میں ہیں آپ؟" عامرہ نے پسینہ پسینہ ہوتی پری کو دیکھتے صباحت سے استفسار کیا۔

"میری بچی کا عروسی لباس یہ جلانے جا رہی تھی آپا! وہ تو شکر ہے میں نے دیکھ لیا ورنہ میری بچی کو سسرال جا کر کیا کچھ نہ سننا پڑتا اس کی وجہ سے اب جو معصوم صورت بنائے کھڑی ہے۔"

"پری اپنے روم میں جاؤ۔" آصفہ نے نرم لہجے میں کہا۔

"بھابی شاید آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے پری ایسا کیوں کرے گی؟ پری جانے سے قبل بات صاف کر کے جاؤ' کیا بھابی درست کہہ رہی ہیں؟" عامرہ نے استفسار کیا تھا۔

"تم سوٹ جلانے کا ارادہ رکھتی تھیں؟" آصفہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"پھپو! مجھ سے دادی نے یہ سوٹ پریس کرنے کا کہا اور میں ممی کی اجازت کے بنا یہ کام کر رہی تھی' یہی جرم ہے میرا۔" اس نے بہت ضبط سے آنسو روکتے ہوئے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔

"دیکھا' کس طرح منہ چھپا کر بھاگی ہے حاسد کہیں کی' وہ پری کو جاتے دیکھ کر قدرے تیز لہجے میں گویا ہوئیں۔

"آپ غلط فہمی کا شکار ہو رہی ہیں پری حسد کرنے والوں میں سے نہیں ہے ہر کام اس نے آگے بڑھ کر کیا ہے اپنا حق نبھا رہی ہے وہ اور پھر حسد کرنے والے الگ ہی نظر آتے ہیں بھابی جان!" آصفہ نے کہا۔

"بس بہت ہو چکا صباحت! تم اس سوتیلے سگے کے چکر سے باہر نکل آؤ' خوامخواہ رشتوں میں تفریق پیدا کر کے محبتوں میں فاصلے مت بڑھاؤ' بیٹیاں تو مہمان ہوتی ہیں بابل کے آنگن میں آج عائزہ کے نصیب کھل گئے ہیں کل پری بھی رخصت ہو جائے گی' ساری چڑیائیں اڑ جائیں گی اپنے اپنے آشیانوں کی جانب اور ہم اس وقت کو یاد کر کے آبدیدہ ہوا کریں گے جب یہ چڑیائیں ہمارے آنگن میں چہچہایا کرتی

تھیں۔'' آصفہ نے جذباتی انداز میں کہہ کربات ختم کردی تھی۔

وہ وہاں سے نکل کر سیدھی لان میں چلی آئی یہ لان کا نیم تاریک گوشہ تھا وہ گھاس پر گرنے والے انداز میں بیٹھی اور بے آواز رونے لگی اس کی تمام محنت ومحبت خلوص وفرض پر صباحت کی نفرت وتنفر غالب آچکا تھا ہر بار کی طرح اس بار بھی ان کے سوتیلے پن کا وار اسے گھائل کر گیا تھا۔ وہ ان کے اس لہجے کی عادی تھی بچپن سے ان کا رویہ ایسا ہی رہا تھا۔ اس کی اچھائی ہمیشہ ان کی نگاہ میں برائی ہوتی اور وہ بھی کوئی ڈرپوک یا کمزور لڑکی نہ تھی ان کے اس رویے کو بہت پراعتماد طریقے سے برداشت کرتی آرہی تھی کبھی کبھی ان کی بدگمانی پر وہ اس طرح جذباتی ہوتی تھی کہ آنسو رک نہیں پاتے تھے۔ کچھ دیر تک وہ اپنے دکھ کو آنسوؤں میں بہاتی رہی پھر چہرہ دھو کر اندر آئی تو عادلہ اس کے قریب آئی تھی۔

''پری...... پری کہاں تھیں تم؟ میں نے تمہیں ہر طرف ڈھونڈا۔''

''میں لان میں تھی کیوں ڈھونڈ رہی تھیں مجھے؟''

''پلیز تم عائزہ کے پاس رک جاؤ تم کو معلوم ہے۔'' ممی بضد ہیں مجھے عائزہ کے پاس چھوڑ کر جانے کے لیے مایوں مہندی میں ہونے والا ہلہ گلہ مجھے بہت پسند ہے پھر ہمارے ساتھ شیری بھی جائیں گے اگر میں نہ گئی تو وہ بھی نہیں جائیں گے۔'' وہ ایک سانس میں بولتی چلی گئی حسب عادت اپنی غرض پر اس کا لہجہ التجایئہ تھا پری نے اس کی طرف دیکھا اور سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

''ممی نے مجھ سے نہیں کہا کہ...... میں عائزہ کے پاس رک جاؤں اور یہ وہ پسند بھی نہیں کریں گی میں عائزہ کے پاس رہوں۔''

''کیا تمہارا ابھی مہندی کے فنکشن میں جانے کا ارادہ ہے؟'' وہ چونک کر بولی۔

''نہیں...... میں نہیں جاؤں گی۔'' وہ آہستگی سے گویا ہوئی۔

''اچھا ہے تم بور ہی ہوگی۔ تم کو ایسے فنکشن کہاں پسند ہیں نہ جاؤ یہی ٹھیک ہے پھر عائزہ کے پاس ہی رک جاؤ اپنے روم میں کیا کرو گی میں جا کر ممی سے کہتی ہوں تم نہیں جارہیں ہمارے ساتھ تم عائزہ کے پاس رہو گی۔ دیکھنا ممی کو میں ابھی کسی طرح راضی کرتی ہوں۔'' اس نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا اور تیزی سے وہاں سے چلی گئی۔

''کب تک اپنے جذبوں کی قربانی دیتی رہو گی تم؟ قربانیاں اچھے لوگوں کے لیے دی جاتی ہیں جو ان جذبوں کی قدر کرتے ہوں۔ ایسے لوگوں کی خاطر کیوں خود کو سولی پر لٹکاتی ہو جو تمہارے مرنے پر ایک آنسو بھی بہانے والے نہیں ہیں۔'' طغرل ستون کی آڑ سے نکل کر گویا ہوا۔

''میں قربانی نہیں دے رہی۔ میرے سر میں درد ہے اس وجہ سے نہیں جارہی اور ویسے بھی مجھے ایسی تقریبات سے چڑ ہے۔'' اس کو اچانک سامنے دیکھ کر وہ گڑبڑا گئی تھی۔ اپنا دفاع کرنے کے لیے اس کا لہجہ پراعتماد تھا مگر لہجہ کا کھوکھلا پن اس کو خود بھی محسوس ہورہا تھا۔

''تم اس گھر کی فرد ہو یارس! فیاض چچا کی بیٹی ہو اس گھر پر تمہارا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا عادلہ اور عائزہ کا ہے عادلہ کون ہوتی ہے تم کو اپنی مرضی پر چلانے والی؟ تم اس کی ملازمہ نہیں ہو تم سب کے ساتھ جاؤ گی۔'' اس نے کمرے سے نکلتے ہوئے عادلہ کی آخری گفتگو سن لی تھی وہ بد مزگی کے خیال سے عادلہ سے کچھ نہ بولا پر اس کے جاتے ہی وہ ستون کی آڑ سے نکل کر بگڑے تیوروں سے اسے سمجھا رہا تھا۔

''میرا موڈ نہیں ہے۔ میں خود جانا نہیں چاہتی پلیز آپ کو میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ میرا پرسنل میٹر ہے۔'' وہ سخت لہجے میں کہہ کر آگے بڑھ گئی طغرل نے گہرا سانس لیا۔ صباحت نے عادلہ کی بات سن کر غصے سے کہا۔

''تم ازحد سیلفش لڑکی ہو عادلہ! تم کو خود بہن کے پاس رکنا چاہیے تھا لیکن تم اپنی ذمہ داری پری پر ڈال آئی ہو ہمیشہ اپنا مفاد دیکھتی ہو تم۔''

''اس میں خود غرضی کی بات کہاں سے آگئی ہے ممی! مجھے فاخرہ سے دودھ پلائی کا نیگ وصول کرنا ہے سالی ہوں میں ان کی میرا جانا ضروری ہے پری عائزہ کے پاس رک جائے گی تو کیا ہوگا؟'' اس نے بے پروائی سے شانے اچکاتے ہوئے کہا تھا۔

''وہ تمہاری سگی بہن نہیں ہے شادی کے اس حسین موقع پر میں نہیں چاہتی کوئی بدشگونی ہو یا وہ لڑکی کچھ ایسا ویسا کردے جو میری بچی کی زندگی کی خوشیوں کو خاک میں ملادے۔''

''اب ان باتوں کا کیا مقصد ہے جب ساری تیاریوں میں وہ آگے آگے رہی پھر اب ایسی باتیں سمجھ سے بالاتر ہیں۔'' اس نے بالوں میں برش کرتے ہوئے منہ بنا کر کہا۔

''صاف بات یہ ہے کہ تم یہاں رکنا ہی نہیں چاہتی تم کو بہن کی پروا نہیں ہے اس کی خوشیوں سے اپنی خوشیوں کی فکر ہے۔''

''اوہ ہو ممی! کیوں اتنا ہائپر ہورہی ہیں؟ اتنی منت سماجت کے بعد میں نے شیری کو ساتھ چلنے کے لیے راضی کیا ہے وہ تیار ہوکر آرہے ہیں اور آپ ہیں کہ زبردستی یہاں مجھے رکنے پر مجبور کرنا چاہ رہی ہیں لیکن میں رکوں گی نہیں سب کو اپنی زندگی جینے کا حق ہے اپنی مرضی سے۔'' وہ تمام لحاظ بالائے طاق رکھ کر بے رخی سے گویا ہوئی۔

فرح ناز

اسلام علیکم! تمام آنچل اسٹاف اور آنچل قارئین کو محبتوں بھرا اسلام قبول ہو۔ لو جی ہم سے ملیے ہم ہیں فرح ناز! میری آنچل سے وابستگی میری دوست کے ذریعے ہوئی (عمارہ انمول) آنچل میں ''جھیل کنارہ کنکر'' نازیہ آپی کا مکمل ناول سب سے زیادہ پسند ہے۔ یہی وجہ بنا آنچل پڑھنے کی اب سمیرا شریف طور بھی فیورٹ ہیں۔ یہ تو بات تھی آنچل کی اب اپنی طرف آتے ہیں۔ میرے چار بھائی اور میں اکلوتی بہن ہوں۔ بی کام کی طالبہ ہوں ٹیچرز میں میری فیورٹ ٹیچر صائمہ ہیں اور میری بہترین دوست یہ ہیں اریبہ سونیا عمارہ سارہ۔ مجھے سادگی بہت پسند ہے اور خود بھی سادہ رہتی ہوں۔ کھانے میں چاول بہت پسند ہیں لیکن جو پکا ہو خوشی سے کھا لیتی ہوں۔ اگر آنچل کے ذریعے کوئی مجھ سے دوستی کرنا چاہے تو موسٹ ویلکم! شکریہ۔

''یہ تم مجھ سے کہہ رہی ہو عادلہ میں نے تم کو کس حق سے محروم رکھا ہے بتاؤ تو سہی مجھے بھی معلوم ہو میں کتنی ظالم ہوں؟ کتنے حق ضبط کیے ہیں میں نے تمہارے؟'' اس کی ہٹ دھرمی پر وہ شاکڈ انداز میں گویا ہوئیں۔

''کم ان ممی ٹمپر لوزمت کریں اپنا پلیز ریڈی ہوں جا کر میں بھی ریڈی ہوتی ہوں۔'' اس نے کاندھے اچکاتے ہوئے کہا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

❁......❁......❁
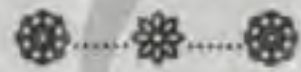
غفران احمر کا شمار ملک کے بڑے سوداگروں میں ہوتا تھا اس کا مال تجارت پوری دنیا میں امپورٹ ہوتا تھا اس کی دوستیاں بھی کاروبار کی طرح وسیع تھیں۔ ان دوستیوں کو مضبوط کرنے کے اس کے اپنے ہی طریقے تھے جس میں صنف مخالف کا استعمال سرفہرست تھا۔ ماہ رخ کو وہ اپنے دوستوں اور بزنس کے سلسلے میں ملنے والے لوگوں سے بھی ملوانے لگا تھا اس کا نوخیز حسن وکم عمری غفران احمر کے لیے سودمند ثابت ہورہی تھی مشکل وناممکن کام ماہ رخ کی بدولت سہل ہوگئے تھے۔ وہ اس کے لیے سونے کی چڑیا تھی جس سے وہ بہت پیار کا اظہار کرتا تھا اس کی خوب صورتی کے گن گاتا پھر ضروری تو نہیں ہے کسی کو مقید کرنے کے لیے رسی اور زنجیر کا ہی سہارا لیا جائے کچھ قیدی ایسے بھی ہوتے ہیں جو مکروفریب بھرے پیار اور سازشی محبت کی زنجیروں سے جکڑے جاتے ہیں وہ بھی جکڑی گئی تھی ایسی ہی نادیدہ زنجیروں سے جن سے چاہ کر بھی رہائی ممکن نہ تھی آج صبح ہی وہ غفران احمر کے ایک دوست کے ساتھ ایک ہفتہ گزار کر آئی تھی اور بیڈروم میں غفران احمر تکیوں کے سہارے نیم دراز قہوہ پیتے ہوئے خوش گوار موڈ میں پوچھ رہا تھا۔

''مرسلین غیاث بہت تعریفیں کررہا تھا تمہاری۔ بہت خوشی ہوئی ہے اس کو تمہارے ساتھ وقت گزار کر بہت اصرار کررہا تھا تم کو اپنے یہاں کچھ عرصہ مہمان بنانے کے لیے مگر میں نے صاف انکار کردیا۔'' وہ ڈریسنگ کے سامنے بیٹھی اپنے سنہری بالوں میں برش کررہی تھی۔ اس کے چہرے پر دھیمی مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی غفران آئینے میں نظر آتے اس کے عکس کو دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''مرسلین کے دل میں تم نے یہ بات اچھی طرح بٹھادی ہے نا...... قالینوں کا سارا لین دین وہ اب ہم سے ہی کرے گا؟''

''یہ بات آپ نے اس سے کیوں نہیں پوچھی؟''

''میں اس سے کیوں پوچھوں گا؟'' اس کے سرد لہجے میں ناگواری ابھری۔

''اسی ڈیل کو فائنل کرنے کے لیے میں نے تم کو اس کے ساتھ بھیجا تھا۔ محض سیر سپاٹے کرنے کے لیے نہیں بھیجا تھا۔ دوسال سے اس نے ہم سے خریداری ختم کررکھی ہے جس سے نقصان ہورہا ہے۔''

''اوہ ڈارلنگ بدگمانی کی باتیں کیوں کرتے ہیں کیا آپ کو مجھ پر اتنا بھروسہ نہیں ہے کہ میں آپ کا کام کراسکتی ہوں یا نہیں؟'' وہ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے ادائے دلربائی سے گویا ہوئی۔ غفران احمر نے قہوہ کی پیالی ٹیبل پر رکھی اور اس کے ہاتھ تھام کر ترنگ میں بولا۔

''تمہاری ان ہی اداؤں کا میں دیوانہ ہوں میری رانی! میں تمہیں دل سے چاہتا ہوں جتنی محبت تم سے ہے اتنی محبت کسی سے نہیں کرتا محل میں جا کر ان تمام عورتوں سے پوچھو غفران احمر نے کسی کے ساتھ بھی اتنا وقت نہیں گزارا جتنا میں تمہارے ساتھ گزارتا ہوں۔'' وہ اس کے مخروطی ہاتھوں کو چومتے ہوئے کہہ رہا تھا ماہ رخ بے حس وحرکت بیٹھی ہوئی تھی اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی لیکن آنکھوں میں نفرت وکراہیت بھری ہوئی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی زندگی کس ڈگر پر چل پڑی ہے کہ ایک عورت سے اس کو فاحشہ بنادیا گیا وہ کیا بننے نکلی تھی اور کیا بن گئی۔

''مجھے ایک عرصہ بعد ایک دوست سے ملنے شہر سے باہر جانا ہے وہاں قیام کچھ طویل بھی ہوسکتا ہے جب تک تم یہاں خوب آرام کرو دلربا تمہارا خاص خیال رکھے گی وہاں سے واپسی پر تم کو ایک اہم کام کے لیے ایک دوست کے پاس بھیجوں گا۔'' غفران احمر اسے اپنی پلاننگ سے

آ گاہ کررہا تھا جبکہ وہ اپنی سوچوں میں مگن تھی۔

❀.....❀.....❀

فیاض صاحب بے حد نرم مزاج اور درگزر کرنے کے عادی تھے لیکن عائزہ کو وہ معاف نہ کرسکے رات جب گھر کے سب لوگ فاخرہ کی رسم حنا کے لیے گئے ہوئے تھے پری عشاء کی نماز پڑھنے میں مشغول تھی عائزہ دبے قدموں سے ان کے کمرے کی طرف آئی تھی۔ کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا وہ کانپتے قدموں اور دھڑکتے دل کے ساتھ اندر داخل ہوئی وہاں لائٹ بے حد کم تھی جس کے باعث نیم اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ فیاض صاحب سامنے ہی ایزی چیئر پر براجمان تھے۔

کھلی کھڑکی سے باہر خلاؤں میں ان کی نگاہیں بھٹک رہی تھیں۔ اس کی آہٹ پر وہ چونکے ضرور تھے مگر اسی انداز میں بیٹھے رہے شاید وہ اس کے ہاتھوں و پاؤں میں لگی مہندی کی مہک سے سمجھ گئے تھے چند لمحوں قبل ان کے چہرے پر پھیلا حزن و اضمحلال کرختگی و خفگی میں بدل گیا تھا انہوں نے اس کی طرف دیکھنے کی سعی بھی نہ کی۔

''پاپا...... '' عائزہ نے روتے ہوئے پکارا۔

''جہاں ہو وہیں رک جاؤ' تم نے جرأت کیسے کی یہاں آنے کی؟'' اس کی جانب سے رخ موڑتے ہوئے وہ سخت پر جلال لہجے میں بولے۔

''پاپا...... پاپا مجھے معاف کردیں۔ مجھ سے غلطی ہوئی بہت بڑی بھول ہوگئی پلیز مجھے معاف کردیں۔'' وہ ان سے کچھ فاصلے پر رک گئی تھی اور بے تحاشہ رو رہی تھی۔

''یہاں سے چلی جاؤ عائزہ! میں تمہاری صورت تک دیکھنا نہیں چاہتا۔''

''فار گاڈ سیک پاپا ایسا مت کہیں' میں بہت نالائق بیٹی ہوں میں نے آپ کا دل دکھایا ہے آپ کے اعتماد کو ریزہ ریزہ کیا ہے آپ کو حق ہے سزا دینے کا آپ جو چاہیں سزا دیں مجھے پاپا' مگر مجھے معاف کردیں آپ کی ناراضی مجھے جینے نہیں دے گی۔'' وہ تیزی سے ان کے قدموں میں بیٹھ کر روتے ہوئے کہہ رہی تھی فیاض سرعت سے دور ہوئے اور بارعب لہجے میں گویا ہوئے۔

''سزا تو تم نے دی ہے مجھے باپ ہونے کی مرتے دم تک اس اذیت کو بھگتوں گا میں' اگر مجھے اپنی دوسری بیٹیوں کے فیوچر کی پروا نہ ہوتی تو میں تمہارا وہ حال کرتا کہ تمہیں گمراہ کن لڑکیوں کے لیے نشان عبرت بنا دیتا پھر کوئی لڑکی تمہاری طرح ماں باپ کی عزت کو خاک میں ملانے سے بہتر خود خاک میں مل جانا پسند کرتی۔'' وہ شدید اشتعال میں چیخ رہے تھے کچھ فاصلے پر کھڑی عائزہ زار و قطار روتے ہوئے خوف و صدمے سے کانپ رہی تھی ان کے چیخنے کی آواز سن کر پری بھی وہاں آ گئی تھی اور ہمت کرکے گویا ہوئی۔

''پاپا آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے پلیز...... آپ لیٹ جائیں۔''

''اس کو یہاں سے لے جاؤ پری' اس کی موجودگی مجھے تکلیف دے رہی ہے آگ میں جل رہا ہوں میں...... آگ میں......'' وہ کسی ٹوٹے ہوئے شہتیر کی طرح بیڈ پر لیٹ گئے۔ پری نے روتی ہوئی عائزہ کا ہاتھ تھاما اور باپ کو دیکھتے ہوئے وہاں سے نکل آئی ان کے چہرے پر شدید تکلیف تھی وہ عائزہ کو لے کر کمرے میں آئی تو وہ اس سے لپٹ کر رونے لگی۔

''عائزہ! چپ ہو جاؤ پلیز اس طرح مت رو۔''

''پری! پاپا مجھ سے ناراض ہیں اتنے شدید ناراض کہ میری طرف دیکھنا بھی ان کو پسند نہیں ہے ان کو مجھ سے نفرت ہوگئی ہے۔''

''پاپا بے حد تکلیف میں ہیں تم خود کو سنبھالو میں ان کو جا کر دیکھتی ہوں۔'' وہ اس کو تسلی دے کر باہر آئی تو طغرل اندر چلا آیا اس کو دیکھ کر پوچھنے لگا۔

''خیریت تو ہے نا؟ بہت پریشان نظر آرہی ہو' کیا ہوا ہے؟''

''پاپا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے عائزہ ان سے معافی مانگنے گئی تھی وہ بہت غصے میں تھے۔ مجھے ڈر ہے کہیں ان کا بی پی نہ شوٹ کر گیا ہو۔ وہ اسٹریس میں ہیں۔'' پری رندھی ہوئی آواز میں اس سے گویا ہوئی تھی۔

''ڈونٹ وری' میں اسی لیے آنٹی کے ساتھ نہیں گیا تھا میں نے فیل کیا تھا چچا جان ٹینس ہیں۔ تم ڈنر کا بندوبست کرو میں چچا جان کو ریلیکس کرنے کی کوشش کرتا ہوں...... اوکے۔'' وہ گہری نظروں سے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا جہاں معمولی سرخی تھی آنکھیں بھی قدرے سوجی سوجی شدت گریہ وزاری کا پتا دے رہی تھیں بلیو اینڈ پرپل سوٹ میں اس کا حسن خاصا سوگوار تھا۔

''تم روئی ہو پارس۔'' وہ گمبھیر لہجے میں سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"جی عائزہ کی جدائی کے خیال سے رونا آ گیا تھا جس طرح اور جن حالات میں اس کی شادی ہو رہی ہے۔" وہ کہہ کر چلی گئی تھی۔

بارات آ چکی تھی نکاح کا مرحلہ بھی طے ہو چکا تھا گھر کے وسیع و عریض لان کو خوب صورت طریقے سے ڈیکوریٹ کر کے مہمانوں کے لیے تیار کیا گیا تھا جہاں مہمانوں کی گہما گہمی تھی۔ قہقہے، مسکراہٹیں، رنگ اور خوشبوئیں ہر سو بکھری ہوئی تھیں۔ عائزہ دلہن بنی اسٹیج پر بیٹھی تھی پر اعتماد طنزیہ گفتگو کرنے والی عائزہ اپنی تمام تیزی و طراری بھول بیٹھی تھی۔ اس نے اس خاص دن کے لیے سنہرے سپنے دیکھے تھے۔ بے حد ارمان دل میں جن کو پورا کرنے کے لیے اس نے گھر کے اصول توڑے تھے۔ والدین کے بھروسے واعتماد کو ٹھیس پہنچائی تھی۔ جن کا انجام وہ بھگت رہی تھی۔ یہ اس کی خوش قسمتی تھی یا کسی نیکی کا اجر کہ اس کی عزت محفوظ رہی تھی۔ لیکن وہ باپ کی نگاہوں میں ہمیشہ کے لیے غیر اہم ہو گئی تھی اور یہ اس کے لیے سب سے بڑا صدمہ تھا۔ جس کی تلافی ممکن ہی نہ تھی۔ جس کا ازالہ کسی صورت ممکن نہ تھا۔

جذبات کا دریا جب چڑھتا ہے تو سماعتیں اپنے دل کی ہی آوازیں سنتی ہیں۔ نگاہیں اپنے مطلوب کے گرد ہی رقصاں رہتی ہیں باقی سب اوجھل ہو جاتا ہے اور جب جذبات کا دریا اترتا ہے تو بصارت لوٹ آتی ہے سماعتیں کام کرنے لگتی ہیں پھر سود و زیاں کا حساب ہوتا ہے کیا پایا کیا کھویا سمجھ میں آنے لگتا ہے ہاتھ تو اس کے کچھ بھی نہیں آیا تھا البتہ دامن میں ندامتیں، پچھتاوے، آنسوؤں کے انبار تھے ساتھ بیٹھے مبارکباد وصول کرتے فاخر کے لیے بھی اس کے جذبات میں کوئی گرم جوشی نہ تھی وہ گردن جھکائے کسی سانس لیتے مجسمے کی مانند بیٹھی ہوئی تھی۔ فاخر آف وہائٹ دیدہ زیب شیروانی میں گلے میں ہار ڈالے ڈیسنٹ لگ رہا تھا اس کے چہرے پر امنگیں و مسرتیں تھیں وہ کنکھیوں سے کئی بار عائزہ کو دیکھ چکا تھا اور ہر بار اس کو ارد گرد سے بے خبر بیٹھے دیکھ کر اس کے چہرے کی شادمانی کم ہونے لگی تھی۔ اس کی پیشانی پر شکنیں ابھرنے لگی تھیں۔ مسکراتے لب بھنچنے لگے تھے۔ عادلہ نے گلابی و فیروزی کنٹراسٹ میں لہنگا سوٹ بنوایا تھا عائزہ کے ساتھ پارلر میں تیار ہوئی تھی میچنگ جیولری میں وہ خاصی حسین لگ رہی تھی۔ شیری اپنی فیملی کے ساتھ وہاں موجود تھا اور وہ کسی پروانے کی مانند ان کے ارد گرد چکرا رہی تھی۔ صباحت بیگم آج چھب ہی نرالی تھی۔ وہ شوخ رنگوں کی لشکارے مارتی ساڑی میں ملبوس بھاری جیولری اور میک اپ میں اپنی بیٹیوں کی ماں کم بہن زیادہ دکھائی دے رہی تھیں۔ دادی انگوری کلر کے شلوار سوٹ میں سادہ و پر وقار انداز میں بیٹھی تھیں۔ فاخرہ بیگم بار بار عائزہ کے پاس جا کر اس کی تعریف کر رہی تھیں۔ اپنے ساتھ آئیں خواتین کو اس سے ملوا رہی تھیں۔ سب نے ہی ان کی جوڑی کو سراہا تھا۔ صباحت نے موقع دیکھتے ہی عائزہ سے سرگوشی میں کہا۔

"تم کیا سولھویں صدی کی دلہنوں کی طرح شرما رہی ہو بیٹا! چہرہ اٹھا کر دیکھو اپنی شادی کو انجوائے کرو یہ دن صرف ایک بار آتا ہے زندگی میں کیوں ضائع کر رہی ہو ان حسین لمحوں کو۔"

"تم کیا کان بھر رہی ہو میری بہو کے صباحت۔" فاخرہ مسکرا کر ان سے گویا ہوئی تھیں صباحت سیدھی کھڑی ہو کر ہنستے ہوئے بولیں۔

"بھابی جان میری کیا مجال جو آپ کی بہو کے کان بھروں، دراصل میں اس کو سمجھا رہی ہوں اس طرح سر جھکا کر نہ بیٹھے کون شرماتا ہے آج کل یہ سب دستور پرانے ہو گئے ہیں۔"

"ارے نہیں صباحت، یہ باتیں تو دل سے مشروط ہوتی ہیں۔ دستور خواہ کتنے بدل جائیں احساسات و جذبات کبھی نہیں بدلتے ہیں۔"

"آپ تو خاصی روایت پسند ہیں بھابی جان چلیں خوب ہے یہ بھی آپ کے اور عائزہ کے خیالات ملتے جلتے ہیں اچھا ماحول رہے گا گھر کا۔" وہ کہتی ہوئی اسٹیج سے نیچے اتر آئی تھیں۔ ان کی نگاہ کوٹ سوٹ میں ملبوس شیری پر تھی۔ عادلہ ان کے درمیان میں بیٹھی ہوئی تھی۔ ان کی نظر میں عادلہ سے بڑھ کر حسین لڑکی کوئی نہیں تھی یہاں پر، لیکن ان کی پیشانی پر بل شیری کی اِدھر اُدھر بے تاب بھٹکتی نگاہوں نے ڈال دیے تھے احساس ہی ان جیسی خود پسند عورت کے لیے ناقابل برداشت تھا کہ کسی کے لیے ان کی بیٹی کو رد کیا جائے۔

"بہت بہت مبارک ہو بھابی آپ کو بیٹی کی شادی۔" وہ وہاں آئیں تو مسز عابدی نے ایک بار پھر مبارکباد دی تھی۔

"تھینکس بھابی صاحبہ آپ عائزہ سے ملیں؟" وہ چیئر پر بیٹھتے ہوئے بولیں۔

"جی ہاں، ماشاءاللہ بہت خوب صورت کپل ہے میری دعا ہے کہ سدا خوش رہیں بچے۔" ان کا لہجہ پر خلوص تھا۔

"آپ کی دعائیں ہی چاہیے۔ شیری بیٹا کیسے ہیں آپ؟"

"فائن آنٹی..... آپ سنائیں۔ اچانک ہی آپ نے یہ پروگرام بنایا ہے؟" وہ مسکراتا ہوا صباحت سے مخاطب ہوا۔ حالانکہ عادلہ اس کو ہر بات سے آگاہ کرتی رہی تھی۔ اب بھی وہ بیٹھی پر شوق نظروں سے اس کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے لبوں پر خوب صورت مسکراہٹ تھی۔

"فاخر کا ٹرانسفر اسلام آباد ہو گیا ہے اسی وجہ سے یہ سب کرنا پڑا۔ ورنہ ہم تو بہت دھوم دھام سے یہ شادی کرتے ایسی سادگی کا تو تصور بھی نہیں تھا۔"

عابدی بھائی کہاں ہیں؟" انہوں نے مسکراتے ہوئے بات پلٹی۔
"عابدی کی طبیعت بہتر نہ تھی وہ اس وجہ سے نہیں آئے۔ پری کہاں ہے بھائی ان کو میں نے ابھی تک دیکھا ہی نہیں ہے۔" صباحت نے شدت سے محسوس کیا ماں کے استفسار پر شیری کی بے چین نگاہیں بھی ان پر مرکوز ہوگئی تھیں۔
ابھی وہ کچھ کہہ بھی نہ پائی تھیں کہ پری عامرہ کے ہمراہ اندرونی حصے سے وہاں داخل ہوئی تھیں آج اس کی چھب ہی نرالی تھی۔ بلیک کلر کی فراک اور تنگ پاجامے میں اس کا چہرہ چاند کی مانند روشن تھا۔ فراک پر موتیوں اور اصلی پتھروں سے دیدہ زیب کام بنا ہوا تھا۔ جیولری بھی ان پتھروں اور موتیوں کی تیار کروائی گئی تھی لائٹ سے میک اپ نے اس کے حسن کو دو آتشہ کردیا تھا گولڈن براؤن بال اس کی پشت پر کسی آبشار کی مانند بکھرے ہوئے تھے۔ وہ اعتماد سے قدم اٹھاتی ہوئی دادی کی طرف بڑھ آئی۔ صباحت کی بے اختیار نگاہ عادلہ کی جانب اٹھی اور ان کو محسوس ہوا عادلہ کا حسن پری کے آگے ماند پڑ گیا ہے عادلہ نے بھی ماں کی طرف ایسی ہی نظروں سے دیکھا تھا۔
"ماشاء اللہ لمبی عمر ہے نام لیتے ہی چاند سا چہرہ نظر آ گیا ہے۔"
"ایکسکیوزمی میں ذرا اور مہمانوں کو دیکھ لوں پھر آتی ہوں۔" صباحت وہاں سے اٹھ کر چلی گئی تھیں۔
"میں تو سمجھی تم عائزہ کی رخصتی کے بعد ہی آؤ گی یہاں پر۔" اماں پری سے مخاطب تھیں۔ جو ان کے قریب بیٹھ گئی تھی۔
"ارے اماں جان! پری کا کوئی قصور نہیں ہے آج جو اس کو سوٹ پہننا تھا وہ الماری میں تھا اور الماری کی چابیاں نامعلوم کہاں گم ہوگئی تھیں۔ اتنا ڈھونڈا نہیں ملیں پریشان ہوکر رہ گئے تھے ہم دونوں۔" پری کے کچھ کہنے سے قبل ہی عامرہ اس کی حمایت میں بولیں۔
"پری کے پاس کپڑوں کی کمی ہے کوئی دوسرا پہن لیتی بہت سوٹ نئے پڑے ہیں طغرل بھی اس کے لیے کئی سوٹ لایا تھا۔"
"چابیاں ملتی تب پہنتی نا اماں جان اور یہ سوٹ بھی تو طغرل ہی لے کر آیا ہے کچھ دیر قبل جب اسے معلوم ہوا چابیاں گم ہوگئی ہیں۔"
"لو بھلا چابیاں کہاں گم ہوگئیں۔ الماری کے تالے میں لگی رہتی ہیں آج ایسا کیا ہوا جو چابیاں گم ہوگئیں؟" اماں کے لہجے میں حد درجہ حیرانی تھی۔
"مل جائیں گی دادی جان! کسی بچے کی شرارت ہوگی۔" پری نے ان کو متفکر ہوتے دیکھ کر کہا اسی دم طغرل وہاں آ گیا۔
"دادی جان...... دیکھا آپ نے اپنی لاڈلی کے پھوہڑپن کو آپ کی وارڈ روب کی چابیاں گم کر کے بیٹھ گئی ہیں یہ صاحبہ۔ مارکیٹ تک کی دوڑ میں نے چچا جان کی خاطر لگائی ہے ورنہ یہ تو اسی سر جھاڑ منہ پہاڑ حلیے میں یہاں آنے کو تیار تھیں میں نے سوچا لوگ کیا کہیں گے۔ بس اسی خیال سے میں نے بوتیک تک دوڑ لگائی۔"
"بھاگم بھاگ بھی تم بہت عمدہ شاپنگ کر آئے ہو بہت اعلیٰ چوائس ہے تمہاری طغرل۔" عامرہ اس کے سوٹ کو دیکھتے ہوئے ستائشی لہجے میں بولیں اماں کے لہجے میں بھی پسندیدگی تھی۔
"ہوں...... رائٹ...... میری چوائس ہے ہی زبردست۔" وہ پری کو دیکھ کر ذومعنی لہجے میں گویا ہوا۔
"جاؤ ذرا فیاض کو تو بلا کر لاؤ پوچھوں تو اس سے کھانے میں کس بات کی دیر ہے نکاح کے فوراً بعد کھانا شروع ہونا چاہیے۔" فیاض بھی گویا اماں جان کے اشارے کے منتظر تھے۔
فضا اشتہا انگیز کھانوں کی خوشبوؤں اور چمچوں و کانٹوں کے جلترنگ سے گونج رہی تھی۔
"ہیلو......" شیری چیئر گھسیٹ کر ان کے قریب ہی بیٹھ گیا۔
"آپ...... آپ ڈنر نہیں کر رہے مسٹر شہریار۔" اس نے مسکرا کر کہا۔
"موڈ نہیں ہے میرا ڈنر کا۔" وہ آبرو کے پھولے پھولے گالوں کو چھوتا ہوا بولا پری نے غیر محسوس انداز میں جگہ بدلی تھی۔
"آپ مجھ سے اتنا روڈ کیوں رہتی ہیں؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔
"میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا میں ایسی ہی ہوں روڈ اینڈ فارمل۔"
شیری...... پاپا بلا رہے ہیں آپ کو وہ ڈنر پر آپ کا ویٹ کر رہے ہیں۔" عادلہ اس کے پیچھے ہی چلی آئی تھی۔
"اوہ...... میں نے کہا تھا میرا ڈنر کا موڈ نہیں ہے۔" عادلہ کو عین موقع پر دیکھ کر اس نے اپنے لہجے پر بمشکل قابو پایا تھا۔
"آپ خود ہی پاپا کو بتادیں میں نے تو کہا تھا وہ نہیں مانے۔"
"اوکے...... آئی ول کم بیک۔" وہ کہہ کر چلا گیا۔ عادلہ کے اندر شرارے پھوٹنے لگے تھے۔ کتنی مشکل سے وہ اس کو اپنی طرف راغب کر پائی تھی اور وہ تھی جس کی ایک جھلک اس کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیتی تھی۔ پری مسلسل طغرل کی نگاہوں کی زد میں تھی معید کے ہاتھ میں

شنگرف ریاض

آنچل کے سویٹ قارئین تمام رائٹرز آنچل اسٹاف اور سویٹ ملیحہ آپی کو میری طرف سے سویٹ سا سلام قبول ہو۔ تو جی جناب ہم ہیں شنگرف ریاض! 4 فروری 1996ء کی ایک حسین صبح آزاد کشمیر کے خوب صورت شہر میرپور میں ہم اس دنیا میں تشریف لائے ہم آٹھ بہن بھائی ہیں میرا نمبر دوسرا ہے۔ ہماری قوم راجپوت ہے میں فرسٹ ائیر کی اسٹوڈنٹ ہوں (اور جب تک تعارف شائع ہوگا ہم سیکنڈ ائیر میں آجائیں گے) میرا خواب پائلٹ بننا ہے لیکن اس سے پہلے ایک اچھی سی رائٹر۔ میرا مشغلہ مطالعہ کرنا ہے آنچل میں نے آٹھویں جماعت سے پڑھنا شروع کیا پہلی تاریخ تک اگر مجھے آنچل نہ ملے تو میں ہنگامہ کردیتی ہوں آنچل مجھے بے حد پسند ہے بقول امی کے میں کھانے کے بغیر تو رہ سکتی ہوں لیکن آنچل کے بغیر نہیں۔ اب آتی ہوں اپنی خوبیوں اور خامیوں کی طرف تو مجھے لگتا ہے کہ مجھ میں خامیوں کی نسبت خوبیاں زیادہ ہیں (اپنے منہ میاں مٹھو) صاف گو ہوں غصہ بالکل نہیں آتا کسی کو دکھ میں نہیں دیکھ سکتی ہمیشہ خوش رہتی ہوں اور مثبت سوچتی ہوں جس کی وجہ سے اکثر فائدے میں رہتی ہوں۔ خامیاں بھی بہت ہیں بہت منہ پھٹ ہوں کسی کو اپنے سامنے غیبت نہیں کرنے دیتی بحث بہت کرتی ہوں۔ بولتی بہت ہوں شرارتی بھی ہوں۔ وائٹ بلیک اور پنک کلر بہت پسند ہیں کھانے میں میٹھا زیادہ پسند ہے پسندیدہ لباس شلوار قمیص ہے۔ سنگرز میں زیادہ راحت فتح علی خان اور سونو نگم کو سنتی ہوں۔ ہیرو سلمان خان اور ایک انڈین اداکار برون سوبتی بہت اچھا لگتا ہے۔ کزنز میں میری الماس اور وردہ سے بہت دوستی ہے۔ فرینڈز کی تعداد تو ہزاروں میں ہے۔ چھوٹی بہن رداء سے بھی بہت بنتی ہے لیکن ہم دونوں کی عادات ایک دوسرے سے اتنی مختلف ہیں کہ لوگ ہمیں ایسٹ اینڈ ویسٹ کہتے ہیں۔ پھپھو نورین اور خالہ نسیم دونوں کی تو میں چہیتی ہوں آنچل میں لکھنے والی ساری رائٹرز میری فیورٹ ہیں کیونکہ سب اپنی اپنی جگہ بہت اچھا لکھتی ہیں۔ اب ایک اچھی سی بات کے ساتھ آپ لوگوں سے اجازت چاہوں گی کبھی جھوٹ مت بولو اور ہمیشہ سچ کا ساتھ دیتے رہو کیونکہ سچ ایک مضبوط چٹان کی مانند ہوتا ہے جب کہ جھوٹ کی دیواریں بہت کھوکھلی اور کمزور ہوتی ہیں۔ میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ سب سدا خوش اور آباد رہو آمین اللہ نگہبان۔

کیمرہ تھا۔ اس نے ان کو کچھ اشارے کرتے دیکھا اور وہ سمجھ گئی تھی طغرل نے اس کی تصویریں بنانے کے لیے کہا ہے اور معید کو اس وقت موقع مل گیا جب دور رخصتی سے قبل عائزہ سے ملنے گئی تو وہ طغرل کو لے کر آ گیا اور عائزہ پھر فاخر کے ساتھ اس کی کئی تصویریں بنا ڈالی تھیں۔
"معید...... کیمرہ دو مجھے۔" وہ اس کو تیز تیز آگے بڑھتے دیکھ کر غصے سے گویا ہوئی معید رکا ہی تھا کہ طغرل وہاں آ گیا۔
"کیمرہ میرا ہے معید کا نہیں۔" وہ سینے پر ہاتھ باندھ کر سامنے کھڑا ہو گیا۔
"میں آپ سے بات نہیں کر رہی آپ تو ہیں ہی فراڈی۔"
"معید تم جاؤ...... کیمرہ مجھے دے دو۔"
"سوری یار...... کیمرہ طغرل کا ہی ہے اور میں امانت میں خیانت نہیں کرتا پلیز۔ مجھے معاف کردینا۔" وہ کیمرہ طغرل کی طرف اچھال کر ہنستا ہوا چلا گیا طغرل نے وہ کیمرہ اپنی کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا اور پری کو چڑانے والے انداز میں دیکھنے لگا۔
"ہونہہ آپ کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں اپنی ان چیپ حرکتوں سے میں آپ کی شکایت دادی سے کروں گی۔"
"تم جب تک ہاں نہیں کروں گی میں سکون سے نہیں بیٹھوں گا۔"
"میں مر کر بھی ہاں نہیں کروں گی۔ سمجھے آپ۔" وہ غصے سے کہہ کر وہاں سے دادی کے پاس چلی آئی۔ پھر عائزہ کی رخصتی کے بعد بھی اس کا موڈ آف ہی رہا تھا۔ عائزہ کے جانے کے بعد گھر میں سناٹا چھا گیا تھا۔ تمام مہمان رخصت ہوگئے تھے۔ صباحت اور عادلہ عائزہ کے ساتھ گئی تھیں صفدر اور عامرہ بھی چلی گئی تھیں۔
فیاض نے اماں کے کہنے پر عائزہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر رخصت کردیا تھا۔ مگر ان کے انداز میں وہ ہی سرد مہری روکھا پن موجود تھا۔ پری نے ان کے اس انداز کو شدت سے نوٹ کیا تھا۔
"فیاض...... جو ہوگیا سو ہوگیا پرانی باتوں پر مٹی ڈالو عائزہ کی طرف سے دل صاف کرلو بیٹا وہ اب اس شہر میں بھی چند دنوں کی مہمان ہے پھر نامعلوم کب آنا ہو اس کا۔ وہ تمہاری طرف سے دکھی رہے گی بیٹا۔ دل بڑا کر کے معاف کردو اس کو۔" اماں ان کو رسانیت سے سمجھا رہی تھیں اور وہ بالکل خاموش تھے۔

"میں تم سے کہہ رہی ہوں بیٹا' کچھ تو کہو کیوں چپ ہو؟"

"کیا کہوں اماں جان۔" انہوں نے ان کے شانے سے سر ٹکاتے ہوئے کہا۔

"اگر بچوں کی ایسی حرکتوں پر ماں باپ ان کو معاف کرتے رہے تو۔ کل کو سب بچوں کو کھلی آزادی مل جائے گی اپنی من مانی کرنے کی' پھر سب کر کرا کر معافی مانگ لیں گے۔ میں عائزہ کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔ یہی اس کی سزا ہے باپ کے ہوتے ہوئے بھی وہ باپ کی محبت سے محروم رہے۔ میں مر بھی جاؤں تو میری میت پر اس کو مت بلائیے گا۔ یہ میری وصیت ہے اماں جان۔" وہ نم لہجے میں بولے۔

"ارے اللہ تمہیں لمبی زندگی دے میرے بچے' کیسی باتیں کر رہے ہو' اولاد کے معاملے میں دل گداز رکھنا چاہیے پہلی غلطی تو اللہ بھی اپنے بندوں کی معاف کرتا ہے۔ تم اتنے کٹھور کیوں بن رہے ہو؟" وہ ان کو گلوگیر دیکھ کر نرم لہجے میں گویا ہوئیں۔

"چھوڑیں اماں اس ذکر کو عادلہ اور صباحت کا جانا ضروری تھا کیا۔"

"وہ کہاں جا رہی تھیں فاخرہ زبردستی لے کر گئی ہیں دونوں کو اپنے رشتے سے کچھ رسمیں ادا کر کے کچھ دیر بعد واپس گھر آ جائیں گی۔"

❀......❀......❀
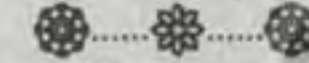
شیری کی نگاہوں کے حصار میں کئی سین چل رہے تھے پری اور طغرل' طغرل اور پری۔ وہ ساتھ ساتھ فوٹو بنوا رہے تھے۔ ٹیبل پر رکھی ڈشوں سے وہ ایک ایک ڈش اسے پیش کر رہا تھا۔ تنہائی میں کھڑے وہ باتیں کر رہے تھے طغرل کی نظروں میں جو اس کے لیے چاہت و محبت تھی ایک مرد ہونے کے ناطے وہ کبھی فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے کتنی کوشش کی تھی پری کو حال دل سنانے کی مگر طغرل کسی سائے کی طرح اس کے ساتھ تھا جہاں وہ تھی وہاں وہ تھا۔

وہ بے تحاشا پی رہا تھا اس کا چہرہ سرخ تھا آنکھوں سے گویا لہو ٹپک رہا تھا کمرے میں موجود ہر شے میں اس کو پری دکھائی دے رہی تھی اور جب وہ اس کے پاس جاتا تھا تو وہ ہنستی ہوئی غائب ہو جاتی تھی۔

"میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا پری۔ تم میری ہو' تم کو میرا بننا ہوگا۔ تم میرے لیے بنی ہو' تم میری ہو۔ تم میری ہو۔ آ رہا ہوں میں تمہیں لینے' تم کو مجھ سے کوئی دور نہیں کر سکتا۔" اس نے ٹیبل سے چابی اٹھائی اور کمرے سے نکل گیا۔ چند لمحوں میں اس کی کار ہواؤں سے باتیں کر رہی تھی۔ اس کی لگن سچی تھی گیٹ پری نے ہی کھولا تھا وہ ابھی بھی اس سیاہ لباس میں ملبوس تھی جس میں اس کا ملکوتی حسن دمک رہا تھا۔

"ارے آپ شہریار صاحب آیئے باہر کیوں کھڑے ہیں؟" وہ تعجب خیز لہجے میں گویا ہوئی وہ مبہوت سا اسے دیکھے گیا۔

"آپ ٹھیک تو ہیں نا...... کیا بات ہے آپ اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں؟" اس کے انداز میں کچھ کچھ دیوانگی کی جھلک محسوس کر کے وہ سراسیمہ لہجے میں گویا ہوئی تھی۔

"مجھے پاگل بنا کر پوچھتی ہو کیا ہوا ہے' چلو میرے ساتھ بتاتا ہوں تم کو کیا ہوا ہے مجھے۔" اس نے آگے بڑھ کر تیزی سے اس کی کلائی پکڑی تھی۔

"یہ...... یہ کیا کر رہے ہیں پاگل ہو گئے ہیں آپ؟" وہ خوف سے چیخی۔

"ہاں...... پاگل ہو گیا ہوں چپ چاپ چلو میرے ساتھ۔" اس نے دوسرا ہاتھ اس کے منہ پر رکھا اور مچلتی ہوئی پری کو کار میں ڈال کر کار فل اسپیڈ میں دوڑا دی تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

❀

بندھن جوڑے

عروسہ عالم

مرے دل کو رکھتا ہے شاد ماں مرے ہونٹ رکھتا ہے گل فشاں
وہی ایک لفظ جو آپ نے مرے کان میں ہے کہا ہوا
ہے نگاہ میں مری آج تک وہ نگاہ کوئی جھکی ہوئی
وہ جو دھیان تھا کسی دھیان میں' وہیں آج بھی ہے لگا ہوا

بجو کافی عرصے سے اپنے ہونہار دیور کے لیے امی کے پیچھے پڑی ہوئی تھیں اب جبکہ ارمیش نے بی اے کر لیا تھا تو بجو کے میکے کے پھیرے ذرا جلدی جلدی لگنے لگے تھے۔ لڑکا بینک میں اچھی پوسٹ پر تھا۔ شہر کے پوش ایریا میں اپنا خوب صورت سا فلیٹ تھا' ایک بڑی بہن تھی جو شادی کے بعد ڈنمارک میں مقیم تھی۔ مہوش بڑے بھائی سے بیاہی تھی اور اب بہن کے بی اے کرتے ہی مہوش کو دیور کی شادی کی فکر ستانے لگی۔ اپنے دیور کے لیے بہن کو ہی دیورانی بنانے کی ٹھانی ہوئی تھی اس نے شمویئل سے پوچھا تو اس نے خوش دلی سے اس کا فیصلہ قبول کر لیا۔ بڑی بہن کو فون کر کے پوچھا تو انہوں نے بھی ارمیش کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ والدین حیات نہیں تھے بڑی بہن ملک سے باہر تھیں لہٰذا سب کچھ کرنے والی مہوش ہی تھی اور سبھی کو اس پر مکمل بھروسہ تھا۔ مہوش نے جب اپنے والدین سے بات کی تو انہوں نے فوراً ہاں کر دی' انہیں بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا ایک بیٹی پہلے سے اس گھر میں موجود اور آسودہ حال تھی۔ اس کی شادی کو آٹھ سال ہو چکے تھے اور انہیں کبھی داماد سے کسی بھی قسم کی شکایت نہیں ہوئی تھی۔ دیکھے بھالے لوگ تھے اس لحاظ سے شمویئل کے رشتے کے لیے کسی

چھان پھٹک کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ رشتہ منظور ہوتے ہی دونوں طرف شادی کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ مہوش تو بجھو گھن چکر بن کے رہ گئی تھی۔

اس دن وہ امی کے ساتھ بازار جانے کے لیے آئی تو ارمیش کو گیارہ بجے تک سوتا پا کر وہ اس کے سر پر پہنچ گئی۔

”یہ کیا طریقہ ہے ٹائم دیکھا ہے تم نے‘ کیا ہورہا ہے ہوش میں تو ہو‘ ابھی تک پڑی سو رہی ہو۔ گیارہ بج رہے ہیں دوپہر ہوگئی ہے مجھے دیکھو کھانا پکانے سے لے کے جھاڑو برتن تک کر کے آرہی ہوں۔ آج ماسی نے چھٹی کر کے میرا تو حشر ہی کر دیا۔ اٹھو اب جلدی سے اور بازار چلنے کی تیاری کرو۔“

”کیا ہے بجو! سونے دیں ناں اور میں کوئی بازار وزار نہیں جارہی‘ میں چلی گئی تو کھانا کون بنائے گا؟“ اس نے سستی سے کہا۔

”اب کھانا بنانے کا نہیں بلکہ کچھ دیر میں کھانا کھانے کا وقت ہونے والا ہے یہ سستی چھوڑو اور اپنا ٹائم ٹیبل درست کرلو۔ تمہارے ہونے والے صاحب بہادر کسی کام میں تاخیر برداشت نہیں کرتے ان کے ساتھ رہنے کے لیے خود کو ان کے مزاج کے مطابق ڈھالو ورنہ بعد میں تمہیں ہی پریشانی ہوگی۔“ مہوش نے اسے ہوشیار کیا۔

”میرے لیے تو بہت مشکل ہے خود کو ان کے مزاج میں ڈھالنا‘ آپ ان سے کہیں کہ وہی میری کچھ عادتیں اپنا لیں ورنہ بعد میں انہیں مشکلات کا سامنا ہوگا۔“ اس نے بے پروائی سے کہا۔

”یہ تو بعد میں پتا چلے گا کہ مشکل کسے ہوگی۔ مرد بیوی کی طرف سے سہولت چاہتے ہیں وہ مشکل برداشت کرنے والے نہیں ہوتے لہٰذا تم ہی سدھر جاؤ تو بہتر ہے۔“

”ٹھیک کہہ رہی ہو۔“ امی نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ ”میں اور تمہاری دادی اس بے وقوف کو بہت سمجھاتے ہیں لیکن یہ تو ہر بات ہنسی میں اڑا دیتی ہے۔“

”چلیں بعد میں جب سر پر پڑے گی تو ٹھیک ہوجائے گی پھر ہنسی تو کیا مسکرانے کا بھی ہوش نہیں ہوگا۔ گھرداری چیز ہے ایسی ہی کہ عورت کو چکرا کے رکھ دیتی ہے۔“ وحیدہ پرس اٹھا کے بیٹی کے ساتھ بازار چلی گئیں۔

”تم ابھی تک بستر میں پڑی اینٹھ رہی ہو۔“ دادی نے کہا تو وہ جلدی سے اٹھ بیٹھی۔

”دادی میں رات کو بھی تو دیر سے سوئی تھی‘ صبح کو دیر سے اٹھی تو کیا ہوا۔“

”اے بیٹا! دوپہر ہوگئی ہے ابھی نہ تمہارا ناشتا ہوا نہ منہ دھلا ہے نہ گھر میں کھانا پکا ہے اب اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا۔“ دادی جل کے بولیں۔

”لڑکیوں کو اس قدر بے پروا اور لاابالی ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔“ دادی بڑبڑاتے ہوئی کمرے سے چلی گئیں اور وہ واش روم میں گھس گئی۔ آج کل وحیدہ شدومد سے ارمیش کی شادی کی تیاریوں میں لگی ہوئی تھیں انہوں نے اپنے ساتھ چھوٹی بیٹی سحرش کو بھی کاموں میں لگایا ہوا تھا جب کہ ارمیش کی ذمہ داری آج کل صرف کھانا بنانے کی حد تک تھی وہ جلدی جلدی کھانا بناتی اور فارغ اوقات میں خوب فلمیں دیکھتی تھی اس وقت بھی وہ بڑی دلچسپی سے کوئی فلم دیکھ رہی تھی جبھی دادی اس کے کمرے میں آ گئیں۔

”اے بیٹا تمہیں کیا ہوگیا ہے ہر وقت اس تصویری ڈبے سے جڑی بیٹھی رہتی ہو۔“

”دادی میں آج کل زیادہ سے زیادہ فلمیں اس لیے دیکھ رہی ہوں کہ پتا نہیں بعد میں مجھے اتنی فرصت ملے نہ ملے۔“ دادی نے اس کے پاگل پن پر سر پکڑ لیا۔

”بیٹا! شادی کے بعد یہ فلمیں کام نہیں آئیں گی‘ شادی کے بعد لڑکی کا سگھڑاپا اس کے کام آتا ہے۔ لڑکی کو سسرال میں اپنی ہنرمندی سے جگہ بنانی پڑتی ہے‘ لوگ چاہے امیر ہوں یا غریب‘ بہت پڑھے لکھے یا ان پڑھ ہوں کھانا سب کے گھروں میں پکتا اور کھایا جاتا ہے‘ صفائی ستھرائی سب کے گھروں میں ہوتی ہے۔ سسرال والوں کے دل جیتنے کے لیے یہی سارے گن کام آتے ہیں۔“

”لیکن دادی وہاں تو کوئی ہے ہی نہیں۔“ اس نے سکون سے کہا۔

”چلو باقی سسرال والے نہ سہی لیکن شوہر کے لیے بھی تو بہت کچھ کرنا پڑتا ہے ناں۔“ دادی نے رسانیت سے کہا۔

”اوہو دادی! مجھے ان کے لیے کچھ کرنے کی کیا ضرورت ہے وہ برسرروزگار ہیں اپنے لیے جو چاہیں کرسکتے ہیں بس آدمی کے پاس پیسہ ہونا چاہیے جس کی جیب میں پیسہ اس کی جیب میں دنیا۔“ اس نے اپنی دانست میں بڑے پتے کی بات کی تھی دادی چڑ کے رہ گئیں۔

”دنیاداری بھی تو کوئی چیز ہے‘ گھر اور شوہر کے لیے بیوی کو بہت کچھ کرنا پڑتا ہے کچھ اس کی بھی خبر ہے تمہیں۔“ دادی نے ڈپٹ کے کہا۔

”دادی میں تو جا کے نوکر رکھوں گی یہاں بھی کام وہاں بھی

کام بھلا یہ بھی کوئی زندگی ہوئی۔ سارا دن کولہو کے بیل کی طرح کام کرو رات کو تھک ہار کے سو جاؤ‘ صبح اٹھ کے پھر سے چکی پیسنا شروع کردو۔“ اس نے بے پروائی سے کہا۔

”نوکروں سے بھی اپنی نگرانی میں کام کروانا پڑتا ہے ان پر گھر چھوڑ دیا جائے تو چار دن میں سب چوپٹ ہوجائے گا۔“ دادی نصیحتوں کی پٹاری کھولے بیٹھی تھیں کہ امی آ گئیں۔

”ارمیش تم نے اپنے ابو کے کپڑے استری کر دیے؟“

”اوہ امی! آپ جانتی تو ہیں استری کرنا مجھے بالکل پسند نہیں ہے۔“

”ارمیش سدھر جاؤ ورنہ شادی کے بعد بڑی پریشانی اٹھاؤ گی۔“ امی کے بجائے بجو نے جواب دیا۔

”شموئیل کو کسی کام میں تاخیر برداشت نہیں ہے۔“ اس نے ایک اور نصیحت کی۔

”بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔“ اس نے ہنسی میں بات اڑائی اور کمرے سے نکل گئی۔

❀......❀......❀
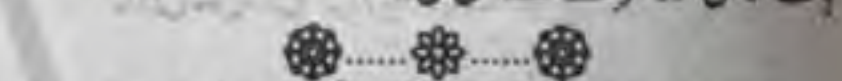
شادی ہو کے وہ شموئیل کے گھر آ گئی‘ دو ہفتے تک بجو نے اس کے خوب نخرے اٹھائے۔ صبح ہی وہ ان دونوں کا ناشتا بنا کے نوکر کے ہاتھ بھجوا دیتی تھیں۔ دوپہر کا کھانا ان کے گھر ہوتا تھا‘ رات کو کسی دن دعوت ہوتی تھی اور کسی دن وہ دونوں باہر کھا لیتے تھے۔ پندرہ دن کے بعد وہ ہنی مون منانے سنگاپور چلے گئے وہاں سے لوٹے تو زندگی اپنے معمول پر آ چکی تھی۔

ارمیش سنگاپور سے کی ہوئی اپنی شاپنگ دیکھ رہی تھی سب چیزیں بیڈ پر بکھری ہوئی تھیں۔

”اب یہ سب چیزیں سمیٹو‘ لائٹ بند کرو۔ مجھے سونا ہے تم بھی سو جاؤ‘ مجھے صبح جلدی اٹھنا ہے کل سے مجھے آفس جانا ہے۔“ شموئیل نے لیٹتے ہوئے کہا۔

”لیکن میرے ساتھ تو ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے اور نہ مجھے صبح کہیں جانا ہے۔“ اس نے بے پروائی سے کہا۔

”تمہیں کہیں جانا نہیں ہے لیکن میرے لیے صبح ناشتا تو بنانا ہے ناں۔“

”اوہ شموئیل! پلیز بور مت کریں آپ بجو کے گھر سے ناشتا کرتے ہوئے چلے جایئے گا۔“ اس نے بہت آسان سا حل پیش کیا اور چیزیں شاپرز میں رکھنے لگی۔

”کل ان کے گھر سے ناشتا کرلوں گا‘ پرسوں کرلوں گا ہر روز تو ایسا نہیں ہوسکتا ناں‘ بیوی کی موجودگی میں ان کے گھر جا کر ناشتا کرنا کیا اچھا لگتا ہے؟“ اس نے اس کی کم عقلی پر اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”اس میں برائی بھی کیا ہے وہ میری بہن اور آپ کے بھائی کا گھر ہے۔“

”فضول باتیں مت کرو‘ میری بیوی اور میرا گھر موجود ہے تو میں کیوں دوسروں کے گھر جا کر نوالے توڑوں۔ انہی کے گھر جا کے کھانا پینا ہوتا تو مجھے شادی کی کیا ضرورت تھی‘ میں تمہیں اس گھر میں کیوں لاتا؟“ نہ چاہتے ہوئے بھی شموئیل کو غصہ آ گیا تھا۔

”کیا مطلب ہے آپ کا‘ آپ مجھے ملازمہ بنا کے اس گھر میں لائے ہیں؟“ وہ تڑخ کے بولی۔

”ملازمہ کی کیا بات ہے تم اس گھر کی مالکن ہو‘ تم اپنے گھر کی نگرانی اور شوہر کا خیال نہیں کرو گی تو کون کرے گا؟“

”ہاں میں گھر کی نگرانی ضرور کرسکتی ہوں لیکن کام وام نہیں کرسکتی۔ کام کرنے کے لیے آپ کو کسی نوکر کا بندوبست کرنا ہوگا اور آپ اپنا خیال خود رکھیے مجھ سے نہیں ہوگا آپ کا خیال۔“ وہ ایک لمبی سانس کھینچ کے رہ گیا۔

”کھانا پکانے کے علاوہ تم باقی کاموں کے لیے نوکر رکھ لو کیونکہ میں نوکروں کے ہاتھ کا پکا ہوا نہیں کھا سکتا ہوں۔“

”آپ کھانا بنانے کو آسان کام سمجھتے ہیں‘ اتنا آسان نہیں ہے یہ سب؟“ اس کے پاس شموئیل کی ہر بات کا جواب موجود تھا۔

”بہرحال تم میری بیوی ہو اور تمہیں بیوی بن کے ہی رہنا ہوگا اور اب اس گھر کو سنبھالنا تمہاری ذمہ داری ہے اگر صبح تم نہیں اٹھیں تو میں ہاتھ پکڑ کر زبردستی اٹھا دوں گا۔ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو اور نبھاؤ اور مجھے کبھی زور زبردستی پر مجبور مت کرنا۔“ شموئیل نے غصے سے کہتے ہوئے لائٹ بند کردی۔

صبح کو شموئیل نے اٹھتے ہی ارمیش کو بھی اٹھنے کے لیے کہا اور خود واش روم میں چلا گیا۔ نہا دھو کے تیار ہو کے وہ واش روم سے نکلا تو ارمیش ابھی تک بستر پر تھی۔

”ارمیش پلیز اٹھو اور جلدی سے ناشتا بناؤ‘ مجھے دیر ہورہی ہے۔“ اس نے ارمیش کی چادر کھینچتے ہوئے کہا تو وہ چیخ پڑی۔

”کیا مصیبت ہے‘ آج تو آپ نے مجھے اتنی صبح اٹھا دیا‘ آئندہ ایسا کرنے کی کوشش بھی مت کیجیے گا۔“ اس نے دوبارہ چادر کھینچ لی۔

”کیا مطلب ہے تمہارا‘ تم مجھے ڈرا رہی ہو تم میرے لیے ناشتا اور کھانا نہیں بناؤ گی تو کیا اس کام کے لیے میں دوسری لے کر آؤں گا؟“

"ناشتے میں آپ کھاتے ہی کیا ہیں؟ دو سوکھے سلائس ایک ابلا انڈا اور ایک کپ چائے۔" "اتنے سے ناشتے کے لیے آپ میری نیند خراب کریں گے؟ دیکھیے شموئیل! میں آپ کو بتائے دیتی ہوں کہ عورت پر ظلم کرنے والے مردوں سے مجھے سخت نفرت اور چڑ ہے۔ میرے ساتھ رہنے کے لیے آپ کو اپنی عادتیں بدلنا ہوں گی۔ میں اپنی پہچان ایک ظالم، جابر اور سخت گیر مرد کی بیوی کی حیثیت سے نہیں چاہتی ہوں۔ آپ کو ایسا بننا ہوگا کہ آپ کا تعارف کراتے ہوئے اور آپ کے بارے میں بتاتے ہوئے مجھے لوگوں کے سامنے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے، آپ خود میں ایسی خوبیاں پیدا کریں کہ میں لوگوں کے سامنے آپ کی تعریف کرسکوں۔ مجھے یہ ظالمانہ طریقہ بالکل پسند نہیں ہے کہ صبح ہی بیوی کو چولہے میں دھکا دے دیا کہ میری خدمت پر لگ جاؤ۔" ایک ذرا سے ناشتے پر اس نے کیا کچھ کہہ ڈالا وہ تو اس کی اتنی لمبی چوڑی تقریر سن کر ہکا بکا رہ گیا جو باتیں شروع میں ایک مرد اپنی بیوی کو ڈرانے دھمکانے اور قابو میں رکھنے کے لیے کہتا ہے وہ ایک لڑکی ہو کے نہایت بے باکی سے کہہ رہی تھی۔ شموئیل بغیر کچھ کہے پیر پٹختا باہر چلا گیا۔

کسی دن شموئیل خود ہی ناشتا بنا لیتا تھا اور کسی دن مارے باندھے وہ بنا دیا کرتی تھی۔ شموئیل کو ملازم کے ہاتھ کا بنا کھانا پسند نہیں تھا اس لیے وہ کھانا خود بناتی تھی۔ آج چھٹی کا دن ہونے کی وجہ سے شموئیل گھر پر ہی تھا۔ ارمیش نے آج خلاف معمول بہت اچھا کھانا بنایا تھا۔ شموئیل نے دل کھول کر تعریف کی اور شاید آج ڈھنگ سے پیٹ بھر کے بھی کھایا تھا۔ کھانے سے فارغ ہو کر وہ ٹی وی کے آگے فلم دیکھنے بیٹھ گئی، شموئیل بھی اس کے ساتھ فلم دیکھنے لگا۔

"کیا بات ہے ویسے تو آپ فلم دیکھتے نہیں ہیں یہ فلم آپ بڑی دلچسپی سے دیکھ رہے ہیں، اس میں ایسی کیا بات ہے؟" اس نے اس کی دلچسپی نوٹ کرتے ہوئے حیرت سے کہا۔

"فلم کی اسٹوری اس بچے پر چل رہی ہے اور مجھے یہ بچہ بہت اچھا لگ رہا ہے، میں تو محض اسی کی وجہ سے یہ فلم دیکھ رہا ہوں اور مجھے ویسے بھی بچے بہت اچھے لگتے ہیں۔"

"اور مجھے یہ فلم اسی بچے کی وجہ سے بری لگ رہی ہے اس لیے کہ مجھے بچے بالکل اچھے نہیں لگتے ہیں۔" اس نے حقارت سے کہا۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو بچے بھلا کسے اچھے نہیں لگتے ہیں؟" شموئیل نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

"مجھے دوسروں کے بچے اچھے لگتے ہیں، جنہیں نہ پالنا پڑتا ہے نہ پیدا کرنا پڑتا ہے اور نہ ان کے لیے کوئی پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔"

"اور جب تمہارے ہوں گے تو کیا کرو گی؟"

"پلیز شموئیل ایک تو یہ فلم دیکھ کے میرا موڈ خراب ہوگیا ہے اوپر سے آپ میرا دماغ خراب کر رہے ہیں۔" اس نے بےزاری سے کہتے ہوئے چینل چینج کر دیا۔

"یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو اس میں دماغ خراب کرنے والی کیا بات ہے، زندگی کا اصل حسن اور چارم تو بچوں سے ہی ہے۔ بچے تو گھر کی رونق ہوتے ہیں ان کی شرارتوں سے تو والدین خوش ہوتے ہیں۔"

"مجھے گھر میں رونق میلہ لگانے کا کوئی شوق نہیں ہے اور شریر بچے تو مجھے بالکل پسند نہیں ہیں، سارے گھر میں تباہی مچا کے ستیاناس مار دیتے ہیں۔ بکھرا ہوا گندا گھر میں بالکل برداشت نہیں کر سکتی، میں راتوں کو جاگ جاگ کے اپنی نیند اور صحت برباد نہیں کر سکتی نہ ان کے گندے پیمپر چینج کر سکتی ہوں اور نہ سارا دن ان کے فیڈر تیار کر سکتی ہوں۔" اس نے نہایت اکتاہٹ سے بچوں سے نفرت کا اظہار کیا تو شموئیل حق دق رہ گیا۔

وہ بالکل اس کے مزاج کے برعکس تھی وہ جن چیزوں کو پسند کرتا تھا وہ ان کے سخت خلاف تھی لیکن شموئیل برداشت کر کے ٹال دیا کرتا تھا کیونکہ میاں بیوی کے درمیان اگر ذرا سی دراڑ پڑ جائے تو وہ مٹتی نہیں ہے بلکہ آہستہ آہستہ شگاف کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور وہ اپنے گھر میں ہرگز شگاف نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ اس نے تو اپنی بھاوج کو دیکھ کر ارمیش سے شادی کی تھی، وہ تو نہایت سگھڑ، وفادار اور فرماں بردار قسم کی خاتون تھیں وہ نہ صرف اپنے گھر، شوہر اور بچوں کو دیکھتی تھیں بلکہ شموئیل کا بھی بے حد خیال رکھتی تھیں۔ شموئیل کو ہر وقت ہر چیز تیار ملتی تھی اگر کبھی وہ اس کا کام وقت پر نہیں کر پاتی تھیں تو نہایت خوش دلی سے اپنی غلطی تسلیم کر لیتی تھیں اور فوراً کام کر دیتی تھیں اور یہاں یہ حال تھا کہ معمولی سے کاموں کے لیے بھی ارمیش کام کی زیادتی کا واویلا مچائے رکھتی تھی۔ دونوں بہنوں کے مزاجوں میں بہت فرق تھا، شموئیل کبھی بات نہیں بڑھاتا تھا وہ کسی بھی قسم کی بحث کر کے جھگڑا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس وقت بھی اس نے مزید بولنے سے گریز کیا اور کمرے سے چلا گیا۔

"میں کچھ دن کے لیے امی کے گھر جا کر آرام کرنا چاہتی ہوں۔" اس دن اچانک رات میں ارمیش نے کہا تو اس نے چونک کے اسے دیکھا۔

"لیکن جو آرام اپنے گھر میں مل سکتا ہے وہ کہیں اور نہیں مل سکتا۔"

"جی ہاں لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ مجھے اپنے گھر میں کوئی آرام نہیں ملتا وہاں کم از کم کام تو نہیں کرنے پڑیں گے آدھی نیند سے صبح صبح اٹھنا تو نہیں پڑے گا ناں۔" اس نے ڈھٹائی سے کہا اس وقت اس سے بحث کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

"ٹھیک ہے تم تیاری کرلو میں چھوڑ آؤں گا۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور علامہ اقبال کی بالِ جبریل کھول کر بیٹھ گیا کیونکہ اسے اقبال کی شاعری بہت پسند تھی۔ وہ فرصت کے اوقات میں ہمیشہ اقبال کی شاعری سے لطف اندوز ہوتا تھا۔

اپنے گھر سے تو وہ ٹھیک ٹھاک ہی آئی تھی البتہ امی کے گھر آ کے ضرور اس کی طبیعت خراب ہوگئی۔ سارا دن ایسے ہی بے سدھ پڑی رہتی نہ ڈھنگ سے تیار ہوتی اور نہ کھانے میں کوئی چیز اچھی لگتی۔ شموئیل کئی دفعہ آیا تو وہ ایسے ہی بگڑے حلیے میں امی اور دادی کے منع کرنے کے باوجود اس کے سامنے آگئی اس نے گھر چلنے کے لیے کہا تو ارمیش نے منع کر دیا۔

آج امی اسے زبردستی ڈاکٹر کے پاس لے آئیں، ڈاکٹر نے چیک اپ کر کے خوش خبری سنائی تو امی بے حد خوش ہوئیں کیونکہ مہوش کے یہاں بڑی دعاؤں سے شادی کے تین سال بعد اولاد ہوئی تھی جب کہ ارمیش تو بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی۔ اس میں تو ہلنے جلنے کی بھی سکت نہ رہی۔

"لگتا ہے آپ کو خوشی نہیں ہوئی آپ شاید ابھی بچہ نہیں چاہتی تھیں۔" ڈاکٹر نے اس کے پھیکے ناخوش اور مرجھائے ہوئے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ ابھی کیا وہ تو کبھی بھی بچہ نہیں چاہتی تھی۔ بچے پیدا کر کر کے اور پال پال کے وہ اپنی زندگی اجیرن نہیں بنانا چاہتی تھی۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے دراصل میرے شوہر پانچ چھ سال تک بچے نہیں چاہتے۔ انہیں پتا چلے گا تو میرے لیے کافی مشکل ہو جائے گی وہ ناراض بھی ہو سکتے ہیں۔" اس نے امی سے نظریں چراتے ہوئے کہا اور ساری بات میاں پر ڈال کے خود کو معصوم بنا کے بچا لیا۔ امی حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگیں تو اس نے نظریں جھکا لیں۔

"بعض مرد جلدی بچے نہیں چاہتے لیکن جب بچے کی خوش خبری سنتے ہیں تو خوشی سے دیوانے ہو جاتے ہیں اور پھر پہلے بچے کی تو بات ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ ایک آپ کے میاں ہیں جنہیں بچے جلدی نہیں چاہئیں اور ایک ان کے میاں ہیں جو بچوں کے دیوانے ہیں۔" ڈاکٹر نے اس کے سامنے بیٹھی ہوئی لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔

"ان کی شادی کو ساڑھے چار سال ہو گئے ہیں اور ابھی تک کوئی خوش خبری نہیں ہے۔ مسلسل علاج ہو رہا ہے آپ تو بڑی خوش قسمت ہیں جو اللہ تعالیٰ نے شادی ہوتے ہی آپ کو اس نعمت سے نواز دیا۔"

"ڈاکٹر بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں مجھے تو آپ پر رشک آرہا ہے مجھے دیکھیے ساڑھے چار سال سے میں کیسے تڑپ رہی ہوں۔ آپ اپنے شوہر کو سمجھائیے گا آپ دونوں کا آنگن خوشیوں اور جگنوؤں سے بھرنے والا ہے۔" اس لڑکی نے روہانسے انداز میں کہا لیکن اسے تو بس اپنی ہی پڑی تھی کسی کی کوئی بات سمجھ میں ہی نہیں آرہی تھی۔ گھر آ کے تو اس نے خوب رونا پیٹنا ڈالا امی اور دادی کو شموئیل پر بہت غصہ آرہا تھا۔ جس نے اتنی بڑی بات کر کے ان کی بیٹی کو پریشان کر دیا تھا۔

"لو بھلا غضب خدا کا ایسا بھی کہیں ہوتا ہے ارے پہلے بچے پر تو لوگ خوشیاں مناتے ہیں اور شموئیل نے ابھی سے پابندی لگا دی۔ تم فکر مت کرو میں شموئیل سے بات کروں گی۔" امی نے اسے خود سے لپٹا کر تسلی دی تو وہ ایک دم چونک پڑی وہ تو بچہ ہونے پر رو رہی تھی اس نے تو اس سب سے بچنے کے لیے شموئیل کا سہارا لیا تھا۔ شموئیل سے تو وہ یہ سب چھپانا چاہتی تھی اسے پتا چلنے سے پہلے ہی وہ اس تماشے کو کسی طرح ختم کر دینا چاہتی تھی یہاں تو سارا معاملہ ہی الٹا ہو رہا تھا۔

"نہیں نہیں امی! خدا کے لیے آپ ان سے ہرگز بات مت کیجیے گا ورنہ وہ پتا نہیں کیا قدم اٹھالیں گے میں ان کا موڈ دیکھ کر ان سے خود بات کرلوں گی۔" اس نے جلدی سے کہہ کے امی کو شموئیل سے ذکر کرنے سے روکنا چاہا۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے میں کوئی بات نہیں کروں گی تم رو نہیں ایسے تو تمہاری طبیعت خراب ہو جائے گی۔ کچھ کھاپی لو آرام کرو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ شموئیل کے خوف نے تمہیں بالکل ادھ موا کر کے رکھ دیا ہے۔ تم بالکل پریشان مت ہو۔" امی نے اس کے گال پر تھپکی دی اور چلی گئیں اور اس کے کانوں میں خطرے کا الارم بجنے لگا۔

دوسرے دن شموئیل آیا تو خیر خیریت اور ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد امی ارمیش کے منع کرنے کے باوجود اصل بات کی طرف آگئیں کیونکہ وہ اپنی بیٹی کو داماد کے کسی ظالمانہ رویے کا شکار نہیں ہونے دینا چاہتی تھیں۔

"دیکھو بیٹا! بات بہت بڑی ہے اور تم سے کہے بنا چارہ نہیں ہے۔ میں تو حیران ہوں کہ تم ایسا کیوں چاہتے ہو مرد تو ایسی باتوں سے بہت خوش ہوتے ہیں، ہم سب تمہارے رویے سے بہت پریشان ہیں اور ارمیش نے تو رو رو کر اپنا حشر کر لیا ہے دو دن تو خوف سے زرد ہو رہی ہے۔"

"آنٹی آپ کھل کے بات کیجیے، مجھے آپ کی باتیں سمجھ نہیں آرہی ہیں۔" شموئیل نے الجھ کے کہا۔

"میرا مطلب ہے کہ اولاد تو اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہوتی ہے لوگ تو اس کے لیے منتیں مانگتے ہیں جن کی اولاد نہیں ہے ان سے پوچھو کیسے تڑپ رہے ہیں اسے دنیا میں آنے سے پہلے ختم کر دینا تو اللہ تعالیٰ کی ناشکری کے ساتھ ساتھ گناہ بھی ہے۔" وہ کہتے ہوئے ہچکچا رہی تھیں۔ انہیں داماد سے ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم آرہی تھی لیکن کیا کرتیں بیٹی کی خاطر انہیں ایسی بات زبان پر لانا پڑی۔

"پہلے ہی بچے کو دنیا میں آنے سے پہلے ختم کر دینا تو قتل کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اچھی نوکری اور اچھا مقام دیا ہے تمہارے مالی حالات اچھے ہیں پھر اللہ تعالیٰ فیملی بڑھنے پر وسائل بھی بڑھا دیتا ہے اور پھر تمہارے مالی حالات تو اتنے اچھے ہیں کہ تم کئی بچے پال سکتے ہو ایسے میں تمہیں اپنے پہلے بچے کا استقبال خوش دلی سے کرنا چاہیے نہ کہ تم اسے ختم کروانے کی بات کر رہے ہو۔" شموئیل تو یہ سب سن کے سناٹے میں آگیا۔ ارمیش جو خود نہیں چاہتی تھی اسے شموئیل کا نام دے کر خود کو معصوم بنا کے اس خوشی کا گلا گھونٹنا چاہ رہی تھی، اس کے دماغ میں جھکڑ چلنے لگے۔

"بیٹا! میری بات پر غور ضرور کرنا۔" امی نے اسے گم صم بیٹھے دیکھ کر کہا۔

"آں...... جی جی!" وہ ایک دم سے چونک کے ہوش میں آگیا۔ "ارمیش کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے میں اس سے بات کرلوں گا۔" وہ کھولتے دماغ کے ساتھ گھر واپس آگیا، وہ رات اس پر عذاب بن کے گزری۔ دوسرے دن چھٹی تھی وہ الٹا سیدھا ناشتا کر کے ارمیش کے پاس پہنچ گیا۔

"میں نے سنا ہے کہ تمہاری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔" شموئیل نے بغور اس کی طرف دیکھا۔

"نہیں نہیں، میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔" اس نے ٹپٹا کے نظریں چرا لیں۔

"اچھا مجھے تو کچھ اور پتا چلا تھا۔" اس نے اس کے چہرے پر نظریں گاڑتے ہوئے کہا۔

"آپ پتا نہیں کس قسم کی باتیں کر رہے ہیں میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔" اس نے پھیکی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

عدیلہ مبین

السلام علیکم! ڈیئر آنچل اسٹاف اور تمام پڑھنے لکھنے والوں کو میرا اسلام۔ اپریل کے مہینے میں بہار کو ساتھ لے کر اس دنیا میں تشریف لائی، یکم اپریل کو میری برتھ ڈے ہوتی ہے۔ میرا تعلق ضلع جہلم کے ایک گاؤں ٹوبہ سے ہے۔ ہم آٹھ بہن بھائی ہیں، میرا نمبر پانچواں ہے۔ حال ہی میں بی اے کیا ہے اور ایک پرائیوٹ انگلش میڈیم اسکول میں ٹیچر ہوں، پڑھنے کا بہت شوق ہے کیا سمجھے، نصاب کی کتابیں نہیں آنچل ڈائجسٹ پڑھنے کا بہت شوق ہے۔ جی ہاں آنچل سے وابستگی چھ سال پرانی ہے، پہلی بار شرکت کر رہی ہوں کسی بھی سلسلے میں۔ مجھے آنچل میں لکھنے والی بہنیں بہت اچھی لگتی ہیں، میری فیورٹ کہانیاں "یہ چاہتیں یہ شدتیں، جانِ جاں جو تُو کہے" اور "بھیگی پلکوں پر" ہیں۔ فیورٹ رائٹرز نازیہ کنول نازی، سمیرا شریف طور اور اقراء صغیر احمد ہیں۔ رنگوں میں پنک اور نیلا رنگ پسند ہے، شلوار قمیص پسند ہے کیونکہ ہمارے ہاں شلوار قمیص اور اور دوپٹے کو ہی ترجیح دی جاتی ہے۔ زمین دار گھرانے سے تعلق ہے نا اس لیے۔ اپنی خوبیوں اور خامیوں کی بات کروں تو بہت سی خامیوں کے سامنے خوبیاں کم ہی نظر آئیں گی، مجھے غصہ بہت زیادہ آتا ہے اور بہت جلد ہر کسی پر اعتبار کر لیتی ہوں، جو مہنگا بھی پڑتا ہے یہ نہیں کہوں گی کہ میں جھوٹ بالکل نہیں بولتی کبھی کبھی بولنا پڑتا ہے مصلحت کے تحت۔ میرا شوق ہے کہ میں اپنے ابو جی کے ساتھ حج پر جاؤں، امی کو حج کی سعادت حاصل ہوئی لیکن وہ اب اس دنیا میں نہیں، میں اپنی امی کو بہت یاد کرتی ہوں (لو یو امی)۔ مجھے اپنی فیملی سے بہت پیار ہے، نبیلہ، رقیہ، سعدیہ، کوثر، شاہین، نسرین، آپی احسان سب کو پیار اور ڈھیر ساری دعائیں، اکثر و بہن عدیلہ کی طرف سے۔ آنچل کو ڈھیروں دعائیں، خوب پھلو اور اپنی روشنی سے سب کو جگمگا دو، دعاؤں میں یاد رکھیے گا، اللہ حافظ۔

"مجھے تمہارے عزائم کی خبر ہو چکی ہے ارمیش! اگر تمہیں میرے ساتھ زندگی گزارنی ہے تو میری اولاد کو بھی جنم دینا ہوگا۔ اسے ختم کرانے کی صورت میں تم اپنا اور میرا رشتہ بھی ختم سمجھنا۔" وہ تو حیران رہ گئی اس نے پہلے کبھی اسے اتنا سنجیدہ اور غصے میں نہیں دیکھا تھا۔

"تم جو چاہتی ہو اپنے فیصلے سے مجھے آگاہ کر دینا۔" وہ سختی سے کہہ کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا تو گویا امی اس کی کلاس لے چکی تھیں جو اسے معلوم ہی نہیں تھا جس بات سے وہ بے خبر تھا اس کا الزام خود پر لگنے سے اس کا کیا حال ہوا ہوگا۔ وہ کیا سوچ بیٹھی تھی اور شموئیل اسے کیا سنا کر چلا گیا اگر واقعی وہ اس سے رشتہ ختم کر لے گا تو وہ کہاں جائے گی اس سے علیحدگی کے بعد کیا ہوگی اس کی زندگی' لوگوں کو علیحدگی کی کیا وجہ بتائے گی کہ وہ بچہ نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے اس کے میاں نے اسے چھوڑ دیا کیا وہ اتنی شرمناک بات لوگوں کو بتا سکے گی۔ ایسی بات پر طلاق کا دھبہ لگنے پر لوگ اسے کیسی تحقیر آمیز نظروں سے دیکھیں گے اور کیا وہ لوگوں کی ذلت بھری نظروں کا سامنا کر لے گی اور اس کے والدین کا کیا ہوگا۔ کیا وہ بیٹی کے اس عظیم کارنامے پر لوگوں کا سامنا کرنے کے قابل رہیں گے۔ سسرال میں اس کی بہن کی کیا پوزیشن ہوگی' اسے یاد تھا بچہ نہ ہونے پر بجو کیسے تڑپ کے روتی تھیں' امی انہیں ڈاکٹرز کے پاس لیے پھرتی تھیں اور وہ پاگل تھی کہ بچے جیسی نعمت کے مل جانے پر تڑپ رہی تھی کہ یہ کیوں ہوا۔

اس دن ڈاکٹر کے پاس وہ لڑکی بچہ نہ ہونے پر رو رہی تھی اور اسے خوش قسمت قرار دے رہی تھی اور وہ اپنی نادانی اور دیوانگی میں اپنی خوش قسمتی سے منہ موڑ لینا چاہ رہی تھی اسے اپنی کزن نادرہ آپا یاد آ گئیں وہ بھی جلدی بچہ نہیں چاہتی تھیں اور انہوں نے اپنے شوہر سے چھپ کے وہ حرکت کر دی تھی۔ جب کافی عرصے تک دوبارہ اولاد نہ ہوئی تو انہوں نے کافی علاج کروائے لیکن سب بے کار گیا۔ ان کے شوہر کو تو ان کی حرکت کا پتا نہ چلا لیکن انہوں نے اولاد کی خاطر دوسری شادی کر لی اور بیوی کو لے کر آسٹریلیا چلے گئے وہاں ان کے تین بچے ہو گئے اور یہاں نادرہ آپا اب تک اپنے کیے پر تنہائی کا عذاب کاٹ رہی تھیں اور اپنے گزارے کے لیے ٹیچنگ شروع کر دی۔ اس کے سارے وجود میں سنسناہٹ ہونے لگی وہ جلدی سے بیٹھ گئی۔ یہ میں کیا کرنے جا رہی تھی اس نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ لیا' میں اولاد جیسی عظیم نعمت کو ختم کرنے چلی تھی جس سے عورت مکمل ہوتی ہے جسے پانے اور پیدا کرنے کے بعد اس کے قدموں تلے جنت آ جاتی ہے۔ میں اپنی جنت اپنے ہاتھوں سے کھو کر دوزخی ہونے چلی تھی۔ اسے جھرجھری آ گئی' سارا وجود ٹھنڈے پسینے میں بھیگ گیا۔

کیا میں شموئیل کے بغیر رہ سکتی ہوں' نہیں نہیں نہیں اس کا روم روم چلانے لگا۔ سوچتے سوچتے نجانے کتنا وقت گزر گیا۔ اس نے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو سارا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ اسے لگا وہ گناہ جو اس نے کیا نہیں تھا ابھی صرف سوچا ہی تھا وہ آنسو بن کے بہہ چکا تھا۔

اس نے اولاد جیسی نعمت پر اپنے رب کا شکر ادا کیا اور اپنے گناہ سے توبہ کی اور جلدی جلدی اپنا سامان سمیٹ کے اپنے گھر آ گئی لرزتے کانپتے ہاتھوں سے بیل بجائی اور سر جھکائے دروازہ کھلنے کا انتظار کرنے لگی۔ اس میں شموئیل سے نظریں ملانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی' بہت سا پانی آنکھوں میں بھر گیا۔

شموئیل نے دروازہ کھولا تو وہ اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ اس کے آنے کے چند گھنٹے بعد آ گئی تھی اور اندر آتے ہی شموئیل سے لپٹ کے بری طرح رونے لگی۔ اس کے سینے سے لگ کے اسے طاقت اور تحفظ کا احساس ہوا' اپنے سائبان تلے آ کے وہ خود کو معتبر اور مضبوط سمجھنے لگی۔

"مجھے معاف کر دیجیے میں نادانی میں بہت بڑا گناہ کرنے جا رہی تھی۔" شموئیل نے اسے اپنی بانہوں میں بھر لیا۔

"تمہیں غلطی کرنے سے پہلے اس کا احساس ہو گیا۔ ہم دونوں اور شرجیل کے حق میں یہ بہت اچھا ہوا ہے۔"

"شرجیل کون؟" ارمیش نے جھٹکے سے اس کے سینے سے سر ہٹا کے حیرت سے پوچھا۔

"ارے بھئی ہمارا ہونے والا بیٹا اور کون۔" شموئیل نے بڑے شوخ انداز میں کہا تو ارمیش نے جھینپ کے اس کے سینے پر مکا مارتے ہوئے دوبارہ اپنا سر اس کے سینے میں چھپا لیا۔

"بہت خراب ہیں آپ' اتنی جلدی نام بھی رکھ دیا۔" اس نے شرمیلی سی آواز میں کہا تو شموئیل نے قہقہہ لگاتے ہوئے اس کے گرد اپنی بانہوں کا گھیرا تنگ کر دیا۔
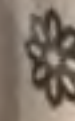
نغمے آزردہ و رنجود ہوئے جاتے ہیں
آپ کیوں ہم سے بہت دور ہوئے جاتے ہیں
چارہ گر کچھ تو کہو کوئی تدبیر کرو
دل کے چھالے میرے ناسور ہوئے جاتے ہیں

گزشتہ قسط کا خلاصہ

تابندہ بی شہوار کے فون سے پریشان ہوجاتی ہیں اور اگلے دن وہ بغیر بتائے شہر چلی آتی ہیں۔ مصطفیٰ ان کی آمد پر متجسس ہوجاتا ہے تو دوسری طرف شہوار بھی ماں سے ان کی آمد کی وجہ دریافت کرنے کی کوشش کرتی ہے مگر سب لوگوں کی موجودگی میں موقع نہیں ملتا۔ ایاز عادلہ سے دریافت کرتا ہے کہ کیا وہ لوگ شاہزیب کے ہاں گئیں یا نہیں جواباً عادلہ وہاں پیش آنے والی ساری صورتحال بتادیتی ہے اور ساتھ میں ایاز سے شہوار سے متعلق اس قدر شدید جذباتیت کی وجہ پوچھتی ہے تو وہ کینٹین میں پیش آنے والا سارا قصہ سناتا ہے اور آخر میں عادلہ کے سمجھانے کے باوجود شہوار سے متعلق کسی سنگین قسم کی کارروائی کی پیش گوئی کرتا ہے۔ انا ولید کے رویے کی وجہ سے شدید ڈسٹرب ہوجاتی ہے اور اگلے دن اس کو بخار ہوجاتا ہے۔ روشانے اسے زبردستی کمرے سے نکالتی ہے اور کھانا کھاتے گفتگو کے دوران اسے بتاتی ہے کہ گزشتہ رات ولید اور احسن اپنے دوست مصطفیٰ سے ملنے گئے تھے تو انا حقیقت جان کر اور بھی جذباتیت کا شکار ہوجاتی ہے۔ اسے اپنے رویے اور غلط سوچ پر شدید رنج آگھیرتا ہے۔ شہوار رات سونے سے پہلے ماں سے اس اچانک آمد کی وجہ پوچھتی ہے تو وہ اس کی رات والی گفتگو کو موضوع بناتی ہیں جواباً شہوار عادلہ کی آمد والا قصہ سنادیتی ہے اور آخر میں دوٹوک الفاظ میں مصطفیٰ سے رشتے سے انکار کردیتی ہے اور ساتھ ہی اپنے باپ کی اصلیت جاننے کی کوشش کرتی ہے تو تابندہ بی اس ذکر پر ایک دم نڈھال ہوکر گم صم ہوجاتی ہیں تو شہوار کو احساس جرم آگھیرتا ہے۔ رابعہ انٹرویو کے لیے جانے سے پہلے بھابی سے ناشتا مانگتی ہے تو ثریا بیگم اسے جاب کرنے پر سخت سست سناتی ہیں تو جواباً وہ بغیر ناشتا کیے ہی گھر سے نکل جاتی ہے۔ جس کا ثریا بیگم کو دکھ ہوتا ہے۔ ولید انا پر ہاتھ اٹھانے کے بعد شدید گلٹ کا شکار ہوجاتا ہے وہ اسپتال کاشفہ کو دیکھنے جاتا ہے اور پہلی بار کاشفہ کو حواس میں دیکھ کر اس کا غیر معمولی حسن دیکھ کر ٹھٹک جاتا ہے دوسری طرف کاشفہ بھی ولید کی شخصیت کے سحر کے آگے مسحور ہوجاتی ہے تو ولید فوراً وہاں سے نکل آتا ہے کوئی احساس ہوتا ہے جو اسے وہاں ٹھہرنے نہیں دیتا انا کے رویے کو سوچ سوچ کر وہ شدید الجھن کا شکار ہوجاتا ہے اور گھر آکر اسے جب انا سے بات کرنے کا موقع ملتا ہے تو اپنے تھپڑ مارنے والی بات پر معذرت کرتا ہے تو انا بھی اپنے رویے پر شرمندگی کا اظہار کرتی ہے اور جب ولید انا سے اس کے رویے کی وجہ پوچھتا ہے تو انا دوٹوک الفاظ میں اسے باور کروادیتی ہے کہ آئندہ وہ اس سے اس موضوع پر بات نہیں کرے گا ورنہ وہ ولید سے ملنا اور بات چیت تک ترک کردے گی ولید اس شدید ری ایکشن پر حیران رہ جاتا ہے۔ عباس کے کمپیوٹر سیکشن کے لیے رابعہ سلیکٹ ہوتی ہے اور عباس جب رابعہ سے انٹرویو کرتا ہے تو دونوں میں تلخ کلامی ہوجاتی ہے جواباً رابعہ غصے سے اپنی سی وی لے کر وہاں سے نکل آتی ہے۔ تابندہ بی شاپنگ کے لیے گئی تھیں تو ڈرائیور کو گھر واپس بھیج دیتی ہیں اور خود رکشہ لے کر کسی سے ملنے آتی ہیں اس دوران انہیں ماضی کے بہت سے واقعات یاد آتے ہیں۔ تابندہ بی شاپنگ سے واپس نہیں آتیں تو شہوار بہت پریشان ہوجاتی ہے۔ مہر النساء بیگم، صبا اور عائشہ بھی فکرمند ہوجاتی ہیں تبھی مہر النساء بیگم شہوار کو مصطفیٰ کو کال کرکے تابندہ بی کا پتا کرنے کا کہتی ہیں تو شہوار مصطفیٰ کا نمبر ملاتی ہے اور اس کی جھلے بازی پر کوفت سے دوچار ہوتے مہر النساء کو ریسیور تھمادیتی ہے۔

اب آگے پڑھیے۔

❋......❋......❋

انہیں واپسی میں کافی زیادہ تاخیر ہوگئی تھی۔ باتوں میں وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا تھا اور جب احساس ہوا تو فوراً اٹھ کھڑی ہوئی تھیں گھر کے مکین سے اجازت لے کر وہ فوراً وہاں سے نکل آئی تھیں مگر رستے میں رکشہ خراب ہونے سے کچھ وقت لگ گیا تھا اس بے چارے نے اتنا انتظار کیا تھا تو جواباً اب وہ خود بھی کچھ دیر انتظار کرسکتی تھیں۔

"میاں روک دو بس آگے میں چلی جاؤں گی۔" انہوں نے گھر سے کچھ فاصلے پر رکشہ رکوالیا تھا وہ نہیں چاہتی تھیں کہ کوئی انہیں رکشے سے اترتے دیکھے۔ رکشے والے نے رکشہ روک دیا تھا وہ اپنی چادر سنبھالتے اتر آئی تھیں۔ رکشے والے کے جانے کے بعد انہوں نے گھر کی جانب قدم بڑھائے تھے مغرب کی اذان ہوچکی تھی ہر طرف شام کا اندھیرا پھیل رہا تھا گھر والے ان کی طرف سے یقیناً پریشان ہوں گے انہوں نے تیزی سے گھر کی جانب قدم بڑھائے تھے۔

تبھی گھر سے کچھ فاصلے پر ایک گاڑی نے ان کے پاس ہارن دیا تو وہ سائیڈ پر ہوگئیں گاڑی آگے بڑھ گئی مگر تھوڑی ہی دور جاکر رک گئی۔ تابندہ بی بھی گاڑی پہچان کر ایک پل کو رکی تھیں مگر پھر مصطفیٰ شاہزیب کے نکلنے سے پہلے خود ہی تیزی سے قریب آگئی۔

"السلام علیکم آپ کہاں تھیں اور پیدل کیوں آرہی ہیں؟" مصطفیٰ ماں کے فون کے فوراً بعد گھر آرہا تھا اور اب تابندہ بی کو یوں راہ چلتے دیکھ کر ٹھٹک گیا تھا۔

"وعلیکم السلام...... یونہی بس ادھر ہی تھی۔" انہوں نے مسکرا کر کہا تو مصطفیٰ نے فرنٹ سیٹ کا دروازہ ان کے لیے وا کردیا۔

"آپ بیٹھیں میں گھر ہی جارہا ہوں۔" تابندہ بی خاموشی سے بیٹھ گئی تھیں۔

"آپ تھیں کہاں؟ سب لوگ گھر میں پریشان ہورہے تھے۔ ابھی ماں جی کی کال آئی تو میں گھر آرہا تھا۔ خیریت تھی نا ڈرائیور بھی آپ کے ہمراہ نہیں تھا۔" گاڑی ڈرائیو کرتے مصطفیٰ نے تابندہ کو بغور دیکھا وہ چادر کے پلو میں منہ چھپائے ہوئے تھیں وہ ہرگز ان کو نہ پہچانتا اگرچہ ایک بار اسی مخصوص چادر میں حویلی آتے جاتے انہیں نہ دیکھ چکا ہوتا۔ اس نے شک میں گاڑی روکی تھی مگر جب تابندہ بوا خود ہی پاس آکر ٹھہریں تو اس کا شک یقین میں بدل گیا تھا۔

"نہیں' یونہی بازار کے لیے نکلی تو رستہ بھول گئی' کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی بمشکل بازار کے ہجوم سے نکلی تو رکشہ والے نے خوار کر ڈالا۔" تابندہ بی کا انداز پُراعتماد تھا۔ مصطفیٰ نے تعجب سے انہیں دیکھا اگر چادر کے پلو میں ان کا چہرہ چھپا نہ ہوتا تو وہ اندازہ لگانے کی کوشش کرتا کہ ان کے بیان میں کس حد تک سچائی ہے۔

"اتنے گھنٹے کوئی رستہ بھول کر بازار کے ہجوم میں خوار نہیں ہوتا۔" مگر وہ ان سے کہہ نہیں سکا تھا لیکن الجھ ضرور گیا تھا۔

"آپ شاپنگ کرنے نکلی تھیں تو آپ کا سامان کہاں ہے؟"

"زیادہ شاپنگ ہی نہیں کی جو خریدا تھا ڈرائیور کے ہاتھ بھجوادیا تھا۔" گھر آچکا تھا مصطفیٰ نے ہارن دیا تو چوکیدار نے باہر نکل کر دیکھا اور پھر مصطفیٰ کو دیکھ کر گیٹ کھول دیا۔

"بہرحال آپ کو اکیلے بازار نہیں جانا چاہیے تھا اگر گئی بھی تھیں تو ڈرائیور کو گھر نہیں بھیجنا چاہیے تھا۔" گاڑی اندر لاکر کھڑی کرتے اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"بس غلطی ہوگئی' کئی سال بعد باہر نکلی تھی اندازہ ہی نہیں تھا کہ باہر کی دنیا اتنی بدل چکی ہے۔" ان کے لہجے میں گزرے وقت کا ملال اور گہرا تاسف تھا۔

گاڑی رکنے پر شہوار بڑی تیزی سے باہر آئی تھی۔ وہ تابندہ کی شدت سے منتظر تھی تابندہ بی باہر نکلیں تو وہ فوراً بھاگ کر ان کے پاس آگئی۔

"آپ اتنی دیر تک کہاں تھیں میں اتنی پریشان ہوگئی تھی' مجھے تو اب طرح طرح کے اوہام ستارہے تھے۔" نماز پڑھ کر اٹھی تھی اور اس حالت میں گاڑی کی آواز سن کر باہر بھاگی تھی۔ قبولیت کی گھڑی تھی جو مصطفیٰ کے ساتھ تابندہ بی کو دیکھ کر ایک دم روہانسی ہوگئی تھی۔ آواز میں ایک نمی سی رچ بس گئی تھی۔

"میں ادھر ہی تھی اللہ خیر کرے میں بچی تھوڑی ہوں جو تم پریشان ہوگئی تھی۔" بازو کے حصار میں لے کر شہوار کو دلاسا دیا تو مصطفیٰ بھی دوسری طرف سے نکل کر قریب آگیا۔

"آپ کبھی کہیں گئی بھی تو نہیں' پہلی بار بازار گئی تھیں ڈرائیور کو واپس بھی بھیج دیا اور تھیں بھی اکیلیں۔" اس نے آنکھوں کی نمی صاف کرتے ماں سے کہا۔

"بوا جی تھکی ہوئی ہیں ان کو رستہ دو اور باقی کے گلے شکوے تم اندر جاکر بھی کرسکتی ہو۔" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے کہا تو اس نے بگڑے

تیوروں سے اسے دیکھا۔
"آپ کو اس سے کیا میری امی ہیں؟" خاصہ غصیلا انداز تھا تابندہ بوا نے تعجب سے اسے دیکھا۔ کتنا بچکانہ انداز تھا مصطفیٰ ہنس دیا۔
"بری بات بڑا ہے تم سے ایسے بات نہیں کرتے۔ تمیز ادب آداب بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔" انہوں نے فوراً بیٹی کو ٹوکا تو مصطفیٰ کے ہونٹوں پر دھیمی سی مسکراہٹ آ ٹھہری جبکہ شہوار سلگ اٹھی۔
ماں کا ہاتھ پکڑے اسے کینہ توز نظروں سے دیکھتے وہ اندر کی طرف چلی آئی تھی۔ وہاں سبھی پریشان تھے سبھی کی زبانوں پر وہی سوال تھے اور ان کا وہی جواب جو مصطفیٰ کو دے چکی تھیں۔
"اگر ایسی بات تھی تو کسی پی سی او سے کال کر لیتیں۔ نمبر تو یاد ہوگا نا۔" عائشہ نے تفصیل سن کر کہا۔
"بس خیال ہی نہیں رہا پھر عرصہ بعد باہر نکلی تھی۔ گھومتی رہی دیکھتی رہی سچ پوچھو تو میں نے خود ہی گھر فون نہیں کیا تھا میں کچھ دیر باہر کی دنیا کو بہت قریب سے دیکھنا چاہتی تھی پھر رکشہ والے کا رکشہ خراب ہوگیا تو کچھ وقت ادھر لگ گیا۔" مہر النساء بیگم اور مصطفیٰ دونوں نے بغور تابندہ بی کو دیکھا۔ ان کے لہجے اور چہرے پر عجیب سا تضاد تھا مگر الفاظ سچے لگ رہے تھے۔
"اس کا مطلب ہے کہ آپ بھولی نہیں تھیں بلکہ رستے کو جان بوجھ کر بھلا گئی تھیں۔" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے کہا تو وہ مسکرادیں۔
"ہاں ایسا ہی کہہ لو۔" انہوں نے گویا بات ٹالنے کی کوشش کی تھی۔
"اگر ایسی بات تھی تو ڈرائیور کو ہمراہ رکھ لیتیں۔ وہ زیادہ آسانی کے ساتھ آپ کو راستوں کی نشاندہی کروا دیتا۔" مصطفیٰ کے لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ اب کی بار تابندہ بی نے مسکرانے کی بجائے چونک کر اسے دیکھا۔ مصطفیٰ کا انداز کھوجتا ہوا تھا۔
"سارا دن کچھ کھایا پیا بھی کہ یونہی گھومتی ہی رہیں۔" شہوار کو ماں کی فکر تھی مصطفیٰ کے سوالوں کو نظر انداز کرتے پوچھا۔
"ہاں بھوک تو واقعی بہت لگی ہوئی ہے تھکن بھی ہوگئی ہے تم پہلے مجھے پانی پلاؤ کھانا ابھی نہیں کھاؤں گی جب سب کھائیں گے تو کھالوں گی۔"
"میں ابھی لے کر آتی ہوں۔" وہ فوراً پلٹی۔
"میں بھی پانی پیئوں گا۔" مصطفیٰ نے کہا تو اس نے جاتے جاتے بس سر گھما کر ایک نظر ڈالی وہ متوجہ تھا ذرا سا مسکرا دیا تو وہ منہ بنا کر رہ گئی۔ وہ ٹرے میں دو گلاس رکھ کر لائی تھی۔ ٹرے ٹیبل پر رکھ کر ایک گلاس تابندہ بی کو تھما دیا مصطفیٰ گہری سانس لے کر رہ گیا۔ خود ہی گلاس تھام کر پانی پینے لگا۔ اس لڑکی سے اسے ایسی ہی امید تھی۔
"تمہارے ابو اور بھائی بھی آنے والے ہیں کھانے کا کیا ارادہ ہے؟" مہر النساء بیگم نے عائشہ کو دیکھا۔
"کھانا تیار ہی ہے ٹیبل لگواؤں اتنی دیر میں باقی لوگ بھی آجائیں گے؟"
"پانچ دس منٹ انتظار کر لو اور رائبہ کو بھی فون کرو کہ کب پہنچ رہی ہے؟"
"جی اچھا۔" عائشہ سر ہلا کر فون کی طرف بڑھ گئی۔
"تابندہ تم کچھ دیر آرام کر لو۔ میرا خیال ہے پہلے کھانا کھالو باقی لوگ تو بعد میں کھا ہی لیں گے تم تھکی ہوئی ہو تمہیں لیٹنا چاہیے۔"
"کھانا تو سبھی کے ساتھ ہی کھاؤں گی تھکن تو واقعی ہے لیٹوں گی ضرور۔"
"شہوار تم ماں کو اپنے کمرے میں لے جاؤ کھانا لگتا ہے تو میں صبا کو بھیج دوں گی۔" شہوار سر ہلا کر ان کا ہاتھ تھام کر اپنے کمرے میں آگئی۔
"میں تو اتنی پریشان ہوگئی تھی اگر آپ کچھ دیر اور نہ آتیں تو میں کسی کو لے کر آپ کو ڈھونڈنے نکل جاتی۔" تابندہ بی نے بستر پر دراز ہوتے اپنی بیٹی کو بغور دیکھا جس کے چہرے پر پریشانی ابھی بھی درج تھی۔
"مصطفیٰ نے آپ کو کہاں سے ڈھونڈ لیا ابھی تو مغرب کے وقت ان سے فون پر بات ہوئی تھی ابھی نماز پڑھی ہی تھی کہ آپ کو لے کر فوراً گھر بھی آگئے تھے۔"
"میں مصطفیٰ کے ساتھ نہیں بلکہ اکیلی ہی گھر آئی تھی یہ تو باہر سے مصطفیٰ نے مجھے گاڑی میں بٹھا لیا تھا۔"
"اچھا۔" ماں کے جواب پر اسے حیرت ہوئی۔
"میں تو کیا سب یہی سمجھ رہے تھے کہ آپ مصطفیٰ کے ساتھ آئی ہیں۔"
"میں نے ذکر تو کیا تھا کہ میں رکشہ میں سوار تھی رستے میں رکشہ خراب ہوا تو لیٹ ہوگئی۔"

"اوہ......" شہوار کا جی چاہا کہ اپنی عقل پر ماتم کرے۔
"اگر تھکن ہو رہی ہے تو میں ٹانگیں دبا دوں؟" اس نے ماں کی ٹانگوں پر ہاتھ رکھا۔
"تم پریشان مت ہو اب خیر ایسی بھی تھکن نہیں۔ تم بس لائٹ بند کردو میں کچھ دیر یونہی لیٹوں گی۔" انہوں نے آنکھوں پر بازو رکھتے کہا تو وہ فوراً سر ہلا گئی۔
لائٹ اور دروازہ بند کر کے وہ پلٹی تو مصطفیٰ کو دیکھ کر ٹھٹکی مصطفیٰ بھی اپنے کمرے کی طرف جاتا رک گیا تھا۔
"لیٹ گئیں بوا جی؟" مصطفیٰ نے پوچھا۔
"جی۔" اس نے لیے دیے انداز میں جواب دے کر نکلنا چاہا۔
"رکو شہوار۔" وہ پلٹی سنجیدگی سے مصطفیٰ کو دیکھا۔
"انہوں نے کچھ بتایا کہ وہ کہاں تھیں۔" وہ پوچھ رہا تھا انداز پر سوچ تھا۔
"انہوں نے سب کے سامنے بتایا تو تھا اب ان سے بار بار کیا پوچھتی میں؟" اس نے نروٹھے پن سے جواب دیا۔
"میرے کمرے میں آؤ مجھے تم سے بات کرنی ہے۔" اس کے انداز پر مصطفیٰ نے بھی تیکھے پن سے کہا۔
"کیوں؟ جو بھی کہنا ہے ادھر ہی کہہ لیں۔" مصطفیٰ کا تحکم بھرا انداز خاصا برا لگا تھا خصوصاً "میرے کمرے میں آؤ" کا آرڈر نامہ۔
"راہداری میں کھڑے ہو کر بات کرنا مجھے مناسب نہیں لگ رہا۔ اگر تھوڑی بہت عقل ہے تو میرے کمرے میں آجانا مجھے تابندہ بوا کے متعلق بات کرنی ہے۔" وہ سابقہ تحکم آمیز انداز میں کہتے وہاں سے چلا گیا تو شہوار نے سختی سے لب دانتوں تلے دبا لیے۔
"کمرے میں آؤ خواہ مخواہ ہی...... بڑے آئے کہیں کے رعب جمانے والے۔" مصطفیٰ کا انداز اسے غصے سے دوچار کر گیا تھا مگر جس طرح وہ تابندہ بوا کا نام لے کر گیا تھا وہ شش و پنج میں پڑ گئی تھی۔
"امی جی کے متعلق کیا بات کرنا ہوگی جو کمرے میں بلوا رہے ہیں۔" اگلے ہی پل الجھ گئی تھی۔
"کیا کروں؟ جاؤں کہ نہیں؟" وہ سوچ میں پڑ گئی۔
"اگر کوئی الٹی سیدھی بات کردی موصوف نے تو؟ آج کل تو جناب ویسے بھی بلا سوچے سمجھے بولنے لگ گئے ہیں مغرب کے وقت کی بکواس کون سا کم تھی اب نجانے کیا کہنا ہے؟" وہ الجھن میں پڑ گئی تھی۔
"خیر میں کون سا لحاظ کروں گی کوئی الٹا سیدھا بولنے کی جرأت کی تو میں بھی صاف جواب دوں گی۔ اس سلسلے میں اب کمپرومائز تو کرنا ہی نہیں ویسے امی کے متعلق ایسا کیا کہنا ہے جو کمرے میں بلوا کر ہی کہا جا سکتا ہے۔" چند پل سوچنے کے بعد اس نے کمرے میں جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔
"یس کم ان۔" دروازے پر دستک دی تو مصطفیٰ نے اجازت دی۔
محتاط نظروں سے پہلے کمرے میں جھانکا مصطفیٰ الماری سے کپڑے نکال کر پلٹا رہا تھا اسے دیکھ کر مسکرایا۔
"آجائیں آپ کا ہی انتظار کر رہا ہوں بیٹھیں۔" وہ آہستگی سے اندر آئی۔ مصطفیٰ نے کپڑے بستر پر رکھ کر اس نے صوفے کی طرف اشارہ کیا۔
"میں بیٹھنے نہیں آئی آپ نے جو بات کہنی ہے وہ کہیں۔" اس نے خاصے تیکھے لب و لہجے میں کہا مصطفیٰ نے گہرا سانس لیا۔ اچھے خاصے سلجھے لب و لہجے کی مالک لڑکی اب ایک دم کیسی کڑوی کسیلی ہوگئی تھی۔ یہ اس دن اس سے بات کرنے کا اعجاز تھا اب جانے کس کوئی محاذ کھولنے پر نجانے کیا ری ایکشن ہوتا ہے۔
"تم نے بوا جی سے پوچھا نہیں کہ وہ اتنی دیر تک ڈرائیور کو بھیجنے کے بعد کہاں رہیں؟" مصطفیٰ نے بات کا آغاز کیا۔
"انہوں نے بتایا تو تھا کہ وہ رستہ بھول گئی تھیں چلیں فرض کریں وہ رستہ نہیں بھی بھولی تھیں تو بھی وہ بتا چکی ہیں کہ وہ ارد گرد کے علاقے میں گھومتی رہی تھیں۔" شہوار نے الجھ کر جواب دیا۔
"مگر ان کے رستہ بھولنے یا گھومنے کے بعد کی تھکن تو ان کے جسمانی خدوخال میں کہیں دکھائی نہیں دی۔ ہاں البتہ ذہنی پراگندگی اور انتشار کا شکار ضرور لگ رہی ہیں۔" مصطفیٰ کا انداز بہت سنجیدہ تھا شہوار نے چونک کر دیکھا۔
"آپ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں۔" اس کا انداز جرح کرنے والا تھا۔
"کیا یہ اپارٹمنٹ میں موجود بندے سے ایسا سوال کچھ عجیب سا نہیں لگتا؟" شہوار نے مصطفیٰ کی برجستگی پر گھور کر دیکھا۔

"مطلب کیا ہے آپ کا؟" اس نے خاصی الجھن میں گھر کر کہا۔
"مجھے لگتا ہے کہ وہ اتنی دیر رستہ نہیں بھولی تھیں بلکہ کہیں گئی ہوئی تھیں؟ کہاں یہ تو وہ ہی بتائیں گی مجھے وہ گھر سے ذرا فاصلے پر ملی تھیں تو میں نے گاڑی میں بٹھالیا تھا۔
"میں نہیں مانتی۔" اس نے فوراً انکار کر دیا۔
"مجھے حیرت ہوتی ہے عقلی لحاظ سے تم میں کچھ خاص کوالٹی ہے نہیں تم میڈیکل کے فورتھ ائیر میں کیسے پہنچ گئیں؟" مصطفی کے الفاظ اسے سلگا دینے کو کافی تھے۔
"شٹ اپ۔" مصطفی ہنس دیا تو وہ مزید جل بھن گئی۔
"فرض کریں اگر امی کچھ چھپا بھی رہی ہیں یا وہ کہیں گئی ہیں تو اس جرح کا مقصد؟"
"اس کا مطلب ہے وہ تمہیں بتا کر گئی تھیں۔" شہوار کا جی چاہا کہ کوئی چیز اٹھا کر اس شخص کے سر پر دے مارے۔ کتنا بدتمیز تھا یہ شخص سیدھے سادھے لفظوں میں اسے مورد الزام ٹھہرا رہا تھا۔
"میرے پاس اتنا فالتو وقت نہیں ہے کہ میں آپ کے ساتھ فضول اور بے معنی باتوں میں ضائع کروں۔" غصے سے کہہ کر وہ واپس پلٹی تو مصطفی نے ایک دم سامنے آ کر راستہ روکا۔
"ایک منٹ پلیز۔" اگر وہ بروقت قدم نہ ہٹا لیتی تو اس سے ضرور ٹکرا جاتی۔
"اف...... کیا بدتمیزی ہے یہ؟" وہ ایک دم غصہ سے کھول اٹھی۔ خفت و شرمندگی نے الگ خجالت سے دوچار کر دیا۔
"ایم سوری۔" مصطفی کو بھی صورت حال کا احساس ہوا تو چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔ شہوار نے بگڑے تیوروں سے اسے دیکھا۔
"اب کیا مسئلہ ہے؟"
"میں نے صرف یہ جاننے کے لیے تمہیں بلوایا ہے کہ بواجی کو تم نے شہر کیوں بلوایا ہے؟" مصطفی نے ایک نیا کھاتہ کھولا۔
"میں نے ان کو نہیں بلوایا وہ خود آئی ہیں۔" شہوار کا انداز زچ ہو جانے والا تھا۔
"اس ہنگامی دورے کی کوئی خاص وجہ؟" وہ سینے پر ہاتھ باندھے سنجیدگی پوچھ رہا تھا۔
"مجھے تو نہیں بتائی کوئی وجہ انہوں نے خود ہی پوچھ لیں۔ ویسے بھی ہر روز فون پر ان سے کئی کئی بار رابطے تو رکھے جاتے تھے۔" اس نے غصے سے جتایا تو مصطفی نے بغور دیکھا۔
"اوہ...... تو تم میرے اور بواجی کے اس طرح رابطہ رکھنے پر جیلس ہو رہی ہو۔"
"واٹ نان سینس...... کم عقل نہیں ہوں۔" مصطفی کے سلگانے پر فوراً سلگ کر گویا ہوئی۔
"آپ ان سے رابطے رکھیں یا فون کریں میری بلا سے میں کیوں جیلس ہونے لگی۔" غصے سے مصطفی کو دیکھا تو وہ مسکرا دیا۔
"تو اس کا مطلب ہے ہمارے رشتے سے متعلق تمہارے جو اعتراضات تھے وہ ختم ہو گئے ہیں۔" شہوار کا جی اب حقیقت میں چاہنے لگا کہ وہ کوئی چیز اٹھا کر مصطفی کے سر پر ضرور دے مارے۔
"خوش فہمی ہے جناب کی۔" نخوت سے ناک سکیڑی۔
"اگر خوش فہمی بھی ہے تو حقیقت بتا کر ختم کر سکتی ہو کہ تم نے ان کو یہاں اچانک کیوں بلوایا ہے اور اب آج سارا دن وہ کہاں تھیں میں مان ہی نہیں سکتا کہ تمہیں علم نہ ہو وہ آج سارا دن گھر سے غائب رہیں ڈرائیور کو بھی گھر بھیج دیا۔ بالکل اکیلے اتنے گھنٹے وہ کہیں رستہ بھولے رہیں امپاسبل اور تم نے یہ ساری داستان امیر حمزہ سن کر کوئی ری ایکشن نہ دیا حیرت ہے یا تو تمہیں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ آج سارا دن کہاں رہیں یا پھر تم کو ان کی غیر حاضری کی وجوہات کا علم تھا۔"
"شٹ اپ...... دماغ خراب ہے بس آپ کا پتا نہیں کس پاگل نے آپ کو پولیس ڈیپارٹمنٹ میں بھرتی کر لیا تھا۔ غلط رخ پر غلط انداز میں تفتیش و تحقیق مائی گاڈ۔" مصطفی کے اس قدر بے بنیاد الزامات پر وہ کلس کر رہ گئی۔
"میں نے ان کی بات کو اس لیے سچ مان لیا ہے کہ میری امی اول تو جھوٹ نہیں بولتیں اگر کچھ ہے بھی تو مصلحتاً اس بات کو چھپایا ہوگا۔ رہی یہ بات کہ وہ اچانک یہاں کیوں آئیں تو براہ مہربانی یہ سوال ان سے ہی کیجیے گا۔ مجھے واقعی ان کی آمد کی اصل وجہ کا نہیں پتا۔ مگر جس طرح آپ بال کی کھال اتار رہے ہیں اس سے یہ ضرور شو ہو رہا ہے کہ انہوں نے آپ کو بتا کر اور آپ کے مشورے سے ہی یہاں آنے کا ارادہ کیا ہوگا۔"

”دیکھو اب تم زیادتی کررہی ہو۔“ مصطفیٰ نے اسے فوراً ٹوکا۔

”ہاں اور یہ جو اتنی دیر سے مجھے اپنے کمرے میں بلوا کر بے مقصد بے بنیاد الزامات کی بھرمار کیے جارہے تھے وہ تو گویا لفظوں سے پھول جھاڑ رہے تھے۔“ اس نے فوراً حساب برابر کیا۔ مصطفیٰ ایک دم ہنس دیا جبکہ وہ مزید کلس گئی۔

”امی یہاں کیوں آئی ہیں اور کیا وجہ ہے ان سے دریافت کریں وہ آج کہاں گئی تھیں یہ بھی پوچھیے مگر پلیز مجھے یوں جرح کے کٹہرے میں آئندہ کھڑا مت کیجیے گا۔“ مصطفیٰ کی باتوں پر وہ خاصی اکتا گئی تھی۔ تخی سے کہہ کر ایک غصیلی نگاہ ڈال کر وہ سائیڈ سے ہو کر باہر نکلی تو مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لے کر اسے کمرے سے نکلنے کا رستہ دیا۔

یہ لڑکی ہر گزرتے دن کے ساتھ زندگی کا ایک لازمی حصہ لگنے لگی تھی آج کل جس طرح تیکھا بدمزاج انداز اپنائے ہوئے تھی مصطفیٰ کو ایسے میں اسے چھیڑنا اس کی خفت اور خفگی سے حظ اٹھانے میں خاصا مزہ آرہا تھا اور اس سارے معاملے کو خاصا انجوائے کررہا تھا اور جس طرح وہ بدلحاظ انداز میں آج کل جوابی کارروائی کررہی تھی مصطفیٰ کو لگ رہا تھا کہ اندرون دل کسی ایسے ہی جیون ساتھی کی شدید طلب تھی جو وقت اور حالات نے پوری کرڈالی۔

”ہم بھی دیکھتے ہیں شہوار سکندر علی آپ آخر کب تک ہم سے یوں دامن بچائیں گی آخر کب تک یوں پہلو برتیں گی ہم سے یوں دور دور رہیں گی۔“

کب تک رہو گے آخر......؟
یوں دور دور ہم سے
ملنا پڑے گا آخر......
ایک دن ضرور ہم سے
دامن بچانے والے
یہ بے رخی ہے کیسی؟
کہہ دو اگر ہوا ہے
کوئی قصور ہم سے
ہم چھوڑ دیں گے تم سے
یوں بات چیت کرنا
تم پوچھتے پھرو گے
اپنا قصور ہم سے
ہم چھین لیں گے تم سے
یہ شان بے نیازی
تم مانگتے پھرو گے
اپنا غرور ہم سے......!

مصطفیٰ شاہزیب علی یہ شوخ سی دھن گنگناتے کپڑے لے کر واش روم میں گھس گیا۔

❁......❁......❁

”گناہ کا وجود کسی ماورائی طاقت کا مرہون منت نہیں ہوتا بلکہ اس کی پیداوار انسان کی اپنی نفسانی خواہشات ہوتی ہیں۔ آسمانوں سے فرشتے غلطیاں کرنے نہیں اترتے بلکہ انسان اپنے نفس کے بے لگام گھوڑے پر سوار سرکش نفس کو اتنی ڈھیل دے دیتا ہے کہ گناہ و ثواب کی باتیں اس کے لیے بے معنی ہو کر رہ جاتی ہیں۔ وہ نفس کے سرکش گھوڑے پر سوار اس قدر اپنی خواہشات کی تکمیل میں غرق رہتا ہے کہ اسے پتا ہی نہیں چلتا ہے کہ اس کے گناہوں کی فصل کیسی بار آور ہو چکی ہے اور جب گناہ کا عمل سرزد ہو جاتا ہے تو تلافی کا وقت گزر جاتا ہے اور پھر انسان کا ضمیر کچوکے لگانے کے لیے اس کے نفس کے اندر لاشعوری کھڑکیاں کھول دیتا ہے جو مسلسل کچوکے لگانے کا عمل سر انجام دیے جاتی ہیں اور یہ لاشعوری دروازے کس کس طرح انسان کے اندر تبدیلیوں کا محرک بنتے ہیں یہ صرف وہی انسان جانتا ہے جس پر بیتتی ہے اور گناہ کے بعد توبہ کا عمل کفارے کی ایک قسم بھی بن جاتا ہے بعض اوقات توبہ کا عمل فوراً گناہ کے بعد وقوع پذیر ہو تو توبہ قبول ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں مگر جب وقت گزر جائے گناہ سرزد کیے زمانے بیت جائیں تو پھر توبہ کا عمل بھی طویل سے طویل تر ہو جاتا ہے۔ بس ایک موہوم سی امید ہوتی ہے جو توبہ کا در کھٹکھٹائے چلے جانے پر مجبور رکھتی ہے۔“

نماز کے بعد ہاتھ اٹھے ہوئے تھے مگر لب سے کوئی دعا جاری نہ ہورہی تھی بس آنکھوں سے مسلسل آنسوؤں کی برسات جاری تھی جو دونوں ہاتھوں کو بھگوئے جارہی تھی۔

”یا اللہ تو میرے گناہوں کو جانتا ہے بخش دے......بس الٰہی بخش دے......!“ اور ذہن کے کسی نہاں خانے سے بس آوازیں اٹھ رہی تھیں مگر لفظ ہونٹوں تک آنے پر راضی ہی نہ تھے۔ آوازوں کا ایک لامحدود اور لامتناہی سلسلہ تھا اور سوچ ایسی لامحدود تھی کہ خیالات پر کوئی گرفت نہ تھی۔

”الٰہی بخش دے سالوں گزر گئے روتے گڑگڑاتے بس الٰہی بخش دے۔“ ان کی باریش ڈاڑھی آنسوؤں سے تر تھی نحیف و نزار وجود ہچکولے کھا رہا تھا اور یہ رات ان کے لیے بہت بھاری تھی۔ آج رات بھی انہوں نے خواب دیکھا تھا اور اس کے بعد کا عمل احساس گناہ کے بعد توبہ کا عمل تھا اور ہر بار کی طرح اس بار بھی وہ جائے نماز بچھائے رب کے حضور اپنے گناہوں پر مغفرت کی دعا کے طالب تھے مگر مغفرت نہیں مل رہی تھی۔

”یا اللہ تلافی کی کوئی صورت تو نکال کہ میں اپنے گناہوں کا ازالہ کرپاؤں وہ زندہ ہوتا تو کوئی امید ہوتی۔ اس کے پاؤں میں جا گرتا روتا گڑگڑاتا اس کے بیوی بچے ہوتے تو ان کے سامنے ہاتھ جوڑتا الٰہی اب کس کے سامنے معافی کی درخواست کروں کیوں مجھ بدنصیب کو چین نہیں ملتا اب الٰہی گناہ کیا تھا اور سدباب کی کوشش بھی تو کی تھی۔ نفس کی خواہشات کے آگے مجبور ہوا تھا تو احساس گناہ ہونے پر فوراً پلٹ بھی تو آیا تھا پھر توبہ کا یہ سلسلہ اتنا طویل کیوں ہوتا چلا جارہا ہے۔ الٰہی بخش دے معاف کردے......ان بوڑھی ہڈیوں میں اب دم نہیں تو جانتا ہے نجانے کب قضا آجائے الٰہی معاف کردے بخش دے......بخش دے......!“

وہ ہچکیوں میں اس قدر شدت سے روئے کہ کمزوری کی وجہ سے ایک طرف ڈھے گئے تھے۔

”بابا صاحب۔“ بخشو جو کل تابندہ کو چھوڑنے کے بعد رات تک واپس آگیا تھا وہ فوراً کمرے میں بھاگا آیا تھا آج پھر بابا صاحب نے خواب دیکھا تھا آج پھر ان کی حالت شدید نوعیت کی خراب ہو چکی تھی ہمیشہ کی طرح وضو کرکے انہوں نے جائے نماز سنبھال لی تھی جوں جوں ان کی دعا اور ہچکیوں کی آواز طویل اور بلند تر ہوتی جارہی تھی بخشو پریشان ہوتا جارہا تھا کہ آج خواب کے بعد والی حالت سنبھلنے کے بجائے بگڑتی جارہی تھی۔

”بابا صاحب۔“ اس نے جائے نماز پر گرے بابا صاحب کو سیدھا کیا۔

بابا صاحب بے ہوش ہو چکے تھے۔ اس نے ان کو اٹھا کر بستر پر لٹا دیا۔ حویلی میں اس وقت ملازمین کے علاوہ کوئی بھی نہ تھا تابندہ بی کل کی شہر گئی ہوئی تھیں وہ بہت کم شہر جاتی تھیں اس بار شاید برسوں بعد گئی تھیں وہ حویلی میں ہوتی تھیں تو ایک ڈھارس سی رہتی تھی۔ اب وہ نہیں تھیں اور بابا صاحب کی یہ حالت دیکھ کر بخشو کے ہاتھ پیر پھولنے لگے تھے۔ اس نے پانی کے چھینٹے بابا صاحب کے چہرے پر مارے چند حربے استعمال کیے مگر بابا صاحب کی بے ہوشی نہیں ختم ہورہی تھی۔ وہ سرونٹ کوارٹر میں جاکر چوکیدار کو بلا لایا۔ دونوں مل کر بابا صاحب کو ہوش میں لانے کی تدبیریں کرنے لگے۔ کچھ دیر بعد ان کی کوششیں رنگ لائیں اور بابا صاحب نے آنکھیں کھولیں مگر وہ حواس میں ابھی بھی نہیں تھے ان کی غنودگی ابھی بھی برقرار تھی ان کی یہ حالت خاصی تشویشناک تھی۔

”کیا کریں اب؟“ بخشو نے چوکیدار کو دیکھا۔

”میری تو صلاح ہے کہ شہر فون کردو بابا صاحب کی طبیعت تو خاصی خراب لگ رہی ہے۔ اللہ جانے کیا معاملہ ہو قضا آنے میں کب دیر لگتی ہے؟ یہ نہ ہو کہ بابا صاحب کی آل اولاد اطلاع نہ کرنے پر ہم پر غصہ کریں؟“ چوکیدار سلیم خان نے کہا تو بخشو سوچ میں پڑ گیا۔ بابا صاحب ضعیف ضرور تھے مگر اب ایسی بھی حالت نہ تھی کہ ایک دم قضا آجاتی مگر قدرت کے کاموں کا بھلا کس کو پتا چلتا ہے۔ شاید سلیم خان درست ہی کہتا ہو۔

”تم ایسا کرو کسی کو بھیج کر ڈاکٹر کو بلواؤ تب تک میں شہر فون کرتا ہوں۔“ بخشو ایک فیصلہ کرکے اٹھ کھڑا ہوا اور سلیم خان کسی کو ڈاکٹر کو بلوانے کا کہہ آیا۔

❁......❁......❁

وہ آج لیلیٰ زبیری کے ہمراہ کلب میں موجود تھا۔ لیلیٰ زبیری آج پہلی ملاقات کے برعکس کچھ ریزروی تھی مگر پہلے دن کے برعکس آج

آخری حد تک دل کش اور حسین لگ رہی تھی۔
"بہت انتظار کروایا تم نے؟" اس وقت ٹیبل پر وہ دونوں ہی تھے شہزاد کے ذریعے متعارف ہونے والی یہ لڑکی ایاز کو خاصی پسند آئی تھی مگر یہ اس سے ملنے والی تمام لڑکیوں کے الٹ خاصی موڈی تھی۔
"کیا کروں ایک کام تھوڑی ہے ہمیں زندگی میں اور بھی بہت سے کام ہیں جو غور طلب ہیں۔ ملاقات کرنے کی فرصت ہی نہیں مل رہی تھی اگر شہزاد کی بار بار کال نہ آ رہی ہوتیں تو چند دن مزید وقت نہ نکال پاتی میں۔ بڑی مشکل سے وقت نکالا ہے میں نے۔" ایک ادا سے اپنی کلائی میں پڑے بریسلیٹ کو گھماتے اس نے کہا تو ایاز اس کے خوب صورت چہرے کو دیکھے گیا۔ یہ لڑکی اسے شہوار سکندر علی کی طرح کچھ الگ ہی لگی۔
"تمہاری فیملی کا بیک گراؤنڈ کیا ہے؟" ایاز نے کسی سوچ میں الجھ کر پوچھا۔
"کیا میں نے تم سے تمہاری فیملی کا بیک گراؤنڈ پوچھا؟" لڑکی اسے لاجواب کر گئی تھی۔ وہ مسکرا دیا۔
"تم جیسی لڑکیوں کا صرف ایک ہی بیک گراؤنڈ ہوتا ہے۔" اس کا جی چاہا کہ وہ کہہ دے مگر نئی نئی دوستی تھی نجانے پھر دوبارہ ملنا بھی ہو پاتی یا نہیں۔ جبکہ اسے یہ لڑکی بہت پسند آئی تھی۔
"تمہارے متعلق دو باتیں سنی تھیں دونوں ہی سچ نکلیں۔" لڑکی کے جواب میں اس نے مسکرا کر کہا۔
"کون کون سی باتیں۔"
"یہ کہ تم حسین ہی نہیں بہت ذہین بھی ہو۔" لیلیٰ زبیری اس تعریف پر مسکرا دی۔
"اگر یہ تعریف ہے تو تھینکس اگر طنز ہے تو میں اس کو تعریفی کمپلیمنٹ ہی کہوں گی۔ ویسے جانتے ہو جب حسن اور ذہانت یکجا ہوں تو اکثر مقابل کی سدھ بدھ ختم ہو جاتی ہے۔" وہ لڑکی بولنے کے فن سے آگاہ تھی وہ کھل کر ہنس دیا۔

دیکھا تجھے تو بڑھ گئیں اس دل کی دھڑکنیں
کیا تیرا دل بھی زور سے دھڑکا ہے سچ بتا

ایاز نے بڑے انداز میں شعر پڑھا۔

بہت ناز ہے تجھ کو تیری اس نگاہِ الفت پر
مگر ہم وہ نہیں پیارے جو نگاہیں چار کرتے ہیں

لیلیٰ زبیری کی برجستگی سوا تھی وہ ایک دم متحیر سا دیکھے گیا۔
"زبردست اس کا مطلب ہے کہ تمہیں شعر و شاعری سے بھی شغف ہے۔" وہ ہنس دی۔
"نہیں جناب یہ ہمارا انٹرسٹ نہیں یہ تو یونہی فی البدیہہ زبان سے پھسل گیا۔"
"بہت خوب۔" ایاز نے سراہا۔
"لگتا ہے تمہارے ہاں مہمانوں کی تواضع کا کوئی سلسلہ نہیں' بھوکا مارو گے مجھے کیا؟" لیلیٰ زبیری نے ایک ادا سے اپنے کھلے لمبے بالوں کو ہاتھوں سے سنوارتے کہا تو وہ گڑبڑا گیا۔
"نہیں...... نہیں ابھی منگواتا ہوں' تم مینیو سلیکٹ کرو۔" ایاز نے فوراً مینیو کارڈ اسے پکڑایا۔
"تھینکس۔" اس نے مینیو کارڈ تھاما۔
ایاز نے ویٹر کو بلوایا تو لیلیٰ نے مینیو لکھوا دیا۔ کھانا لگنے تک دونوں کے درمیان باتوں کا سلسلہ چلتا رہا اور کھانے کے بعد دونوں باہر لان میں چلے آئے۔
"تم اپنے گروپ کے باقی تینوں لڑکوں سے ہٹ کر لگے تھے۔ یو نو مجھے آج کل کے چھچھورے ٹائپ لڑکوں سے شدید نفرت ہے۔ تم سے مل کر بہت خوشی ہوئی اور یہ ملاقات بھی زبردست رہی۔ میں میل اینڈ فی میل کی روایتی قسم کی دوستی کے بہت خلاف ہوں۔ تم عام لڑکوں کی طرح نہیں ہو۔" ایاز کے ساتھ چہل قدمی کرتے لیلیٰ زبیری نے کہا تو وہ حیرت زدہ رہ گیا۔
"ویسے تمہیں کس قسم کی لڑکیاں اچھی لگتی ہیں؟" اس نے پوچھا۔
"تم جیسی' خوب صورت، ذہین اور اسٹریٹ فارورڈ۔" لیلیٰ کھلکھلا کر ہنس دی۔
"انٹرسٹنگ۔"

"اس کا مطلب ہے کہ ہم دونوں کی دوستی چلے گی۔" کھلکھلا کر ہنستے اس نے اپنا ہاتھ ایاز کی طرف بڑھایا تو ایاز نے فوراً کسی قیمتی شے کی طرح تھام لیا۔
"کیوں نہیں۔" لیلیٰ زبیری نے تو اسے پہلی ملاقات ہی میں اپنے سحر میں جکڑ لیا تھا۔ وہ اندر ہی اندر ایک بھرپور قسم کی پلاننگ کرنے لگا تھا۔ اگر یہ لڑکی ٹریک پر آ جائے تو اس سے وہ خوب فوائد حاصل کر سکتا تھا۔
حسن' جوانی' خوب صورتی اور ذہانت ہر چیز اس وجود میں یکجا تھی۔ وہ نزاکت کا مجسمہ تھی تو بولنے کے فن میں بھی لاجواب تھی۔ ایسی لڑکیوں کو تو پھنسانے کے لیے اس کی سوسائٹی کے لڑکے جال بچھاتے تھے اور یہ تتلی خود بخود اس کے جال میں پھنسنے کے لیے تیار تھی۔ بس اس پر بہت صبر اور برداشت سے محنت کرنا تھی۔
"اوکے' اب میں چلتی ہوں نیکسٹ ملاقات فون پر ڈیسائیڈ کریں گے۔" اگلے ہی پل اپنا ہاتھ کھینچ کر وہ اپنا بیگ اپنے کاندھے پر سیٹ کر رہی تھی۔ اب کے اس کا بالکل روایتی انداز تھا۔
"اوکے' ایز یو وش۔" اپنی پلاننگ کے مطابق ایاز نے فوراً جی حضوری والا حربہ آزمایا' ورنہ وہ اتنی جلدی ہاتھ آئی نعمت کو کبھی جانے نہیں دیتا۔
"سو نائس' یو آر سو سویٹ' اوکے گڈ بائے۔" وہ اسے ہاتھ ہلا کر گڈ بائے کہتے اپنی پارکنگ میں کھڑی گاڑی کی طرف بڑھ آئی تھی۔

❁......❁......❁
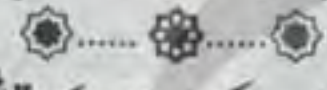
تابندہ بوا کی آنکھ کھلی تو پھر دوبارہ آنکھ نہ لگی ابھی تو رات کے بارہ ہی بجے تھے شہوار سو گئی تھی اس پر کمبل درست کرتے وہ کمرے سے نکل آئی تھیں۔ رات کے پہر وہ بہت کم سوتی تھیں اب تو یہ برسوں سے معمول بن گیا تھا۔ رات کی اولین گھڑیوں میں چند پل سو لیا تو سو لیا ورنہ عمر بھر سے یہ رت جگے نصیب بن گئے تھے اور باقی ماندہ رات کو کلوں پر سلگتے گزر جاتی تھی اب تو ایک عرصے سے معمول بنا لیا تھا کہ جیسے ہی آنکھ کھلی جائے نماز بچھا کر اللہ سے ربط جوڑ لیا کرتی تھیں۔ شاید اسی لیے وہ شہر بہت کم آیا کرتی تھیں۔ اب تو ایک عرصے بعد یہاں آئی تھیں مگر لگتا تھا کہ ماضی پلٹ آیا ہے۔ وہ لاؤنج میں آئیں تو چونک گئیں وہاں مہر النساء اور شاہزیب صاحب موجود تھے۔
"السلام علیکم آپ لوگ جاگ رہے ہیں۔" قریب آ کر استفسار کیا۔
"ہاں یونہی باتیں کرتے کرتے روزانہ اس وقت تک جاگنا معمول بن گیا ہے۔" وہ مہر النساء کے پاس آ بیٹھیں۔
"باقی سب سو گئے؟"
"ہاں کمروں میں تو چلے گئے ہیں۔"
"کیا باتیں ہو رہی تھیں۔"
"بس یہی مصطفیٰ اور شہوار والے رشتے کو ہی ڈسکس کر رہے تھے۔" مہر النساء نے کہا تو وہ سر جھکا گئیں۔
"آپ کل یہاں نہ آ جاتیں تو آج میرا پروگرام گاؤں جانے کا تھا۔ مصطفیٰ اور شہوار کے نکاح یا منگنی وغیرہ کے سلسلے میں فائنل کرنا تھا۔" شاہزیب صاحب نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔
"ہمارا تو یہی فائنل ہے کہ منگنی وغیرہ کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ڈائریکٹ نکاح ہی کریں۔" مہر النساء بیگم نے کہا۔
"اتنی جلدی کیا ہے۔ ابھی تو شہوار پڑھ رہی ہے میڈیکل کی تعلیم مکمل ہو جائے تو پھر دیکھ لیں گے۔"
"بھئی ہمیں شہوار کی تعلیم مکمل کرنے پر کوئی اعتراض نہیں مگر اتنی دیر تک اس رشتے کو نہیں لٹکا سکتے۔ مصطفیٰ بھی دوران تعلیم شادی کے حق میں نہیں مگر نکاح تو طے ہے نا۔ مصطفیٰ کو نکاح پر کوئی اعتراض نہیں۔" شاہزیب صاحب نے کہا تو انہوں نے دونوں میاں بیوی کو دیکھا۔ یعنی یہ مکمل طور پر رضامند تھے اور شہوار...... ان کے دل سے اک ہوک اٹھی۔
"عائشہ اور صبا بھی اسی سلسلے میں آئی ہوئی ہیں نکاح کا فیصلہ ہمارا آپس میں طے ہے۔ بس یہ گاؤں سے ہو آئیں تو ایک دو دن بعد کوئی تقریب رکھ لیتے ہیں ہم لوگ۔" مہر النساء بیگم بہت محبت سے کہہ رہی تھیں۔
تابندہ بی نے بہت خاموشی سے دونوں میاں بیوی کو دیکھا۔ ان کے جگمگاتے چہروں سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ یہ لوگ کس قدر خوش اور مطمئن ہیں اور کبھی یہی اطمینان شہوار کا روشن مستقبل دیکھ کر ان کے اپنے دل میں بھی اترا تھا اور اب شہوار کے دوٹوک انکار نے اندرون دل سب چراغ گل کر دیے تھے۔
"کیا بات ہے آپ خاموش کیوں ہیں...... کوئی مسئلہ ہے؟" شاہزیب صاحب کو تابندہ بوا کی خاموشی قدرے غیر معمولی سی لگی۔

"جی خیریت ہی ہے بس ایک مسئلہ تھا شہوار فی الحال کسی قسم کا کوئی ہنگامہ نہیں چاہ رہی۔" انہوں نے چھپے لفظوں میں بات کی تو دونوں میاں بیوی چونکے۔

"آپ کی شہوار بیٹی سے بات ہوئی کیا؟" شاہزیب صاحب نے پوچھا۔

"جی...... بہت تفصیلی، ہر پہلو سے بات ہوئی ہے وہ دراصل عادلہ اور دیگر لوگوں کے رویوں سے ہرٹ ہوئی ہے اسی لیے فی الحال انکاری ہے۔" انہوں نے بغیر مزید بات کھولتے دھیمے لفظوں میں اصل بات کی طرف نشاندہی کرنا چاہی۔

"اوہ...... کیا کہتی ہے شہوار؟" شاہزیب صاحب کا سنجیدہ انداز تھا۔

"عادلہ اور دیگر لوگوں کی باتوں سے اس کے ذہن میں ایک بات بیٹھ چکی ہے کہ ہمارا اور آپ لوگوں کا کوئی جوڑ نہیں مصطفیٰ کو بہت اچھے اور اعلیٰ خاندان کے رشتے مل سکتے ہیں۔"

"واٹ نان سینس۔" شاہزیب صاحب ایک دم تلخ ہوئے۔

"یہ انکار وہ صرف عادلہ اور اس کی فیملی کی وجہ سے کر رہی ہے کیا؟" انہوں نے بغور تابندہ بوا کو دیکھا۔

"اسے اور بھی بہت سارے اعتراضات ہیں۔" دونوں میاں بیوی نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"کس قسم کے اعتراضات ہیں؟" شاہزیب کا انداز انتہائی سنجیدہ تھا۔

"سب سے پہلا اعتراض تو یہ ہے کہ ہم دونوں یہاں کیوں ہیں۔ کم عمری میں اس نے کبھی مجھے پریشان نہیں کیا مگر اب ہر وقت اس کے لبوں پر یہی سوال رہتے ہیں کہ اس کا باپ کون تھا؟ ہم اپنے خاندان میں کیوں نہیں رہے؟ ہم یہاں کیوں رہ رہے ہیں؟ مالی اور نسبی لحاظ سے بھی ہم آپ لوگوں کے ہم پلہ نہیں تو پھر یہ رشتہ کیسے جڑ سکتا ہے؟ وغیرہ...... وغیرہ اسی قسم کے اعتراضات ہیں اسے۔"

"اوہ......" شاہزیب صاحب نے بغور تابندہ بوا کو دیکھا۔

"تو پھر آپ نے اس کے اعتراضات دور کرنے کو اصل حقائق بتانے کی کوشش نہیں کی کیا؟"

"اصل حقائق......" اک تلخ سی مسکراہٹ تابندہ بوا کے ہونٹوں پر آ ٹھہری۔

"اس عمر میں بچے متجسس ہوجاتے ہیں شہوار ایک سمجھدار بچی ہے اگر ایسا ری ایکٹ کر رہی ہے تو یقیناً عادلہ یا کسی اور واقعہ نے اس کی شخصیت کو متاثر کیا ہے۔ کیا ضروری ہے کہ ان سب باتوں کو بہت سنجیدگی سے لیا جائے بہرحال میں شہوار سے بات کروں گا۔ اس سلسلے میں سمجھانے کی کوشش کروں گا محض عادلہ کی وجہ سے اس طرح انکار کردینا کوئی عقلمندی والی بات نہیں۔ اس صورت میں کہ جب ہم نے تمام رشتہ داروں کو مصطفیٰ اور شہوار کی بات طے ہوجانے کی اطلاع بھی دے دی ہے عباس نے عادلہ کو منتخب کرلیا ورنہ ہماری مرضی تو شروع سے ہی شہوار کو اپنی بیٹی بنانے کی تھی۔"

"وہ نہیں آپ شہوار سے بات مت کیجیے گا میں خود ہی اسے سمجھانے کی کوشش کروں گی۔" انہوں نے فوراً ٹوکا تو وہ سر ہلا گئے۔

"اوکے جیسے آپ مناسب سمجھیں۔ شہوار بیٹی کی مصطفیٰ کے متعلق کیا رائے ہے ان اعتراضات سے ہٹ کر وہ کیا کہتی ہے؟" انہوں نے مزید پوچھا۔

"وہ سمجھتی ہے مصطفیٰ اس سے ہر لحاظ سے ایک اعلیٰ شخصیت کا حامل انسان ہے۔ اخلاق و کردار ہی بنیاد نہیں بلکہ وہ نسبی و مالی پیمانوں کے لحاظ سے بھی مصطفیٰ کو خود سے بہت اونچا محسوس کرتی ہے تمام اعتراضات ایک طرف وہ مصطفیٰ کی شخصیت سے انکاری نہیں ہے بس جب بات مصطفیٰ سے ہٹ کر ہو تو وہ انکار کر جاتی ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ مصطفیٰ کو ایک سے ایک اعلیٰ سے اعلیٰ خاندان کی لڑکی مل سکتی ہے۔" تابندہ بوا نے بہت سوچ سوچ کر شہوار کے خیالات کا اظہار کیا تو دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔

شاہزیب علی صاحب نے کچھ کہنے کو لب وا کیے ہی تھے کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ تینوں نفوس نے ٹیلی فون کی طرف دیکھا۔

"اس وقت کون ہوسکتا ہے؟" شاہزیب صاحب نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور تھام اٹھالیا۔

"السلام علیکم! میں حویلی سے بخشو بات کر رہا ہوں۔"

"وعلیکم السلام...... خیریت؟" شاہزیب صاحب نے گھڑی دیکھی ایک بجا رہی تھی۔

"جی صاحب! بابا صاحب کی طبیعت بہت خراب ہوگئی ہے ہم نے گاؤں کے ڈاکٹر کو بلوایا تھا۔"

"کیا......" وہ ایک دم پریشانی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"مجھے تفصیل بتاؤ۔" دوسری طرف بخشو انہیں ساری تفصیل بتانے لگا۔

"اوہ...... ڈاکٹر کیا کہتا ہے؟" دونوں خواتین نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"وہ چیک کر رہا ہے بابا صاحب کو ہوش تو آ گیا تھا مگر پھر بھی ان کے حواس بحال نہیں ہو رہے ڈاکٹر کہہ رہا تھا کہ ابھی تو پریشانی والی کوئی بات نہیں اگر کسی اچھے اسپتال اور ڈاکٹر سے چیک اپ نہ کروایا گیا تو ان کے حواس پر برا اثر پڑ سکتا ہے۔ وہ ذہنی لحاظ سے ٹھیک نہیں تھے صاحب۔ بے ہوشی سے پہلے انہیں جو خواب آیا تھا اس سے ان کی حالت خراب ہو گئی تھی اور اس کے بعد وہ مسلسل بے ہوش ہیں۔"

"اچھا ٹھیک ہے ہم لوگ آتے ہیں۔ تم ان کا بس خیال رکھو۔ ڈاکٹر کو جانے نہیں دینا۔ کوئی بھی اطلاع ہو تو میرے موبائل پر فون کرنا۔ او کے اللہ حافظ۔" انہوں نے ریسیور رکھ دیا تھا۔

"کیا ہوا؟ کون بیمار ہے؟" مہر النساء بیگم نے پوچھا۔

"بابا صاحب کی طبیعت خراب ہو گئی ہے وہی خوابوں کا سلسلہ مگر اس بار کچھ زیادہ ہی شاک میں چلے گئے ہیں۔ حواس میں نہیں لوٹ رہے۔"

"اللہ رحیم کرے۔" مہر النساء بیگم نے سینے پر ہاتھ رکھ لیا تو تابندہ بوا بھی ایک دم پریشان ہو گئیں۔

"پھر......"

"ہم ابھی اور اسی وقت گاؤں کے لیے نکل رہے ہیں۔ وہاں جا کر صورت حال کا اندازہ لگا کر ہی کوئی حتمی فیصلہ کرتے ہیں۔ اگر ان کو اسپتال ایڈمٹ کروانے کی ضرورت پڑی تو پھر ہم ان کو ادھر ہی لیں آئیں گے؟" وہ عجلت میں پروگرام ترتیب دیتے اپنے کمرے کی طرف بڑھنے گے۔

"میں بھی آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔ ویسے بھی میرا کل گاؤں واپس جانے کا پروگرام تھا۔" تابندہ بوا کے الفاظ پر وہ محض سر ہلا کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے تو مہر النساء بیگم بھی ان کے پیچھے چل دیں تابندہ بوا بھی شہوار کے کمرے میں چلی آئیں۔

شہوار سو رہی تھی انہوں نے لائٹ آن کی اور اپنا بیگ الماری سے نکالا۔ اس وقت تیار کیا ہونا تھا بس بیگ سے چادر نکال کر خود پر لپیٹ لی۔ کل جس گھر میں وہ گئی تھیں وہاں سے وہ چند چیزیں لے کر آئی تھیں جو ان کے ہینڈ بیگ میں احتیاط سے رکھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے شہوار پر نگاہ ڈالتے اپنا ہینڈ بیگ اپنے سفری بیگ میں رکھ لیا۔ وہ منہ ہاتھ دھو کر باہر نکلیں تو شہوار لائٹ آن ہونے کی وجہ سے جاگ چکی تھی۔

"کیا ہوا...... آپ کہیں جا رہی ہیں؟" انہیں چادر لیے دیکھ کر وہ حیران ہوئی۔

"ہاں گاؤں جا رہے ہیں میں اور بھائی صاحب، بابا صاحب کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" سلیپر اتار کر اپنا جوتا پہنتے انہوں نے بتایا تو وہ چونک گئی۔

"کیا ہوا بابا صاحب کو؟"

"بڑھاپا تو خود ایک بیماری ہے اوپر سے وہی خوابوں کا سلسلہ۔ بخشو کا فون آیا تھا عام حالت میں بخشو فون نہیں کرنے والا بھائی صاحب جا رہے تھے مجھے بھی تو کل جانا تھا سوچا کہ ابھی چلی جاؤں۔" شہوار پریشانی سے بستر سے نکل آئی۔

"کیا زیادہ سیریس کنڈیشن ہے؟" وہ ایک دم فکر مند ہو گئی تھی۔

"پتا نہیں۔"

"اگر ایسی حالت ہے تو میں بھی چلوں آپ کے ساتھ؟" انہوں نے حیران ہو کر بیٹی کو دیکھا۔

"اس وقت؟ تمہاری پڑھائی کا حرج ہوگا۔"

"بابا صاحب سے زیادہ پڑھائی اہم نہیں ہے، ویسے بھی پچھلے کئی دنوں سے میں چھٹیاں کر رہی ہوں چند دن مزید سہی۔" اس نے کندھے اچکائے۔

"مجھے تو کوئی اعتراض نہیں اب بھائی صاحب کا پتا نہیں کہ وہ ساتھ لے کر جائیں یا نہیں۔"

"کچھ نہیں کہیں گے وہ، میں اپنا فرسٹ ایڈ باکس ساتھ لے جاتی ہوں۔ یوں سمجھ لیں بابا صاحب کی تیمارداری میں ہی کروں گی۔" تابندہ بوا پہلے ہی پریشان تھیں۔ محض سر ہلا کر رہ گئیں۔

"میں فٹافٹ تیار ہوتی ہوں پھر؟" اس نے ایک دم بھاگم بھاگ اپنا بیگ تیار کیا، چند کتابیں، روزمرہ کی چند اشیاء اور کپڑے بیگ میں ٹھونسی تھیں۔ بیگ تیار کرنے کے بعد وہ ایک جوڑا لے کر واش روم میں گھس گئی تھی۔

وہ چینج کر کے نکلی تو مہر النساء آنٹی تابندہ کو بلانے آئی تھیں اسے تیار دیکھ کر چونکیں۔

"تم بھی جا رہی ہو کیا؟"

"جی......" اس نے سر ہلا دیا۔

"ابھی بابا صاحب کی حالت کے بارے میں کنفرم نہیں، ہو سکتا ہے انہیں شہر ہی کسی اسپتال میں لے آئیں۔ ویسے شاہ زیب نے زبیری صاحب کو کال کر دی ہے رستے میں انہیں پک کر لیں گے۔ تم ٹھہر کر صورت حال دیکھ کر جاتی تو بہتر تھا۔" شہوار نے ماں کو دیکھا جیسے پوچھ رہی ہو کہ کیا کرے اب؟

"اب تو تیار ہو گئی ہے، ساتھ ہی چلی چلے ویسے بھی بابا صاحب بھی اس کو کافی دنوں سے یاد کر رہے تھے اسے دیکھ کر کچھ بہتر ہوں گے۔" انہوں نے ہاں کا عندیہ دے دیا تھا۔

"ٹھیک ہے شاہ زیب انتظار کر رہے ہیں۔ میں صبح کسی لڑکے کو لے کر آؤں گی۔ اللہ خیر کرے تب تک ہو سکتا ہے بابا صاحب کی طبیعت بہتر ہو جائے۔"

"ان شاء اللہ۔" وہ دونوں مہر النساء کے ہمراہ باہر آئی تھیں انکل گاڑی کے پاس کھڑے ان کا ہی انتظار کر رہے تھے۔ تابندہ کے ہمراہ شہوار کو بھی دیکھ کر ٹھٹکے۔

"شہوار بیٹی بھی جا رہی ہیں کیا؟"

"جی۔" انہوں نے مزید سوال و جواب کیے بغیر دونوں کو گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

❁......❁......❁
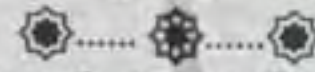
صبوحی بیگم کی آنکھ کھلی تو پھر نیند نہ آئی وہ یونہی دروازے کھڑکیاں چیک کرنے باہر نکل آئیں۔ انا کے کمرے کے پاس سے گزرتے ٹھٹک گئیں۔ کمرے کی لائٹ روشن تھی۔

"ایک تو یہ لڑکی ہر وقت جاگتی ملے گی، پتا نہیں سوتی کب ہے؟ نجانے دن بدن کیا ہوتا جا رہا ہے؟ اتنی موڈی تو کبھی نہ تھی۔" لائٹ روشن دیکھ کر وہ جھنجلا گئی تھیں۔

آج کل روشانے سے انا کے ساری ساری رات جاگنے کی اطلاع مل رہی تھیں۔ کل بخار تھا مگر رات کچھ بہتر تھی۔ سب کے ساتھ بیٹھ کر کافی دیر تک باتیں بھی کرتی رہی تھی۔ انہوں نے دروازے پر ہاتھ رکھا تو کھلتا ہی چلا گیا۔ انا دریچے میں کھڑی باہر اندھیرے میں نجانے کیا کھوج رہی تھی۔ پہلی نگاہ ڈالنے پر یہی احساس ہوتا تھا کہ کمرے کے دریچے میں ایک نہایت افسردہ اضمحلال و پژمردہ وجود کا پورٹریٹ کھڑا ہے۔

"انا......" انہوں نے گھبرا کر پکارا تو انا نے چونک کر انہیں دیکھا۔

"آپ...... اس وقت؟" ماں کو اپنے کمرے میں دیکھ کر وہ حیران ہوئی تھی۔

"کیا بات ہے، ابھی تک جاگ رہی ہو؟" انہوں نے قریب آ کر پوچھا تو وہ محض مسکرا دی عجیب سی مسکراہٹ تھی۔

"یونہی بس نیند نہیں آ رہی تھی۔" انہوں نے قریب آ کر اس کا ہاتھ تھام کر بستر پر لا بٹھایا اور خود بھی ساتھ ہی ٹک گئیں۔

"نیند نہیں آنے کی بھی تو کوئی وجہ ہوگی نا؟"

"شاید......" انا کا انداز ایسا تھا کہ صبوحی بیگم کے دل کو کسی نے چھوا۔

"کوئی پرابلم ہے انا؟" انا نے بڑی بے چارگی سے ماں کو دیکھا۔

اس کا وجود آگ کی بھٹی بنا ہوا تھا مگر وہ کسی کو بتا نہیں سکتی تھی۔ اپنے جذبات، احساسات پر کسی بھی طرح کا کوئی اختیار نہیں رہا تھا مگر لب خاموش تھے۔ اور کبھی کبھار یوں لگتا تھا کہ ایک ان دیکھی آگ میں جھلستے چیخ چیخ کر رو دے گی۔ خود پر ضبط بالکل کھو دے گی اختیار ختم ہو جائے گا۔ وہ ہزار چاہنے کے باوجود خود کو نارمل نہیں کر پا رہی تھی۔ ولید ضیاء نے اس سے معافی مانگ لی تھی معذرت کر لی تھی مگر دل تھا کہ پھر بھی اختیار میں نہیں آ رہا تھا۔

"ماما...... میں کچھ دن کے لیے یہاں سے دور جانا چاہتی ہوں۔ اس گھر سے یہاں کے مکینوں سے...... بہت دور...... ماما ہمارا کوئی رشتہ دار تو ہوگا نا۔ ہم بھی کس کے پاس گئے ہی نہیں، صرف ماموں کے علاوہ کسی اور تعلق کا ہمیں پتا ہی نہیں...... کیوں...... کیا ہمارا کوئی رشتہ دار نہیں ہے؟" یونہی بات کرتے کرتے کچھ خیال آنے پر ماں کو دیکھا۔ صبوحی بیگم کے چہرے کا رنگ ایک دم زرد ہوا تھا۔

"تمہیں یہ اچانک رشتہ داروں کا خیال کیسے آ گیا؟" انہوں نے بغور بیٹی کو دیکھا۔

"پہلے ہم پاکستان سے باہر تھے مگر جب سے پاکستان آئے ہیں کوئی رشتہ دار ملنے ہی نہیں آتا اور نہ ہی ہم کسی کے پاس جاتے ہیں۔ اگر کبھی کسی کے متعلق پوچھا تو آپ ہمیں ٹال گئیں۔ تجسس تو فطرت کا حصہ ہے نا۔ ہمارے بھی تو کوئی رشتہ دار ہوں گے۔ آپ کے بھائی ضیاء ماموں ہیں تو ہمارے پاپا کے بھی کوئی بہن بھائی ہوں گے نا؟" انا کہہ رہی تھی صبوحی بیگم لب دانتوں تلے دبا گئیں۔

"تمہارے پاپا اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے اور ہم آپس میں کزنز تھے تمہیں بتا تو چکی ہوں یہ رشتہ داری۔" انہوں نے کچھ سنجیدگی سے کہا تو انا نے ماں کو بغور دیکھا۔

"اور آپ کے باقی رشتہ دار مثلاً خالہ، ماموں، چچا، پھوپی پاپا کے بھی یہی رشتہ دار......؟"

"انا ہم لوگ اپنے باقی رشتے داروں کے مقابل مالی لحاظ سے بہت کم درجے پر تھے۔ میری والدہ اور وقار کی امی دونوں سگی بہنیں تھیں اس طرح ہمارے باپ بھی سگے بھائی تھے ہمارے والدین نے اپنی زندگی میں بہت جدوجہد کی ہمیں پڑھایا لکھایا۔ میری کم عمری میں ہی اماں ابا انتقال کر گئے تھے وقار کے والدین نے ہی ہمیں پالا پوس کر بڑا کیا سب رشتہ دار بڑے بڑے شہروں میں اونچے اونچے عہدوں پر تھے کسی نے ہم سے کبھی ملنا گوارا نہ کیا اور پھر ضیاء بھائی کسی نہ کسی طرح امریکا چلے گئے تو حالات بدلنے لگے وقار بھی سیٹل ہونے لگے پھر ضیاء بھائی نے ہم سب کو باہر بلوانے کی کوششیں کیں اس وقت ہماری زندگی میں تم اور احسن تھے جبکہ ضیاء کے پاس روشانے اور ولید ہمیں وہاں بھجوا کر وہ اپنی فیملی کو لے جانے کا بندوبست کر رہے تھے۔ جب ان کی بیگم کا انتقال ہو گیا پھر وہ بچوں کو لے کر امریکا چلے آئے اور ایک طویل عرصہ ہم نے وہاں گزارا حالات بدلنے لگے۔ پھر ہم نے یہاں آ کر اپنے کاروبار کا آغاز کیا اللہ نے مدد کی اور کاروبار ترقی کرتا چلا گیا۔ سچ کہوں تو یہ سب ضیاء بھائی کی محنت اور کمائی کا نتیجہ ہے آج جو کچھ بھی ہے اللہ کی عنایت کے بعد انہی کی کوشش و عمل کا نتیجہ ہے۔" انہوں نے بہت رسانیت سے انا کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے محبت و شفقت سے وہی سب کچھ دہرایا جو وہ انا کے سامنے پہلے بھی کئی بار دہرا چکی تھیں۔

"اور ممانی کا انتقال کیسے ہوا تھا؟" انا کو اس موضوع سے ہمیشہ سے دلچسپی تھی۔ ایک دم پھر متجسس ہوئی۔

"روشانے کی پیدائش کے بعد وہ بیمار رہنے لگی تھیں۔ ضیاء بھائی باہر ہوتے تھے ہم نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی تھی کہ وہ صحت یاب ہو جائیں اور ضیاء بھائی بھی اس لیے پاکستان آئے تھے کہ وہ ان کو باہر لے جائیں تاکہ اچھے ڈاکٹرز کی نگرانی میں ان کا علاج ہو۔ پھر جیسے ہی ہم روانہ ہوئے ان کی ڈیتھ ہو گئی۔"

"ان کی کوئی تصویر کوئی نشانی تو ہوگی نا آپ کے پاس؟" صبوحی بیگم نے بہت ضبط سے اپنی بیٹی کو دیکھا۔ اس سلسلے میں وہ انا کے سوالوں سے عاجز آ جاتی تھیں مگر اس کی تسلی و تشفی نہیں ہو پاتی تھی۔

"نہیں اس دور میں لوگ کم ہی تصاویر بنواتے تھے وہ خود بہت مذہبی تھیں تصاویر نہیں بنواتی تھیں۔" انہوں نے بہت سنجیدگی سے کہا تو انا ایک دم ان کی گود میں سر رکھ کر دراز ہو گئی۔

"اور ممانی کے میکے والے؟ ولی اور روشانے سے ان لوگوں نے کبھی ملنے کی کوشش نہیں کی کیا؟" یہ وہ سوال تھا جس پر آ کر ان کا ٹمپرامنٹ ہمیشہ لوز ہو جاتا تھا۔

"انا کیا پرابلم ہے بیٹا...... کبھی کبھار تم اس سلسلے میں بہت زیادہ انوالو ہو جاتی ہو ولید اور روشانے بھی تو کتنے سمجھدار ہیں کبھی انہوں نے اس قسم کے سوالات کیے ہیں کبھی دیکھا ہے انہیں اس سلسلے میں بلاوجہ متجسس ہوتے ہوئے؟" ان کے لہجے میں ہلکی سی ناراضی تھی تو انا نے ماما کو بغور دیکھا۔

"یا تو ان دونوں کی بہت اچھی طرح برین واشنگ ہو چکی ہے یا پھر انہیں اپنے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مگر مجھے جو سوال تنگ کرتے ہیں میں ان کے بارے میں ضرور پوچھوں گی۔" انا نے بھی تیزی سے کہا تو صبوحی بیگم ضبط سے انا کو دیکھے گئیں۔

"تمہارا کیا خیال ہے کہ ہم اس سلسلے میں جھوٹ بول رہے ہیں؟"

"نہیں مگر لاجک یہ ہے کہ اگر ایک بار ہی کوئی ایسا جواب دیا جائے جس سے آئندہ سوالوں کا سلسلہ بند ہو جائے تو کیا حرج ہے؟" ایک تو انا اور اس کی دلیلیں انہوں نے اپنے اوپر بہت ضبط کیا۔

"ضیاء بھائی اور ان کی بیگم کی لو میرج تھی۔ ان کی بیگم اپنی فیملی سے نہیں ملتی تھیں ہو گئی تمہاری تسلی یا کچھ اور بھی جاننا ہے۔"

"واؤ...... امیزنگ۔" انا ایک دم اٹھ بیٹھی تھی۔

"رئیلی......" اسے یقین کرنے میں تامل ہو رہا تھا۔ صبوحی بیگم نے نگاہ چرا کر سر اثبات میں ہلا دیا۔

"ہوں ولید کی والدہ کی فیملی نے ان سے بائیکاٹ کر لیا تھا شادی کے بعد دونوں طرف کبھی ملنا ملانا ہی نہ ہوا اور ان کی ڈیتھ کی اطلاع پر بھی ان لوگوں نے کوئی رابطہ نہ کیا تو ضیاء بھائی بچوں کو لے کر امریکا چلے آئے اور اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود کبھی کسی نے پلٹ کر یہ جاننے کی کوشش ہی نہ کی کہ مرنے والی کی کوئی اولاد بھی ہے یا نہیں۔"

"انٹرسٹنگ۔"

"ولی اور روشانے تو اس کے متعلق جانتے ہوں گے یا نہیں؟" اس نے ماں سے پوچھا۔

"وہ دونوں بہت سمجھدار بچے ہیں۔ ضیاء بھائی کو کبھی خوامخواہ پریشان نہیں کیا انہوں نے یقیناً جانتے ہی ہوں گے اور تم ان سے کوئی اوٹ پٹانگ سوال مت کرنے بیٹھ جانا۔ بہرحال اپنے والدین کے ماضی کے بارے میں ہر کوئی ازحد حساس ہوتا ہے اور یہ دونوں بھی ہیں تم نے کبھی دیکھا ہے ان دونوں کو بلاوجہ سوال و جواب کرتے؟" انہوں نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"نہیں نا...... اس لیے کہ وہ خود بھی اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتے اس لیے تم ان سے کچھ پوچھ کر انہیں اذیت مت دینے بیٹھ جانا۔" انا فوراً سمجھ کر سر ہلا گئی۔

"ماما ان کی والدہ کا نام لالہ رخ تھا نا؟ وہ اپنے نام کی طرح خود بھی بہت خوب صورت ہوں گی جبھی ولی اور روشانے دونوں خوب صورت ہیں اور ماموں کو وہ کہاں ملی تھیں؟"

"انا اسی لیے میں اس ذکر کو نہیں چھیڑتی تھیں۔ مرنے والی تو مر گئی اب اس کے ذکر کا کیا فائدہ؟ تم ہر وقت گڑے مردے اکھاڑنے مت بیٹھ جایا کرو پلیز تمہیں کوئی اور کام نہیں کیا؟" انا نے لب بھینچ کر کن اکھیوں سے ماں کو دیکھا ان کا چہرہ نجانے غصے سے سرخ تھا یا ضبط سے اس کو تاسف ہوا۔ یقیناً ماما کو بھاوج کی موت کا دکھ ہوتا ہوگا۔

"آپ کو تو وہ بہت پسند ہوں گی؟" اب کی بار صبوحی بیگم خاموش رہیں۔

"اوکے اب نہیں پوچھتی۔ ناراض تو مت ہوا کریں۔" اس نے فوراً کہا تو صبوحی بیگم نے ایک گہرا سانس لیا۔

"سونے کی کوشش کرو۔ دیکھو یہ اتنی سی شکل نکل آئی ہے راتوں کو مت جاگا کرو۔" انہوں نے محبت سے کہا۔

"سونا اپنے بس میں بھلا کہاں ہوتا ہے؟ اگر نیند اپنے بس میں ہو تو میں نیند کی گولیوں کا سارا پیکٹ ایک ہی بار پھانک لوں۔" اس نے اگلے ہی پل بے حسی سے کہا تو صبوحی بیگم ششدر رہ گئیں۔

"تم ٹرینکولائزر یوز کرتی ہو کیا؟"

"نہیں ابھی تو نہیں یوز کر رہی مگر جس طرح نیند نہیں آتی دل کرتا ہے ایک ہی بار پورا پیکٹ پھانک کر ابدی نیند سو جاؤں۔" انا کے لہجے میں کچھ ایسی بے بسی تھی کہ صبوحی بیگم دہل کر رہ گئیں۔

"شٹ اپ انا۔" انا خاموشی سے سر جھکا گئی۔

"خبردار آئندہ ایسی دل دہلا دینے والی بات کی تو۔" انہوں نے ڈانٹا۔

"خود ڈاکٹر ہو کر ایسی دلدوز باتیں کر رہی ہو۔" انہوں نے تاسف سے کہا تو وہ مسکرا دی۔

"تو پھر مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔ میں ساری رات بستر پر لیٹ کر کروٹیں بدلتی ہوں اور نیند نہیں آتی کیا کروں؟ دوائیں استعمال نہیں کر رہی کہ عادی نہ ہو جاؤں۔ ایسے میں آپ سب کے سوال مجھے مزید اکتاہٹ سے دوچار کرتے ہیں۔" نہایت چڑچڑے پن سے انا نے کہا تو صبوحی بیگم کو انا میں تیزی سے وقوع پذیر ان تبدیلیوں کا پہلی بار شدت سے ادراک ہوا۔

"ڈاکٹر کے پاس میرے ساتھ چلنا۔" انہوں نے حل بتایا۔

"مجھے نہیں جانا کسی ڈاکٹر کے پاس۔" اس نے جل کر کہا۔

"ڈاکٹر کے پاس میرے اس مرض کا علاج نہیں ہے۔ رہنے دیں خوامخواہ وقت ضائع کریں گی۔"

"تو پھر کس کے پاس ہے؟" انا نے ماں کو دیکھا اور پھر ان کی گود میں سر رکھ کر دراز ہو گئی۔

"پتا نہیں۔" اس کے لہجے میں عجیب سی بے بسی تھی۔ صبوحی بیگم بغور اس کا چہرہ دیکھتے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگی تھیں۔

"احسن کی شادی کی تیاریاں کافی حد تک ہو گئی ہیں۔ تم اس سلسلے میں آج کل کوئی انٹرسٹ نہیں لے رہی۔ روشی بے چاری اکیلی ہی لگی رہتی ہے۔ تم اس کے ساتھ بیٹھا کرو ذہن بٹے گا۔ مصروفیت ملے گی تو نیند بھی آئے گی نا۔ ورنہ روشی سمجھے گی کہ تم نجانے کیوں اس کے

ساتھ ہاتھ نہیں بٹا رہی۔" انہوں نے اس کا ذہن بٹانے کی کوشش کی۔ وہ محض سر ہلا گئی۔

"اسٹڈی کیسی چل رہی ہے۔" انہوں نے موضوع بدلا۔

"ٹھیک......" اکتاہٹ سے جواب دیا۔

"تم چھٹیاں بھی تو کرنے لگ گئی ہو دھیان سے اپنی پڑھائی پر توجہ دو۔" انہوں نے مزید ہدایت دی تو وہ سر ہلا کر رہ گئی۔

"جی اچھا اور کچھ۔"

"اب تم نہ ہی کچھ بولو گی اور نہ کچھ سوچو گی بس آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کرو میں تمہارے پاس ہی ہوں۔" اس کے بالوں میں بہت محبت سے انگلیاں پھیرتے دوسرے ہاتھ میں ہاتھ تھام کر بوسہ دیتے انہوں نے محبت و شفقت سے کہا تو وہ محض سر ہلا کر رہ گئی۔

❁......❁......❁
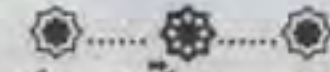
وہ لوگ ابھی رستے میں ہی تھے کہ بخشو نے فون کر کے اطلاع دی تھی کہ بابا کی بے ہوشی طویل ہو جانے پر وہ لوگ ان کو قریبی اسپتال لے آئے تھے جو گاؤں سے باہر سرکاری سطح پر واقع تھا۔ شاہزیب صاحب مزید پریشان ہو گئے تھے۔

یہ لوگ سیدھا اسپتال پہنچے۔ زبیری صاحب کو انکل نے رستے سے پک کیا تھا وہ ان کے ساتھ ہی آئے تھے۔

"السلام علیکم صاحب۔" بخشو ان لوگوں کو دیکھتے ہی فوراً قریب آ گیا تھا۔

"کیسے ہیں بابا صاحب اور ڈاکٹرز کیا کہتے ہیں؟"

"ڈاکٹرز کہتے ہیں کہ ان کے دماغ کو کوئی شدید صدمہ پہنچا ہے۔ ہم سے زیادہ تفصیل سے بات نہیں کی۔ ڈاکٹرز ادھر ہی ہیں ہم آپ کا انتظار کر رہے تھے۔" بخشو کی نشاندہی پر وہ ڈاکٹرز سے ملنے ایک کمرے کی طرف تیزی سے بڑھ گئے ان کے ہمراہ زبیری اور باقی افراد بھی تھے۔ ڈاکٹرز میں سے ایک دو سینئر ڈاکٹر موجود تھے باقی ورکنگ عملہ ہی تھا۔ ڈاکٹر صاحب انہیں بابا صاحب کے پاس لائے وہ بے ہوش ہی تھے۔ ڈرپ لگی ہوئی تھی وہ شاہزیب اور دیگر لوگوں کو بابا صاحب کی کنڈیشن بتانے لگے۔

"سیریس کنڈیشن نہیں ہے بس ان کے دماغ میں کھنچاؤ ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے ان کا دل و دماغ شدید صدمے کے زیر اثر ہے۔ مکمل طور پر ہوش آ جاتا ہے تو ٹھیک دوسری صورت میں آپ ان کو کہیں اور شفٹ کر سکتے ہیں۔" ڈاکٹرز نے بابا صاحب کی ساری کنڈیشن بتا کر آخر میں کہا تو شاہزیب صاحب نے زبیری صاحب کو دیکھا۔

"ابھی تو یہ انڈر آبزرویشن ہیں تھوڑی سی امپرومنٹ ہوتی ہے تو دیکھتے ہیں کیا کرتے ہیں۔ اہم چیز یہ ہے کہ ان کو ہوش آ جائے۔ جس طرح کی صورت حال بتائی جا رہی ہے اس سے اندازہ تو نہیں ہو رہا کہ ان کو شدید صدمہ پہنچا ہے۔ خوابوں کا سلسلہ جو کچھ بھی تھا ایک عرصے سے یہ سلسلہ چل رہا تھا پھر آج اچانک اس شدید کنڈیشن میں چلے جانا سوچنے کی بات ہے اصل ریزن کیا ہو سکتی ہے۔"

"پتا نہیں بابا صاحب کچھ ذکر بھی تو نہیں کرتے میں نے کئی بار کوشش کی کہ کسی سائیکالوجسٹ سے سیشن کروا لیں ایک بار کے بعد دوبارہ جانے کا نام ہی نہ لیا۔ ان کے دل و دماغ میں گناہ کے احساس کی ایک ایسی گرہ بندھ گئی ہے جو کھلنے میں ہی نہیں آ رہی۔" شاہزیب صاحب کا تفکر و پریشانی سے برا حال تھا شہوار نے فوراً آگے بڑھ کر ان کے بازو پر ہاتھ رکھا۔

"آپ فکر نہیں کریں ان شاء اللہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ آپ ادھر بیٹھیں ڈاکٹرز ٹریٹمنٹ دے رہے ہیں اگر ہم مطمئن نہیں ہوئے تو بابا صاحب کو شہر لے جائیں گے۔ فی الحال تو ان کے ہوش میں آنے تک ہمیں انتظار کرنا ہوگا نا۔" شہوار ان کا ہاتھ تھامے باہر آیا اور سائیڈ پر رکھی کرسیوں میں سے ایک پر بٹھا دیا۔ دوسری طرف تابندہ بی آ بیٹھی تھی۔

تابندہ بی شاہزیب صاحب سے تسلی و تشفی کی باتیں کرنے لگیں تو شہوار اٹھ کر بابا صاحب کے روم میں آ گئی زبیری صاحب کے ساتھ وہاں موجود تھے۔ ایک نرس بھی کمرے میں تھی۔ وہ بھی بابا صاحب کے بستر کے پاس کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی تھی۔ بابا سے متعلق اسے بہت سے واقعات یاد آنے لگے تو ایک محبت بھری نگاہ اس نے بابا صاحب کے باریش چہرے پر ڈالی۔

"مجھے نہیں پتا باپ کی شفقت کیا ہوتی ہے؟ مگر آپ کے وجود میں ہمیشہ مجھے ایک باپ کی محبت ملی۔ آپ نے جس طرح میرے وجود کا خیال رکھا میری ماں کے سر پر دست شفقت رکھا آپ کے اس سلوک نے مجھے خرید لیا۔ میرے خیالات میرے اعتراضات ایک طرف مگر آپ کا ہر حکم ایک طرف۔ آپ کا وجود ہمارے لیے ایک گھنی چھاؤں ہے ہم ماں بیٹی لوگوں کی ہزار ہا باتوں کا سامنا کرتیں مگر آپ نے جس طرح ہمیں اس حویلی کے حقیقی مکینوں کا مان دیا لوگوں کی سب زبانیں بند ہو گئیں۔ آپ نے ہمیں ایک

بھری زندگی دی۔ آپ کی اولاد نے ہمیں جو مان اور محبت دی اس کا بدلہ تو شاید میں ساری زندگی نہ چکا سکوں۔ کاش میں آپ کے دکھوں کو جان سکتی۔" میں جان سکتی کہ آپ کو آنے والے خوابوں کے اس سلسلے کے پیچھے کیا وجہ ہے تو سچ کہتی ہوں میں اپنی ساری توانائیاں آپ کے اس دکھ کو ختم کرنے میں لگا دیتی۔" وہ بہت محبت بھری نگاہ سے انہیں دیکھتی رہی اور نجانے کیا کچھ سوچتی رہی۔

❁......❁......❁
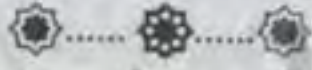
وہ جاگنگ کر کے واپس گھر لوٹا تھا صحن میں پہنچ کر رک گیا۔ انا سرخ لباس میں چہل قدمی کر رہی تھی۔ وہ بھی اسے دیکھ کر رک گئی تھی۔

"السلام علیکم!" انا نے پہل کی۔

"وعلیکم السلام آج صبح صبح کیسے دکھائی دے رہی ہو۔" جب سے پاکستان لوٹا تھا روزانہ جاگنگ کرنے جاتا تھا یہ پہلا موقع تھا کہ وہ انا کو مارننگ واک کرتے دیکھ رہا تھا۔

"بس ساری رات آنکھ ہی نہیں لگی پھر سوچا کہ نماز پڑھ کر کیا لیٹوں واک ہی کر لوں۔" انا کے جواب پر ولید نے خاموشی سے اسے دیکھا۔ وہ جب سے پاکستان لوٹا تھا تو پہلی نگاہ میں یہ لڑکی بہت خوش گوار سر سبز و شاداب گلاب کی مانند کھلی کھلی تر و تازہ لگی تھی اور اب ہر گزرتے دن کے ساتھ عجیب ڈل پژمردہ اور سست ہوتی جا رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا کہ کوئی غم اسے اندر ہی اندر گھول رہا تھا۔

"اچھی سوچ ہے روزانہ واک کیا کرو صحت پر خوشگوار تاثر پڑے گا۔" انا مسکرا دی اور پھر واک کرنے لگی تو ولید اندر جانے کی بجائے اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

"اب طبیعت کیسی ہے کچھ افاقہ ہوا؟"

"جی...... بہتر ہوں......!" ولید نے بغور اس کے جھکے ہوئے سر کو دیکھا۔ کل وہ اس سے معذرت کر چکا تھا اپنے رویے کی معافی بھی مانگ چکا تھا مگر اندر ہی اندر اب بھی ایک گلٹ تھا جو ختم ہی نہیں ہو پا رہا تھا اسے لگ رہا تھا کہ انا اب بھی اس سے خفا ہے لاشعوری طور پر وہ چند قدم پیچھے رہ گیا تھا انا نے آگے بڑھ کر پلٹ کر دیکھا۔

"کیا ہوا؟" اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلتے وہ عجیب سی خوشی محسوس کر رہی تھی اور اب ولید کو رکتے دیکھ کر فوراً ٹھٹکی تھی۔

"کچھ نہیں میں یہ پھول دیکھ رہا تھا بہت پیارے لگ رہے ہیں۔" ولید نے سامنے گلابوں کے جھنڈ کی طرف اشارہ کیا تو انا نے مسکرا کر پھولوں کو دیکھا۔ سرخ سفید اور گلابی کلر کے گلاب کے پھولوں کی ادھ کھلی کلیاں بہت خوب صورت لگ رہی تھیں۔

"ہاں مگر ماما پھول توڑنے پر بہت خفا ہوتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ پھولوں سے محبت کی جائے اور ان سے محبت کا تقاضا ہے کہ ان کو توڑا نہ جائے۔ شروع شروع میں میں نے چند ایک بار پھول توڑ لیے تھے تو بہت خفا ہوئی تھیں۔ یہ ہمارا چھوٹا سا باغیچہ ماما کی کوششوں کے مرہون منت ہے۔" اطراف میں گھوم کر وضاحت کی تو ولید مسکراتا پھولوں کے جھنڈ کے قریب آ ٹھہرا۔

"روز یہ شاخ کے ساتھ جڑے مرجھا جاتے ہیں اور ان کو قدر دانی کی ایک نگاہ بھی میسر نہیں آتی یہ بھی تو زیادتی ہے نا۔" ولید نے جھک کر گلابی پھول توڑ لیا۔

"ولی...... ماما بہت خفا ہوں گی۔" اس نے اسے باور کروانا چاہا۔ "آپ کو نہیں پتا ماما پھولوں کے معاملے میں کس قدر حساس ہیں۔" اس نے مزید بتایا۔

"کچھ نہیں کہیں گی۔" ولید نے اس کی ہدایتوں کو نظر انداز کرتے ایک ایک کر کے تمام ادھ کھلی کلیوں کو توڑ لیا۔ وہ خاموشی سے قریب کھڑی اسے پھول توڑتے دیکھ رہی تھی۔ پھول توڑنے کے بعد ولید نے بہت احتیاط سے پھولوں کی ٹہنیوں سے اضافی کانٹے توڑے اور پھر تمام پھولوں کو ایک گلدستے کی صورت میں ترتیب دے کر ایک اضافی ٹہنی کی مدد سے گلدستے کو باندھ دیا تھا۔ اس سارے عمل کے دوران انا بس خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے یہ سارا عمل سرانجام دیتے دس پندرہ منٹ تو ضرور لگے ہوں گے۔ اب ادھ کھلی کلیوں کا ایک خوب صورت گلدستہ تیار تھا۔

"کیسا لگ رہا ہے؟" ولید نے گلدستہ اسے دکھاتے ہوئے پوچھا تو وہ ہنس دی۔ آج بڑے دنوں بعد وہ یوں دل سے کھلکھلا کر ہنسی تھی۔ بڑی معطر اور تر و تازہ سی جھرنوں جیسی ہنسی۔

"بہت ہی پیارا...... اینڈ بہت ہی خوب صورت ماما کی ڈانٹ سننے کے لیے بھی تیار رہیے گا۔" وہ متوقع ڈانٹ سے خوف دلا رہی تھی۔ ولید نے بہت خوش گوار انداز میں اس کو یوں دل سے ہنستے دیکھا۔ یوں لگا گویا اطراف میں گھنٹیاں سی بج اٹھی ہوں۔ دل میں جو کثافت جمی ہوئی تھی یوں لگا وہ دھلنے لگی ہے۔ وہ جو اس کی ناراضی کو لے کر پریشان تھا اس کی یوں صاف و شفاف دلکش ہنسی کے جلترنگ

سن کرایک دم پرامید سا ہونے لگا۔
"تمہیں پسند آیا؟" ولید نے بہت محبت سے پوچھا وہ فوراً سر ہلا گئی۔
ولید کو اس وقت بڑی اٹریکٹیو اور اپنی اپنی سی لگی۔
"بہت نائس لگ رہا ہے نا۔" اس نے گلدستہ تھامنے کو ہاتھ بڑھایا تو ولید نے گلدستہ پیچھے کرلیا۔
"ہوں...... ہوں ایسے نہیں۔" اس نے چونک کر ولید کو دیکھا وہ مسکراتا بڑا دلکش لگ رہا تھا۔ انا کو اپنا دل ایک دم دھڑکتا محسوس ہوا اس نے ہاتھ ہٹا کر نگاہیں جھکالیں۔ آج اس شخص کو بھلا کیا ہوا تھا۔ اس قدر توجہ پر بھلا کیوں کر آمادہ ہوگیا تھا؟ وہ حیرت زدہ تھی۔
"یہ تمہارے لیے...... میری طرف سے اس مارننگ واک کا ایک خوب صورت سا گفٹ اس امید کے ساتھ کہ تم مجھ سے ناراض نہیں ہو۔" وہ جو پلٹنے کا سوچ رہی تھی ایک دم حیرت سے ولید کو دیکھنے لگی۔ ولید ادھ کھلی کلیوں کا یہ چھوٹا سا گلدستہ اس کی طرف بڑھاتے بڑے دلکش انداز میں مسکرا رہا تھا۔
"ولید......!" وہ حیرت سے گنگ رہ گئی۔
ولید نے یہ گلدستہ بطور خاص صرف اس کے لیے بنایا تھا۔ کیسا خوش کن خیال تھا اسے لگا کہ وہ ہواؤں میں اُڑنے لگی ہو۔ کیسا جذبوں کو بے لگام کردینے والا انداز تھا۔
"یہ میرے لیے......؟" وہ بے یقین تھی۔ ولید نے مسکرا کر سر ہلایا تو بھی وہ لینے میں تامل برت گئی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر پیچھے ہٹالیا۔
"ہاں تمہارے لیے......!" ولید نے اسی کے انداز میں کہا تو اس نے مسکراتے ہوئے گلدستہ تھام لیا اسے لگا جیسے وہ خواب دیکھ رہی ہو۔ اس نے پھولوں کو اور پھر بے یقینی سے ولید کو دیکھا۔
"میری طرف سے تم بہت ہرٹ ہوئی ہو بس یہ یقین چاہتا ہوں کہ تم اب مجھ سے خفا نہیں ہو، تمہیں نہیں پتا یہ دو دن میں نے اذیت کے عالم میں گزارے ہیں۔ اپنے رویے پر میں خود بھی از حد نادم رہا ہوں۔" وہ مزید کہہ رہا تھا اور انا کو لگ رہا تھا کہ آج اس کی زندگی میں اک نئی صبح طلوع ہوئی ہے۔ اک نیا موڑ آیا ہے۔
اگر وہ اذیت میں گرفتار رہی تھی تو پریشان وہ بھی تھا۔ پرسکون وہ بھی نہ تھا۔ اگر وہ بخار کی اذیت میں مبتلا رہی تھی تو اس اذیت کو ولید نے بھی پل پل محسوس کیا تھا۔ کیسا روح کو معطر کردینے والا احساس تھا۔ انا کو لگا کہ ولید ضیاء نے اس کی مردہ روح کو اس چھوٹے سے تحفے کے مول پھر سے سیراب کردیا ہے۔
"تھینکس...... تھینکس آلاٹ ولید۔" پھولوں کو ناک کے قریب لے جا کر سونگھتے اس نے بہت محبت سے کہا۔ ولید مسکرا کر اس کا روشن کھلا کھلا چہرہ دیکھتا رہا۔
"کیا کوئی پھولوں کا ایک چھوٹا سا تحفہ پا کر یوں بھی کھل جاتا ہے؟" وہ حیرت زدہ تھا۔ کچھ پل قبل وہ کتنی پژمردہ اور نڈھال لگ رہی تھی اور اب ایک چھوٹا سا تحفہ پا کر وہ کیسے کھل اٹھی تھی۔ ولید کے اندر ایک احساس نے کروٹ بدلی تو اس نے بغور انا وقار کو دیکھا جو پھولوں کو بڑی نرمی اور محبت سے تھامے ہوئے تھی یوں جیسے بہت قیمتی شے ہو۔
"میرے لیے یہ میری زندگی کا سب سے خوب صورت اور یادگار تحفہ ہے...... تھینکس اگین۔" انا مزید کہہ رہی تھی۔ "میں آپ سے قطعی خفا نہیں ہوں، میں آپ سے کبھی خفا ہو ہی نہیں سکتی۔ اس لیے ٹینشن فری ہوجائیں۔"
"کیوں......؟" اس کے الفاظ پر ولید نے چونک کر اسے دیکھا۔
"اتنی خصوصی رعایت مجھے کیوں مل رہی ہے۔ ناراض ہونے والی بات پر ناراض تو ہوا ہی جاتا ہے نا۔" انا ہنس دی۔
"آپ کو تو اور بھی بہت سے معاملات میں خصوصی رعایت دے جاتی ہیں کبھی ان پر بھی غور کرلیا کریں۔" بظاہر ہنس کر کہا تھا مگر لہجے میں جذبات کا رچاؤ گھل مل گیا تھا۔ ولید الجھ گیا۔
"مثلاً۔" انا گلدستہ لیے اندر کی طرف قدم بڑھانے لگی تو ولید بھی ہم قدم ہوگیا۔
"ہم اپنے منہ سے کیوں وضاحت کریں پرکھنے والی نگاہ تو آسمان کی وسعتوں میں چھپے راز بھی آشکار کرلیتی ہے۔ حیرت ہے آپ لاجک کی بات کرتے ہیں اور عام سی لڑکی کی سوچ تک رسائی حاصل نہیں کرپائے۔"
"انا...... کیا مسئلہ ہے؟" انا کے الفاظ پر اس نے ایک دم اس کا راستہ روکا تو انا نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"صبح صبح آپ کے اس تحفے نے میرا موڈ ایک دم بڑا خوش گوار کردیا ہے۔ اگر آپ نہیں چاہتے کہ میں اپنے سابقہ موڈ میں واپس جاؤں تو پھر اپنے سوال و جواب کا یہ سلسلہ یہیں بند کردیں۔ سچ کہتی ہوں اول تو میں آپ سے کبھی خفا ہوں گی نہیں اور اگر کبھی ہوگئی تو پھر کبھی ہزار بار منانے پر بھی راضی نہیں ہوں گی۔ اسے دھمکی سمجھ لیں یا کچھ بھی۔"
"وخواہ مخواہ؟ کوئی ریزن ہوگا تو خفا ہوگی بغیر لاجک کے تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔" انا ولید کی بات پر کھلکھلا کر ہنس دی۔
"دیکھیے ابھی میں نے یہ لاجک کی ہی بات دہرائی تھی اور اب پھر آپ لاجک کو ہی پوائنٹ آؤٹ کررہے ہیں۔" ولید بھی انا کی برجستگی پر مسکرا دیا۔
درحقیقت اسے صبح صبح کا انا کا یہ دلکش روپ بہت خوشگوار احساسات سے دوچار کر گیا تھا۔ کوئی چیز بہت دھیمے سروں میں دل کے دروازوں کو بج کررہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا کہ وہ کئی دن بعد کھل کر دل سے خوش ہوا ہے آج۔
"میں کوشش کروں گا کہ اب تمہیں مجھ سے کوئی شکایت نہ ہو اور نہ ہی کوئی ایسا موقع آئے کہ تم مجھ سے خفا ہوجاؤ۔" ولید کے لیے یہ لمحے بڑے خوشگوار تھے سو اس نے دل سے کہا۔
"دیکھ لیں دعوے تو آپ بہت بڑے بڑے کررہے ہیں۔ آپ بھول رہے ہیں کہ میں موڈی لڑکی ہوں اور اپنے موڈز کے تابع رہتی ہوں بہت چھوٹی بات پر بہت جلد خفا بھی ہوجاتی ہوں۔" اس نے اپنی طرف سے ولید کو ڈرانا چاہا۔
"نہ بابا نہ تمہاری ایک ہی خفگی کافی ہے۔ وہ جھیل لی بہت ہے آئندہ مجھ پر ایسا ظلم مت کرنا۔" ولید بھی گزرے دنوں کا کرب بھلانے کی کوشش میں خوش ہوتے کہہ رہا تھا۔
"اوکے آئندہ خیال رکھوں گی۔" اس نے فوراً سر تسلیم خم کیا تھا۔
انا بھی گزرے دنوں کی اذیت بھلاتے ان لمحوں کو دل سے محسوس کرنا چاہ رہی تھی۔ آج ولید کا کچھ مختلف روپ دیکھنے کو مل رہا تھا تو وہ اس روپ کو نگاہوں میں محفوظ رکھنا چاہتی تھی سو فوراً سر ہلا گئی۔
"تو اس کا مطلب ہے آج سے پکی والی دوستی ہوگئی پھر؟" وہ اسے چھیڑ رہا تھا وہ ہنس دی۔
"دوستی تو بس دوستی ہوتی ہے اور یہ "کچی پکی" دوستی کیا ہوئی بھلا؟"
"کچی دوستی بھی دوستی کی ایک قسم ہوتی ہے۔ یہ منافقت کی راہ پر گامزن دوستی ہوتی ہے اور پکی دوستی وہ دوستی ہوتی ہے جس میں ہزار ہا اختلافات آئیں عناد برپا ہوں دوستی دوستی ہی رہتی ہے۔ تعلق ختم نہیں ہوتے۔ ناراضی ضرور ہوتی ہے مگر بغض عناد اور نفرت کا اس میں وجود نہیں رہتا۔" ولید نے مسکرا کر وضاحت کی تو وہ دلچسپی سے ولید کو دیکھے گئی۔ جاگنگ سوٹ میں ملبوس وہ خاصا اٹریکٹیو لگ رہا تھا۔
"امیزنگ......" ولید کے الفاظ پر اس نے مسکرا کر کہا تو ولید کورنش بجالیا۔
"شکریہ...... ذرہ نوازی ہے آپ کی۔"
"پتا ہے ولی ساری رات آنکھوں میں بتاتے مجھے اندازہ ہی نہ تھا کہ اس رات کی صبح اس قدر خوب صورت اور دلکش ہوگی۔ آپ کا یہ تحفہ بہت خوب صورت ہے اور میں کوشش کروں گی کہ اس کو سنبھال کر رکھو۔ اس خوب صورت تحفے کے لیے ایک دفعہ پھر شکریہ۔" پھولوں کو اپنے رخساروں سے چھوتے اس نے اس قدر محبت سے کہا تو ولید اسے بغور دیکھنے پر مجبور ہوگیا تھا۔
"انا ہر ایک کے معاملے میں اس قدر حساس بچی اور موڈی تھی یا پھر یہ خصوصی رعایت وہ صرف اس کے ساتھ ہی برت رہی تھی۔" اک خیال نے بڑی شدت سے اس کے اندر سے سر ابھارا تھا۔
"میں چلتی ہوں، کالج جانے کے لیے تیار ہونا ہے۔ آپ نے بھی تو آفس جانا ہوگا۔" ولید جو اسے بغور دیکھ رہا تھا انا نے اس کی نگاہوں کو محسوس کرتے جھجک کر وہاں سے نکلنا چاہا۔
ولید نے خاموشی سے سر ہلا کر اسے جانے دیا اور وہ تیزی سے اندر کی طرف بڑھ آئی تو ولید کئی ثانیے اپنے ہی کسی خیال میں الجھا کھڑا رہا اور پھر سر جھٹک کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا کہ اس کے اندر جس خیال نے سر ابھارا تھا اس پر دل و دماغ کی گرفت مضبوط نہیں ہو پائی تھی۔

۞......۞......۞
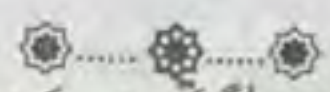
دوپہر میں وہ چند گھنٹوں کے لیے تابندہ بی کے ساتھ حویلی گئی تھی مغرب کی نماز کے بعد وہ بخش دین عرف بخشو کے ساتھ واپس آئی تھی تابندہ بوا حویلی میں ہی ٹھہر گئی تھیں۔ یہاں آ کر اسے بابا صاحب کی طبیعت کی بحالی کی خبر ملی تو ایک دم خوش ہوگئی۔ بابا صاحب دوپہر

میں حواس میں لوٹے تھے اور کچھ دیر حواس میں رہے تھے۔ شاہزیب انکل سے بات چیت بھی کی تھی شہوار کے لیے یہ خبر خوشگوار تھی۔ شاہزیب انکل جب سے آئے تھے اسپتال میں ہی تھے ان کے ساتھ زبیری انکل بھی وہیں تھے۔ شہوار کے پرزور اصرار پر وہ حویلی جا کر آرام کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ چونکہ اردگرد کے تمام علاقے میں بابا صاحب اور ان کی آل و اولاد کو لوگ اچھی طرح جانتے تھے سو اسپتال میں بابا صاحب اور ان کے متعلقین کو خصوصی توجہ و رعایت دی جا رہی تھی۔ یہ اسپتال سرکاری سطح پر تھا اور اردگرد کے کئی گاؤں اس اسپتال کو لگتے تھے باقی سرکاری کلینک کی نسبت اس اسپتال میں ادویات کے ساتھ ساتھ تمام ضروری سہولیات موجود تھیں۔ ڈاکٹرز بھی اگرچہ بہت تعداد میں نہ تھے مگر جو چند ایک تھے وہ قابل اور لائق تھے زبیری انکل ان ڈاکٹرز اور اسپتال کی کارکردگی سے مطمئن تھے سو ابھی تک شاہزیب صاحب بابا صاحب کو یہاں سے کہیں اور شفٹ کرنے والے ارادے پر عمل نہیں کر پائے تھے۔ بابا صاحب ٹرینکولائزر کے زیر اثر اس وقت سو رہے تھے۔

وہ ان کے بستر کے قریب رکھی کرسی پر آ بیٹھی۔ یونہی اِدھر اُدھر سوچتے اسے انا کا خیال آیا تو سوچا کہ اسے میسج ہی کر دے انا آج کالج گئی تھی اور وہ وہاں جا کر اسے نہ پا کر اس نے کال کی تھی جواباً اس نے بابا صاحب کی طبیعت اور اپنے یہاں آنے کا بتا دیا تھا تو اس نے تاکید کی تھی کہ وہ اسے بابا صاحب کی طبیعت جیسے ہی سنبھلے میسج ضرور کر دے۔

"بابا صاحب اب پہلے سے کافی بہتر ہیں انہیں ہوش آ گیا ہے۔ اس وقت ٹرینکولائزر کے زیر اثر ہیں۔ میں ان کے پاس ہوں وہ ڈسٹرب نہ ہوں اس لیے کال نہیں کر رہی۔" اس نے یہ الفاظ ٹائپ کر کے انا کے نمبر پر میسج سینڈ کر دیا تھا۔

"چلو اچھی بات ہے اور اپنا خیال رکھنا۔" جواباً انا کا ٹیکسٹ فوراً ملا تھا۔ شہوار مسکرا دی اور موبائل ہاتھ میں لیے بابا صاحب کو دیکھنے لگی۔

اسپتال میں ایک محسوس کن خاموشی تھی یہ کوئی شہر کا اسپتال تو تھا نہیں جہاں رات کے وقت بھی دن کا سماں رہتا۔ یہاں شام ہوتے ہی اندھیرا پھیلنے کے بعد ایک محسوس کن خاموشی چھا جاتی تھی۔ شہوار گزشتہ رات یہاں اکیلی نہیں آئی تھی سو کچھ محسوس نہ کر پائی تھی۔ اس وقت ڈاکٹرز بھی نہیں تھے نرسیں بھی غائب تھیں شہوار کو یہ خاموشی کچھ زیادہ ہی شدت سے محسوس ہونے لگی۔

"اف...... کیسا ڈراؤنا ماحول ہو رہا ہے۔" بھلے کوئی چور ڈاکو اندر گھس آئے دیکھو کسی کو پروا ہی نہیں کہ یہاں مریض اکیلا ہے اور اس کے ساتھ کوئی اور بھی ہے کم از کم نرس کو تو چاہیے تھا کہ وہ یہاں روم میں چکر لگا جاتی۔" اردگرد کے ماحول سے پریشان ہوتے وہ اندر ہی اندر بڑبڑانے لگی۔ تبھی دروازے پر کھٹکا ہوا تھا یا پھر اس کا لاشعوری خوف تھا۔ وہ ڈر کر سیدھی ہوئی۔

"ک...... ک...... کون......؟" اس نے گھبرا کر دروازے کو دیکھا وہ اسی طرح نیم وا تھا جس طرح پہلے تھا۔ شہوار خوفزدہ نظروں سے دروازے کو گھورے گئی۔ اس کے اندر اتنی سکت نہ رہی کہ اٹھ کر جاتی اور جا کر دروازہ لاک کر دیتی۔

"لو جی مجھ جیسا بھی کوئی بہادر ہوگا۔ حویلی سے امی نے کہا بھی تھا کہ عظمت یا تاج کو لے آؤں مگر تب خیال نہ آیا اور اب خوفزدہ ہو رہی ہوں۔ مجھ جیسے مستقبل کے ڈاکٹروں کا یہ حال ہے نجانے مستقبل میں کیا کیا کارنامے سرانجام دوں گی۔" اس نے اپنے ہی خوف پر غصے میں آ کر خود کو ہی لتاڑنے کی کوشش کی۔

"چلو آج کی رات یہ تو ثابت ہو رہا ہے کہ میں کس قدر بہادر ہوں۔" اپنے خوف کو بھگانے کے لیے اس نے حویلی سے ساتھ لائی میڈیکل کی ایک کتاب کھول لی تھی۔

مگر چونکہ لاشعوری طور پر وہ خوفزدہ ہو چکی تھی سو کتاب کی ورق گردانی کرتے وہ گاہے بگاہے نیم وا دروازے کو بھی دیکھے جا رہی تھی۔ وہ پوری طرح اپنی توجہ کتاب کی طرف مبذول کیے ہوئے تھی جب ایک بار پھر دروازے پر کھٹکا ہوا وہ چونک گئی یوں لگا دروازے کے دوسری طرف کوئی ہے۔ اس نے اب بولنے کی بجائے خوفزدہ نظروں سے دروازے کو دیکھا۔ مگر کوئی اندر نہیں آیا تو وہ آہستگی سے اپنی جگہ سے اٹھی اردگرد دیکھا کوئی چیز نہ ملی صرف شیشے کا گلاس تھا اس نے ٹیبل سے وہی تھام لیا آہستگی سے وہ دروازے کی طرف بڑھی۔ دروازے کی اوٹ میں ہو کر اس نے باہر کی سن گن لینا چاہی مگر صورتحال واضح نہ ہو پائی بس قدموں کی آواز سنائی دے رہی تھی یوں لگ رہا تھا کہ کوئی روم کی طرف بڑھ رہا ہے۔

"کیا کروں اگر ڈاکٹر یا نرس ہوتی تو اتنا پراسرار انداز نہ ہوتا۔ وہ لوگ سیدھا روم میں آتے۔" جوں جوں قدموں کی آواز نزدیک آ رہی تھی شہوار کو اپنے اوسان خطا ہوتے محسوس ہو رہے تھے۔

"چلو جو بھی ہوگا دیکھ لوں گی۔ اگر کوئی چور ڈاکو ہوا تو اتنی آسانی سے تو قابو نہیں آنے والی۔" اس نے دل میں ارادہ باندھا۔ اب کے قدموں کی چاپ بالکل دروازے کے پاس آ رکی تھی۔ شہوار نے اپنا گلاس والا ہاتھ ایک دم اٹھا لیا تھا۔ تبھی دروازہ کھول کر کوئی

اندر داخل ہوا تھا شہوار جو دروازے کی اوٹ میں تھی اس نے بنا دیکھے سوچے سمجھے گلاس کھینچ کر آنے والے کے سر پر دے مارا اور یہ حملہ اس قدر شدید تھا کہ آنے والا بھی کچھ سمجھ نہ پایا تھا۔

چھناک...... کی آواز کے ساتھ گلاس مقابل کے سر پر لگ کر فرش پر گرتے ہی چکنا چور ہوا تھا اور آنے والے نے فوراً اپنا سر تھاما تھا۔

"اوہ...... یو ایڈیٹ۔" مقابل اس حملے کی توقع نہیں رکھتا تھا سو اس نے شیر کی پھرتی سے پلٹ کر حملہ آور کو سنبھلنے کا موقع دیے بغیر اپنے بازو میں جکڑ لیا تھا۔

شہوار کی چیخ بے ساختہ تھی اور پھر شہوار تو جانی پہچانی آواز سن کر ہی حیرت زدہ رہ گئی تھی۔

"آپ......!" آنے والے کے چہرے پر نگاہ پڑی تو لگا کہ بس زمین پھٹے اور اس میں سما جائے کی کسر رہ گئی ہے۔ اس قدر شرمندگی و خجالت۔

"تم......؟" مقابل بھی اسے دیکھ کر چونکا تھا۔

شہوار اپنے مقابل مصطفیٰ شاہزیب علی کو دیکھ کر ششدر رہ گئی تھی۔ رات کے اس پہر کوئی اور نہیں مصطفیٰ شاہزیب علی اس کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"واٹ نان سینس۔" وہ اگلے ہی پل برہم ہوا تھا۔ "یہ کیا حرکت تھی۔" گلاس لگنے سے مصطفیٰ کے سر سے خون بہنا شروع ہو گیا تھا۔ مصطفیٰ کو دیکھ کر وہ ساکت رہ گئی تھی مصطفیٰ نے اسے اپنے بازو کے حصار سے نکالا تو وہ خفت و شرمندگی سے سر جھکا گئی۔

وہ تو شکر تھا کہ بابا صاحب ٹرینکولائزر کے زیر اثر تھے ورنہ وہ اٹھ جاتے تو مزید شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا اور شور کی آواز سن کر ابھی تک کوئی ادھر نہیں آیا تھا۔

"آپ ادھر اسٹیچو بنی کھڑی کیا کر رہی ہیں؟ یہ سب کیا ہے؟" وہ برہمی سے کہتے اس سے فاصلے پر ہٹ کر اس کرسی پر جا بیٹھا تھا جہاں وہ کچھ دیر قبل بیٹھی ہوئی تھی اور اپنی جیب سے رومال نکال کر سر کے متاثرہ حصے پر رکھ رہا تھا۔

"میں سمجھی کہ کوئی چور یا ڈاکو ہوگا۔" شرمندگی و خجالت سے جو برا حال تھا وہ ایک طرف بس رونے کی کسر رہ گئی تھی اوپر سے مصطفیٰ کا انداز۔ وہ سر جھکائے مجرموں کی مانند کھڑی تھی۔

"ماشاءاللہ کیا ذہانت ہے آپ کی؟" اس نے طنزیہ نظروں سے اسے سر سے پاؤں تک گھورا۔ وہ مزید شرمندہ ہو گئی۔

"محترمہ چور ڈاکوؤں کے لیے یہ چھوٹے موٹے گلاس کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتے۔ ویسے آپ کو یہ خیال میرا مطلب ہے کہ شک کیونکر ہوا کہ اس دروازے سے چور یا ڈاکو ہی داخل ہوں گے۔" شہوار نے اس کے اس طنزیہ الفاظ پر سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"کافی دیر سے دروازے کے باہر کھٹکا محسوس ہو رہا تھا ادھر کوئی ڈاکٹر و نرس نہیں آیا تھا۔ میں سمجھی کہ سبھی اپنے اپنے روم میں ہوں گے اور جب بار بار شک ہوا تو میں ڈر گئی تھی۔" وہ مجرمانہ انداز میں سر جھکائے قدرے فاصلے پر کھڑے یہ کہہ گئی۔ مصطفیٰ جو اسے طنزیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا اس کا انداز بیاں اور اسٹائل دیکھ کر مسکرا دیا۔ وہ تو شکر تھا کہ شہوار سر جھکائے ہوئے تھی ورنہ اسے مسکراتے دیکھ کر ضرور کھولتی۔

"آپ کی بلیڈنگ ہو رہی ہے ایم سوری میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا اور مجھے بھلا کیا پتا تھا کہ آپ ہیں؟" وہ اب دروازے سے ہٹ کر نزدیک آ گئی تھی مصطفیٰ نے اسے دیکھا وہ تشویش بھری نظروں سے اس کے سر کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"اگر آپ کو پتا ہوتا کہ یہ میں ہوں تو کیا آپ پھولوں کے ہار لے کر میرے استقبال کے لیے کھڑی ہو جاتیں۔" مصطفیٰ کے جملے پر اس نے ناراضی بھری نگاہ ڈالی۔

"یہاں فرسٹ ایڈ کا سامان تو ہوگا نا...... اف پتا نہیں کیسا کٹ لگا ہے جو بلیڈنگ رک ہی نہیں رہی۔" مصطفیٰ کا سفید رومال خون سے رنگین ہو رہا تھا۔

گلاس کا کانچ کسی خاص زاویے سے لگا تھا جو فوراً زخم بنا گیا تھا۔

"میں فرسٹ ایڈ باکس لے کر آئی تھی مگر وہ تو دوپہر میں حویلی لے گئی تھی۔" مصطفیٰ کے ہاتھ میں رنگین رومال دیکھ کر اس کے اندر احساس ندامت بڑھنے لگا۔ ٹیبل پر روئی پڑی ہوئی تھی۔ وہ روئی اٹھا کر مصطفیٰ کے پاس چلی آئی۔

"دکھائیں۔" مصطفیٰ نے ہاتھ ہٹا دیا تھا وہ خاموشی سے گھنے سیاہ بالوں کو ہٹاتے زخم کا معائنہ کرنے لگی۔ زخم اتنا گہرا بھی نہیں تھا بہرحال کٹ لگ گیا تھا اور بلیڈنگ بھی ہو رہی تھی سو تشویش بہرحال تھی۔

"میں باہر سے ڈریسنگ کا سامان لے کر آتی ہوں اتنی دیر میں آپ یہ روئی ایسے ہی دبا کر رکھیں۔"

"باہر کوئی چوڑا کو بھی ہوسکتا ہے؟" مصطفیٰ کی رگ شرارت پھڑکی تو اس نے بہت سنجیدگی سے اسے دیکھا۔
"میں ہر طرح کے حالات سے نبٹنا جانتی ہوں۔ بے فکر رہیں اتنی کمزور نہیں ہوں۔" کچھ دیر قبل وہ کمزور ثابت ہوئی تھی سو اب کچھ چڑ کر کہتے وہ باہر نکل آئی۔ ڈاکٹر کے روم کا اسے پتا تھا نرس سے بھی اس کی سلام دعا ہوچکی تھی بابا صاحب خاص مریض کی حیثیت سے ایڈمٹ تھے سو ان لوگوں کو عملہ خصوصی پروٹوکول دے رہا تھا اس نے ڈاکٹر کے روم میں آ کر ڈریسنگ کا سامان مانگا تو نرس نے اسے فرسٹ ایڈ باکس کٹ لا تھمائی۔
"کچھ اور بھی چاہیے؟" نرس نے پوچھا۔
"نہیں ٹھیک ہے۔" متعلقہ تمام اشیاء دیکھ کر اس نے انکار کردیا۔
"ویسے کرنا کیا ہے ان چیزوں کا؟ اگر ہیلپ کی ضرورت ہو تو میں آ جاؤں۔"
"نہیں میں کرلوں گی۔" رکھائی سے انکار کرتے وہ واپس کمرے میں آ گئی اور مصطفیٰ اسی حالت میں بیٹھا ہوا تھا۔
"میں تو سمجھا تھا کہ تم مجھے سزا سنا کر چلی گئی ہو اتنی سخت سزا تو وہ بھی نہیں تھی ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہونے والی جو اسکول ٹیچر دیا کرتی تھی۔ میرا بازو دکھنے لگا ہے اسی طرح رکھے رکھے۔" مصطفیٰ اسے دیکھ کر پھر شروع ہوا تھا اس نے بغیر جواب دیے تمام سامان ٹیبل پر رکھ کر روئی اور ڈیٹول کی شیشی اٹھالی۔
"ہاتھ نیچے کرلیں۔" قریب آ کر کہا تو مصطفیٰ نے فوراً ہاتھ ہٹالیا تھا۔ شہوار نے خون آلود روئی پکڑ کر ڈسٹ بن میں ڈالی۔
وہ خاموشی سے مصطفیٰ کے سر کے زخم کو ڈیٹول سے صاف کرنے لگی۔ زخم واقعی گہرا نہیں تھا۔ عام سا کٹ تھا بس یہ تھا کہ بلیڈنگ ہونے پر وہ فکر مند ہوگئی تھی۔ زخم صاف کر کے اس نے ڈریسنگ کردی تھی اور اس سارے عمل کے دوران اگر وہ خاموش رہی تھی تو مصطفیٰ نے بھی جملے بازی سے احتراز برتا تھا۔
"نارمل کٹ لگا ہے ایک ہی دن میں زخم مندمل ہوجائے گا۔ وہ باتھ روم ہے آپ جا کر ہاتھ دھولیں۔" ڈریسنگ کرنے کے بعد اس نے تمام چیزیں سمیٹ کر باکس میں ڈالیں۔
مصطفیٰ باتھ روم میں گھسا تو وہ باکس اٹھا کر نرس کو واپس تھما آئی۔ باہر تیز ہوا چل رہی تھی شاید یہی وجہ تھی کہ دروازہ بار بار ہل رہا تھا اور وہ انجانے اوہام کا شکار ہوگئی تھی۔ نجانے مصطفیٰ بھی کیا سوچتا ہوگا۔ اسے اپنی عقل پر افسوس ہوا۔ اندرونی طور پر شرمندگی سے برا حال ہورہا تھا۔ وہ فوری طور پر کمرے میں جانے کے بجائے پانچ دس منٹ بعد کمرے میں واپس آئی تو مصطفیٰ اس کا منتظر تھا۔
"کہاں رہ گئی تھیں تم؟"
"نرس کو فرسٹ ایڈ کٹ دینے گئی تھی۔" وہ کہہ کر بابا صاحب کی ٹیبل کے پاس آ ٹھہری اور دوائیوں والی شیشیاں اِدھر اُدھر کرنے لگی اور پھر خیال آنے پر فوراً دروازے کے پاس بکھرے کانچ سمیٹنے لگی۔
"بابا صاحب کی طبیعت اب کیسی ہے؟" مصطفیٰ نے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا۔
"پہلے سے بہتر ہیں۔" ایک ایک کر کے کانچ سمیٹتے اس کی تمام تر توجہ اس چیز پر تھی کہ کوئی کانچ انگلیوں کو زخم نہ لگا دے۔
"رہنے دو۔ خوامخواہ ہاتھ میں زخمی کرلو گی باہر سے وارڈ بوائے کو کہتا ہوں وہ کسی سوئیپر کو کہہ کر یا خود ہی صاف کردے گا۔" مصطفیٰ نے اٹھنا چاہا تو اس نے منع کردیا۔
"رہنے دیں ہوگئے ہیں۔" باریک چھوٹے چھوٹے کانچ کے ٹکڑے موجود تھے۔ بڑے بڑے تمام ٹکڑے ڈسٹ بن میں ڈال کر ٹیبل سے روئی کا ایک ٹکڑا لے کر تمام چھوٹے ذرات اس سے سمیٹ کر ڈسٹ بن میں ڈالنے کے بعد وہ اٹھی اور ہاتھ دھو کر واپس آئی تو مصطفیٰ اس کی کتاب ہاتھ میں لیے دیکھ رہا تھا۔
"یہ کیا ساری رات ادھر ہی ٹھہریں گے۔" مصطفیٰ کا پرسکون مطمئن انداز دیکھ کر الجھی۔
"آپ کب آئے تھے؟" وہ بات جو اسے آتے ہی پوچھنا چاہیے تھی اب پوچھ رہی تھی۔
"آیا تو میں رات کے دس بجے کے بعد ہی ہوں۔ دراصل ماں جی کو یہاں آنا تھا اور ان کو میں ہی لے کر آیا ہوں۔ رستے میں بابا جان سے بابا صاحب کی کنڈیشن امپرومنٹ کی خبر مل گئی تھی سوچا کہ ماں جی کو حویلی ہی چھوڑ دوں وہ کل صبح اطمینان سے یہاں آجائیں گی۔ ہم سیدھا حویلی گئے وہاں جا کر پتا چلا کہ اسپتال میں اس وقت تم اکیلی ہو۔ سو بابا جان کی ہدایت پر مجھے آنا پڑا۔ مگر یہاں آ کر کمرے میں داخل ہوتے ہی جو عزت افزائی ہوئی ہے وہ ہمیشہ یاد رہے گی۔" مصطفیٰ کے الفاظ پر وہ ایک بار پھر شرم سے سرخ پڑ گئی۔

فوری طور پر تو کچھ پتا ہی نہیں چلا تھا کہ کیا ہوا ہے مگر اب جوں جوں ذہن گزشتہ واقعات کو دہرا رہا تھا بہت سی باتیں جزئیات کے ساتھ یاد آ رہی تھیں۔ مصطفیٰ کا کمرے میں داخل ہونا۔ اس کا بلا سوچے سمجھے گلاس کا دے مارنا اور مصطفیٰ کو جوابی حملے کے لیے حملہ آور کو فوراً دبوچ لینا۔ اور اس کے بعد کی صورت حال کس قدر شرمندگی کا باعث بن گئی تھی۔
"گھر میں باقی سب لوگ ٹھیک ہیں؟" گزشتہ واقعہ کے اثر سے نکلنے کو اس نے پوچھا۔
"اللہ کا شکر ہے شاید باقی لوگ کل صبح یا پھر بابا صاحب کی طبیعت بحال ہوگئی تو پرسوں چکر لگالیں گے۔" وہ سر ہلا کر خاموشی ہوگئی اور سوچنے لگی کہ اب مزید کیا بات کرے...... کمرے میں ایک دوسرا بیڈ بھی تھا جو مریض کے تیماردار کے لیے تھا۔ مصطفیٰ نے کرسی پر قبضہ جمالیا تھا سو وہ آہستگی سے اٹھ کر بستر پر آ بیٹھی۔
"اگر تم لیٹنا چاہو تو آرام سے سوسکتی ہو۔ میں ادھر ہی ہوں رات یہیں ٹھہروں گا۔" اس نے رات ٹھہرنے کا بتایا تو وہ ٹھٹکی۔ مصطفیٰ کے الفاظ پر اسے دیکھا وہ ابھی بھی اس کی کتاب لیے ورق گردانی کررہا تھا۔
"آپ گھر سے آئے ہیں یا اپنے آفس سے؟" وہ چونکہ رات گئے حویلی پہنچے تھے تو اس نے یونہی پوچھا۔
"آیا تو میں گھر سے ہی ہوں لیکن ڈیوٹی نبھا کر مغرب سے کچھ پہلے فارغ ہوکر ماں جی کو لے کر اب ادھر پہنچا ہوں۔"
"کھانا وغیرہ ہے اگر آپ کو بھوک ہے تو......!" مصطفیٰ نے پلٹ کر اسے دیکھا وہ متوجہ تھی اسے دیکھ کر نگاہ پھیر گئی۔
"نہیں...... حویلی میں بوا جی نے خاصی مہمان نوازی کر ڈالی تھی۔"
"ویسے تمہیں اس وقت اکیلے یہاں نہیں ٹھہرنا چاہیے تھا۔ کسی ملازمہ کو ہی ساتھ لے آتیں۔" کتاب کے اوراق پلٹتے مصطفیٰ نے کہا تو وہ لب بھینچ گئی۔
"سارے دن کی روٹین سے آپ تھکے ہوئے ہوں گے پھر ڈرائیونگ کر کے اتنی دور یہاں پہنچنا۔ اگر آپ کچھ دیر ریسٹ کرنا چاہیں تو ادھر آجائیں ویسے بھی میں دن میں حویلی جاکر کچھ گھنٹے ریسٹ کر آئی ہوں اور مجھے اس وقت خاص نیند بھی نہیں آرہی۔" اس کی موجودگی میں اسے نیند تو کبھی نہیں آنی تھی ہاں اگر وہ سو جاتا تو وہ آرام سے اپنی بک اسٹڈی کرتی رہتی سو وہ اپنے ذہن میں آنے والے خیالات کو فوراً زبان پر لے آئی تو مصطفیٰ نے بغور دیکھا۔
"اب ایسی بھی بات نہیں فزیکلی میں اتنا ویک نہیں ہوں کہ یوں فوراً تھکن کا شکار ہوجاؤں۔ ہاں تمہیں اگر میرا یہاں بیٹھنا مناسب نہیں لگ رہا اور بہانے سے اٹھانا چاہ رہی ہو تو اور بات ہے۔" مصطفیٰ نے مسکرا کر کہا تو شہوار نے حیران ہوکر اسے دیکھا۔
"توبہ......! کتنا ہوشیار اور برائٹ مائنڈڈ انسان ہے یہ کیسے فوراً دوسروں کی سوچ تک کو پڑھ لیتا ہے۔"
"میں کیوں بہانے سے اٹھانے لگی میں نے تو آپ کی تھکن کے احساس سے کہا تھا۔ میری بات مناسب نہیں لگ رہی تو نہ سہی کوئی زبردستی تھوڑی ہے۔" خاصی ناراضی سے کہا تو مصطفیٰ کھلکھلا کر ہنس دیا اور اس کی ہنسی شہوار کو مزید بھنا گئی۔
"نہیں خیر زبردستی واقعی نہیں ہے۔ اب آپ محترمہ میری تھکن کا اتنا احساس کررہی ہیں تو اب میرا حق بھی بنتا ہے کہ میں بھی آپ کی فیلنگز کا احساس کروں۔ پھر آجائیں ادھر۔" مصطفیٰ نے ہنسی روک کر کہا تو شہوار کا جی چاہا کہ کوئی گلاس پھر اس کے ہاتھ میں ہو تو اب کی بار دل خوش کرنے کی حد تک تو ضرور اس کا سر پھوڑ دے۔ اس نے کھا جانے والی نظروں سے مصطفیٰ شاہزیب علی کو گھورا تو وہ مسکراتا کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔
"اس طرح گھورنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ تھوڑی دیر قبل آپ کی بہادری کا تحفہ میرے سر کی زینت بن چکا ہے۔ ابھی وہی ٹیسیں برقرار ہیں۔ کوئی نئی چوٹ افورڈ نہیں کرسکتا میں اس وقت۔" اس کی نظروں کے تیوروں سے گھبرانے کی ایکٹنگ کرتے مصطفیٰ نے پھر مسکرا کر کہا تو وہ غصے سے پاؤں پٹختے بستر سے اتر آئی تھی۔
"اب اتنا شدید زخم تبھی نہیں تھا وہ ایک عام سا کٹ کیا لگ گیا ہے فسانہ ہی بنا ڈالا ہے خوامخواہ کا۔" جھنجلا کر غصے سے کہتے وہ کرسی پر جا بیٹھی۔
"محترمہ محبوب کے ہاتھوں سے اگر پھول بھی مارا جائے تو وہ بھی تکلیف دیتا ہے یہ تو پھر گلاس تھا وہ بھی شیشے کا اور زخم چھوٹا ہو یا موٹا بہرحال خون تو بہا ہے اس بات کی آپ چشم دید گواہ بھی ہیں۔" وہ کہاں باز آنے والا تھا نہایت شرارتی انداز میں جملے بازی کی تو وہ کلس کر رہ گئی اور سر جھٹک کر رخ موڑا۔
"مردوں کے لیے اتنا ذرا سا خون بہہ جانا کون سا بہت بڑی بات ہے۔" اس نے نخوت سے سر جھٹکا۔ "ویسے تو فزیکلی ویک نہ

ہونے کے کچھ دیر قبل دعوے فرما رہے تھے۔"

"خون تو بہرحال خون ہوتا ہے نا' وہ سنا نہیں آنکھ کے بدلے آنکھ' کان کے بدلے کان اور خون کے بدلے خون واجب ہے" شرارتی مسکراہٹ ہونٹوں پر روکے شہوار کے بگڑے تیوروں کو دیکھتے حظ لینے والے انداز میں کہا تو وہ جھنجلا گئی اور براہ راست مصطفیٰ شاہزیب علی کی آنکھوں میں دیکھا۔

"آپ کیا چاہتے ہیں آپ مجھ سے؟ بس ہوگئی ایک غلطی' مجھے کیا پتا تھا کہ آپ محترم اندر قدم رنجہ فرما رہے ہیں؟" اس نے بہت جل کر کہا تھا وہ ہنس دیا۔

"نہیں چاہ تو میں کچھ نہیں رہا۔ بہرحال آپ ٹینشن نہ لیں میری تھکن کا احساس کرنے کا شکریہ۔ آپ اگر مناسب سمجھیں اور ڈر محسوس کریں تو دروازہ احتیاطاً بند کرلیں ورنہ جو آپ محترمہ کو مناسب لگے کرلیں۔ آپ کی فیلنگز کا احساس ہو رہا ہے ورنہ حویلی سے ہی ارادہ کر کے نکلے تھے کہ آپ محترمہ کی خاطر ہم رت جگا منالیں گے۔ مگر آپ اچھے میزبان کی طرح ہمیں آرام پہنچانا چاہ رہی ہیں تو موسٹ ویلکم۔" وہ اپنے سابقہ شرارتی موڈ میں کہتے بستر پر دراز ہوگیا تھا۔ شہوار نے اس کے لفظوں پر غصے سے اسے دیکھتے رخ بدلا۔

"ہونہہ...... پتا نہیں خود کو کون سی اعلیٰ وارفع شے سمجھ رکھا ہے جناب نے۔" خاصا جھنجلا کر اس نے سوچا۔

"آپ کی تھکن کا احساس کرتی ہے میری جوتی' نان سینس ایک جملہ کیا بول دیا موصوف خوش فہمیوں کی اڑان ہی بھرنے لگ گئے ہیں۔" نہایت تلخی سے سوچتے کتاب اٹھا کر کھول لی تھی مگر اچانک نگاہ دروازے پر پڑی تو چونک گئی۔

"کیا واقعی میرا وہم تھا یا پھر ہوا کی وجہ سے دروازہ ہل رہا تھا۔ اب تو یہ شخص بھی موجود ہے اللہ خیر کرے اس کی موجودگی میں کوئی حماقت سرانجام نہ پا جائے ورنہ تو پورا افسانہ بنا ڈالنا ہے اس نے اور بعد میں جب بھی موقع ملے گا مزے لینے کو ریکارڈ لگانے لگ جایا کرے گا۔" نیم وا دروازے کو گھورتے اس نے مزید سوچا اور کن اکھیوں سے دوسرے بیڈ کی طرف دیکھا وہ اس کی طرف سے کروٹ بدلے رخ دیوار کی طرف کیے آنکھوں پر بازو رکھ چکا تھا۔

"شکر ہے ورنہ تو ساری رات عجیب ٹینشن میں گزرتی۔ ذرا یہ شخص سولے تو میں دروازہ بھی بند کرلوں گی ورنہ تو موصوف خوش فہمیوں کے سب سے اونچے آسمان پر جا بیٹھیں گے کہ میں نے ان کی بات مان کر دروازہ بند کیا ہے یہ اور بات ہے کہ سابقہ تجربہ کے بعد اب کسی اور کا سر پھوڑنے کا رسک نہیں لے سکتی میں۔" اپنی اوٹ پٹانگ باتوں پر وہ خود ہی مسکرا دی اور حیرت ہوئی۔

"کیا واقعی میں نے اس شخص کا سر پھوڑا ہے؟" اپنے سابقہ کارنامے پر حیرت ہونے لگی تو پلٹ کر دیکھا۔ مصطفیٰ کے سر پر اپنے ہی ہاتھوں کی جانے والی ڈریسنگ ابھی بھی دکھائی دے رہی تھی۔

اور کتنا کول ہے یہ شخص۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو ایک تھپڑ تو ضرور میرے اس کارنامے پر میرے منہ پر جڑ دیتا۔ بہرحال میں نے کون سا جان بوجھ کر ایسا کیا تھا۔ اس نے خود کو مارجن دیا اور پھر قدرے ریلیکس ہو کر بیٹھ گئی۔ اور کچھ دیر اسی طرح اوٹ پٹانگ سوچیں سوچتے کچھ وقت گزرا تو اس نے اٹھ کر آہستگی سے دروازہ بند کیا اور پھر واپس اپنی کرسی پر آ بیٹھی۔

"چلو اب یہ کوئی آنہ جانے والی ٹینشن تو ختم ہوئی۔ ویسے اگر مصطفیٰ کی بجائے کوئی ڈاکٹر' نرس یا وارڈ بوائے ہی ہوتا تو اس وقت تک پورے اسپتال میں میرا کارنامہ مشہور ہو چکا ہوتا۔" مصطفیٰ کی طرف پھر دیکھا وہ اسی سابقہ انداز میں دراز تھا پھر شہوار نے اپنے موبائل پر وقت دیکھا رات کے بارہ بج رہے تھے۔ اس وقت مصطفیٰ کی موجودگی میں کسی بھی قسم کا کوئی ڈر محسوس نہیں ہو رہا تھا بلکہ مصطفیٰ کی آمد کے بعد تو وہ ایک قسم کے تحفظ کے احساس سے دوچار ہوئی تھی۔ اب تو بس ذہن میں یہی خیال تھا کہ اگر مصطفیٰ سویا بھی رہے گا تو اسے کوئی آنہ جانے والی ٹینشن نہ ہوگی اور اگر کوئی آ بھی جاتا ہے تو کم از کم مصطفیٰ تو تھا نا۔ سوئے ہوئے مصطفیٰ کی طرف ایک تشکر بھری نگاہ ڈالتے شہوار نے اپنی کتاب کھول لی تھی۔

❀......❀......❀
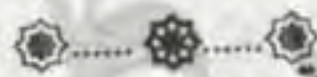
صبح فجر کی اذان ہو رہی تھی جب مصطفیٰ کی آنکھ کھلی تھی۔ اسپتال کے روم کی لائٹ روشن ہونے کی وجہ سے وہ فوراً صورت حال کا اندازہ لگاتے اٹھ بیٹھا تھا۔

"اوہ اتنی دیر سو لیا میں۔" وہ جو رات شہوار کو ستانے کی غرض سے بستر پر لیٹا تھا یہ سچ تھا کہ کل سارا دن آفس' گھر اور یہاں کی بھاگ دوڑ میں خاصی تھکن ہو گئی تھی ایسے میں شہوار کی آفر سے فوراً فائدہ اٹھایا تھا اب اپنے سونے پر حیرت ہو رہی تھی۔ بستر سے اتر کر وہ بابا صاحب کے بستر کے قریب آیا تو شہوار دونوں ٹانگیں اوپر کیے کرسی پر بیٹھی ہی سو رہی تھی۔ اس کی میڈیکل کی کتاب اس کے سینے پر ہی اوندھی پڑی

تھی۔ وہ خاصی بے آرام حالت میں سوئی ہوئی تھی۔ ایک نظر اس پر ڈالتے مصطفیٰ واش روم میں گھس گیا پھر منہ ہاتھ دھو کر لوٹا تو بھی وہ سابقہ انداز میں ہی ملیں۔

"شہوار۔" اس نے پکارا مگر وہ خاصی گہری نیند میں تھی۔

"شہوار۔" اس نے اب کے قریب جا کر پکارا حفظ ماتقدم کے طور پر اسے ہاتھ لگانے سے احتراز ہی برتا کہ رات والی بہادری کا اثر ابھی اس کے سر پر موجود تھا۔

"شہوار۔" اس نے پھر پکارا تو اس نے نیند سے مندھی آنکھیں نیم وا کر کے مصطفیٰ کو دیکھا۔

"ہوں۔"

"اٹھ کر بستر پر چلی جاؤ میں اب ادھر بیٹھ جاؤں گا۔" مصطفیٰ کی آواز پہچان کر اس نے فوراً پوری آنکھیں کھول کر اسے دیکھا وہ قریب کھڑا کہہ رہا تھا وہ فوراً ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی۔

"اذان ہو رہی ہے میں اب ادھر ہی ہوں تم بستر پر جا کر لیٹ جاؤ۔" اس سے چند قدم پیچھے ہٹ کر مصطفیٰ نے کہا تو وہ مشکوک نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ رات کے تین بجے تک وہ جاگتی رہی تھی پھر پتا نہیں کب آنکھ لگی تھی۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں۔" گردن ایک طرف ڈھلکنے اور ایک ہی زاویے پر اتنی دیر سے رہنے پر اب فوراً سیدھی کرنے پر درد محسوس ہوا تو گردن پر ہاتھ رکھ کر اس نے انکار کر دیا۔ مصطفیٰ نے پلٹ کر دیکھا نیند سے اٹی آنکھیں اس وقت بڑی عجیب سی لگیں۔ مقابل کو پوری قوت سے اپنی طرف کھینچ رہی تھیں وہ سر جھٹک گیا۔

"مرضی ہے تمہاری۔" وہ پلٹ کر دروازے کی طرف بڑھا اور دروازہ لاک دیکھ کر ٹھٹکا اور پھر پلٹ کر شہوار کی طرف دیکھا وہ اس کے بجائے بابا صاحب کی طرف دیکھتے اپنی گردن دبا رہی تھی۔

"حد ہوتی ہے۔ ویسے تو محترمہ ہر وقت طرم خان بنی پھرتی ہیں اور خوف کا یہ عالم ہے دروازہ لاک کر کے بیٹھی ہوئی تھیں۔" جھنجلا کر وہ باہر نکل گیا تھا۔

رات تو بیت ہی گئی تھی مصطفیٰ کے باہر جانے پر ایک گونہ سکون محسوس کرتے کتاب ٹیبل پر رکھ کر اپنی گردن دباتے وہ باتھ روم میں گھس گئی تھی۔ اذان ہو رہی تھی۔ اس نے وضو کیا کل رات حویلی سے آتے ہوئے وہ جائے نماز لے آئی تھی۔ اذان ختم ہوئی تو جائے نماز بچھا کر نماز ادا کرنے لگی۔ نماز ادا کر کے جائے نماز تہہ کر کے بستر پر آ کر بیٹھی تو بھی مصطفیٰ واپس نہیں آیا تھا۔

"نجانے کہاں رہ گیا ہے یہ شخص؟" لاشعوری طور پر مصطفیٰ کی منتظر تھی۔ گردن ابھی بھی دکھ رہی تھی ہلکا ہلکا دباتے وہ بستر پر دراز ہو گئی اور سر تکیے پر رکھ لیا۔ ایک دھیمی سی کلون کی مہک نے اطراف سے گھیرا تو ابھی مصطفیٰ کا انتظار کرتے کبھی بابا صاحب کو دیکھتے چند لمحے مزید سرکے تو آنکھیں خود بخود بند ہونے لگیں۔

"کتنا بے پرواہ ہے یہ شخص، پتا بھی ہے کہ میں کمرے میں اکیلی ہوں پھر بھی باہر نکل گیا۔" نیند میں جانے سے پہلے مصطفیٰ کے متعلق یہ آخری خیال تھا جو آیا تھا۔ اور پھر اسے پتا ہی نہیں چلا کہ وہ کب تک سوتی رہی تھی۔ آنکھ کھلی تو اسپتال کے کمرے کا منظر دیکھ کر چونکی۔

بابا صاحب جاگ رہے تھے ماں جی انہیں کوئی چیز کھلا رہی تھیں۔ ان کے بائیں طرف شاہزیب صاحب اور مصطفیٰ موجود تھے جبکہ دائیں طرف ماں جی کے ہمراہ تابندہ بی تھیں جو کرسی پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ ماں جی بابا صاحب کے بستر پر جبکہ باقی دونوں حضرات کھڑے تھے اس نے وال کلاک کی طرف دیکھا جو دن کے دس بجا رہا تھا۔

"اف کیا میں اتنی دیر سوتی رہی ہوں۔" وہ ایک دم اٹھ بیٹھی اور ٹھٹک گئی وہ تو یونہی لیٹ گئی تھی پھر یہ اسپتال کی سفید چادر اس کے وجود پر کس نے ڈال دی تھی۔ اس نے مصطفیٰ کی طرف دیکھا۔ چادر ہٹا کر وہ بستر سے اتری تو اس کے اٹھنے پر سبھی نے اسے دیکھا۔

"السلام علیکم۔" اس نے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام اٹھ گئی تم؟ مصطفیٰ کو بھیجا بھی تھا پھر بھی تم ساری رات جاگتی رہی۔ اس کو اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ یہ بستر پر لیٹ کر سوتا رہے۔" ماں جی نے اسے دیکھ کر کہا تو وہ ہنس کر ان کے قریب آئی انہوں نے اس کے جھکنے پر اس کے سر پر پیار کیا تھا۔

"جیتی رہو۔"

"میں آتی ہوں۔" ماں جی سے پرے ہو کر وہ جلدی سے باتھ روم میں چلی آئی تھی منہ ہاتھ دھو کر بال ہاتھوں سے سنوار کر چادر درست انداز میں سر پر جما کر واپس آئی تو مصطفیٰ اور شاہزیب صاحب اب بستر پر بیٹھے ہوئے تھے جس سے وہ ابھی اٹھی تھی دونوں کے درمیان

کوئی گفتگو ہو رہی تھی مگر آواز دھیمی تھی۔

"اب کیسی طبیعت ہے بابا صاحب آپ کی؟" بائیں طرف وہ بابا صاحب کے پاس بستر پر آ بیٹھی تھی۔ انہوں نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"ٹھیک ہوں اب تو۔" ان کا انداز دھیما تھا جس کا مطلب تھا ابھی انہیں بولنے میں دقت ہو رہی تھی۔

"آپ پریشان نہیں ہوں ان شاء اللہ ایک دو دن میں آپ مکمل طور پر ریکور کر لیں گے پھر ہم آپ کو واپس حویلی لے چلیں گے۔" اس نے ان کے ضعیف ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر تسلی دی تو وہ محض سر ہلا گئے۔

"اچھا اب میں چلتا ہوں مجھے واپس جا کر ایک میٹنگ بھی اٹینڈ کرنی ہے۔" شہوار نے پلٹ کر مصطفیٰ کو دیکھا وہ اپنے ماں باپ سے مخاطب تھا یقیناً وہ شہر جانے کی بات کر رہا تھا۔

"ہاں مگر جاتے وقت حویلی سے زبیری صاحب کو ضرور ساتھ لے جانا ان کے اپنے بھی بہت ضروری کام ہیں جو وہ ہماری خاطر چھوڑے بیٹھے ہیں۔ اب تو بابا صاحب کافی بہتر ہیں اور اس اسپتال کے ڈاکٹرز بھی خاصے لائق ہیں۔" شاہزیب صاحب نے مصطفیٰ سے کہا تو وہ سر ہلا گیا۔

"مصطفیٰ شہوار کو بھی ساتھ لیتے جانا۔ بابا صاحب کی حالت کا سن کر اچانک آنا پڑ گیا تھا اس نے ساتھ چلنے کو کہا تو میں نے انکار نہیں کیا تھا اب بابا صاحب بہتر ہیں تو اس کے رکنے کا کوئی فائدہ ہی نہیں۔ خوامخواہ اسٹڈی کا حرج ہوگا۔" تابندہ نے مصطفیٰ سے کہا تو شہوار نے حیرت سے ماں کو دیکھا۔ اس کا ابھی واپس جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

"جس جس نے بھی جانا ہے ایک دفعہ ہی بتا دیں مجھے واپس جا کر بہت اہم میٹنگ اٹینڈ کرنی ہے۔" مصطفیٰ کا احسان جتاتا انداز اس نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا اور پھر ماں کو۔

"میں ابھی واپس نہیں جا رہی۔" اس نے تابندہ بی کو اطلاع دی۔

"بچوں والی باتیں مت کرو۔ ابھی تو مصطفیٰ جا رہا ہے اس کے بعد یہاں اتنا کوئی فارغ نہیں بیٹھا جو تمہیں لانے لے جانے میں لگا رہے۔" تابندہ کا انداز دو ٹوک تھا۔

"میں بخشو کے ساتھ چلی جاؤں گی۔" اس نے نخوت سے ناک سکیڑی مصطفیٰ کے علاوہ باقی سب بھی ان دونوں ماں بیٹی کی مکالمہ بازی سن رہے تھے تابندہ نے اسے کچھ سخت کہنے سے احتراز برتا اور اس کے پاس آ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔

"ادھر آؤ میری بات سنو۔" ہاتھ پکڑ کر وہ اسے باہر لے آئی تھیں۔

"تم مصطفیٰ کے ساتھ واپس جا رہی ہو کل رات میں تمہاری خواہش کا احترام کرتے تمہیں اپنے ساتھ یہاں لے آئی تھی اب تمہارا فرض بنتا ہے کہ چپ چاپ واپس جاؤ اور تم نے رات مصطفیٰ کے سر پر گلاس کھینچ مارا تھا کیا؟ اس بے چارے کے سر پر کتنا بڑا زخم ہو گیا ہے اور تمہیں احساس تک نہیں۔" شہوار تو منہ کھولے ماں کے الفاظ سن رہی تھی۔

"آپ کو یہ کس نے بتایا؟" وہ مان ہی نہیں سکتی تھی کہ مصطفیٰ نے سب کے سامنے ذکر کیا ہو یا اس کا نام لیا ہو۔

"مصطفیٰ نے ہی بتایا ہے کہ تم نے ڈر کر چور سمجھ کر گلاس مارا تھا وہ تو مصطفیٰ نکلا اور بچت ہو گئی۔ ورنہ کوئی اور انسان ہوتا تو کتنی شرمندگی ہوتی۔ تم کو تو میں خاصی سمجھدار اور میچور لڑکی سمجھ رہی تھی اور دن بدن نجانے کیا حرکتیں سرانجام دے رہی ہو۔" ماں کے الفاظ پر شہوار ضبط سے دانت پر دانت جما کر رہ گئی۔ مصطفیٰ سب کو یہ بتائے گا اسے یہ امید نہ تھی۔ بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔

"وہ تو شکر ہے کہ مصطفیٰ نے صرف مجھے ہی تمہاری یہ کارگزاری بتائی ہے بھابی اور بھائی صاحب کے سامنے ٹال گیا تھا۔ اگر سب کو پتا چلے تو کتنی شرمندگی ہو کیسی بچکانہ حرکت کی تم نے۔" شہوار کا ٹمپرامنٹ ضبط کی انتہائی حالت پر تھا۔

"اب چپ چاپ واپس جاؤ۔ مصطفیٰ حویلی زبیری کو لینے جا رہا ہے تم اس کے ساتھ ہی حویلی جاؤ اپنا بیگ لے کر واپس جاؤ۔" امی جی کا انداز فیصلہ کن تھا شہوار کے اندر مصطفیٰ کے حوالے سے اس بدظنی پر چنگاریاں سی بھر گئی تھیں۔

"میں نہیں جا رہی اس شخص کے ساتھ کہیں بھی اگر آپ نے مجھے زبردستی بھیجنا چاہا تو پھر یاد رکھیے گا کہ دوسرے لوگ تو ایک طرف میں آپ سے بھی کبھی کلام نہیں کروں گی۔" مصطفیٰ کی حرکت نے اسے اتنا دکھی کیا تھا کہ ایک دم ماں سے انتہائی بدلحاظی سے کہہ کر اندر جانے کے بجائے ایک طرف بھاگ کر نکل گئی تھی اور تابندہ بی نے سر تھام لیا تھا۔

"کیا ہوا؟ شہوار پھر جا رہی ہے کیا؟" عقب سے مصطفیٰ کی آواز سنائی دی تو تابندہ نے ایک گونہ سکون کا سانس لیا اور پھر نفی

میں سر ہلا دیا۔

"نہیں۔"

"وہ راضی نہیں ہو رہی جانے کو اب بھی ناراض ہو کر غصے سے باہر کی طرف نکل گئی ہے۔ پتا نہیں کیوں دن بدن اتنی چڑچڑی ہوتی جا رہی ہے اچھی خاصی سمجھدار ہوتی تھی اب تو ذرا ذرا سی بات پر کاٹ کھانے کو دوڑنے لگتی ہے۔ تم دیکھو ذرا یہ کہاں نکل گئی۔" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے تابندہ بوا کو دیکھا وہ خاصی متفکر اور پریشان تھیں۔

"اچھا میں دیکھتا ہوں آپ پریشان نہ ہوں۔ ویسے کس طرف گئی ہے وہ؟" تابندہ بوا نے باہر کی سمت جاتے رستے کی طرف اشارہ کیا تو وہ ان کو تسلی دیتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس طرف چلا آیا۔ اسپتال کی عمارت تو چھوٹی سی ہی تھی تاہم اس کا صحن بہت کشادہ اور وسیع تھا۔ مناسب دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے اچھی خاص گھاس اگی ہوئی تھی۔

عمارت سے باہر نکل کر صحن کے اطراف نگاہ ڈالی تو محترمہ لان میں ایک طرف گھاس پر بیٹھی دکھائی دیں۔ اس کی طرف شہوار کی پشت تھی۔ وہ گہرا سانس کھینچتا تیزی سے اس کی طرف چلا آیا۔ وہ قریب آیا تو پتا چلا کہ محترمہ گھٹنوں میں سر دیے سوں سوں کر رہی ہیں۔

"اب کیا ہوا ہے...... ادھر کیوں آ بیٹھی ہو؟" قدرے فاصلے پر کھڑے اس نے کہا تو شہوار نے بہت غصے سے سر اٹھا کر مصطفیٰ کو دیکھا۔ وہ نزدیک ہوتا تو یقیناً کوئی چیز اٹھا کر دے مارتی۔

"آپ انتہائی بدتمیز، ال مینرڈ اور واہیات انسان ہیں۔" اپنی سرخ آنکھوں کو مزید سرخ کرتے اس نے انتہائی بدلحاظی سے کہا تو وہ ٹھٹکا۔

"میرے متعلق یہ نادر فرمودات کس لیے بھئی؟"

"میں نے گلاس مارا تھا چلیں غلطی سے مار دیا۔ کیا ضروری تھا کہ امی جی کو بھی بتا دیتے۔" اس کا انداز واقعی بڑا بدلحاظ تھا۔ اسے جس چیز کا بہت زیادہ دکھ ہو رہا تھا سب سے پہلے وہی کہا تو مصطفیٰ ایک دم ہنس دیا۔ یعنی محترمہ کی گوشمالی ہو چکی تھی۔

"تو اس میں آنکھیں سرخ کرنے والی کیا بات ہے۔ تم نے گلاس مارا میرا سر زخمی کیا اب بوا جی کو بھی ان کی دختر نیک اختر کے اس شاندار کارنامے کا علم تو ضرور ہونا چاہیے تاکہ انہیں بھی پتا چلے کہ ان کی بیٹی کتنی بہادر ہیں اور آئندہ تمہیں کہیں اکیلے بھیجنے پر احتیاط سے کام لیں۔" مصطفیٰ کا انداز نارمل تھا شہوار نے مزید کچھ بھی کہنا اپنی انسلٹ کروانے کے مترادف سمجھا سو وہ سختی سے لب بھینچ گئی۔

وہ بہت سوچ سمجھ کر اندازہ لگانا چاہتی تھی کہ یہ شخص اس کے ساتھ یہ سب کیوں کر رہا ہے۔ کیا بھی دونوں کے درمیان سلام دعا سے زیادہ بات چیت نہیں ہوئی تھی اور اب اس دن کی تفصیلی گفتگو اور رشتے سے متعلق صاف انکار کے بعد وہ جس طرح اس کے ضبط کو آزما رہا تھا۔ اسے مصطفیٰ شاہزیب علی سے ہزاروں شکایات پیدا ہوتی چلی جا رہی تھیں۔ تو کیا وہ اپنے انکار کی توہین کی وجہ سے اس کے ساتھ یہ سب کر رہا تھا۔ شہوار کا ذہن الجھا۔

"اب کیا خیال ہے مجھے دیر ہو رہی ہے واپس بھی جانا ہے۔" اسے اسی طرح سختی سے لب بھینچے بیٹھے دیکھ کر مصطفیٰ نے ٹوکا تو وہ اس پر ایک غصیلی نگاہ ڈالتے ہاتھ جھاڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آپ کو آپ کی بوا جی نے جو بھی آرڈر دیا ہے وہ ایک طرف سچ کہتی ہوں اگر آپ نے مجھ سے یہ دوبارہ واپسی والی بات کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ اگر آپ کو اپنی بوا جی کے کچھ زیادہ ہی درد اٹھ رہے ہیں تو اپنی بوا جی کو ہی ساتھ لے جائیں مگر مجھے نہیں۔"

"واٹ نان سینس......!" اس کے اس انداز پر مصطفیٰ نے بھی برہمی سے کہا مگر وہ وہاں رکتی تو جواب دیتی بغیر اس کی طرف دیکھے پلٹ کر واپس اسپتال کی عمارت میں گھس گئی تھی۔

"واٹ آ سلی گرل۔" وہ غصے سے اس کے ری ایکشن کو دیکھتا رہ گیا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

تھم گئی رفتارِ ہستی وقت ساکن ہوگیا
جب نگاہوں کو جھکا کر آپ شرمانے لگے
مرحلے جتنے کڑے تھے حوصلہ بڑھتا ہے
راستوں کے موڑ، منزل پر نکل آنے لگے

"یہ آنکھیں بھی عجیب ہوتی ہیں کیسے کیسے خواب پلکوں پر سجا لیتی ہیں اور پھر......!"

وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی آئینے میں بغور اپنی بے رنگ آنکھوں کو دیکھ رہی تھی۔ پھر کاجل اٹھا کر اپنی آنکھوں میں پھیلی ویرانی کو چھپانے کی کوشش کرنے لگی لیکن پگلی جانتی نہیں تھی کہ کاجل کی تہہ موٹی کرنے سے روح پر چھائی ویرانیاں کم نہیں ہوتیں۔ وہ اٹھ کر ونڈو کے پاس آ کھڑی ہوئی اور کرٹنز ہٹا کر باہر دیکھنے لگی۔ کہر میں ڈوبے دنوں، سرد ٹھٹھراتی شاموں کا آغاز ہو چکا تھا۔ ہر طرف پھیلی دھند نے تمام مناظر کو نظروں سے اوجھل کر رکھا تھا۔ دھڑکنوں کو منجمد کردینے والی سردی عروج پر تھی۔ سماں ایسا تھا کہ دن کے ٹائم بھی لیمپ روشن تھے گھروں کی چمنیوں سے اٹھتا دھواں اوپر اڑتا چلا جا رہا تھا اور بے چینیوں و بے تابیوں کا گھر بنے دل بے قرار کو جیسے کسی نے اپنی پرزور گرفت میں لے رکھا تھا۔ سوچوں سے کھچا کھچ بھرا دماغ نجانے کون سی سرزمین کی جانب رواں دواں تھا کہ موبائل کی بجتی گھنٹی نے ساری سوچوں کے تسلسل کو منتشر کردیا۔

"گڑیا...... میری چندا میں بالکل ٹھیک ہوں موسم بہت ٹھنڈا ہے تو گلے میں خراش کی وجہ سے آواز بھاری لگی تمہیں بھلا میں کیوں روؤں گی، ہاں میں کوشش کر رہی ہوں کہ آ جاؤں تمہاری سالگرہ مل کر منائیں گے۔" وہ اپنے لہجے کو بشاش کرتے یقین دلا رہی تھی کہ وہ نارمل ہے۔

"اصل ہم خوش ہیں اپنوں کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہوتی، ان کہے کھلے لفظوں سے ان کو پتا چل جاتا ہے کہ ہم خوش ہیں کہ نہیں۔" فون بند ہوئے پندرہ منٹ گزر چکے تھے لیکن سنیعہ کی آواز ابھی تک اس کے آس پاس گونج رہی تھی۔ نظریں غیر مرئی نقطے پر جم چکی تھیں۔

تیز رفتار موٹر بائیک کی آواز نے اس کو چونکا دیا ورنہ یہ سلسلہ جانے کہاں رکتا۔

"خواب سراب ہوتے ہیں یہ جانتے ہوئے بھی یہ آنکھیں خواب کیوں دیکھتی ہیں؟" خود کلامی کرتے وہ اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گئی اور کافی بنانے کے لیے کیتل آن تو کردی لیکن ذہن ابھی تک کہیں اور اٹکا ہوا تھا۔ کیتل سے نکلتے دھوئیں پر نظریں جمائے وہ ماضی میں گم تھی۔

❁......❁......❁

"بھائی اٹھیں نا دعا کر کر کے ایک ویک اینڈ آتا ہے کہ کچھ فن کریں گے لیکن آپ ہو کہ بس سوتے ہی رہتے ہو۔" دوپہر کے دو بج رہے تھے ارم کمرے میں داخل ہوئی وہ ابھی تک پردے گرائے اندھیرا کیے سو رہا تھا اس کی جھنجلاہٹ میں اضافہ ہونے لگا۔

"کیا ہے رمو سونے دو نا ایک ویک اینڈ ہی ہوتا ہے نیند پوری کرنے کے لیے۔" ارم نے پردے ہٹائے تو کمرے میں پھیلی مدھم روشنی سے بچنے کے لیے دوبارہ کمبل میں خود کو ڈھانپتے ہوئے کسلمندی سے بولا۔

"پر بھائی میں بور ہو رہی ہوں نا آپ نے پرامس کیا تھا کہ سٹرڈے کو ہم ساؤتھ ہال چلیں گے۔" وہ منہ بسورتی روہانسے انداز میں بولی۔

"بھائی......!" اس نے کوئی جواب نہ دیا تو وہ پھر سے چلائی۔

"اچھا شام کو چلیں گے۔" وہ اسی پوزیشن میں کمبل کے اندر سے بولا تو وہ تپ گئی۔

"شام کو کب؟ جب ساری شاپس بند ہو جائیں گی اور آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ شام ہونے میں آدھا گھنٹہ باقی ہے۔"

"اچھا پھر کل چلیں گے، ابھی جاؤ سونے دو۔"

"رہنے دیں کوئی ضرورت نہیں کل بھی چلنے کی آپ نیندیں پوری کریں اپنی۔" تیز لہجے میں کہتی وہ باہر نکل گئی تو اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں اور دوسرے ہی پل اٹھ بیٹھا جانتا تھا کہ وہ ناراض ہوگئی تو مما کی ڈانٹ بھی سننی پڑے گی اور پھر بھاری قیمت بھی ادا کرنی پڑے گی، کچھ دیر بعد شاور لے کر آئینے کے آگے کھڑے ہو کر بال سیٹ کرنے لگا۔

"میں نے کیا بگاڑا ہے آپ کا پلیز چلے جاؤ یہاں سے۔" اپنے عکس پر نظر پڑی تو بے بسی میں ڈوبا منت بھرا لہجہ ایک بار پھر گونج اٹھا۔

"کتنی بار کہا ہے فون جلدی اٹھا لیا کریں۔ جانتے ہیں فکر ہونے لگتی ہے۔" وہ پلٹنے ہی لگا تھا کہ وہی آواز ایک اور انداز لیے سماعت میں گونجی تو اب اس کی بے چینی میں بھی اضافہ ہونے لگا۔

"کہاں ہو تم میری ریپنزل (Rapunzal)؟ کہاں ڈھونڈوں میں تمہیں...... کیوں کھو گئی ہو؟" دل ایک بار پھر اس کو پکارنے لگا اس کے لیے مچلنے لگا۔

"کیا دل کے معاملے ایسے ہوتے ہیں۔" بے چینی حد سے سوا ہوئی تو وہ تڑپ اٹھا پھر سر جھٹک کر اس تکلیف دہ احساس کے حصار اور بے زاریت سے خود کو نکالنے کی کوشش کرنے لگا جس سے بچنے کے لیے وہ پہروں سوتے جاگتے ذہن کے ساتھ آنکھیں موندے لیٹا رہا تھا۔ بہت مشکل سے اس خول کو توڑ کر وہ آئینے کے سامنے سے ہٹا تھا۔

"نہیں...... گھر پر ہی ہوں ہاں وہ پروگرام کینسل ہوگیا ہے۔ بھائی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔" وہ سٹنگ روم میں داخل ہوا تو ارم فون پر کسی سے محو گفتگو تھی۔ بھائی کی طبیعت پر زور دیا تو وہ سمجھ گیا کہ اس کے مزاج بگڑ چکے ہیں تو وہ ہنستے ہوئے کچن کی طرف بڑھ آیا جہاں آمنہ شام کا کھانا بنانے میں مصروف تھیں۔

"السلام علیکم! کیا پکا رہی ہیں؟" فریج سے پانی کی بوتل نکال کر گلاس میں پانی ڈالا اور ان کے پاس آیا۔

"وعلیکم السلام! اٹھ گئے بیٹا آج تو خوب نیند پوری کی۔" آمنہ اس کی طرف مڑتیں اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔

"ہاں بس ہفتے بھر کی تھکان تھی تو اس لیے آپ کیا بنا رہی ہیں؟" وہ کھسیانا سا ہنستا ان سے پوچھنے لگا۔

"کچھ نہیں شام کے لیے کھانا تیار کر رہی ہوں، ارم سے کہا تھا تھوڑا اس نے کیا تو اب کوفتے بنانے باقی تھے اس لیے ابھی بنا رہی ہوں کہ پھر شام کو تمہارے بابا کو جلدی بھوک لگ جاتی ہے تو افراتفری میں کچھ سمجھ ہی نہیں آتا کہ کیسے کروں۔" آمنہ فیروز احسن کے جلدی بھوک لگنے پر ہمیشہ خائف رہتی تھیں۔ ابھی بھی مسالے میں پانی کے چھینٹے مارتے بولیں تو وہ ہنس دیا۔

"امی میں ذرا سنی کی طرف جاؤں؟ اس کی کال آئی ہے کہ کوئی نئی شاپ کھلی ہے وہاں جا رہی ہے تو میں بھی ساتھ چلی جاؤں۔"

"کیوں تم اس کی باڈی گارڈ لگی ہو کیا جو ساتھ گئی تو اس کو ڈر نہیں لگے گا؟" اس کی ناراضی محسوس کر کے آمنہ کے جواب دینے سے پہلے ہی وہ اس کو چھیڑنے لگا۔

"ویسے یہ سنی کوئی نئی چڑیل ہے کیا پہلے کبھی نام نہیں سنا۔" اس کے گھورنے کو نظر انداز کرتے وہ پھر سے بولا۔

"دیکھیں بھائی میں نے کبھی آپ کے کسی فرینڈ کو کچھ نہیں کہا اور آپ نے خبردار جو سنی کے بارے میں کچھ بھی کہا تو میں پہلے ہی آپ سے خفا ہوں اب یہ نا ہو کہ لڑائی ہو جائے۔" ارم کا انداز ایسا تھا کہ وہ بے ساختہ قہقہہ باوجود کوشش کے نہ روک سکا۔

"مما دیکھیں آپ اپنے لاڈلے کو مجھ پر ہنس رہے ہیں ان سے کہہ دیں مجھ سے بالکل بھی بات نہ کریں۔"

"ارے...... ارے کیا ہوا اور اپنے لاڈلے کا کیا مطلب ہے تم کس کی لاڈلی ہو؟" آمنہ دونوں کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"بابا کی...... میں صرف اپنے بابا کی لاڈلی ہوں، آنے دو ان کو بتاؤں گی سب کچھ بھائی نے وعدہ کیا تھا کہ سٹرڈے کو ساؤتھ ہال لے کر چلیں گے اور آپ دیکھیں مما یہ کس ٹائم اٹھے ہیں۔" ارم بولی تو ان دونوں نے بھی کچن وال پر لگی کلاک پر دیکھا جس کی چھوٹی سوئی چار اور بڑی سات پر تھی۔

"چار بج کر پینتیس منٹ ہی ہوئے ہیں نا مما؟" وصی ڈھٹائی سے مسکرا کر بولا تو وہ بس غرا کر رہ گئی۔

"مما یہ کس پر چلی گئی ہے ہمارے ہاں تو دور دور تک کوئی اتنا لڑاکا نہیں، ویسے یہ نیا ٹیلنٹ آج پہلی بار سامنے آیا ہے۔" وصی مسلسل اس کو تپا رہا تھا۔

"وصی باز آ جاؤ، کیوں تنگ کر رہے ہو بہن کو، ایک ہی بہن ہے کل کو چلی جائے گی تو پھر کیا کرو گے۔" آمنہ نے مصنوعی غصے سے اس کو ڈانٹنے کے ساتھ ہی ایک حقیقت بتائی تو پل بھر کو وہ خاموش ہوگیا۔

"چھوڑیں مما اس نے کہاں جانا ہے، میں تو اپنی اس چڑیل سی بہن کو کہیں نہ جانے دوں گا۔"

"بھائی! کتنی بار کہا ہے مجھے چڑیل نہ کہا کرو۔" ارم چیخی تو وہ بے ساختہ ہنستا چلا گیا۔

"بھائی ایک بات بتاؤں؟"

"ہاں جی بتاؤ۔" وصی آنکھیں صاف کرتا اس کی طرف مڑا۔

"بہت ٹائم کے بعد آپ کو ایسے ہنستے ہوئے دیکھا ہے اور آپ کی یہ ہنسی سارا غصہ بھلا دیتی ہے۔ اب بتائیں اس ہنسی کی کتنی لڑکیاں دیوانی ہیں؟" واقعی بہت عرصے بعد اس کی ہنسی اس گھر میں گونجی تھی ارم اس کو چھیڑنے لگی تو اس کی ہنسی کو یکدم بریک لگ گئی۔

"اف ایک تو آپ ہنستے بہت ہو۔" نجانے کس بات پر اس کا قہقہہ بلند ہوا تھا تو ارم میں سے اس کی روٹھی آواز ابھری تھی۔

"ویسے پتا ہے سب کہتے ہیں میری ہنسی بہت پیاری ہے۔" اس

نے فرضی کالر جھاڑتے ہوئے امپریس کرنے کی کوشش کی تھی۔

"سب آپ کو خوش کرنے کے لیے آپ کا دل رکھتے ہیں اور آپ ایسے ہی ہیرو بن رہے ہیں۔" مدھر ہنسی میں ڈوبی آواز بہت پر لطف تھی۔

"تو آپ کیا میرا دل رکھ کر مجھے اور زیادہ خوش کر رہی ہیں۔" شرارت بھرے سوال پر دوسری طرف چھائی خاموشی میں صرف سانسیں ابھر رہی تھیں۔

"بھائی کہاں کھو گئے بتاؤ نا۔" اس کو یوں کھوئے دیکھ کر ارم پھر سے چیخی تو اس کے خیالات کا تسلسل ٹوٹا۔

"وصی تم نے کیا کھانا ہے بتاؤ بنادوں پھر مجھے ایک فون کال کرنی ہے۔" وصی کچن سے نکلنے لگا تو آمنہ نے پوچھا۔

"کچھ نہیں مما آپ کرلیں جو کرنا ہے مجھے ابھی بھوک نہیں اب اکٹھے کھانا ہی کھائیں گے۔"

"اچھا مما اور بھائی میں جا رہی ہوں۔" وہ لاؤنج میں آیا تو ارم دوپٹا سیٹ کرتی جانے کو تیار تھی۔

"جلدی آجانا کہیں ہی نہ ہانکتی رہنا پتا ہے نا دیر ہوجائے تو مجھے فکر ہوجاتی ہے۔" آمنہ کچن سے نکلیں تو ہمیشہ کی طرح تاکید کرنا نہ بھولی تھیں اور ہمیشہ کی طرح ارم بھی کچھ کہنے لگی تھی کہ اس کا موبائل بج اٹھا تو وہ ادھر متوجہ ہوگئی۔

"بھائی آپ ہمیں ڈراپ کردو گے؟ سنی کے پاس گاڑی نہیں ہے۔" ارم موبائل کان سے لگاتے ہوئے وصی سے پوچھ رہی تھی۔

"پھر پک بھی کرنا پڑے گا کیا؟"

"نہیں وہ ہم آجائیں گے آپ بس ڈراپ کردو پلیز۔"

"اوکے۔"

"ہاں سنی بھائی ڈراپ کردیں گے تم بالکل ریڈی رہنا ہم پانچ منٹ میں پہنچ رہے ہیں۔"

"چلیں بھائی میں ریڈی ہوں۔" وہ بولتی آگے بڑھنے لگی۔

"بھائی آپ نے ناشتا نہیں کیا۔" وہ چلتے چلتے رک کر فکر مندی سے گویا ہوئی۔

"کوئی بات نہیں واپس آ کر کرلوں گا۔ ویسے بھی ابھی لنچ ٹائم ہے ناشتے کا ٹائم تو گزر گیا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا اور گاڑی کی چابیاں اٹھا کر باہر کی طرف بڑھ گیا تو وہ بھی اس کے پیچھے چل پڑی۔

❁......❁......❁

"پلیز پانچ منٹ کے لیے ایک بار میری بات تو سن لیں۔" انتہائی لجاجت آمیز لہجہ سماعت سے ٹکرایا تو بہت سے لوگوں میں گھری وہ اس ایک آواز کو پہچانتی یکدم پلٹی اور کیسے نہ پہچانتی اس آواز کو اس لہجے نے باہر تک اس کا پیچھا کیا تھا۔ اس نے دیکھا تو وہ اپنی سحر انگیز شخصیت کے ساتھ آنکھوں میں ڈھیروں ڈھیر التجا اور امید لیے اسی کو دیکھ رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اس کے سحر میں جکڑ جاتی پلٹ گئی لیکن اس کی وہاں موجودگی سے رخ موڑنے کے باوجود بھی بے خبر نہیں تھی۔ اب وہ آہستہ آہستہ اس ہجوم سے نکل رہی تھی لیکن وہ ابھی تک منتظر کھڑا تھا لیکن اس نے دوسری بار پلٹ کر نہیں دیکھا تھا کچھ دیر بعد وہ تنہا تھی اور کار پارک کی طرف جانے سے پہلے بلا ارادہ پلٹ کر دیکھا تو وہ ادھر ہی تھا۔ اس کی مستقل مزاجی پر لحہ بھر کو وہ لرز اٹھی۔

"پلیز پانچ منٹ...... میری بات سن لیں۔" اس کے متوجہ ہونے پر وہ اس کی طرف بڑھتا پھر سے اسی منت بھرے انداز میں اپنا مدعا بیان کرنے لگا تھا لیکن اس کے بڑھتے قدم اس کو ڈرا رہے تھے۔ وہ اندر سے کانپنے لگی تھی۔

"میں نے اس دن بھی کہا تھا کہ مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سننی جاؤ یہاں سے مت آیا کرو یہاں کیوں میرے پیچھے پڑے ہو۔" خود کو مضبوط ظاہر کرتی وہ چیخ کر بولی تو اپنے لہجے کی کپکپاہٹ کو خود بھی محسوس کیا۔

"کیوں میری قسمت میں رسوائی لکھنے پر تلے ہو؟ پانچ منٹ تو دور میں ایک سیکنڈ بھی تمہیں اپنے آس پاس برداشت نہیں کرسکتی۔" کرخت لہجے میں بولی تو آواز میں آنسوؤں کی لرزش واضح تھی۔ چند سیکنڈ اس کے الجھے چہرے کو دیکھا اور پھر کار پارک کی طرف بڑھ گئی۔ وہ حیرت زدہ اس کی طرف دیکھتا رہ گیا اور وہ لحہ بہ لحہ اس سے دور ہوتی چلی گئی۔ نجانے کیسی کشش تھی اس میں کہ اس کی اس درجہ بے رخی بے اعتنائی کے باوجود وہ ہر گزرتے پل میں اس کے حصار میں گرفتار ہوتا چلا جا رہا تھا اور وہ تھی کہ اس کا رویہ مسلسل دل دکھانے والا تھا۔ وہ ہر وقت اسی سوچ میں تھا کہ اس کی ذات میں ایسی کون سی کمی ہے جو اس کو اس حد تک متنفر کر رہی ہے کہ پانچ منٹ بھی وہ اس سے بات نہیں کرسکتی لیکن آج اس کے لہجے میں کچھ ایسا تھا جس نے اس کو چونکا دیا تھا کہیں بہت دور شاید میلوں کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا روشنی کا دیا نظر آیا۔ فضا یکدم خوشگوار سی لگی تھی۔ اس کو کیا کرنا چاہیے؟ کون سی راہ اپنانی چاہیے اب یہ سوچ حاوی ہو رہی تھی۔ وہ بھی نظروں سے اوجھل ہوگئی تھی تو وہ وہاں رک کر کیا کرتا؟ سو وہ بھی چل پڑا۔

"اف دماغ خراب کردیا۔" عجیب سی جھنجلاہٹ کا شکار تھی۔ گاڑی اسٹارٹ کرتے وہ مسلسل اسی کے بارے میں سوچے جا رہی تھی اور دل عجیب انداز میں دھڑک رہا تھا۔ جب دل کے تار کسی اور لے پر جھومنے لگے انجانے سروں کو چھیڑنے لگے تو اس کی سانسیں اتھل پتھل ہونے لگیں دل کہنے لگا کہ پانچ منٹ اس کی بات سن لے مگر دماغ کی نفی پر وہ جھنجلا اٹھی بیگ میں پڑی پانی کی بوتل نکال کر غٹا غٹ چند سیکنڈ میں ہی اس کو آدھا کردیا چند پل میں دل و دماغ کی

جنگ سرد پڑی' موڈ قدرے ریلیکس ہوا تو گھر کی جانب بڑھنے لگی۔ ڈور بیل کی آواز پر وہ بے ساختہ چونکی ان الجھنوں کی پرواز نجانے کتنی بلند ہوتی مگر وہ حال میں لوٹ چکی تھی۔ کیتلی کا پانی ابل ابل کر ختم ہوچکا تھا پھیکی مسکان کے ساتھ وہ پھر سے بجتے ڈور کی طرف بھاگی تو باہر پوسٹ مین کھڑا تھا جو کبھی کبھار مسز گرین وڈ کا پارسل اسے دیتا تھا آج بھی ان کا کوئی پارسل آیا تھا اور حسب معمول وہ باہر تھیں۔ پارسل پکڑ کر ریسیوڈا کومنٹس پر سائن کرکے واپس اندر آگئی تو اب کافی کا موڈ نہ رہا تھا تو وہ ٹی وی لاؤنج میں آبیٹھی اور چینل سرچ کرنے لگی۔

❁......❁......❁

پندرہ منٹ بعد وہ نیو مین روڈ پر گاڑی میں بیٹھا ارم کا انتظار کر رہا تھا جو سنی کو گھر سے بلانے گئی تھی۔ وہ سی ڈی چینج کرنے ہی لگا تھا کہ باہر نظر پڑی تو چونک گیا۔ یکدم دھڑکنوں میں خوشگوار سا تاثر پھیل گیا۔ پانچ سال بعد وہ اسے نظر آئی تھی اور ان پانچ سالوں میں اس نے ایک لمحہ بھی اس کو سوچے بنا نہیں گزارا تھا۔ اس پل اس نے وقت رک جانے کی دعا بہت شدت سے کی تھی۔ سی ڈی ہاتھ میں پکڑے نظریں اس پر جمائے وہ بیٹھا رہ گیا۔ گاڑی کا ڈور کھلنے اور پھر بند ہونے پر وہ چونک کر سیدھا ہوا تو ارم فرنٹ سیٹ پر اور وہ پیچھے بیٹھ چکی تھی۔ حیرت کا جھٹکا تب لگا جب اس نے اس کو دیکھ کر کسی ردعمل کا مظاہرہ نہ کیا' آنکھوں میں شناسائی کی رمق' غور کیا تو یہ محض نظروں کا دھوکہ تھا اور یہ انکشاف ہوتے ہی دل اکتانے لگا۔ ہر طرف بے زاری چھانے لگی اس کا دل چاہا کہہ دے ارم سے کہ اپنی فرینڈ کو لے کر چلی جائے یہاں سے لیکن وہ ایسا نہ کرسکا۔

"بھائی یہ سنی ہے میری سب سے اچھی دوست۔" ابھی وہ سنبھلا بھی نہ تھا کہ ارم تعارف کروانے لگی۔ اس نے مڑ کر اس کو دیکھا تو پل بھر میں پھر سے نظر جم گئی۔

"اور سنی یہ میرے وصی بھائی' جن کا ذکر سن سن کر بقول تمہارے کان پک گئے ہیں۔" ارم پیچھے مڑی اس کو بتا رہی تھی۔

"وصی بھائی ارم بہت ذکر کرتی ہے آپ کا اور سچ بتاؤں تو مجھے بھی بہت شوق تھا آپ سے ملنے کا وہ تو آج میری گاڑی خراب ہوگئی تو بہانہ بن گیا آپ سے ملاقات کا۔" سنی نے خوشی کا اظہار کیا لیکن وہ بے زار ہوچکا تھا اس قدر کہ مسکرا بھی نہ سکا۔

"شوق کیسے نہ ہوتا میرے بھائی کی پرسنیلٹی ہی ایسی ہے۔" ارم نے فرضی کالر جھاڑے۔

ارم کی باتیں شروع ہوچکی تھیں لیکن وہ انٹرسٹڈ نہیں تھا۔ سنی نے بھی دو تین باتیں کہیں لیکن اس کا جواب انتہائی سرسری تھا۔ ارم تو خوشی میں نوٹ نہ کرسکی لیکن سنی نے ایک سیکنڈ میں جج کرلیا کہ وہ اس سے ملنے پر خوش نہیں ہوا اور پھر اس کی خاموشی سے ارم بھی اس کے بی ہیویئر پر حیران ہو رہی تھی۔ بیک ویو مرر سے لگا ہے سنی اس کی خود پر نظریں محسوس کر رہی تھی چہرے پر ناگواری لیے وہ حیران تھی کہ یہ کس طرح کا بندہ ہے بات کرنا گوارہ نہیں لیکن مسلسل گھورے جا رہا ہے۔ ارم کو بھی وصی کا رویہ ناگوار گزرا اور سنی کے سامنے شرمندگی ہوئی۔

"سوری سنی میرے بھائی اتنے بداخلاق نہیں دراصل ابھی تک بھائی نے ناشتا بھی نہیں کیا نا اس لیے خاموش ہیں۔" ارم خونخوار نظروں سے وصی کو گھورتی دانت پیستی اس کے سامنے ہی سنی سے معافی مانگ رہی تھی لیکن وہ انجان بنا گاڑی پارک کرنے لگا۔

"اٹس اوکے۔" سنی مسکراتے ہوئے بولی اور گاڑی سے باہر نکل گئی۔

"بھائی میں آپ سے بہت ناراض ہوں میں نے آپ کی اتنی تعریف کی تھی آپ نے اس طرح بی ہیو کر کے مجھے شرمندہ کیا ہے۔" ارم وصی کی طرف مڑتی اس سے خفا ہوئی۔

"سنی کیا کرتی ہے؟" وصی اسی سنجیدگی سے بولا تو وہ حیران سی اس کو دیکھنے لگی۔

"کیا مطلب کیا کرتی ہے؟ میری دوست ہے تو وہی کرتی ہے جو میں کرتی ہوں۔" ارم اسی روٹھے لہجے میں بولی۔

"اچھا مطلب وہ بھی اسی بوتیک میں کام کر رہی ہے؟" وہ پر سوچ انداز میں پوچھنے لگا۔

"ارم وہ سامنے والی شاپ ہے تم اسی میں آجانا' میں جا رہی ہوں۔" باہر کھڑی سنی اچھی خاصی بکی محسوس کرنے لگی تو ارم کو آواز دے کر آگے بڑھ گئی۔

"آپ جائیں بھائی' مجھ سے غلطی ہوگئی جو آپ کو ہیلپ کے لیے کہا خوامخواہ شرمندگی اٹھانا پڑی۔" ارم سنی کے یوں جانے پر وصی سے ناراض ہو رہی تھی۔

"سنو تو......" وہ باہر نکلنے لگی تو وصی نے اس کو روکا۔

"جلدی بولیں۔" ایک پاؤں باہر رکھے ڈور ہینڈل کو پکڑے وہ اس کی طرف مڑی تھی۔

"جب فری ہو تو مجھے کال کرلینا' میں پک کرلوں گا اور سنی سے سوری بھی...... ٹھیک ہے؟"

"اوکے اگر سنی کمفرٹیبل رہی تو۔" ارم عجلت میں بولتی گاڑی سے نکل کر سنی کے پیچھے لپکی۔

وصی کافی دیر وہیں بیٹھا نجانے کیا سوچتا رہا پھر وہاں سے آگے بڑھنے لگا تو خود بخود ہی اسٹیئرنگ ان رستوں کی طرف مڑ گیا جہاں کبھی وہ اسے نظر آئی تھی جہاں پر اس کی لاکھ بے رخی کے باوجود وہ ہر

دوسرے دن وہاں پہنچا ہوتا تھا۔ آج پھر دل میں امید کا ایک دیپ جلائے وہ انہی رستوں پر تھا جہاں پر اس کی معمولی سی رضامندی کے بعد اس نے آنا چھوڑ دیا تھا۔ دن رات کی مسلسل مصروفیت میں وہ اب اس کو بھولنے لگا تھا لیکن آج اچانک نجانے کیوں سنی کو دیکھ کر اسے لگا یہ وہی ہے' کیا وہ آج تک اس قدر حواسوں پر سوار ہے۔ دل میں بسی ہوئی ہے کہ کسی بھی لڑکی میں اس کی شباہت دیکھنے لگا تھا۔

اپنی سوچوں اور لاتعداد الجھنوں میں گھرا وہ وہاں پر پہنچا تھا لیکن وہاں ہر طرف چھایا سناٹا دوسرے ہی پل اس کو یاد دلا گیا کہ آج تو ہر طرف چھٹی ہے آج سنڈے ہے۔ یہ خیال آتے ہی اس نے وہاں سے یو ٹرن لیا اور دل ایک بار پھر عجیب سی بے زاریت کی زد میں تھا لیکن وہ ڈرائیونگ کرتا چلا جارہا تھا اور نجانے کتنی دور نکل جاتا کہ ارم کی کال کا خیال آیا کہ اگر اس نے کال کی تو ٹائم پر نہیں پہنچ سکے گا۔ اسی احساس کے ساتھ ہی واپسی کی راہ لی۔

❁......❁......❁
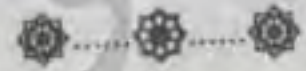
''اوہیلو میڈم کیا ہوا یہ مزاج کیوں نہیں مل رہے؟ میں صبح سے جلے پاؤں کی بلی کی مانند چکر کاٹ رہی ہوں آپ کے انتظار میں اور آپ ہیں کہ......؟'' وہ گھر میں داخل ہوئی تو خلاف معمول کسی کو بلائے بغیر اپنے کمرے میں آ گئی تو حیرت وتجسس میں گھری سنیعہ اس کے پیچھے ہی چلی آئی اس کو مٹھیاں بھینچے گہری سوچ میں گم بیٹھے دیکھا تو روٹھے لہجے میں بولی تھی۔

''آخر ہوا کیا...... کچھ منہ سے پھوٹو گی؟'' وہ اسی طرح بت بنی بیٹھی تھی کہ اب کے سنیعہ تپ کر بولی۔

''آج وہ پھر وہاں آیا ہوا تھا'' وہ اسی کھوئے لہجے میں اس کو بتانے لگی۔

''وہ کون؟'' سنیعہ حیرت سے بولی۔

''اب میں تمہیں پھر شروع سے سب بتاؤں کیا؟'' اس کو گھورتے ہوئے تیز لہجے میں بولتی اٹھ کھڑی ہوئی اور وارڈ روب کی جانب بڑھنے لگی۔

''اوہ اچھا...... وہ......!'' سنیعہ یاد کرتے مذاق میں بولی تو اس نے بیڈ پر رکھے کشن کو اس کی طرف اچھال دیا جس کو اس نے ہنستے ہوئے کیچ کرلیا۔

''ہاں وہ' شکر ہے یاد آ گیا ورنہ سر پھوڑ دینا تھا تمہارا آج۔'' وارڈ روب کھولتے ہوئے وہ بولی تو سنیعہ ہنس دی۔

''اچھا بتاؤ کیا کہتا ہے اب۔''

''اتنے دن ہوگئے پیچھا کررہا تھا اگنور کیا اور برداشت بھی' لیکن اب اس کی ہمت بڑھنے لگی ہے موصوف کو پانچ منٹ چاہئیں۔'' وہ غصے سے دانت پیستے ہوئے بولی اس کا انداز ایسا تھا کہ سنیعہ کو قہقہہ روکنا محال ہوگیا۔

''پانچ منٹ' تو دے دو پانچ منٹ...... تمہارا کون سا مل آ جب گا۔'' سنیعہ اس کو چھیڑتے ہوئے بے پروائی سے بولی تو اس کو حیرت کا جھٹکا لگا۔

''وہ پانچ منٹ مجھ سے اکیلے ملنا چاہتا ہے۔'' اس نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔

''آہم...... پانچ منٹ...... اکیلے میں...... واؤ سو رومینٹک......!'' سنیعہ بھرپور شرارت کے موڈ میں تھی۔

''سو رومینٹک کی بچی تیرا آج قتل ہوجانا ہے۔''

''اچھا...... اچھا اب سیریس ہوگئی۔'' وہ اس کی طرف لپکی تو سنیعہ نے ہاتھ سے اس کو روکا۔

''دیکھو اہل' دو منٹ تو' میں وہ...... میں یہ...... میں ہی گزر جائیں گے۔ باقی بچے تین منٹ۔ وہ بولے گا میرا نام......سوایٹ سو...... مجھے آپ سے کہنا ہے کہ آپ مجھے اچھی لگتی ہو' بالکل میرے سپنوں کی رانی کے جیسی' مجھ سے شادی کرلو دو منٹ یوں گزر گئے ہوگئے نا چار منٹ' باقی بچا ایک منٹ اس میں تم اس کو تھوڑا سا گھور کر بائے بائے ٹاٹا کرکے بھاگ آنا' سمپل۔ میرے خیال میں تو پانچ منٹ دینے میں کوئی حرج نہیں۔'' سنیعہ مکمل شرارت میں تھی یا شاید اس کی بات سنتے وقت اس کے تاثرات ایسے تھے کہ بلا ارادہ ہی وہ اس کو تنگ کرنے لگی۔ کچھ دیر تک اہل کچھ نہ بولی تو سنیعہ کو حالات کی سنگینی کا احساس ہوا۔

''اہل کیا ہوا اتنی سیریس کیوں ہورہی ہو...... مذاق کررہی ہوں یار۔''

''یہ مذاق کا وقت نہیں ہے سنیعہ' تم نہیں جانتی اس نے مجھے کتنا ڈسٹرب کردیا ہے۔ اس کی آنکھیں عجیب سی ہیں اور اس کا لہجہ' اف...... مجھے خوف آنے لگتا ہے اس کی موجودگی سے۔'' اہل جھرجھری لیتے بے بسی سے بولی۔

''اوہو...... تو عشق ومحبت کا معاملہ ہے۔'' سنیعہ ہنستے ہوئے رازدارانہ لہجے میں سرگوشی کرتی اس کو مزید ڈرانے لگی تھی۔

''شٹ اپ سنیعہ! خبردار جو کوئی بھی فضول بات میرے ذہن میں ڈالنے کی کوشش کی تو اب کیا اہل ایسی گئی گزری ہے جو یوں راہ چلتوں سے عشق کرے گی اور تم جانتی ہو میں یہ عشق محبت جیسے ڈرامے افورڈ نہیں کرسکتی۔'' اہل اس کی بات پر تلخ لہجے میں ناگواری سے بولی تو سنیعہ پرسوچ انداز میں اس کی طرف دیکھتی رہ گئی۔

''اہل ایسی ویسی نہیں میں جانتی ہو لیکن راہ چلتے تو ایسے ویسے ہی ہیں نا جن کو اہل سے محبت ہوگئی۔ صرف پانچ منٹ سے کیا فرق پڑتا ہے دن میں کتنے ہی لوگوں سے ملتی ہو ایک وہ بھی سہی۔ ہوسکتا ہے وہ

اچھا ہو؟" سنیعہ پھر بولی تو اِل ہکا بکا اس کو دیکھنے لگی۔
"کیسی بچوں جیسی باتیں کررہی ہو مجھے اعتبار نہیں ہے اور تم مجھے قطعی کنوینس نہیں کرسکتی کہ مجھے اس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔"
"میں کنوینس نہیں کررہی۔ میں تو اس کو جانتی تک نہیں میں تو صرف یہ کہہ رہی ہوں کہ تم نے کوئی نہ کوئی فیصلہ تو کرنا ہے تو ایک بار اپنی انا و ڈر کو پیچھے دھکیل کر اعتبار کرکے دیکھو۔" سنیعہ اس کی طرف دیکھتی اس کے ہاتھ پر اپنے ہاتھ رکھے اسے سمجھا رہی تھی۔
"بات انا کی نہیں ہے سنیعہ تم جانتی ہو میں......"
"ہاں میں جانتی ہوں سب جانتی ہوں پھر بھی یہی کہوں گی کہ ایک بار کوشش کرکے دیکھو اگر تمہارا دل مانتا ہے تو......!" اس کی بات کاٹ کر سنیعہ پھر بولی۔
"پتا نہیں میرا دل کیا کہتا ہے۔ اس سے تو ناتا ہی جیسے ٹوٹ گیا ہو اچھا اٹھو تم میرے لیے کھانا گرم کرو میں فریش ہو کر آتی ہوں پھر بتاؤں گی پارٹی کیسی ہوئی۔" سنیعہ اٹھ کر باہر کی طرف چلی گئی۔ اس کے باہر نکلتے ہی اِل پھر سے لامتناہی سوچوں میں گھر گئی۔

❁......❁......❁

"نہیں یار ایسی بات نہیں میرے بھائی بہت اچھے ہیں۔ بہت فرینڈلی بھی تھے اب بھی ہیں لیکن اب تھوڑے سیریس رہتے ہیں۔" ارم شاپنگ کرتے سنی کو اپنے بھائی کے بارے میں بتا رہی تھی۔
"کیوں اب کیا ہوا جو سیریس ہوگئے ہیں؟" ریڈی میڈ سوٹ کا پرائس ٹیگ دیکھتے سنی نے پلٹ کر اس کو دیکھا۔
"یہ ایک لمبی کہانی ہے پھر کبھی سناؤں گی؟" ارم مسکراتے ہوئے بولی۔
"نہیں ابھی بتاؤ نا...... کیا ہوا؟ پہلے تو کبھی نہیں ذکر کیا تم نے بھائی کی کسی لمبی کہانی کا۔" سنی اس کو چھیڑتے ہوئے ضدی انداز میں بولی۔
"اب یہاں تو نہیں نا سنا سکتی۔ نیکسٹ ٹائم سناؤں گی تم یہ دیکھو مجھ پر یہ کلر سوٹ کرے گا؟ مجھے اچھا لگا پر زیادہ برائٹ نہیں؟" ارم ٹالتے ہوئے بولی اور برائٹ اورنج سوٹ کو ریک سے اتار کر سنی سے پوچھنے لگی۔
"نیکسٹ ٹائم پتا نہیں کب آئے گا یہاں سے فارغ ہو کر کہانی سنا کر گھر جانا۔ ہاں یہ کلر اچھا ہے ویسے اس میں بلیک بھی نائس لگ رہا ہے۔" سنی بلیک کلر کا سوٹ نکالتے ہوئے اس کو دکھاتی ہوئی بولی تو ارم دونوں سوٹ سامنے رکھ کر سوچنے لگی۔
"ہیلو کیا حال ہے...... سچ...... کب؟" ارم سوٹ دیکھ رہی تھی کہ سنی موبائل کان سے لگائے نہایت خوشی سے بات کررہی تھی کہ ارم بھی اس کو دیکھنے لگی۔

"اوکے ہاں ٹھیک ہے۔ بس اب جلدی سے پہنچ جاؤ۔ اچھا میں ابھی ارم کے ساتھ شاپنگ کررہی ہوں پھر بات کروں گی۔" ارم نے "کون ہے" کا اشارہ کیا تو سنی ایک منٹ کا اشارہ کرتی فون بند کرنے لگی۔
"کون آرہا ہے؟" سنی کے فون بند کرتے ہی ارم نے پوچھا۔
"میری سویٹ سسٹر۔" سنی نے پرجوش لہجے میں اس کو بتایا۔
"واؤ کب آرہی ہیں مجھے ضرور ملوانا اس بار۔" ارم بھی ایکسائٹڈ ہونے لگی۔
"ویسے سنی یار تمہاری سسٹر کی شادی ہوگئی ہے نا؟" ارم کچھ سوچتے ہوئے بولی۔
"نہیں ابھی تک تو نہیں ہوئی بس کچھ لوگ بہت بدقسمت ہوتے ہیں ارم میری بہن بھی شاید انہی میں سے ایک ہے۔" سنی افسردگی بولی۔
"ہائے اللہ نہ کرے کیوں کیا ہوا؟ اچھا ٹھہرو میں یہ سوٹ پیک کروالوں پھر کوسٹا میں چلتے ہیں۔" ارم اس کا جواب سنے بغیر بولی اور کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئی۔
"ہاں چلو۔" کچھ دیر بعد ارم واپسی پر وہ کوسٹا کی جانب بڑھ گئیں۔
"ہاں اب بتاؤ کیا ہوا تمہاری بہن کے ساتھ؟" کارنر ٹیبل پر بیٹھتے ہی ارم بیگ سے موبائل نکالتے اس سے پوچھنے لگی تو سنی ٹیبل پر رکھی پانی کی بوتل سے پانی نکال کر پینے لگی۔
"دھوکہ۔" سنی گلاس پر نظریں جمائے بولی۔
"ایک بار نہیں دوبار۔" اب سنی کی گلاس پر گرفت مضبوط ہونے لگی جیسے وہ کچھ ضبط کرنے کی کوشش کررہی ہو ارم چونک اٹھی۔ حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔
"واٹ...... بتاؤ کیا ہوا؟" ارم بجتے فون کو نظرانداز کرتی سنی کے افسردہ چہرے کو دیکھتے ہوئے بولی۔
"تمہارا فون بج رہا ہے ارم۔" سنی نے اس کی توجہ فون کی طرف کرانا چاہی۔
"ہاں بھائی اوکے دس منٹ تک آتی ہوں۔" موبائل کان سے لگائے اس نے جلدی سے کہا۔
"بھائی کی کال تھی پوچھ رہے تھے کہ کتنی دیر تک آؤ گی تم بتاؤ کیا ہوا تھا؟" ارم کو بےچینی ہونے لگی وہ جاننا چاہتی تھی کہ سنی کی سسٹر کے ساتھ کیا ہوا۔
"تم گھر آؤ نا کسی دن پھر تفصیل سے بات کرتے ہیں ابھی مجھے بھی تو جانا ہوگا کافی دیر ہوگئی ہے۔" سنی اس کو ٹالتے ہوئے بولی۔
"ٹھیک ہے تمہاری سسٹر آئیں گی تو بتانا آؤں گی اور ساتھ

باتیں بھی کرلیں گے۔ ابھی چلتے ہیں پھر۔" ارم نے کہا اور اٹھنے لگی تو سنی بھی اس کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی۔

❁......❁......❁

"میری رپنزل مجھے اپنے پاگل پن پر ہنسی بھی آتی ہے اور قہقہہ بھی چڑھتا ہے اپنی بزدلی پر قہقہہ لگانے کو بھی جی چاہتا ہے جس سے مجھے محبت ہے اس کا میں نام تک نہیں جانتا۔ بہرحال اس جسارت و جرأت کی معافی چاہتا ہوں ایک بار پھر اور شاید آخری بار ایک ملاقات کی التجا کررہا ہوں۔ میری بات سننے میں کوئی حرج نہیں اپنا نمبر لکھ رہا ہوں جب بھی جہاں بھی تم بولو گی اپنا منتظر پاؤ گی۔ یقیناً تم بھی میرے نام سے بےخبر ہو تو یہ سارا تعارف ملاقات پر چھوڑ رہا ہوں۔ نہیں تو پھر ناموں میں کیا رکھا ہے؟ اللہ حافظ یاد رکھنا تمہاری کال کا انتظار کررہا ہوں۔"
اِل آج بھی اس کی جرأت کی داد دے رہی تھی۔ کیسے بنا جانے بنا پوچھے اس کی اتنی بےرخی کے باوجود وہ اس درجہ بےتکلفی سے اس سے مخاطب تھا۔ کیسا انداز تھا اس کا کہ جس کو سن کر اس کے آگے پیچھے قوس قزح سی پھیلنے لگی۔ دل اس کی محبت پر یقین کرنے کے لیے دماغ سے الجھنے لگا۔ کس دلیری سے اس نے میری رپنزل لکھا تھا جیسے وہ اسے برسوں سے جانتا ہو اور اب وہ روٹھی ہے تو وہ منانے کی کوشش کررہا ہے۔ پر وہ اپنے دل کا کیا کرتی جہاں ہزاروں خدشوں وسوسوں کا بسیرا تھا۔ جہاں پر بےاعتباری دھوکہ اور ٹھکرائے جانے کا اژدھا پھن پھیلائے براجمان تھا اور جب اس گہری دھند میں بھی محبت کے دیے کی روشنی سے اس کی آنکھیں چندھیانے لگی تو وہ بوکھلا گئی لیکن جذبوں کی سیرابی کا ایسا قحط پڑا کہ وہ چاہ کر بھی اس زمین کو نمو نہیں پارہی تھی۔ اعتبار و بےاعتباری کی اس جنگ سے اب وہ عاجز آچکی تھی اور کسی فیصلے پر پہنچنا چاہتی تھی اور پھر محبت کے اس آکٹوپس میں جکڑتی چلی گئی۔ وہ برف جس کو جمے برسوں بیت گئے تھے وہ اب پگھلنے لگی تھی۔ برسوں بعد آج پھر اِل کے ہاتھ میں وہ کاغذ کا ٹکڑا تھا جس کو پڑھنے اور سمجھنے کے بعد اس کی زندگی بدل گئی تھی۔ اس کے شب و روز میں اک میٹھا سا ارتعاش پھیل رہا تھا۔ جذبوں کا اک وسیع سمندر تھا جس کے کنارے وہ آ کھڑی ہوئی تھی اور دھیرے دھیرے کسی بچے کی مانند آگے قدم بڑھاتی جارہی تھی۔ وہ خوابوں کی سرزمین پر قدم رکھ چکی تھی۔
"محبت...... محبت...... محبت۔" چاروں طرف سے آوازیں بلند ہونے لگی تھیں۔ مجھے اپنالو میں تمہاری ہوں محبت کی چیخ و پکار بلند سے بلند تر ہورہی تھی۔
"مجھے اپنالو...... مجھے اپنالو...... مجھے اپنالو۔ تم میرے بغیر ادھوری رہ جاؤ گی۔" محبت اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بتا رہی تھی۔ "میرا کیا ہے میرے تو لاکھوں در ہیں لیکن تمہارے پاس میرے سوا کچھ نہیں تم میرے بغیر کچھ نہیں تمہارا وجود فنا ہوجائے گا مجھے اپنالو۔" محبت کا پھیلاؤ بڑھتا جارہا تھا اور اس کے پاس اور کوئی چارہ نہ تھا اور پھر اس نے اپنی آنکھیں بند کرکے ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیے۔ اپنے آپ کو محبت کے بھروسے پر ان بہتی لہروں کے سپرد کردیا۔
"بتائیں نا ایسا کیا دیکھا آپ نے مجھ میں؟" اِل کبھی بضد ہوجاتی یہ جاننے کے لیے کہ وہ اس کے پیچھے کیوں پڑا تھا۔
"پہلے آپ بتاؤ کب ملنا ہے؟ اتنے دنوں سے صرف آپ کی آواز ہی سن رہا ہوں آپ کی وجہ سے اب میں برنس پارک میں بھی نہیں جاتا۔" وہ بھی بضد تھا۔
"کتنے ٹائم سے آپ مجھے فالو کررہے ہیں۔" ہر بار کی طرح اب بھی وہ ملنے کے ذکر کو اگنور کرتی بولی۔
"زیادہ ٹائم نہیں ہوا میں نے پہلی بار آپ کو واٹلی لیک میں دیکھا تھا۔" اس کی گمبھیر آواز ائرپیس سے ابھری تو وہ چونک اٹھی۔
"شام کے وقت میں وہاں اپنے دوست کے ساتھ گیا تھا تو آپ ایک بینچ پر بیٹھی تھیں بہت اداس بہت اکیلی لگ رہی تھیں۔ زیادہ لوگ نہیں تھے وہاں اس وقت مجھے لگا تھا وہاں وہ شام کا منظر آپ کے وجود کے بغیر ادھورا ہے وہاں آپ نا ہوتی تو وہ جگہ ویران ہوتی۔" وہ بولتا رہا اور وہ سانس روکے اس کو سنتی رہی تھی۔
"پھر میں نے آپ کو رینیل پارک میں دیکھا بہت رش تھا بالکل جگہ نہیں تھی گاڑی پارک کرنے کے لیے بہت مشکل سے ایک گھنٹہ انتظار کے بعد مجھے پارکنگ کی جگہ ملی تھی میں گاڑی پارک کرکے اگنیشن سے چابی نکالنے ہی لگا تھا کہ میری نظر باہر کی طرف اٹھی تو آپ اشارے سے پوچھ رہی تھیں کہ میں نے گاڑی پارک کی ہے کہ جارہا ہوں یہاں سے۔" وہ اپنے مخصوص انداز میں بولا اور اِل دل پر ہاتھ رکھے سب سن رہی تھی۔
"میں نے فوراً آپ کو پہچان لیا کہ آپ کو پارک میں دیکھا تھا۔ ایک تو آپ پاکستانی اور پھر اکیلی تھی میں نے فوراً گاڑی وہاں سے نکال کر آپ کو پارکنگ اسپیس دی تھی پھر میں نے برنس پارک میں آپ کو دیکھا تھا اور بس وہاں کے چکر لگنے لگے۔" آخر میں وہ ہنستے ہوئے بولا تو وہ شپٹائی۔
"ویسے آپ کب تک میرا اعتبار کرلو گی؟"
"مجھے نہیں پتا۔"
"ابھی نہیں ملو گی؟"
"نن...... نہیں میرا مطلب ہے...... ہم...... میں ابھی ریڈی نہیں۔" دل کا چور تھا یا نجانے کیا وہ گھبرا گئی تو وہ ہنس دیا۔

"اپنا نام تو بتادو۔" اس کے لہجے میں تجسس تھا۔
"آپ نے خود ہی تو کہا تھا کہ یہ تعارف ملاقات پر ہوگا۔" صحیح ٹائم پر اس کی کہی بات یاد آئی تو وہ اپنا قہقہہ روک نا پایا۔
"آپ تو بڑی تیز ہیں۔ اچھا اب یہ بتائیں ملاقات تک میں آپ کو کیا کہہ کر بلاؤں؟" ان کی بے معنی گفتگو طویل ہوتی جارہی تھی اور وہ دونوں ہی خوش تھے۔ نجانے کیا چیز حائل تھی جو اس کو ابھی اور آگے بڑھنے سے روک رہی تھی۔
"سنڈریلا؟" اب ہنسنے کی باری اِل کی تھی۔
"میں سنڈریلا جیسی خوبصورت نہیں۔" وہ ہنستے ہوئے مدہم لہجے میں بولی۔
"خوب صورتی تو دیکھنے والے کی آنکھ میں ہوتی ہے نا۔" اس کے پاس ہر بات کا جواب تھا وہ سٹپٹا گئی۔
"آپ ریپنزل کہہ لیا کرو۔" وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی۔
"او اچھا تو آپ ریپنزل جیسی خوبصورت ہو۔" وہ بے ساختہ بولا تو وہ خاموش ہوگئی۔
"نہیں' ایک تو وہ میری فیوریٹ ہے دوسرا......!" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔
"دوسرا آپ کے بھی بال لمبے ہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔
"آپ نے کیسے جانا؟" وہ واقعی حیران ہوئی تھی۔
"اس کو بھی ملاقات پر سلجھالیں گے۔" وہ شرارت سے بولا تو وہ بھی چپ ہوگئی۔
"ریپنزل......!"
"جج...... جی......!" اس کے لہجے میں جانے کیسا جادو تھا کہ وہ گھبرا گئی۔
"آئی مس یو میرا اعتبار کریں میں کبھی آپ کو دھوکہ نہیں دوں گا۔" اس کے لہجے میں سچائی تھی۔
اس کے اعتبار نہ کرنے کا ڈر تھا۔ اس کو کھونے کی فکر تھی اور پھر وہ خواب جن کو آنکھوں میں بسانے سے وہ ڈرتی تھی ان کو جگہ دے دی' وہ یقین جس کے ٹوٹ جانے سے وہ ڈرتی تھی اس یقین پر ایمان لے آئی اور پھر قیامت آئی۔ وہ خواب جو وہ دیکھنا نہیں چاہتی تھی لیکن اس کو دکھائے گئے تھے وہ چکنا چور ہوگئے۔ وہ یقین جو وہ کرنے سے ڈرتی تھی' وہ بھی ٹوٹ گیا۔ یہ کیسی محبت ہے؟ کوئی ایسے کرتا ہے؟ خواب دکھا کر پھر آنکھوں سے ان کو بے دردی سے نوچ لینا' یقین دلا کر چلے جانا محبت میں کیا یوں چپ چاپ تعلق توڑ لیا جاتا ہے؟ انتظار کی سولی پر لٹکا دیا جاتا ہے؟ انتظار...... انتظار...... انتظار اور پھر اس نے "محبت" کا گلا گھونٹ دیا۔ اپنے دل و دماغ سے اس کو نوچ ڈالا اور وہاں سے شفٹ ہو کر لندن چلی آئی اور اب پانچ برس کے بعد وہ واپس آکسفورڈ شفٹ ہورہی تھی۔ اپنی بہن اور ممی' پاپا کی ناراضی اور دھمکیوں کے بعد اس نے واپس آنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس امید کے ساتھ کہ اب سب ٹھیک ہوگا۔ ممی' پاپا نے اس کے لیے لڑکا دیکھا تھا تو اب وہ ان کو مزید دکھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ پرانی یادوں کو دل میں ہی دفن کیا اور ایک آسودہ مسکراہٹ چہرے پر سجائے وہ آکسفورڈ واپس جانے کے لیے تیار کھڑی تھی۔

❁......❁......❁
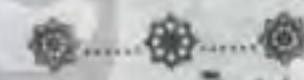
اِل اور سنیعہ دو ہی بہنیں تھیں۔ دونوں میں کوئی سال بھر کا ہی فرق تھا لیکن فطرتاً زمین آسمان کا فرق تھا۔ ایک مشرق تو دوسری مغرب کہنا قطعاً غلط نہ ہوگا۔ سنیعہ بہت بولڈ' ہر وقت بولنے والی اور اپنی بات منوانے والی' اپنے پوائنٹ کو ویلیو ایبل پروف کرنے والی تھی اور منہ پھٹ مشہور تھی اور اِل بقول سنیعہ کافی ٹیپیکل سوچ رکھنے والی لڑکی تھی جو شاید کسی حد تک صحیح بھی تھا۔ اِل بہت حساس اور ڈرپوک سی لڑکی تھی۔ وہ بچپن سے ہی ڈری ڈری رہتی تھی۔ سنیعہ کو لگتا کہ وہ اپنے سانولے رنگ کی وجہ سے ایسی ہے سنیعہ خوب گوری چٹی رنگت والی تھی۔ اس لیے سنیعہ کو لگتا کہ شاید اس لیے اِل ایسی ہے اس کے نہ بولنے اور ڈرنے کی عادت کی وجہ سے اسکول لائف میں اس کو بہت پرابلم ہوتی تھی۔ بہت بار اسٹوڈنٹ اس کا مذاق اڑاتے تو سنیعہ ہر وقت اس کے ساتھ ساتھ رہتی۔ کوئی کچھ کہتا تو وہ ڈر کے مارے کانپنے لگتی لیکن سنیعہ منہ توڑ جواب دیتی۔ وقت کے ساتھ ساتھ اور کچھ سنیعہ کی بولڈنس کی وجہ سے اِل میں فرق پڑا تھا۔ پھر بھی وہ ہر کام سوچ سوچ کر کرنے کی عادی تھی کوشش کرتی کہ ہر بار پرابلم حل کرنے کے لیے سنیعہ کا سہارا نہ لے۔ صاف نیت اور اچھائی کی وجہ سے دونوں بہنیں ایک دوسرے پر جان چھڑکتی تھیں۔ وجاہت کا گاڑیوں کا شوروم تھا جو ماشاء اللہ بہت اچھا چل رہا تھا۔ ہر وقت مصروف رہنے کے باوجود گھر پر توجہ دینا نہ بھولتے تھے۔ اِل اور سنیعہ کی ذہانت اور اچھی عادات سے ان کا سیروں خون بڑھ جاتا اور وہ مطمئن ہوجاتے۔ ان کو ہر طرح کی آسائش مہیا کی کبھی پیسے یا کسی چیز کی کمی نہ محسوس ہونے دی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کی اچھی تربیت پر بھی توجہ دی۔ رضیہ احسن ہاؤس وائف تھیں اور سلیقہ شعار بھی۔ ہر وقت صفائی ستھرائی میں مصروف رہتیں اور اپنے چھوٹے سے گھر کو جنت بنائے رکھتیں۔ یوں یہ چھوٹی سی فیملی آکسفورڈ میں اپنے وسیع حلقہ احباب کے درمیان نہایت خوش و خرم زندگی گزار رہی تھی لیکن اپنوں سے دور ان کی یہ کامیابیاں اور ترقی دیکھنے والا ان کا اپنا کوئی نہ تھا اور اس بات کو لے کر وجاہت اور رضیہ ہمیشہ سرد آہیں بھرتے تھے۔
کچھ عرصہ پہلے اِل نے سوشل ورکر کے طور پر اپنے کیریئر کا آغاز کیا جبکہ سنیعہ ابھی فیشن ڈیزائننگ کے دوسرے سال میں ہی تو

وجاہت نے اپنی بہن کو اپنے پاس ملنے کے لیے بلالیا۔
کبریٰ یہاں آئی تو وجاہت فیملی کے حالات بدلنے لگے۔ کبریٰ کچھ الگ طبیعت کی تھی کچھ شکی مزاج اور کچھ تیز۔ یوں ان کی اس طبیعت نے اِل کو اور زیادہ ریزرو کردیا۔ کبریٰ کے آجانے سے اور زیادہ اپنے خول میں سمٹ گئی۔ جبکہ اس کے مقابلے میں سنیعہ خود کو بدلنے کے حق میں نہیں تھی نا ہی اس نے اپنی روٹین چینج کی جس کی وجہ سے سنیعہ کبریٰ کو نا بھائی اور وہ گاہے بگاہے اس پر دبے لفظوں میں تنقید بھی کرجاتی تھیں۔ یوں اکثر وبیشتر ان کی بحث ہوجاتی تھی۔
"چھوڑیں آپا بچی ہے یوں بھی ہم نے بچوں کو اپنے کنٹرول میں رکھا ہے آزادی دی ہے لیکن اللہ کا شکر ہے کہ ہماری بچیاں ہمارا کہنا مانتی ہیں۔ بس سنیعہ تھوڑی مزاج کی تیز ہے شاید اس کا مزاج آپ پر چلا گیا۔" رضیہ ماحول کی کشیدگی کم کرنے کی کوشش کرتیں اور سنیعہ کی باتوں کو ہنسی مذاق میں ٹالنے کی کوشش کرتیں اور سنیعہ کو اشارے سے وہاں سے اٹھادیتیں۔
"ارے چھوڑو رضیہ ہاں میں مانتی ہوں میں مزاج کی تیز ہوں لیکن مجال ہے جو کبھی میں نے اپنے بڑوں سے ایسے بات کی ہو ایسا لہجہ تو میری مونا اور آسیہ کا بھی نہیں۔ وہ بھی تو آج کل کے زمانے میں رہتی ہیں نا۔" کبریٰ اپنی غلطی ماننے والوں میں سے نہیں تھی۔ نہ ہی کبھی اپنے آپ کو غلط سمجھتی تھی آئے دن کی روک ٹوک سے گھر کا ماحول کچھ دنوں سے ٹینس رہنے لگا تھا تو ایک بار وجاہت نے کبریٰ کی تمام گفتگو سن لی اور پھر نہایت سہولت سے ان کو سمجھا دیا تو کبریٰ پھر محتاط ہوگئی تھی۔ چند ماہ کے بعد جب کبریٰ واپس جانے لگی تو اپنے بیٹے کی نام کی انگوٹھی اِل کو پہنا گئی اور پھر وہاں جاکر کچھ نا کچھ تحائف اِل کے لیے بھیجتی رہتیں مگر ایک بار بھی قمر شیراز سے ان کی بات نا ہو پائی۔
ایک دن فون کال آنے پر اِل نے سنیعہ کے کہنے پر قمر شیراز سے بات کرنی کی خواہش ظاہر کی تو کبریٰ غصے سے اکھڑ گئی اور جو منہ آیا کہتی رہیں اور بعد میں قمر شیراز نے بھی فون کرکے اِل کو بے نقط سنائی اور نہایت ہی رکیک الزامات لگائے۔
"میرے دل میں تمہارے لیے کبھی کوئی فیلنگز تھیں ہی نہیں نا میں نے کبھی سوچا تمہارے بارے میں لیکن پھر بھی شاید وقت کے ساتھ ساتھ سب ٹھیک ہوجاتا اگر مجھے یہ پتا نہ چلتا کہ تم کتنی پاکباز ہو پہلے بھی تمہارا خیال آتا تھا لیکن اب......!" انتہائی نفرت آمیز لہجے میں اس پر قمر شیراز نے جو الزام لگایا تھا اس کے اعتبار کی دھجیاں اڑا گیا اور یوں اس کا بھروسہ رشتوں پر' محبت پر سے اٹھ گیا۔ سنیعہ اور طرح کی طبیعت کی تھی ہر بات کو دل سے محسوس تو کرتی تھی لیکن اپنے اوپر سوار نہیں کرتی تھی۔ وجاہت اور رضیہ کو لگی چوٹ بھی ان کا اعتبار بھی چھین لے گئی لیکن شاید وہ یہ بھی جانتے تھے کہ جب بچے بڑے ہوجاتے ہیں تو بہن بھائیوں کی محبتوں میں بھی جھول پڑ جاتا ہے یوں بھی اگر وہ اس سب کو لے کر بیٹھ جاتے تو اس بچی کا کیا ہوتا اور یوں وجاہت اور رضیہ نے باقی رشتہ داروں کو تھوڑے بہت حالات بتا کر اپنی بیٹیوں پر لگے الزامات کو دھونے کی کوشش کی اور کیونکہ کبریٰ کی عادت سے بھی سب واقف تھے اس لیے وجاہت اور رضیہ کو سب نے مطمئن ہی کیا کہ سب جانتے ہیں کہ غلطی کس کی ہوسکتی ہے اور یوں یہ فیملی پہلے کی طرح رہنے کی کوشش میں مصروف ہوگئی۔ اِل بھی بظاہر ٹھیک تھی لیکن وہ اعتبار کو بحال کرنے میں ناکام ہورہی تھی۔ وقت کے ساتھ ساتھ اک ٹھہراؤ آگیا تھا اور پھر اس کی زندگی نے ایک بار پھر پلٹا کھایا وہ ایک بار پھر منہ کے بل گری' اعتبار و یقین کی دھجیاں اڑ گئیں تھیں گئی اور اب وہ سنبھل نہ سکی۔

❁......❁......❁

"مما میرا اتنا دل کرتا ہے کہ ہم بھائی کی شادی کردیں میری سب فرینڈز کے بھائیوں کی شادیاں ہوگئی ہیں مجھے بھی شوق ہے میری بھی بھابی ہوں۔" ارم نے حسرت آمیز لہجے میں اپنی خواہش کا اظہار کیا تو آمنہ نے بھی تائید کی۔
"تمہارا دل کبھی کسی اچھی بات کے لیے بھی چاہا ہے ہمیشہ فضول ہی سوچنا۔" ارم کی خواہش اور آمنہ کی بھرپور تائید پر وصی بھڑک اٹھا۔
"اس سے زیادہ اچھی بات اور کیا ہوسکتی ہے؟" اسٹابری کے اوپر کریم ڈالتی ارم اب اس کو چھیڑنے لگی۔
"ہمیشہ اپنی ہی کرتے ہیں کبھی یہ بھی سوچا ہے ہم سب کی کتنی خواہش ہے کہ اب آپ کی شادی ہو مما اور بابا تو کہتے کہتے تھک گئے اب مجھے ہی کچھ کرنا پڑے گا۔" اب ارم سنجیدگی سے بولی تو وہ ایک بار پھر سناٹوں کی زد میں آگیا آخر کب تک وہ "ابھی نہیں' ابھی نہیں" کہہ کر ان کو ٹالتا۔
"ہاں بیٹا اب ہماری خواہش ہے کہ تمہارا گھر بس جائے ہماری زندگیوں کا کیا بھروسہ کب بلاوا آجائے۔" آمنہ ہمیشہ کی طرح پھر بولنے لگیں۔
"پلیز مما آپ اس وقت یہ ایموشنل بلیک میلنگ نہ شروع کریں۔" وصی اکتائے ہوئے بے زار لہجے میں بولا تو ارم ہنسنے لگی۔
"بھائی ریلیکس۔ مما اور بابا آپ کے اکیلے پن کی وجہ سے کہہ رہے ہیں۔" ارم اٹھ کر بھائی کے پاس آبیٹھی۔ وہ غیر مرئی نقطے پر نظر جمائے ماتھے پر پڑی سلوٹیں گہری سوچ کو واضح کررہی تھیں۔
"رہنے دو ارم اس نے ہماری بات نہ ماننے کی قسم کھا رکھی ہے۔ اپنی من مانی ہی کرنی ہے اس نے تو' کیوں خوامخواہ اپنے الفاظ ضائع کررہی ہو۔" آمنہ وہاں سے اٹھتے ہوئے ناراض لہجے میں بولیں تو

وہ خاموش نظروں سے ان کو دیکھ کر رہ گیا۔
"بھائی......!" آمنہ کے جاتے ہی ارم نے پھر سے اس کو پکارا۔ تو وہ سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔
"کیا ابھی تک اس لڑکی کا پتا نہیں چلا؟"
"نہیں اور نا ہی اب اس کا پتا لگانے کی ضرورت ہے۔ تم مما کو کہہ دو میں شادی کے لیے تیار ہوں۔" ہاتھ میں پکڑے مگ کو ٹیبل پر رکھتے وہ انتہائی سنجیدگی سے بولتا ارم کو بہت بے بس اور اکیلا لگا لیکن وہ کیا کر سکتی تھی؟ مما بابا کی طرف سے وصی کی پریشانی بھی نہیں دیکھ سکتی تھی اور وصی کو یوں اکیلا دیکھنا بھی آسان نہ تھا۔
"پر بھائی......" آمنہ کے اٹھتے ہی ارم پھر کچھ بولنے لگی۔
"فکر نہ کرو گڑیا میں ٹھیک ہوں' ایک انجانی لڑکی سے زیادہ میرے لیے تمہاری' مما اور بابا کی خوشی اہم ہے۔ تم لوگ لڑکی دیکھو ہم جلدی ہی منگنی کرتے ہیں پھر مزہ آئے گا۔" وصی مسکراتے ہوئے بولا اور سٹنگ روم کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔
"اب کیا کروں؟" ارم بڑبڑائی اور نظریں ٹی وی پر جما دیں جہاں پر کچھ نئی مویز کے ٹریلر دکھائے جا رہے تھے۔ لیکن اس کا ذہن مسلسل بھائی کی شادی کی طرف اٹکا تھا۔ پھر نجانے کیا سوچ کر اس نے سنی کا نمبر ڈائل کیا اور تھوڑی مغز کھپائی کے بعد اب وہ قدرے ریلیکس تھی۔
"مما......" اس نے کچن میں جھانکا جہاں پر آمنہ کھانے کے برتن سمیٹنے میں مصروف تھیں تو انہوں نے پلٹ کر دیکھا۔
"مما بھائی شادی کے لیے تیار ہیں لڑکی دیکھیں اور جلدی بات طے کر دیں۔" ارم نے وصی کا پیغام دیا تو آمنہ کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔
"میں جانتی تھی میرا وصی ضرور مان جائے گا۔ ماں باپ کی مانگی جانے والی کوئی بھی دعا رائیگاں نہیں جاتی۔ اللہ نے ہماری دعائیں سن لیں۔" آمنہ حقیقتاً سرخرو ہوئی تھیں۔
"وہ خوشی سے مانا ہے نا؟" دوسرے ہی پل آمنہ کو بیٹے کی خوشی کی فکر ستانے لگی تو پوچھا۔
"ہاں مما کہہ رہے تھے کہ ان کے لیے ہم سب زیادہ اہم ہیں۔" ارم نے وصی کی بات دہرائی تو آمنہ مطمئن ہو گئی۔
"ٹھیک ہے پھر تمہارے بابا آئیں نا باہر سے تو ان کو بتاتے ہیں پھر جو دو تین رشتے ہیں نظر میں ان سے رابطہ کرتے ہیں' انشاء اللہ سب بہتر ہوگا۔ اب میرے بیٹے کے تنہائی کے دن ختم ہونے کا وقت آ گیا ہے اور دیکھو جب اللہ کا حکم ہوتا ہے اسی وقت سب ہو جاتا ہے ورنہ ہم تو پچھلے چار سال سے اس کے پیچھے پڑے ہیں کہ اب شادی کر لے۔" آمنہ کی خوشی ان کے لہجے اور چہرے سے جھلک رہی تھی۔

"ہاں مما یہ تو آپ صحیح کہہ رہی ہیں۔ بس اب دعا ہے کہ اللہ کرے بھائی کے لیے ہم جس لڑکی کا انتخاب کریں وہ بھائی کو سمجھنے اور ساتھ دینے والی ہو۔" ارم بھی خوش تھی لیکن ایک انجانا سا دوسرا بھی تھا اس کے اندر' شاید وصی کے لیے فکر مند تھی۔
"بھائی...... کہیں جا رہے ہیں؟" ارم وصی کے کمرے میں آئی۔
"نہیں تم بتاؤ کیسے آئی ہو کوئی کام ہے کیا؟" وصی نارمل لہجے میں بولا۔ ارم حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔
"بھائی آپ نے خوشی سے شادی کے لیے ہاں کی ہے نا۔" ارم اس کی خوشی کا اطمینان چاہتی تھی۔
"ہاں...... میں نے خوشی سے دل سے شادی کے لیے ہامی بھری ہے۔" چند پل کی خاموشی کے بعد وہ گویا ہوا۔
"ہاں بھائی یہ تو ہے لیکن...... وہ...... میں یہ کہنے آئی تھی کہ وہ...... لڑکی......!" ارم جھجکتے ہوئے بولی۔
"دیکھو گڑیا...... یہاں آ کر بیٹھو۔" وصی نے راکنگ چیئر کی طرف اشارہ کر کے اس کو بیٹھنے کے لیے کہا۔
"ہمارا تعلق کوئی سالوں پر محیط نہیں تھا نہ ہی ہم ایک دوسرے کو زیادہ جانتے تھے ہم تو ایک دوسرے کے ناموں سے بھی ناآشنا تھے محض چند ہفتوں' مہینوں کا تعلق تھا اور پھر شاید میری ہی غلطی کی وجہ سے وہ تعلق بھی ٹوٹ گیا۔ بہت تلاش کیا اسے بعد میں لیکن کیا کہتا میں تو اس کا نام تک نہیں جانتا تھا ہماری ملاقات ہوئی بھی لیکن نہ ہو سکی۔" وصی ٹھہرے ہوئے انداز میں مضطرب لہجے میں ارم کو بتا رہا تھا۔
"بھائی آپ کے پاس ان کی کوئی تصویر بھی نہیں کیا؟" ارم جانتی تو تھی وصی کی اسٹوری لیکن آج تو نیا انکشاف ہوا تھا کہ ان کو تو نام تک نہیں معلوم اس کا۔
"ہاں تھی ایک تصویر لیکن وہ بہت دور سے لی تھی کلیئر نہیں ہے۔" وصی مدہم آواز میں اس کو بتا رہا تھا۔
"وہ خوب صورت ہے کیا؟" ارم تجسس سے بولی تو وہ ہنس پڑا۔
"نہیں' وہ خوب صورت نہیں ہے لیکن اس میں ایک خاص کشش ہے۔" وصی اس کے تصور میں کھویا بول رہا تھا۔
"بھائی ان کو پھر سے ڈھونڈیں نا' جو تصویر ہے آپ کے پاس وہ وہاں لے کر جائیں جہاں وہ کام کرتی تھیں ہو سکتا ہے کوئی کچھ بتا دے۔" ارم فکر مندی سے بولی۔
"پہلی بات کہ تصویر بہت دور کی ہے کلیئر نظر نہیں آتا کچھ بھی اور دوسری بات میں گیا تھا وہاں لیکن کسی نے کچھ نہیں بتایا اور تم جانتی ہو کہ اس طرح کسی ورکر کا پرسنل بائیو ڈیٹا کسی اجنبی کو نہیں بتایا جاتا۔" وصی غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے بولا۔

"ہاں میں جانتی ہوں بھائی۔" ارم یاسیت آمیز لہجے میں بولی۔
"ویسے بھی اب بہت ٹائم گزر چکا ہے چار سال تھوڑا ٹائم نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے اب اس کی بھی شادی ہو چکی ہو تم اور مما بابا جس سے چاہو میں شادی کرنے کے لیے تیار ہوں۔" وصی مسکراتا ہوا مطمئن انداز میں بولا۔
"چلو اب تم بھی ریلیکس ہو جاؤ اور ریسٹ کرو صبح مشکل ہو گی اٹھنے میں۔" وصی اٹھتے ہوئے بولا تو وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔
"ٹھیک ہے بھائی پھر ہم کل ہی بھابی تلاش کرنے کے مشن پر نکل پڑتے ہیں۔" ارم ہنستے ہوئے بولی۔
"ہاں...... ہاں ضرور لیکن مجھے ابھی انوالو نہ کرنا' یہ آپ لوگوں کا ڈپارٹمنٹ ہے میں ویسے بھی بزی ہوں جب سب طے کر لو تو بتا دینا میں اس کو منگنی والے دن انگوٹھی پہناتے وقت ہی دیکھوں گا۔" وصی ہنستے ہوئے بولا تو وہ سر اثبات میں ہلاتی باہر نکل گئی۔

❁......❁......❁

کوچ فراٹے بھرتی موٹر وے پر آکسفورڈ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ جوں جوں فاصلہ کم ہو رہا تھا اس کے دل پر گرفت بھی سخت ہوتی جا رہی تھی ایسا نہیں تھا کہ ان چار سالوں میں وہ کبھی آکسفورڈ نہیں آئی لیکن اب مستقل وہاں شفٹ ہونا دل کے درد کو بڑھا رہا تھا۔ جانے یہ کیسی چبھن تھی جو دیمک کی طرح اس کو اندر ہی اندر کھائے جا رہی تھی۔ لاکھ کوشش کے باوجود وہ اس کی "چند پل کی محبت" کو دل و دماغ سے نکال نہیں پا رہی تھی کچھ تعلق دیرپا نہیں صرف گہرے ہوتے ہیں شاید ان کے بیچ بھی ایسا ہی ایک گہرا تعلق بن چکا تھا جو بھلائے نہیں بھولتا تھا۔ یہ بھی چاہتی تھی کہ اب کبھی اس کا سامنا نہ ہو لیکن یہ بھی دعا مانگا کرتی تھی کہ ایک بار وہ اس کو مل جائے اور اس سے پوچھے کہ کیوں کیا اس کے ساتھ ایسا؟ پچھلے چار سالوں سے اس نے ہر طرف سے رشتہ توڑ رکھا تھا۔ اللہ سے بھی اپنے تعلقات سے بے نیازی برت رہی تھی لیکن اب اس نے خود سے وعدہ کیا تھا کہ اپنے آپ کو ان ویرانیوں سے نکالے گی۔ اللہ سے اپنے تعلقات بحال کر کے معافی مانگے گی۔ بے شک وہ معاف کرنے والا ہے۔ ہر چیز پر قادر اللہ سے ہمت اور آنے والے وقت کا مقابلہ کرنے کی سکت مانگے گی۔ وہ گھر واپس لوٹ رہی تھی کچھ مما پاپا کی ناراضی کچھ سنیعہ کی خاموشی اب اس کو مجبور کر رہی تھی کہ وہ اپنوں میں لوٹ آئے۔ کوچ رکی تو وہ ہوش میں آئی۔ باہر نکلی تو مما' پاپا کو منتظر پایا۔ سوٹ کیس گھسیٹتی منوں بھاری قدموں کے ساتھ وہ گاڑی کی طرف بڑھی۔ دل عجیب سے انداز میں دھڑک رہا تھا۔ بے اختیار اس نے آگے پیچھے دیکھا جیسے آج بھی وہ اس کا منتظر ہوگا جیسے آج بھی آنکھوں میں ڈھیروں التجا و امید لیے وہ وہاں موجود اس کے ساتھ کا متمنی ہوگا لیکن یہ خواب ٹوٹے تو برسوں بیت گئے۔
"چلیں بیٹا گھر آ گیا۔" وہ انہی سوچوں' الجھنوں میں گھری بیٹھی تھی کہ وجاہت کے پکارنے پر چونک اٹھی اور گاڑی سے باہر نکل آئی جہاں سنیعہ دروازے میں ہی کھڑی اس کی منتظر تھی۔

گھر آیا میرا پردیسی
پیاس بجھی میری اکھیئن کی
اب دل توڑ کے مت جانا
روتی چھوڑ کر مت جانا
قسم ہے تجھے میرے آنسوؤں کی
گھر آیا میرا پردیسی

عرصہ بعد دونوں بہنیں ملیں تو دونوں کے دل بھر آئے۔ سنیعہ نے بھیگی آواز میں "گھر آیا میرا پردیسی" کے چند اشعار پڑھے تو ماحول اور سوگوار ہو گیا۔
"اب اگر تم ہمیں چھوڑ کر گئی نا تو...... تو بس ہم کبھی واپس نہیں لائیں گے تمہیں۔" سنیعہ اس کے گلے میں بانہیں ڈالے تروٹھے لہجے میں بولی تو ال اس کی بھیگی آنکھیں اپنی ہتھیلی سے صاف کرتی مسکرانے لگی۔
"تو یہ طے ہے کہ اب آپ لوگ مجھے کہیں جانے نہیں دو گے؟" ال شرارت سے مسکراتے ہوئے بولی۔
"ہاں بالکل' تم نہیں جانتی ہم نے یہ عرصہ کس طرح گزارا ہے۔ ہر ہفتہ کا انتظار کرتے رہتے کہ اب میڈم آئیں گی کبھی تو مصروف ہوتی اور جب آتی تو اپنے کمرے میں بند پڑی نیندیں پوری کرتی رہتی۔" سنیعہ بولنے پر آئی تو بولتی ہی چلی جاتی تھی اور اب بھی وہ ابھی بیٹھی بھی نہیں تھی کہ اس کی پٹر پٹر شروع ہو چکی تھی جس سے اس کی ال کی واپسی کی خوشی صاف جھلک رہی تھی۔ رضیہ اور وجاہت بھی مطمئن نظر آ رہے تھے کہ ان کی بیٹی ایک بار پھر محفوظ جگہ پر ہے ال بھی ریلیکس لگ رہی تھی۔ یوں بھی اس نے خود سے وعدہ کیا تھا کہ اب وہ مما' پاپا اور سنیعہ کے لیے کسی پریشانی کا باعث نہیں بنے گی۔
"سوچ لو...... کل پھر نہ کہنا کہ اب تیار ہو تمہیں جانا پڑے گا۔" ال اپنی مصروفیت کی روداد کو اگنور کرتی دھیمی مسکان کے ساتھ بولی تو سنیعہ اس کی چالاکی پر ہنسنے لگی۔
"میری بنو کی آئے گی بارات' تب تو جانا ہی ہوگا۔" اور ہم ساتھ ہوں گے نا اور ویسے بھی آپ کے "وہ" یہاں آگے پیچھے ہی ہیں آپ ہماری نظروں کے سامنے ہی رہو گی۔" سنیعہ اس کو چھیڑتے ہوئے بولی تو پل بھر میں اس کی دھڑکنیں تھمنے لگیں۔ دل ایک بار پھر کسی اور کا تمنائی نظر آنے لگا کسی اور کے لیے مچلنے لگا۔
"کیا ہوا' تم خوش نہیں ہو؟" سنیعہ اس کی سفید پڑتی رنگت کو

دیکھتے اس کے ہاتھ تھام کر پوچھنے لگی۔
"نہیں ایسی بات نہیں بس تھک گئی اس لیے۔" اہل نظریں چراتی بولی۔
"اچھا تم فریش ہو کر نماز پڑھ لو پھر تم ریسٹ کرنا میں باتیں کروں گی تم آرام سے سنتی رہنا۔ لیکن صرف سننا ہی نہیں ہوں ہاں بھی کرنا پھر سو جائیں گے' کیسا؟" سنیعہ نے منٹوں میں پروگرام ترتیب دیا تو وہ بے ساختہ ہنس دی۔
"ہاں' ایک دم اعلیٰ چلو پھر ابھی اٹھو۔" اہل خود بھی اٹھی اور اس کو بھی اٹھنے کا کہنے لگی۔
"یا اللہ تو رحم کرنے والا ہے' ہمارے حال پر رحم فرما۔ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرما۔ یا اللہ ہمیں اس رستے پر چلا جو تیری طرف جاتا ہو' یا اللہ ہمیں ویسا بنا دے جیسا تو چاہتا ہے۔ یا اللہ گمراہی سے بچا' یا اللہ ہمیں دنیاوی آرائش کے لالچ سے بچا' یا اللہ تو رحم فرما' مسلمانوں کے حالات پر رحم فرما۔ یا اللہ مجھے ہمت دے کہ میں تیرے فیصلے کو دل سے قبول کر سکوں۔ یا اللہ میرے مما پاپا کو ہمیشہ سرخرو رکھنا' یا اللہ مجھے ہمت دے اس کو بھول سکوں۔ اس کا خیال مٹا سکوں۔ یا اللہ تو عزتوں کا پاسبان ہے ہماری عزتوں کو برقرار رکھنا' یا اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ ہمیں اپنے حفظ و امان میں رکھنا' آمین۔" تواتر سے بہتے آنسوؤں کے ساتھ وہ اللہ کے حضور سر جھکائے بیٹھی دعائیں مانگ رہی تھی۔
وہ دعا مانگ کر اٹھی تو سنیعہ چائے ہاتھ میں پکڑے کھڑی اس کی منتظر تھی۔ اس پر نظر پڑتے ہی اس نے اپنی آنکھیں صاف کیں' جائے نماز فولڈ کر کے ٹیبل پر رکھی اور بیڈ پر جا کر بیٹھ گئی۔
"اتنا ایموشنل ہو کر کیا مانگا جا رہا تھا جناب؟" سنیعہ اس کی طرف چائے کا کپ بڑھاتی پوچھنے لگی۔
"کچھ خاص نہیں' بس یوں ہی اب ہر بات تو نہیں بتائی جا سکتی۔" اہل چائے کا کپ لیتے مسکراتے ہوئے بولی۔
"مما سو گئیں؟"
"ہاں ابھی کچھ دیر پہلے ہی لیٹی ہیں شاید سو گئی ہوں...... کیوں؟" سنیعہ نے نمک پارے اور کیک کی پلیٹ سے اپنے لیے کیک کا پیس اٹھایا اور اس کی طرف پلیٹ بڑھاتی ہوئی بولی۔
"ویسے ہی پوچھ رہی ہوں کہ سوئی ہیں کہ نہیں اور پاپا باہر سے کب تک واپس آجاتے ہیں؟ نہیں میں نہیں کھاؤں گی اس ٹائم صرف چائے کی طلب ہو رہی تھی۔" اہل کیک کی پلیٹ کو پیچھے کرتے ہوئے بولی۔
"ہاں بس کچھ دیر تک آجائیں گے۔ چلو اب بتاؤ کیا پریشانی ہے؟" سنیعہ نے اس کی طرف دیکھتی ہوئے پوچھا۔
"کوئی پریشانی نہیں ہے۔" اہل چائے کا کپ دونوں ہاتھوں

میں دبائے ہر پریشانی' ہر الجھن سے انکاری تھی۔
"تم جانتی ہو اہل میرا اور تمہارا رشتہ صرف بہنوں کا نہیں ہے ہم ہر دکھ درد میں ایک دوسرے کے ساتھ رہی ہیں۔ تم لاکھ اپنی الجھنیں چھپاؤ' ہزار بار یہ کہو کہ تم کسی قسم کی پریشانی کی گرفت میں نہیں ہو لیکن تمہاری یہ پاگل بہن تمہاری ایک آواز سے ہی پہچان جاتی ہے کہ تم کسی الجھن کا شکار ہو اور خود کو اکیلا سمجھ رہی ہو۔" سنیعہ نے ایک بار پھر اس کے ماتھے کی سلوٹوں کا راز پا لیا تھا۔
"سنیعہ مجھے ڈر لگتا ہے۔" وہ اسی کھوئے لہجے میں بولی۔
"اہل' تمہیں ڈر ہے ناکہ کہیں پھر کوئی بے وفا نہ نکلے' تو میری سویٹ بہنا اب کسی نے ایسا کیا نا تو تمہاری یہ بہن ساری عمر جیل میں گزار دے گی۔" سنیعہ پرجوش لہجے میں بولی۔
"ہیں...... ہیں؟ بے وفا وہ نکلے گا تو جیل میں میری بہن کیوں جائے گی؟" اہل حیرت سے اس کو دیکھتے اسی کے انداز میں بولی۔
"جب وہ بے وفائی کرے گا تو مابدولت اس کا قتل کر دیں گی نا' میری اتنی سویٹ سی بہن کو ہرٹ کرنے کے جرم میں۔" سنیعہ ہنستے ہوئے فرضی کالر جھاڑ کر بولی تو اہل بھی ہنسنے لگی۔
"توبہ استغفار' اللہ نہ کرے کیسی باتیں کر رہی ہو سنیعہ۔"
"میں تو بھئی ایسی ہی باتیں کروں گی۔ سننی ہے تو سنو نہیں تو ہم پھر میں کسی اور کمرے میں شفٹ ہونے کا انتظام کر رہی ہوں۔" سنیعہ شرارت سے بولتی اس کو ایک بار پھر دہلا گئی۔
"تم بولتی رہو میں تو سونے لگی ہوں۔" اہل اس کی بے تکی باتوں کو اگنور کرتی کمبل سیدھا کرنے لگی۔
"اچھا ایک آخری بات؟" اس ذکر پر اہل کا کترانا واضح تھا تو سنیعہ ہنس دی۔
"جی فرماؤ' لیکن کوئی فضول بات کی تو اچھا نہیں ہوگا۔" اہل نے اجازت دی لیکن ساتھ ہی دھمکی بھی دی لیکن وہ سنیعہ ہی کیا جس پر کچھ اثر کر جائے اور ویسے بھی برسوں بعد تو یہ کمرا آباد ہوا تھا اس میں سے ان دونوں کے ہنسنے اور باتیں کرنے کی آوازیں گونج رہی تھیں اور سنیعہ کی شوخیاں بھی عروج پر تھی۔ جن سے وہ محظوظ ہونے کے ساتھ ساتھ اندر سے کانپ بھی رہی تھی۔
"اس مسٹر نو نیم کا کوئی اتا پتا؟" سنیعہ نے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا تھا۔
"نہیں اور نہ ہی اب اس کی ضرورت ہے سو آج کے بعد اس کا نام بھی مت لینا۔" اہل انتہائی سنجیدگی سے بولی۔
"نام......!" سنیعہ ہنسنے لگی تو اہل ٹپٹا گئی۔
"تم سی بے وقوف میں نے آج تک نہیں دیکھی۔" حد ہوتی ہے یار بندہ کسی کا نام ہی پوچھ لیتا ہے اتنے دن بات کی۔ نو نام

معلوم ہی نہیں۔" سنیعہ برسوں بعد بھی اس پوائنٹ پر بھڑک رہی تھی۔
"میڈم اگر یاد ہو تو آپ نے ہی مجھے کنوینس کیا تھا کہ مجھے اس سے بات کرنی چاہیے۔" اہل بھی تپے لہجے میں بولی۔
"ہاں بات کرنے کا یہ مطلب تو نہیں کہ تم اس کا نام تک نہ پوچھو نہ اپنا بتاؤ اور موصوف کی میٹھی میٹھی باتوں میں آکر اس کے عشق میں گرفتار ہو جاؤ۔"
"تمیز سے بات کرو سنیعہ' مجھے نہیں پتا تھا کہ وہ چپ چاپ بنا کچھ بولے بتائے اس طرح غائب ہو جائے گا۔" اہل سنیعہ کی بات سے ہرٹ ہوتے بھیگی آواز میں بولی۔
"سوری میں تو ایسے ہی مذاق کر رہی ہوں۔ اچھا تم نے اس کے نمبر پر پھر کبھی کال کی؟"
"پہلے بہت بار کی تھی تو نمبر بند تھا پھر نہیں کی۔" اہل بھی اب نارمل انداز میں بول رہی تھی۔
"اس کی بھی کبھی کال نہیں آئی؟" سنیعہ جاننا چاہتی تھی کہ اہل اس کے لیے کس حد تک سیریس ہے۔
"اس کے پاس میرا نمبر نہیں تھا۔" اہل چور لہجے میں مدہم سی بولی۔
"واٹ...... کیا مطلب؟ اس کے پاس تمہارا نمبر نہیں تھا؟" سنیعہ کی حیرت سوا نیزے پر تھی۔
"جب بھی کال کی میں نے ہی کی' اور میں اپنا نمبر بلاک کر کے کال کرتی تھی۔ میں نے سوچا تھا جب ملاقات ہوگی تو اپنا نمبر بھی دے دوں گی۔ لیکن اس سے پہلے ہی وہ چھوڑ گیا اور اب میں تھوڑی دیر سونے لگی ہو نماز کے لیے اٹھنا بھی ہوگا۔"
"اف مائی گاڈ اہل اب میں کیا کہوں تمہیں' یار اپنا نمبر تو دینا تھا نا ہو سکتا ہے وہ کونٹیکٹ کرنا ہی چاہتا ہو تمہارا نمبر ہی نہ تھا اور تم نے پھر کال کی ہی نہیں۔" سنیعہ کو اپنا سر پیٹ لینے کا دل چاہا۔
"مجھے نہیں پتا' اچھا اب گڈ نائٹ۔" اہل نے آنکھیں بند کر لیں تو سنیعہ اس کو گھورتی رہ گئی۔
"اچھا سنو اہل۔" سنیعہ کے مائنڈ میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ آتا رہتا تھا۔
"ہاں بولو۔" آنکھیں بند کیے اہل بے دلی سے بولی۔
"اس کا نمبر دو اب پھر ٹرائی کرتے ہیں ہو سکتا ہے اب کوئی ریسیو کر لے۔"
"میرے بیگ میں جو ڈائری ہے اس میں ہی نمبر لکھا ہے نکال لو اور اب مجھے ڈسٹرب نہ کرنا۔" اہل نے جان چھڑانے کے لیے اس کو نمبر دیا اور خود کچھ دیر سونے کی کوشش کرنے لگی تو سنیعہ نے دوسرے نکالی اس کی ڈائری سے نمبر نوٹ کیا تو لمحہ بھر کے لیے چونکی اور

سٹنگ روم میں آ کر بیٹھ گئی اور نمبر ڈائل کرنے لگی۔ دوسری طرف ہوتی ٹرن ٹرن نے یہ تو ثابت کر دیا کہ اب بھی یہ نمبر آن ہے۔ ابھی وہ آف کا بٹن پش کرنے ہی لگی تھی کہ ائرپیس سے بھاری آواز میں ابھرتی "ہیلو" نے اس کو بوکھلا دیا۔
"جج...... جی...... ہیلو...... کون بول رہا ہے۔" سنیعہ نے ہمت کر کے پوچھا۔
"آپ کو کس سے بات کرنی ہے؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا تو لمحہ بھر کو سنیعہ چپ ہو گئی۔
"میں سنیعہ بات کر رہی ہوں اور مجھے......!"
"او اچھا یس بات کریں۔" دوسرے پل اس کی بات کاٹ کر وہ اس کو حیران کر گیا اور پھر جس نے ہیلو کہا اس سے سنیعہ کو زمین و آسمان گھومتے محسوس ہوئے۔ ہر چیز واضح ہوتی چلی گئی اور آخر میں ایک اطمینان لیے اس نے فون بند کر دیا۔ فجر کی نماز کا ٹائم بھی ہو رہا تھا تو اس نے مما کو اٹھایا۔ اہل کو بھی جگانے کمرے میں آئی تو وہ پرسکون نیند سو رہی تھی نجانے کتنے عرصہ بعد سنیعہ نے اس کو یوں سوتے دیکھا تھا۔
"اب میں تمہیں کبھی اداس نہیں ہونے دوں گی۔ تمہارے حصے کی خوشیاں تمہارے لیے حاصل کر کے رہوں گی۔ یہ تمہاری بہن کا وعدہ ہے تم سے۔" سنیعہ خود کلامی کرتی اس کو آواز دینے لگی تو دوسرے ہی لمحے وہ جاگ چکی تھی۔
"چلو میڈم نماز کا ٹائم ہو گیا ہے۔" سنیعہ شوخ آواز میں بولی اور باہر کی طرف بڑھنے لگی۔
"سنو۔"
"ہاں؟" اہل کی آواز پر وہ پلٹی جانتی تھی کہ کیا پوچھے گی لیکن وہ پوچھے یہ وہ چاہتی تھی اس لیے خود کچھ نہیں بتایا۔
"وہ...... کال ہوئی کہ نہیں؟" اہل جھجکتے ہوئے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھ رہی تھی۔
"نہیں...... نمبر ناٹ ان یوز ہو گیا ہے۔" سنیعہ اس کے چہرے پر نظریں جمائے بولی تو وہ گہرا سانس لے کر رہ گئی لیکن اس کے بدلتے رنگوں کو سنیعہ نے بخوبی نوٹ کیا تھا۔
"ابھی اٹھو نا پھر صبح ہم نے شاپنگ کے لیے جانا ہے۔ ارم کی کال آئی تھی وہ بھی جائے گی تو ہم نے سوچا مل کر چلتے ہیں۔" سنیعہ اس کو بتاتی باہر نکل گئی تو اہل کا دل جیسے ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا کچھ دیر بیٹھی نجانے کیا سوچتی رہی پھر اٹھ کر ناشتا کرنے کے لیے کچن کی طرف چل دی۔

❁......❁......❁

"بھائی مبارک ہو۔" وہ گھر میں داخل ہوا تو سیدھا کچن کی

طرف بڑھ گیا جہاں چولہے کے سامنے کھڑی ارم چہک کر بولی۔
"کیوں کیا ہوا؟" وصی شرٹ کے بازو فولڈ کرتے ہوئے حیرت سے بولا۔
"ہم نے بھابی ڈھونڈ لی ہے اور ان لوگوں نے ہاں بھی کر دی ہے۔"
"کیا......؟" اسے لگا کوئی بم پھٹا ہو۔
"اتنی جلدی کیا وہ میرے ہی انتظار میں بیٹھی ہوئی تھی۔" وصی مذاق اڑانے لگا۔
"کچھ یوں ہی سمجھ لیں۔" ارم شرارت سے بولی۔
"اور ویسے بھی میرے بھائی میں کون سی کمی ہے جو وہ نا کرتے؟"
"ہاں کمی تو واقعی کوئی نہیں ہے۔" وصی اتراتے ہوئے بولا۔
"لیکن اتنی جلدی ہاں کرنے کے پیچھے کیا راز ہے؟ کہیں لڑکی کا دماغی توازن تو نہیں خراب‘ انہوں نے شکر کیا کہ کوئی رشتہ آیا اور فٹافٹ ہاں کر دی۔" اب کے وصی اس کو چھیڑ رہا تھا۔
"دیکھیں بھائی خبردار جو آپ نے بھابی کے بارے میں ایک لفظ بھی کہا وہ تو اتنی اچھی ہیں کہ آپ بھی اپنی بہن اور مما کی پسند کی داد دو گے۔" سالن کو ڈش میں نکالتے ہوئے وہ اچھے خاصے لڑاکا انداز میں بولی تو وصی سنجیدگی سے اس کو دیکھنے لگا۔
"مما آپ ہی بتاؤ بھائی کو بھابی کے بارے میں۔" آمنہ وضو کر کے کچن میں داخل ہوئیں تو ارم نے ان کو گواہ بنانے میں ایک سیکنڈ نہ لگایا۔
"ہاں بس...... بس مجھے پتا ہے وہ یقیناً اچھی ہوگی مجھے اپنی پیاری سی بہنا اور مما پر بھروسہ ہے زیادہ سین کرایٹ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" وصی مسکراتے ہوئے بولا۔
"ہاں بیٹا! ماشاء اللہ اچھی فیملی ہے‘ بس اب تھوڑی تیاری کرنی باقی ہے پھر جیسے تم نے کہا تھا تو کچھ دن تک منگنی کی رسم کر دیتے ہیں۔" آمنہ کھانے کی چیزیں ڈائننگ ٹیبل پر رکھتے ہوئے بول رہی تھیں۔
"ٹھیک ہے مما جیسے آپ لوگ مناسب سمجھیں۔" پلیٹ اٹھاتے وصی سنجیدگی سے بولا تو آمنہ نے ارم کی طرف دیکھا۔
"فکر نہیں کریں مما بھائی خوش ہوں گے۔" ارم نے اشارے سے ان کو مطمئن کرنا چاہا تو وہ آہ بھر کر رہ گئیں۔
"مما‘ بابا کب تک پہنچ رہے ہیں؟ کافی ٹائم نہیں ہو گیا؟" وصی نے کلاک کی طرف دیکھتے ہوئے آمنہ سے پوچھا۔
"بابا تو کافی ٹائم پہلے آ گئے تھے ریسٹ کر رہے ہیں۔" ارم بولی تو وصی سر اثبات میں ہلاتا اپنے لیے سالن ڈالنے لگا۔

"بھائی صبح ہم نے شاپنگ کے لیے جانا ہے کیا آپ ہمارے ساتھ چل سکتے ہیں؟" کھانا کھا کر فارغ ہونے کے بعد وصی اٹھنے لگا تو ارم کو یاد آیا۔
"کون کون جا رہا ہے؟" وصی نے گلاس میں جوس ڈال کر پوچھا۔
"مما نہیں جا رہی ہیں تو میں نے سنی اور اس کی سسٹر کو بولا تھا کہ ساتھ چلیں اور اب آپ کو بھی دعوت دے رہی ہوں۔" ارم مسکراتے ہوئے بولی۔
"اور یہ دعوت کس خوشی میں دی جا رہی ہے؟"
"میرے بھائی کی بات پکی ہونے کی خوشی میں۔" ارم شرارت سے اس کو تنگ کرتے ہوئے بولی۔
"تو تم لوگ جاؤ نا میں کیا کروں گا ساتھ جا کر ویسے اس دعوت میں تمہاری بھابی کیوں نہیں انوائیٹڈ؟" وصی کو واقعی حیرت ہوئی کہ ارم اس لڑکی کو کیوں نہیں ساتھ لے کر جا رہی۔
"اوہو بھائی‘ ابھی سے بھابی کی سائیڈ لے رہے ہیں ویسے آپ کہو تو ان کو بھی ساتھ لے چلتے ہیں۔ مجھے تو کوئی اعتراض نہیں۔" ارم کا قہقہہ بلند ہوا اور وہ اس کو تپانے لگی۔
"مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں‘ رہنے دو‘ کوئی شوق نہیں۔" وصی بے پروائی سے بولتا اپنے کمرے کی طرف بڑھا تو ارم کے چہرے پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی۔

❁......❁......❁

"یار میں ساتھ جا کر کیا کروں گی؟" وہ لیٹے لیٹے کسلمندی سے بولی۔
"کیا مطلب‘ ساتھ جا کر کیا کرو گی۔" چلو اٹھو جلدی سے تیار ہو ارم انتظار کر رہی ہوگی۔" سنیعہ جو آئرن اسٹینڈ کے سامنے کھڑی تھی فوراً پلٹی تھی۔
"لیکن میں......!" وہ اسی اکتاہٹ میں بولی۔
"دیکھو امل اب اگر ایک لفظ بھی مزید کہا تو تجھی کی لڑائی ہو جائے گی۔" سنیعہ اس کی بات پوری سننے کی متمنی نہ تھی۔
"میں نے تمہارے کپڑے ہینگر کر دیے ہیں جلدی سے اٹھو اور فریش ہو کر چینج کرو۔" سنیعہ ہمیشہ اس پر ایسے ہی رعب جماتی تھی جیسے وہ کوئی چھوٹی بچی اور سنیعہ خود بہت بڑی ہے۔ اس کو غصہ تو لیکن اس کے باوجود اس کی ان دھمکیوں سے جھلکتے پیار سے وہ محظوظ ہوتی تھی۔
"بلیک! بس فائنل ہو گیا یہ میرا فیورٹ کلر ہے اور پہلی بار قریب سے میں آپ کو اس کلر میں دیکھنا چاہتا ہوں۔" نجانے کہاں سے یہ آواز ابھری تھی۔ جو اس کے حواسوں پر سوار ہونے لگی۔

"مم...... میں یہ نہیں پہن رہی ہوں۔" بلیک ٹراؤزر سوٹ پر سلور نفیس سا کام اس کی سادگی کو نمایاں کر رہا تھا۔ بلاشبہ وہ بہت ہی زبردست لگ رہا تھا۔
"کیوں......؟" سنیعہ نے پلٹ کر پوچھا۔
"یہ بہت بھاری سوٹ ہے ہم شاپنگ پر جا رہے ہیں شادی میں نہیں اور تم تو جانتی ہو کہ میں بلیک نہیں پہنتی۔" وہ بے بسی سے دوبارہ بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔
"تم اپنے یہ اصول اپنے پاس رکھو‘ ہم شاپنگ کے لیے ہی جا رہے ہیں میڈم آپ کی شادی کی شاپنگ‘ میرے ساتھ ارم بھی ہوگی اس کو بھی پتا چلنا چاہیے کہ ہم خوش ہیں‘ تم خوش ہو۔" سنیعہ کی زبردستی کے آگے وہ ہمیشہ بے بس ہو کر ہتھیار ڈال دیتی تھی لیکن آج یہ بلیک سوٹ پہننے کا دل نہیں کر رہا تھا۔
"سنیعہ ...... میں کوئی اور سوٹ پہن لیتی ہوں......!" وہ اس کو اٹھا کر وارڈ روب کی طرف بڑھنے لگی۔
"ٹھیک ہے ہم نہیں جا رہے۔" سنیعہ روٹھتی ہوئی استری کا بٹن آف کرتے ہوئے بولی۔
امل نے پلٹ کر اس کو دیکھا اور وہیں سے واش روم کی طرف پلٹ گئی۔ آج پھر وہ آنکھوں میں لگے کاجل کی موٹی تہہ سے اپنی آنکھوں سے جھانکتے خوابوں کو ڈھانپ رہی تھی۔ تیار ہو کر پلٹی تو چہرے پر مسکراہٹ گو کہ سوگوار تھی لیکن اس کو دلکش بنا رہی تھی۔
"واہ...... زبردست اب لگا نا کہ شادی کی شاپنگ کے لیے جا رہی ہو۔" سنیعہ اس کو چھیڑتے ہوئے بولی۔
"میں بھی تیار ہو جاؤں پھر ارم آتی ہوگی۔"
"ٹھیک ہے تم تیار ہو میں مما کے پاس ہوں دیکھوں کیا کر رہی ہیں۔" امل کہتی کمرے سے باہر نکل گئی اور سنیعہ تیار ہونے لگی۔
"چلو امل۔" کچھ دیر بعد سنیعہ کمرے میں جھانکتی اس کو بلا رہی تھی جہاں امل بیٹھی رضیہ سے گپیں لگا رہی تھی۔
"آ گئی ہے ارم؟"
"نہیں اس کا میسج آیا ہے کہ ہم نکلیں گھر سے وہ بس آ رہی ہے۔"
"اچھا مما! ہم جا رہے ہیں۔" امل نے رضیہ کو بتایا اور ان سے پیار لیتی باہر نکل آئیں۔
"آرام سے جانا اور اچھی سی شاپنگ کرنا۔" رضیہ نصیحت کرنا نہ بھولی تھیں۔
"ہاں ہاں مما آپ فکر نہ کریں سنیعہ کے ہوتے شاپنگ اچھی نہ ہو یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے؟" سنیعہ شوخی سے اتراتے ہوئے بولی تو رضیہ کے ساتھ ساتھ امل بھی مسکرا دی۔
"واقعی یہ تو سچ ہے۔" امل سوچ کر رہ گئی اور سنیعہ کے پیچھے پیچھے چل دی۔

❁......❁......❁

"بھائی...... بھائی کہاں ہیں آپ؟" ارم بے چینی سے ٹہلتی ہوئی وصی کو آوازیں دے رہی تھی۔
"کیا ہوا ہے ارم کیوں چلا رہی ہو؟" وہ تو نہیں بولا لیکن آمنہ بول اٹھیں۔
"مما! دیکھیں نا کتنی دیر سے بھائی کو آوازیں دے رہی ہوں بولا بھی تھا کہ جلدی کریں سنیعہ ویٹ کر رہی ہوگی لیکن ان کی تیاری ہی ختم ہونے میں نہیں آ رہی اور اب بول بھی نہیں رہے۔" ارم کا موڈ آف ہو چکا تھا۔
"چینج کر رہا ہوگا آتا ہی ہوگا۔ اتنی جلدی کیا ہے جو شور مچا رہی ہو۔"
"وہ تو کرتے ہی ایسے ہیں اور آپ بس انہی کی سائیڈ لینا کبھی یہ بھی سمجھ لیا کریں میں بھی صحیح کہہ رہی ہوں۔" ارم جھنجلائی ہوئی بولی۔
"کتنی بار کہا ہے صبر سے کام لیا کرو ہر وقت ہوا کے گھوڑے پر سوار رہنا لڑکیوں کو زیب نہیں دیتا۔" آمنہ پھر اس کو سمجھانے لگی تھیں۔
"مما پلیز دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی اور آپ ابھی تک وہی پرانی باتیں لیے بیٹھی ہو بھائی آپ آؤ گے کہ میں چلی جاؤں خود ہی۔" ارم جھنجلائی ہوئی بولی۔
"بدتمیزی سے بات کرنا کہاں سے سیکھ لیا؟" آمنہ کو اس کے رویے نے حیرت میں ڈالا تھا۔
"سوری مما۔" وہ ان کے گلے میں بانہیں ڈال کر لاڈ کرنے لگی۔
"میں کبھی بدتمیزی سے بات نہیں کرتی وہ بھائی نے سارا موڈ آف کر دیا اوپر سے آپ بھی انہی کی سائیڈ لے رہی ہیں تو ایسے بول گئی۔ رئیلی سوری مما۔" وہ ان کے کندھے پر سر رکھ کر بول رہی تھی۔
"کیا بات ہے ماں بیٹی میں بڑے لاڈ ہو رہے ہیں۔" وصی ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو ان کو چھیڑنے لگا۔
"شکر ہے آپ کو فرصت تو ملی‘ اب چلیں۔" ارم اٹھتے ہوئے طنزیہ لہجے میں بولی تو وہ ہنس پڑا۔
"سوری ایک دو کالز کرنی تھیں۔" وصی وضاحت کرتا گاڑی کی چابیاں اٹھانے لگا۔
"واؤ بھائی لکنگ کول......!" ارم اس کو دیکھتے ہوئے چھیڑنے لگی جو بلیک جینز اور وائٹ ٹی شرٹ میں بہت ہینڈسم لگ رہا تھا۔ وہ بس مسکرا کر رہ گیا۔

اکھاں چھم چھم وسیاں
دلاں دیاں گلاں دلاں وچ رہ گئی نے

نہ تو بوچھیاں نہ دسیاں
اکھاں چھم چھم وسیاں

گاڑی میں بیٹھتے ہی ٹینا ثانی کی پرسوز آواز گونجی۔

"اف بھائی اس کو بند کرو میرا موڈ اتنا خوشگوار ہے یہ خواہ مخواہ سیڈ کردے گی۔" ارم ہنستے ہوئے بولی اور ساتھ ہی اسٹاپ کا بٹن پش کردیا تو وصی بس اس کو دیکھ کر رہ گیا۔

تو نہ جادوں پاس چنا کی اے ساڈے پاس وے
دن وی اداس ساڈے راتاں وی اداس وے
لٹ گیا چین ساڈا رس گے ہاسے وے
خوشیاں نے دور نسیاں ہائے اکھاں چھم چھم وسیاں

دوسرے پل اسٹیئرنگ ویل تھپتھپاتے ہوئے وصی نے گنگنانا شروع کیا۔

"بھائی......!" ارم چیخ اٹھی تو اس کا قہقہہ بلند ہوا۔

"اف بھائی آپ کو یہ سارا یاد ہے؟" ارم حیرت سے اس کو دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔ تو وہ کندھے اچکا کر رہ گیا۔

"بھائی رکیں......رکیں۔" ارم چیخی تو اس نے یکدم بریک لگائی ٹائر چرچرانے کی آواز پر روڈ کی سائیڈ پر کھڑیں وہ دونوں ہی دہل گئیں۔

"کیا ہوا؟" وصی نے جلدی سے انڈیکیٹر آن کیا اور روڈ کی سائیڈ پر رک گیا۔

"وہ سنی اور اس کی سسٹر ہمارا ویٹ کررہی ہیں۔ ہم آگے نہ نکل آئیں اس لیے رکنے کو بولا۔" ارم ونڈو سے باہر دیکھتے ہوئے بولی تو وصی کا پارہ چڑھ گیا۔

"حد ہوتی ہے آرام سے نہیں بول سکتی تھی یہ کوئی طریقہ ہے؟" وہ اچھے خاصے رعب سے بولا۔

"سوری اب ذرا اچھے سے بی ہیو کرنا اس دن تو سنی کو منا لیا تھا کہ آپ سوری بولو گے تو سب ٹھیک ہوگیا۔ آج اس کی سسٹر بھی ہیں ساتھ تو اب میری ناک نہ کٹوا دینا۔" ارم اس کو سمجھاتے ہوئے بولی تو وہ اسے گھور کے رہ گیا۔

"شش......سنی اور اس کی سسٹر آگئی ہیں۔" ارم ڈور کھول کر ان کو ریسیو کرنے لگی تو احتراماً وصی بھی ڈور کھول کر باہر نکل آیا۔ ارم اور سنی ہنس رہی تھیں، وصی نے اس کو سلام کیا تو سنی کی اوٹ میں کھڑی اہل نے آگے ہوکر دیکھا تو جہاں وصی کے پیروں تلے زمین سرکی تھی تو وہیں اہل کو بھی آسمان گھومتا ہوا محسوس ہوا۔ زبردست چکر آیا پاس کھڑی سنی اہل کو نہ تھام لیتی تو یقیناً زمین دوز ہوچکی ہوتی۔

"کیا ہوا اہل!" سنی نے اس کے زرد پڑتے چہرے کی طرف دیکھتے فکرمندی سے پوچھا۔ جو ایک ہاتھ سے سر تھامے اور دوسرے سے اس کو پکڑے کھڑی تھی۔ ارم بھی پریشان ہوئی وصی گنگ کھڑا سب دیکھ رہا تھا۔

"گاڑی میں تو بیٹھو یوں رستے میں کھڑا ہونا صحیح نہیں لگ رہا ہے۔" ارم نے سنی اور اہل کے لیے ڈور کھولا۔

"نن......نہیں تم لوگ جاؤ میری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی میں گھر جاتی ہوں۔" اہل بوکھلائی سی بولی۔

"نہیں......نہیں گھر کیوں جائیں گی ابھی ٹھیک ہوجائیں گی بھائی پلیز پانی کی بوتل لادیں گے اہل کی طبیعت خراب لگ رہی ہے۔" ارم تیزی سے بولی اور ان کو اندر بٹھانے لگی تو وصی ایک نظر ان کو دیکھ کر اسٹاپ کی طرف بڑھ گیا۔

"ہوا کیا ہے؟" ارم سنی سے پوچھ رہی تھی جو اہل کے ماتھے پر سے پسینہ صاف کرتے فکرمند نظر آرہی تھی۔

"پتا نہیں گھر سے نکلنے تک اچھی بھلی تھی ابھی ہی کچھ ہوا ہے۔" سنیعہ ارم کی طرف دیکھتی کہنے لگی۔

"یہ لو پانی پیو کوئی بات نہیں، ابھی ٹھیک ہوجائے گی۔" ارم پانی کی بوتل وصی کے ہاتھ سے لے کر اس کی طرف بڑھاتی بول رہی تھی۔ وصی کی تو گویا قوت گویائی ہی سلب ہوچکی تھی۔ چھ سال بعد وہ اسے اب ملی جب......! بیک ویو مرر سے اس کے زرد پڑتے چہرے پر نظر پڑی تو دل بے قرار ہوگیا۔ شدت سے خواہش جاگی کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو یہاں سے کہیں دور لے جائے، ماتھے پر آئے بالوں کو پیچھے کرکے سرد آہ بھری تو ارم نے چونک کر اس کو دیکھا۔

"آپ کو کیا ہوا؟" وہ اشارے سے بولی تو وہ کندھے اچکا کر رہ گیا۔

"چلیں اب۔" وصی دوبارہ گاڑی اسٹارٹ کرتے پوچھنے لگا۔

"ہاں چلیں، اہل اب بہتر ہے۔" سنی نے جواب دیا تو اس کی نظر بے اختیار بیک ویو مرر پر جا ٹھہری۔ اسی لمحے اہل نے بھی نظریں اٹھائیں وہ تڑپ کر رہ گیا کیا کچھ نہ تھا اس کی آنکھوں میں۔ شکایتیں، ویرانی، خاموشی اور پانیوں سے بھری خاموش آنکھیں اس کا چین چھین کر لے گئیں وہ خاموشی سے ڈرائیو کرتا جا رہا تھا اور ذہن مسلسل کہیں اور بھٹکولے کھا رہا تھا۔ غائب دماغی جب بڑھنے لگی تو ہاتھ اور پاؤں بے جان ہوگئے۔

"بھائی بریک، بریک آگے دیکھیں کیا کر رہے ہیں۔" ریڈ لائٹس تھیں اور وہ اسی اسپیڈ سے گاڑی چلا رہا تھا ارم چیخی تو وہ الرٹ ہوگیا سنیعہ اور اہل نے بھی رکے سانس خارج کیے۔

"اف بھائی ڈرا دیا۔" ارم واقعی ڈر گئی تھی۔ کچھ لمحوں کے لیے گاڑی میں مکمل سناٹا پھیلا رہا۔ اہل اور وصی دل ہی دل میں ایک دوسرے سے ہم کلام تھے۔ اپنی اپنی دعاؤں کے قبول ہونے پر حیران تھے اور وقت کے بدل جانے پر افسردہ بھی ہو رہے تھے۔ ارم کسی انہونی کے ڈر سے خاموش تھی اور سنیعہ بھی دبکی بیٹھی تھی۔

"سنی پتا ہے بھائی ہمیشہ ایسے ہی نجانے کس کے خیالوں میں کھوئے ہوئے ڈرائیونگ کرتے ہیں۔" ارم نے اس خاموشی کو توڑا اور ہمیشہ کی طرح چہکتی ہوئی اس کو چھیڑنے لگی۔

"اور ریٹلی بھائی؟" سنیعہ اس کی شرارت میں شامل ہوکر وہی سے پوچھنے لگی تو اس نے خونخوار نظروں سے ارم کو گھورا تو وہ ہنستی چلی گئی۔

"سنیعہ تم بھائی کے گھورنے کو مائنڈ نہ کرنا جب بھی یہ ناشتا کرکے نا آئیں نا ایسے ہی گھورتے رہتے ہیں۔" ارم پر اثر نہ ہوا جانتی تھی کہ ان دونوں کی موجودگی میں وہ صرف گھور ہی سکتے ہیں۔ اس لیے شیرنی بنی ہوئی تھی۔ سنیعہ کے چہرے پر بھی شریر مسکان ابھر رہی تھی۔

"بھائی آپ کو پتا ہے اہل کی بھی شادی ہو رہی ہے۔" ارم نے گویا بم پھوڑا۔ بے اختیار اس کا پاؤں بریک پر جا لگا۔ بیچ سڑک پر اتنی ہارش بریک وہ تینوں ہی دہل گئیں پچھلی گاڑی نے ہارن بجایا تو وہ آگے بڑھا۔

"آج کیسی ڈرائیونگ کر رہے ہیں بھائی کیا ہوا؟ طبیعت ٹھیک ہے آپ کی؟" ارم فکرمندی سے اس کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"کچھ نہیں ہاں ٹھیک ہوں، کب ہے ان کی شادی؟" وصی بیک ویو مرر سے اس کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"ڈیٹ ابھی فائنل نہیں ہوئی لیکن جلد ہی......!" سنیعہ نے جواب دیا تو وہ سر اثبات میں ہلاتا خاموش رہا۔

"سنی پتا ہے میں بھابی کو بھی ساتھ لانے والی تھی بھائی کا بھی دل تھا کہ وہ ساتھ آئیں۔" ارم اب اس کو چھیڑنے لگی۔

"اچھا تو کیوں نہیں لائیں پھر۔" سنی اور ارم کی باتیں شروع ہوچکی تھی۔ وہ دونوں ہی اپنی اپنی جگہ چور بنے بیٹھے تھے۔

"میں نے سوچا شاید ان کو اچھا نہ لگے یہ نا سمجھیں کہ ہم کہاں کباب میں ہڈی بنی بیٹھی ہیں اس لیے ارادہ ملتوی کردیا تھا۔" ارم شرارت سے وصی کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تو وہ تپ ہی گیا۔

"ہڈی تو اب بھی بنی ہوئی ہو۔" بے اختیار ہی وہ بولا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟" ارم اس کی طرف مڑتی بولی۔

"اپنی یہ پٹر پٹر بند کرو تاکہ میں ڈرائیونگ پر دھیان دے سکوں۔" باتیں بنانا تو وہ خوب جانتا تھا فوراً بولا تو وہ چپ ہوگئی۔

"ٹھیک ہے تم لوگ جاؤ شاپنگ شروع کرو میں کچھ دیر یہیں انتظار کرتا ہوں۔"

"کیا ہوا؟" وہ تینوں ابھی تک گاڑی میں بیٹھی کسی سوچ وبچار میں گم تھیں۔

"ہاں بھائی وہ اہل کی طبیعت خراب ہو رہی ہے تو سنی اس کے ساتھ گاڑی میں رک رہی ہے تو میں آپ کے ساتھ جاؤں گی۔ یہ دونوں اہل کی طبیعت ٹھیک ہوتے ہی آجائیں گی۔"

ارم اسے بتانے لگی تو اس نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا جو زرد چہرے کے ساتھ آنکھیں بند کیے سیٹ سے سر لگائے بیٹھی تھی۔ ماتھے پر ان گنت سلوٹیں دل و دماغ کے اضطراب کو ظاہر کر رہی تھیں۔ اس کا دل جیسے کوئی مٹھی میں جکڑنے لگا ہو۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیسے اس سے بات کرے کیسے اس کو یقین دلائے کہ اس نے کوئی دھوکا نہیں دیا۔ بے وفائی نہیں کی وہ آج بھی اس کے لیے اتنا ہی بے قرار ہے جتنا آج سے چار سال پہلے تھا۔ کیسے اسے بتائے کہ آج بھی وہ اسی شدت سے صرف اسی کے ساتھ کا متمنی ہے؟ کیسے بتائے اسے؟

"چلیں بھائی؟" ارم کی آواز نے اس کو چونکا دیا تھا۔

"اگر......!" بالوں میں ہاتھ پھیرتا وہ نجانے کیا بولنے لگا تھا۔

"اگر ان کو کوئی اعتراض نہ ہو اعتبار ہو تو میں ادھر رک جاتا ہوں تم اور سنی چلی جاؤ ویسے بھی میں کیا شاپنگ کروں گا؟" وصی بات ختم کرکے ان کی طرف دیکھنے لگا۔ اہل نے بھی آنکھیں کھول کر دیکھا تھا۔ آج پھر اس کی آنکھوں میں التجا تھی ایک ملاقات کا ارمان تھا سنی اور ارم نے اہل کی طرف دیکھا۔

"اگر اہل ایزی ہوتی ہے تو یہ تو بیسٹ آئیڈیا ہے نا سنی، ہم شاپنگ کرلیں گے پھر بھائی اہل کو لے کر آجائیں گے۔" ارم نے منٹوں میں پروگرام ترتیب دیا اور کالر جھاڑا تو سنی ہنسنے لگی وصی نے بھی رسماً مسکرانا ضروری سمجھا تھا لیکن اس کا ہر ایک عضو اس کی ہاں سننے کے لیے مچل رہا تھا۔

"ٹھیک ہے اہل ایسے پھر؟ میں جاؤں تم وصی بھائی کے ساتھ آجانا۔" سنی اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھے اسے کہہ رہی تھی۔ اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو وہ بھی ادھر ہی متوجہ تھا۔ آنکھوں میں ہزاروں الجھنیں، منتیں لیے وہ سانس روکے اس کے جواب کا منتظر تھا۔ اس نے نجانے کیا سوچا اور سر اثبات میں ہلا دیا تو اس کے آگے پیچھے جیسے پھلجھڑیاں پھوٹ پڑی۔

"ٹھیک ہے بھائی ہم جاتی ہیں آپ پلیز ذرا کیئر فل رہنا اہل اتنی کونفیڈنٹ نہیں ہے یہ نا ہو......!" ارم نے بھائی کو سمجھانا ضروری سمجھا تو اس نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات سے ارم ہنستے ہوئے بات ادھوری چھوڑ کر سنی کے ساتھ ہولی۔

"بائے بھائی۔" ارم اور سنی گاڑی سے نکل کر شاپنگ مال کی طرف بڑھ گئیں۔ تو وہ کچھ دیر باہر ہی کھڑا رہا۔

کبھی کبھی ایک چھوٹی سی بات بھی ہمیں دوراہے پر لاکھڑا کردیتی ہے اور ہم فیصلہ نہیں کرپاتے کہ کیا کرنا ہمارے حق میں بہتر ہوگا۔ پل گزر رہے تھے اور وہ عجیب سی کیفیت میں گھرا گاڑی کے بونٹ پر ہاتھ ٹکائے کھڑا تھا۔ کار پارکنگ میں داخل ہوتی گاڑیاں، آگے پیچھے چلتے لوگ، وہ گاڑی کے اندر بیٹھ کر اس سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا اور اس کی طبیعت کی خرابی کے باعث کہیں جانا بھی آسان نہ تھا۔ کیا کرے وہ سمجھ نہیں پارہا تھا اندر وہ بھی کسی پتے کی طرح لرز رہی تھی۔ عجیب سے خوف نے اس کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا اور آخر ہمت جمع کرکے وہ گاڑی کا ڈور کھول کر اندر بیٹھا تو کتنے ہی معنی خیز پل بیت گئے وہ الفاظ کو ترتیب دیتا رہا اور وہ اپنی دھڑکنوں کو سنبھالتی رہی۔ وصی نے بیک ویو مرر سے اس کی طرف دیکھا جو نظریں جھکائے مٹھیاں جکڑے بیٹھی تھی۔ ایک مدھم مسکان اس کے چہرے پر ابھری۔

"اب کیسی طبیعت ہے؟" آخر ہمتیں جمع کرنے میں وہ کامیاب ہو ہی گیا تھا۔

"جج...... جی...... بہتر ہوں۔" دوپٹا ٹھیک کرتی وہ جھجک کر بولی تو اس کی مسکراہٹ گہری ہونے لگی۔ اہل نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور دوسرے ہی پل باہر دیکھنے لگی۔

"کہاں چلی گئی تھیں آپ؟ چار سال، آٹھ مہینے سترہ دن، کتنا ڈھونڈا آپ کو کچھ اندازہ ہے؟" وصی سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتا پوچھ رہا تھا۔ تو اس نے چونک کر اس کو دیکھا۔

"کیا......!" اہل نے نظریں باہر سے ہٹا کر اس کی طرف رخ کیا۔

"میں...... میں کہاں چلی گئی تھیں؟" دایاں ہاتھ سینے پر رکھے پیشانی پر لاتعداد سلوٹیں لیے وہ یہ الزام سہہ نہ سکی تو تیز لہجے میں بولی۔

"میں نے بہت تلاش کیا تھا آپ کو ہر جگہ ڈھونڈا تھا وہاں بھی گیا جہاں آپ کام کرتی تھیں۔ انہوں نے آپ کا کونٹیکٹ نمبر دینے سے انکار کردیا تھا۔ میں نے مہینوں سالوں وہاں کے چکر لگائے لیکن آپ پھر وہاں نظر نہ آئیں۔" وصی نے نظریں ونڈ اسکرین پر جمائے انکشاف کیا۔

"کک...... کب...... کب ڈھونڈتے رہے آپ؟ بولیں نا...... کب ڈھونڈا آپ نے؟ آپ کا نمبر کیوں بند ہوا تھا چھ مہینے تک میں نے آپ کا انتظار کیا ہر ہر پل۔ میسج سینڈ کیے، ہر ایک منٹ میں کال کرتی لیکن آپ کا نمبر مسلسل آف تھا آپ سنیعہ سے پوچھ لیں بہت زیادہ انتظار کے بعد پھر میں لندن چلی گئی اور پھر......!" بولتے بولتے اس کی آواز جیسے بھیگنے لگی تو وصی نے بے اختیار پلٹ کر دیکھا۔ پانیوں سے بھری آنکھیں اس کو مزید بے چین کرگئی تھیں۔

"مجھے کسی کی گواہی کی ضرورت نہیں، میں جانتا ہوں آپ سچ کہہ رہی ہیں۔" اس کے یقین نے اسے مطمئن کردیا۔ وہ آنسو صاف کرتی اس کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پر پھیلا اضطراب، بے چینی واضح نظر آرہی تھی وصی نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے ان سوالوں کو پڑھا تھا۔

"میں نے آپ کے ساتھ بے وفائی نہیں کی، آج بھی میں اتنی ہی شدت سے صرف اور صرف آپ کا ساتھ چاہتا ہوں ان گزرے سالوں میں ہر پل آپ کو یاد کیا آپ کو ڈھونڈا آپ کے مل جانے کی دعائیں مانگیں۔" سالوں بعد ایک بار پھر اسی گمبھیر لہجے میں بولتا اس کو اپنے حصار میں جکڑ رہا تھا۔ وہ مبہوت دھڑکتے دل کے ساتھ اس کو سنے جارہی تھی۔

"کیا...... کیا آپ نے میرے ملنے کی دعائیں مانگی تھیں؟" اس کی آنکھوں میں دیکھتے وہ اس سے پوچھنے لگا تو وہ جو ٹکٹکی باندھے اس کو دیکھ رہی تھی یکدم نظریں چرا کر دھڑکنوں کو سنبھالنے لگی۔

"بتائیں نا...... آپ مجھ پر اعتبار کرنے لگی تھیں نا؟" وہ اصرار کر رہا تھا مگر وہ خاموش تھی۔ کسی قسم کے اقرار سے گریزاں، یہ غلط ہے، احساس حاوی ہونے لگا۔ اس کی شادی طے ہوچکی ہے یہ حقیقت سامنے آگئی تو اس نے بے چینی سے پہلو بدل کر باہر دیکھا جہاں لوگ آجا رہے تھے۔ وہ مزید سکڑ کر بیٹھ گئی۔ تو وصی نے اس کی نظروں کا تعاقب کیا باہر آتے جاتے لوگوں کی نظریں ان کی گاڑی کی طرف بھی اٹھ رہی تھیں۔ وہ اس کی پریشانی سمجھ سکتا تھا۔ گہرا سانس لیا اور سیدھا ہوکر بیٹھا۔

"آپ کا نمبر کیوں آف تھا؟ کہاں تھے آپ؟" کچھ خاموش پل یوں بیت گئے تو اس نے پھر وہی سوال دہرائے۔

"میں تو آپ کا نام تک نہیں جانتا، آپ کو اتنا اعتبار تھا کہ اپنا کونٹیکٹ نمبر تو دیتی۔" اس کے سوالوں کو نظر انداز کرتا وہ اپنی ہی کہے جا رہا تھا اور وہ گنگ بیٹھی اس کی کتھا سن رہی تھی۔

"میں بس آپ کا انتظار کرتا رہا۔ دن، ہفتے، مہینے گزرے جب کوئی امید نظر نہ آئی تو میں نے بھی چپ سادھ لی آپ کا انتظار ختم کیا۔ آپ کو بھولنے کی کوشش کرنے لگا لیکن کامیاب نہ ہوسکا۔ آپ کی ایک دھندلی سی تصویر میں نے لی تھی۔" وہ سامنے دیکھتا کھوئے ہوئے لہجے میں بولتا جا رہا تھا اور اہل اس کی پشت کو گھورتے اس کو سنے جا رہی تھی۔

"اگر آپ کی طبیعت ٹھیک ہے تو یہاں پاس ہی کیفے ہے وہاں چل سکتی ہیں؟" یکدم وہ پلٹ کر اس سے پوچھنے لگا تو وہ ہچکچائی اور سر اثبات میں ہلا دیا کہ وہ بھی وہاں ایزی نہیں تھی۔

"اب بتائیں آپ کا نمبر کیوں آف تھا؟" وہ کیفے میں کارنر ٹیبل پر آ کر بیٹھے۔ وہ اس کے فیورٹ چاکلیٹ مفن، کافی اور بسکٹ لے کر آیا تو حیرت سے ٹرے کو دیکھتے ہوئے پھر سے پوچھنے لگی۔

"آپ ریلیکس رہیں سب کلیئر کرنے کے لیے ہی میں آپ کے ساتھ رکا تھا۔" وصی اس کے چہرے پر پھیلی بدحواسی کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"میں نے ارم کو بتادیا ہے کہ ہم کیفے میں ہیں جب وہ فری ہوں تو بتائیں ہم پہنچ جائیں گے۔" وصی مسکراتے ہوئے اس کو نظروں کے حصار میں لیتے بتانے لگا وہ پزل ہوتی ادھر اُدھر دیکھنے لگی تو اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہونے لگی۔

"تھینک یو۔" ٹرے سے کافی کا مگ اٹھاتے وصی نے کہا تو وہ اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"میری ایک خواہش پوری کی آپ نے۔" کافی کا سپ لیتے اس کی آنکھوں میں دیکھتے وہ بولا۔

"سوری مجھے نہیں پتا آپ کیا بات کر رہے ہیں۔" وہ اس کی نظروں کی گہرائی سے گھبرا رہی تھی۔

"بلیک کلر میرا فیورٹ ہے میری خواہش تھی کہ میں جب آپ کو پہلی بار قریب سے دیکھوں تو آپ نے بلیک کلر پہنا ہوا ہو۔" وہ کافی کا مگ ٹیبل پر رکھتے ہوئے بازو ٹیبل پر ٹکا کر بولا تو اہل جو پہلے ہی آگے ہوکے بیٹھی تھی اس کی مسکراتی آنکھوں کو دیکھتے یکدم پیچھے ہوکر بیٹھ گئی۔ وہ اپنا قہقہہ روک نہ سکا۔

"آپ کا نام کیا ہے؟" وصی اس کے گریز کو سمجھ رہا تھا لیکن پھر بھی اس کو تنگ کر رہا تھا۔ اس کے ڈر کو ختم کرنے کے لیے اس کو اپنا موڈ چینج کرنا پڑا تاکہ اس کا خیال کسی اور طرف نہ جائے۔

"آپ جان تو گئے ہیں میرا نام۔" وہ نظریں جھکائے مدھم لہجے میں بولی۔

"میں نے دھیان نہیں دیا تھا آپ خود بتاؤ آپ کا نام کیا ہے یا آپ یہ چاہتی ہیں کہ ہمیشہ آپ کو "میری ریپنزل" ہی کہتا رہوں۔" سنجیدگی سے کہتا وہ آخر میں شرارت سے بولا۔

"نن...... نہیں...... میری شادی طے ہوچکی ہے اور میں آپ کی......!" اہل بے دھیانی میں بولنے لگی۔

"اب چلنا چاہیے۔" ہاتھ مروڑتی اہل بے چین سی ہوکر بولی۔

"آپ کو آج بھی جانے کی جلدی ہے۔" وصی سنجیدگی سے بولا تو وہ بس اس کو دیکھ کر رہ گئی۔

"آپ......!" وہ الفاظ کو ترتیب نہیں دے پارہی تھی اور وہ یک ٹک اس کو دیکھے جا رہا تھا جس نے اس کے اعتماد کو ڈانواڈول کر رکھا تھا۔ وہ بھی سمجھ رہا تھا لیکن بے بس تھا۔

"آپ بتائیں آپ کا نمبر کیوں آف ہوگیا تھا...... پھر چلنا ہے۔"

صدف خالد

السلام علیکم! میرا نام صدف خالد ہے، 2 فروری 1988ء کو اتوار کی صبح اس دنیا میں آنکھ کھولی۔ راؤ فیملی سے تعلق رکھتی ہوں، پانچ بہن بھائی ہیں جن میں میرا نمبر دوسرا ہے۔ امی گھریلو خاتون ہیں اور بچوں کو قرآن پاک پڑھاتی ہیں میری بڑی بہن ساجدہ شادی شدہ ہیں اور ایک پیارے سے بیٹے کی ماما ہیں میرے کیوٹ سے بھانجے کا نام محمد عبید ہے جو ماشاء اللہ بہت پیارا ہے۔ دوسرا نمبر عابد دولت کا ہے، ٹیچنگ کے شعبے سے وابستہ ہوں پھر میرا بڑا بھائی مستنصر ہے جو پنجاب پولیس میں ہے پھر مبشر ہے جو تا حال جاب لیس ہے، سب سے چھوٹی میری بہن کوکب خالد ہے جو ایف ایس سی کی طالبہ تھی لیکن گزشتہ تین سال سے بیمار ہے، تمام قارئین اس کی تندرستی کی دعا کریں۔ سارا دن چونکہ پڑھانے میں گزر جاتا ہے تو کام وام تو کرتی نہیں میں، امی ہی کرتی ہیں۔ اب آتے ہیں خوبیوں اور خامیوں کی طرف تو سب کہتے ہیں خامیاں ہی خامیاں ہیں، خوبی ہے ہی نہیں تو لکھوں کیا ہاں بس سب سے خوش اخلاقی سے بولتی اور ملتی ہوں۔ مجھے شلوار قمیص اور بڑا سا دوپٹہ پسند ہے اور ساڑھی پہننا بھی۔ ہائی ہیل کی سینڈل، کانچ کی چوڑیاں اور ہاتھوں پر مہندی بہت پسند ہے۔ جیولری میں پائل اور جھمکے بہت پسند ہیں، فیورٹ کلرز سفید اور گلابی۔ فیورٹ شاعر علامہ اقبال اور مرزا غالب ہیں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قائد اعظم میرے آئیڈیل ہیں۔ اردو ادب سے بہت لگاؤ رکھتی ہوں، میری امی کہتی ہیں سارا دن کتابیں پڑھا لو اس سے بالکل نہیں تھکے گی۔ فیورٹ رائٹرز میں نازیہ آپی، کنیز نبوی، سمیرا شریف طور، عمیرہ احمد اور شازیہ چوہدری (مرحومہ) شروع سے ہی فیورٹ رہی ہیں۔ پسندیدہ کتاب "عشق کا عین، عشق کا شین" اور کھلاڑی، علی پور کا ایلی اور الکھ نگری ممتاز مفتی صاحب کی اور قدرت اللہ شہاب کا شہاب نامہ ہیں (فہرست لمبی ہوگئی نا) خیر کوئی بات نہیں۔ جس سے ملتی ہوں اس کو دوست بنا لیتی ہوں، سو سب ہی اچھے لگتے ہیں، تمام قارئین بہنوں سے مل کر بھی بہت اچھا لگتا ہے۔ (بور کردیا نا) آنچل ہمیشہ دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرے اس دعا کے ساتھ رخصتی چاہتی ہوں دعاؤں میں یاد رکھیے گا آپ کی آراء کی منتظر رہوں گی، شکریہ۔

"پہلے آپ بتائیں کیا آپ مجھ پر اعتبار کرنے لگی تھیں؟" وہ اسی پوزیشن میں بیٹھا پھر سے اس کو لاجواب کرنے لگا تھا۔

"اس کا جواب دینا ضروری نہیں رہا۔" وہ تیز لہجے میں بولی۔

"اوکے چلیں پھر۔" وہ اٹھتے ہوئے بولا تو وہ اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"آج ہم دونوں کے لیے کسی بھی بات کا جواب جاننا ضروری نہیں۔ آپ کی شادی طے ہے اور میری بھی تو اب پرانی باتوں میں الجھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولتا اس کو دہلا گیا۔

"نن...... نہیں رکیں۔" وصی نے قدم بڑھائے تو وہ بے اختیار اس کو پکار بیٹھی۔ وہ پلٹا لیکن بولا کچھ نہیں۔

"پلیز...... سب کلیئر کر کے جائیں آج کے بعد ہمیں بات کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ میں ہمیشہ گلٹ میں رہوں گی کہ میں نے غلط انسان...... پر...... اعتبار کیا تھا......!" کرسی پر بیٹھتے ہی وہ اضطرابی سے پہلو بدلتے، ہاتھ مروڑتے، بھیگی آواز میں اتنا بڑا اقرار کر گئی تھی۔ وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔ تو وہ یکدم پیچھے ہٹی۔

"میں غلط نہیں رپنزل میں نے سچے دل سے آپ کو چاہا تھا، چاہتا ہوں اور ہمیشہ چاہتا رہوں گا۔"

"آپ اپنا نام بتائیں۔" وصی اس کے گھبرائے چہرے پر نظریں جمائے پھر پوچھنے لگا۔

"اہل وجاہت۔" وہ بمشکل بولی تھی۔

"اہل...... میں تو رپنزل ہی کہا کروں گا "میری رپنزل" اس کو نظروں کے حصار میں لیے وہ پھر حواس کھونے لگا تھا۔ اس نے ایک نظر اس کو دیکھا تو دوبارہ دیکھ نہ سکی۔

"کیا آج بھی آپ میرا اعتبار کریں گی؟" نظریں اس پر جمائے وہ گمبھیر لہجے میں پوچھنے لگا۔

"دیکھیں اب وقت بدل گیا ہے میں ابھی کچھ بھی نہیں کہہ سکتی۔" اہل اس کی نظروں سے نروس ہو رہی تھی۔

"اوکے، میں آپ کی پوزیشن سمجھ سکتا ہوں کہ واقعی وقت کتنا بدل گیا ہے۔ کاش آپ کچھ دن پہلے مل جاتی' تو میں...... بہرحال......!" وہ ماتھے پر آئے بال پیچھے ہٹاتے اور گہرا سانس لے کر بولنا شروع ہوا۔

"میرا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔ تین مہینے تک میں کومہ میں رہا۔ اس کے بعد بھی ٹھیک ہونے میں ٹائم لگا۔ اس کے بعد پھر آپ کو ڈھونڈتا رہا۔ ہاں تقریباً چھ سات مہینے کے بعد، تب تک آپ نے مجھے بے وفا، دھوکے باز سمجھ کر شہر ہی چھوڑ دیا تھا۔ میرے پاس آپ کا کوئی کونٹیکٹ نمبر نہیں تھا۔ میرا فون نمبر بھی بند ہو گیا تھا لیکن میں نے دوبارہ وہی نمبر لے لیا لیکن کبھی آپ کی کوئی کال نہ آئی۔" وہ بول رہا تھا اور اہل تواتر سے بہتے آنسوؤں کے ساتھ سب سن رہی تھی۔

"پلیز آپ رونا بند کریں۔ میں آپ کو روتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔" میز پر رکھے اس کے ہاتھ پر اپنا بھاری ہاتھ رکھتے وصی بولا تو وہ دوسرے ہی پل وہ اس کے ہاتھ کی پشت پر سر لگائے آنسو بہاتی چلی گئی اور وہ بے بس سا اپنے ہاتھ میں گرم سیال لاوا جذب کرتا رہا۔ کتنے ہی لمحے بیت گئے۔ وہ آنسو بہاتی رہی اور وہ اسے چپ چاپ دیکھتا رہا۔ دل و دماغ میں ایک بار پھر جنگ جاری ہو چکی تھی۔

"کیا آپ میرا ساتھ دے سکتی ہیں؟" وہ مدھم آواز میں بولا تو یکدم اس نے سر اٹھا کر اس کو دیکھا تو بھیگی پلکوں پر چمکتے موتی، سرخ آنکھیں، اڑی رنگت وہ نظریں چرا گیا تو اس نے یکدم اپنے ہاتھ کھینچ لیے۔

"ہمیں اب چلنا چاہیے کافی دیر ہو گئی ہے۔ ارم اور سفیعہ انتظار کر رہی ہوں گی۔" وہ نظریں چراتی کرسی کھسکا کر اٹھ گئی۔

"چلیں۔" وہ کھڑی تھی لیکن وہ اسی پوزیشن میں بیٹھا کسی سوچ میں گم تھا۔

"کیا آپ میرے بغیر خوش رہ سکیں گی؟" وہ اس کی طرف ہی دیکھ رہی تھی اس غیر متوقع سوال پر سٹپٹا کر رخ موڑ گئی۔ وہ اس کی پوزیشن سمجھ رہا تھا جانتا تھا کہ وہ بہت خاص ہو جانے کے باوجود نہ اقرار کر سکتی ہے نہ انکار، لیکن دل ناداں کو کون سمجھائے جو ایک بار تو لفظوں میں اقرار چاہ رہا تھا۔

"اپنا نمبر دیں مجھے۔" وہ اپنا موبائل نکالتے ہوئے بولا تو وہ حیران سی اس کی طرف مڑی۔

"کیوں؟" ابرو اچکا کر وہ تروٹھے لہجے میں بولی تو وہ مسکرانے لگا۔

"کیونکہ جب تک کوئی اور بیچ میں نہیں آتا آپ سے بات کروں گا۔" مسکراتی آنکھوں سے اس کو دیکھتے ہوئے وہ شرارت سے بولا۔

"جی نہیں اس کی قطعی کوئی ضرورت نہیں۔" وہ ضدی لہجے میں بولی۔

"ضرورت ہے تو کہہ رہا ہوں آپ اب جلدی سے اپنا نمبر دیں نہیں تو......!" وہ دانستہ بات ادھوری چھوڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"نہیں تو کیا؟" وہ جلدی سے اس کی طرف پلٹی۔

"نہیں تو، جب گھی سیدھی انگلی سے نہ نکلے تو انگلی ٹیڑھی کرنی پڑتی ہے......!" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو واپس کرسی پر بٹھائے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا تو وہ جو اس کارروائی کے لیے تیار نہ تھی کرسی پر ڈھے گئی۔ صبیح پیشانی پر چمکتی بوندیں واضح دکھائی دینے لگیں۔

"اپنا فون نکالیں اور نمبر دیں۔" ٹشو پیپر سے اس کے ماتھے پر چمکتی بوندوں کو اس میں جذب کر کے وہ اس کے حواس چھینتا حاکمانہ انداز میں بولا۔

"پ...... پلیز، کیا کر رہے ہیں آپ پیچھے ہٹیں۔" بمشکل وہ پیچھے ہٹتی بولی تو وہ ہنسنے لگا۔

"آپ اپنا نمبر دے دیں، میں کال کر لوں گی۔" وہ ناگواری سے اس کی طرف دیکھتی بولی۔

"نہیں، مجھے آپ پر اعتبار نہیں، آپ مجھے اپنا نمبر دیں جلدی کریں ارم کا میسج آیا ہے۔ وہ فری ہو گئی ہیں۔" وہ اس کو زچ کرتا بولا۔

"جب اعتبار نہیں تو نمبر کی بھی ضرورت نہیں ہے۔" وہ دوبارہ اٹھتے ہوئے بولی۔

"اب آپ مجھے زبردستی پر مجبور کر رہی ہیں۔"

"اوہ...... کر لیں جو کرنا ہے۔" ناگواری سے کہتے وہ آگے بڑھی تو وہ تیزی سے اس کی طرف لپکا۔

"پلیز اہل! ایسا نہ کریں، میں وعدہ کرتا ہوں، کبھی آپ کو تنگ نہیں کروں گا۔" اس کے بازو پکڑے وہ منت بھرے لہجے میں اس سے کہہ رہا تھا۔ اس کے اس انداز اور لہجے نے اس کے اوسان خطا کر دیے۔ کیفے میں بیٹھے لوگوں کی نظریں ان پر سے ہو کر لوٹ رہی تھیں اس کو پروا نہ تھی لیکن وہ گھبرا رہی تھی۔

"پلیز میرا بازو چھوڑیں یہاں سے چلیں میں نمبر دیتی ہوں۔" وہ آگے پیچھے دیکھتی بازو چھڑاتی بولی تو وہ بھی مان گیا اور وہاں سے نکلتے ہی وہ اس کا نمبر اپنے موبائل میں فیڈ کر رہا تھا۔

"میری رپنزل۔" اس نے موبائل اسکرین اس کے سامنے کی جہاں اس کا نمبر "میری رپنزل" کے نام سے سیو ہوا تھا۔ اس نے ایک نظر اس کو دیکھا جو مسکرا رہا تھا اس نے رخ موڑ کر چلنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد وہ چاروں ایک ساتھ تھے۔ ارم اور سفیعہ شاپنگ کی باتیں کر رہی تھیں۔ اہل کو سب بتا رہی تھیں جبکہ وہ خاموشی سے سب دیکھ رہی تھی۔ وصی کے چہرے پر مدھم مسکراہٹ تھی۔ اہل کو لگا ہے اس کی نظریں محسوس کر رہی تھی لیکن اس کی طرف دیکھنے سے گریزاں تھی۔ ایک انجانی سی اداسی نے اس کو اپنے حصار میں لے لیا تھا۔ وصی نے محسوس کر لیا کہ وہ اب خاموشیوں کی زد میں ہے لیکن ارم اور سفیعہ کی موجودگی میں وہ کچھ کر نہیں سکتا تھا۔

"سفیعہ......!" وہ لوگ گاڑی میں آ بیٹھے تو وصی نے سفیعہ کو پکارا۔

"جی بھائی۔" حیرت تو اس کو بھی تھی لیکن وہ لاتعلق ہی رہی۔

"مجھے بہت افسوس ہوا تمہاری سسٹر بے چاری بول نہیں سکتی نا؟" مڑ کر اس کی طرف دیکھتے شرارت سے بولا تو وہ ایک نظر اس کو دیکھ کر باہر دیکھنے لگی جبکہ ارم اور سفیعہ کے قہقہے بلند ہوئے۔

"نہیں...... نہیں بھائی ایسی بات نہیں ہے اہل آپ کو جانتی نہیں نا اس لیے خاموش ہے۔" سفیعہ نے وضاحت دی۔

"او...... اچھا!" اس کا 'اچھا' کو کھینچ کر بولنے کا مطلب صرف وہی سمجھ سکتی تھی۔

"پچھلے پانچ گھنٹے سے انہوں نے ایک بات بھی نہیں کی۔ میں اتنا بور ہوا تو میں سمجھا کہ یہ گونگی ہیں۔ سائن لینگویج مجھے آتی نہیں کہ پوچھتا ان سے کب سے آپ لوگوں کے میسج کا ویٹ کر رہا تھا۔" وہ گاڑی نکالتے ہوئے بول رہا تھا اور وہ انجان بنی باہر نجانے کیا ڈھونڈ رہی تھی۔ یوں ہی چھیڑ چھاڑ کرتے وہ لوگ گھر پہنچ گئے۔ تو وہ اس کی طرف دیکھے بغیر ارم کو اللہ حافظ بول کر گاڑی سے اتر کر گھر کی طرف بڑھ گئی اور جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو گئی وہ وہیں کھڑا رہا۔

❁......❁......❁

"کیا ہوا ارم ایسے خاموش کیوں بیٹھی ہو؟" آمنہ سٹنگ روم میں داخل ہوئی تو ارم کو چپ چاپ بیٹھے دیکھ کر پوچھنے لگیں۔

"کچھ نہیں ماما! ابھی سفیعہ کی کال آئی تھی کہ اہل کی طبیعت خراب ہے، بہت تیز بخار ہو رہا ہے اس کو۔" ارم فکرمندی سے بولی تو آمنہ بھی پریشان ہو گئیں۔

"کیوں کیا ہوا؟ ڈاکٹر کو دکھایا کیا؟"

"ہاں ڈاکٹر نے دوائی دی تو ہے بس اب کہہ رہی تھی کہ دعا کریں جلدی ٹھیک ہو جائے۔"

"یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے دعائیں تو کریں گے۔" آمنہ نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے وصی کمرے میں آیا۔

"کیا ہوا کس کے لیے دعائیں مانگی جا رہی ہیں؟" وہ بشاش لہجے میں بولتا صوفے پر آ بیٹھا اور ریموٹ اٹھا کر چینل تبدیل کرنے لگا۔

"بھائی وہ اہل کی طبیعت خراب ہے کل سے اس کو بہت تیز بخار ہے تو اس کے لیے ہم دعا کر رہی تھیں۔" ارم کی اطلاع پر اس کے ہاتھ رک گئے دل عجیب سے انداز میں دھڑکا دوسرے ہی پل موبائل نکال کر میسج ٹائپ کرنے لگا۔

"کیا ہوا رپنزل...... کیوں طبیعت خراب ہوئی؟ کہا تھا میرے بغیر خوش نہیں رہ سکو گی، مان جاؤ اب۔ کال ریسیو کرنا ابھی۔" بیپ کی آواز پر اہل نے نقاہت سے پاس رکھے موبائل کو اٹھایا تو میسج اوپن کر کے پڑھنے لگی۔ گہرا سانس لے کر موبائل واپس رکھا اور آنکھیں موند لیں۔ کل سے اس کے کتنے ہی میسج آ چکے تھے لیکن وہ اگنور کر رہی تھی آنکھیں بند کیے نجانے کن سوچوں میں گم تھی کہ موبائل کی گھنٹی بجنے لگی۔ دوسرے ہی پل اس نے کال ریسیو کی۔

"ہیلو اہل؟" وہ بے قراری سے اس کو پکار رہا تو اس کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔

"اہل...... بولو نا تم ٹھیک ہو؟" وہ فاصلوں کو مٹانے کی کوشش میں تھا جبھی تو "آپ" سے "تم" پہ آ گیا۔ وہ مسلسل خاموش تھی زبان پر جیسے تالے پڑے تھے۔

"رپنزل بولو نا کیوں میرے صبر کا امتحان لے رہی ہو؟" بے بسی اس کے لہجے سے جھلک رہی تھی۔

"جی بولیں میں سن رہی ہوں۔" تھوک نگلتے ہوئے وہ بمشکل بول پائی تھی۔

"نہیں رہ سکتی نا میرے بغیر؟ مان کیوں نہیں جاتی۔" وصی پھر پٹری سے اترنے لگا تھا۔

"اگر آپ نے اسی طرح کی باتیں کرنی ہیں تو میں فون بند کر رہی ہوں۔" وہ لہجے کو سخت کرتی ہوئی بولی لیکن انداز کی کپکپاہٹ الفاظ کا ساتھ نہ دے پائی تھی۔

"میں نہیں رہ سکتا۔ مجھے ایک موقع چاہیے اہل پلیز تم انکار نہیں کر سکتی۔ میں وعدہ کرتا ہوں کامیاب نہ ہوا تو کبھی دوبارہ تمہاری طرف دیکھوں گا بھی نہیں' شادی طے ہوئی ہے ابھی ہوئی نہیں۔ پلیز اہل مان جاؤ' تم بھی میرے بغیر خوش نہیں رہ سکو گی۔" سالوں بعد آج پھر وہ اس کے سامنے اس کے ساتھ کے لیے منتیں کر رہا تھا۔ اس کو بھی تو اس کا ساتھ چاہیے تھا۔ ورنہ یہ حالت نہ ہوتی لیکن اس کے واپس آنے سے پہلے اس نے کسی اور کے ساتھ کی حامی بھر لی تھی اور سب فائنل ہو گیا اب انکار کی اس میں ہمت نہیں تھی۔

"اہل......!" وہ مسلسل سوچوں میں ڈوبی ہوئی تھی تو اس نے پھر پکارا وہ چونک اٹھی۔

"ٹھیک ہے آپ کرو جو کرنا ہے لیکن مجھ سے اب کوئی بات نہ کرنا۔" وہ حامی بھرتے ہوئے ساتھ ہی پابندی بھی لگا گئی۔

"ٹھیک ہے اب حجلۂ عروسی میں ملاقات ہوگی یا پھر کبھی نہیں ہوگی۔" کہتے ہی وصی نے فون بند کر دیا اور وہ بت بنی نجانے کیا کیا سوچتی رہی۔

❀......❀......❀

"چپ چپ بیٹھے ہو ضرور کوئی بات ہے۔" ارم نے اسے ٹی وی اسکرین پر نظریں جمائے کسی گہری سوچ میں ڈوبے دیکھا تو اس کے ہاتھ سے ریموٹ اچک لیا وہ چونکا۔

"کیا ہوا بھائی کس کے خیالوں میں ڈوبے ہو؟" ارم مسکراتے ہوئے بولی تو اس کو دیکھنے لگا۔ جو چینل چینج کر رہی تھی۔

"کیا ہوا...... ایسے کیا دیکھ رہے ہیں؟" وہ کچھ نہ بولا تو وہ پھر گویا ہوئی۔

"ارم مجھے......!" پل بھر کے لیے وہ رکا یوں جیسے الفاظ نہ مل رہے ہوں۔

"کیا بھائی؟" ارم ابھی تک پوری طرح اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔

"مجھے اس لڑکی سے شادی نہیں کرنی جس سے آپ لوگوں نے طے کی ہے۔" بالآخر اس نے دھماکہ کر ہی دیا۔

"کیا......!" وہ اچھل پڑی۔

"بھائی یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ...... کیا ہو گیا ہے؟" ارم فکر مندی سے اس کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

"پلیز ارم تم ہی ہو جو میری مدد کر سکتی ہو اچھی بہن ہو نا۔" وہ منت بھرے لہجے میں بولا۔

"پر بھائی میں کیا کروں؟ آپ نے کہا تھا ہم اپنی پسند کی لڑکی سے بات طے کر دیں اب کیا ہوا؟"

"پلیز ارم ایسے نہ کہو' کچھ بھی کہہ کر ان لوگوں سے معذرت کر لو۔ میں اس کو بھی خوش نہیں رکھ سکوں گا۔" وہ دونوں ہاتھوں کو دبائے مضطرب لہجے میں بولتا بہت بے بس لگ رہا تھا۔

"کیوں بھائی اب کیوں ایسا لگ رہا ہے؟" اس کا دل اس کی حالت دیکھ کر پسیجنے لگا۔

"بولیں نا بھائی کیا مسئلہ ہے؟" وہ اسی طرح بالوں میں انگلیاں پھنسائے بیٹھا رہا تو ارم کا اصرار بڑھنے لگا۔

"وہ...... وہ لڑکی مل گئی۔" نظریں کسی غیر مرئی نقطے پر جمائے وہ بولا تو ارم کو جھٹکا لگا۔

"کیا...... کہاں ملی...... بات کی اس سے وہ مان گئی کہ آپ سے شادی کرے گی؟" ارم نے ایک ہی سانس میں ڈھیروں سوال پوچھ ڈالے تو وہ کھسیانا سا مسکرا دیا۔

"بتاؤ نا ہیلپ کرو گی' سویٹ سسٹر ہو نا۔" وہ اس کے ہاتھ پکڑے منتیں کر رہا تھا۔

"مطلب وہ بھی راضی ہے شادی کے لیے؟" ارم اس کی طرف دیکھتے پرسوچ انداز میں بولی۔

"نہیں وہ ساتھ نہیں دے رہی ہے لیکن اس نے بولا مجھے جو کرنا ہے کر سکتا ہوں۔ پلیز ارم ایک تم ہی ہو جو میری مدد کر سکتی ہو مجھے خوش دیکھنا چاہتی ہو تو کسی طرح یہ شادی رکوا دو۔" وہ ایموشنل بلیک میلنگ پر اتر آیا تو ارم نے ایک جھٹکے سے اپنے ہاتھ چھڑائے۔

"بھائی خبردار جو مجھے ایموشنل بلیک میل کیا یہ کام آپ ممّا پر ہی آزمایا کرو میں نہیں آنے والی آپ کے ان چکروں میں۔" ارم شرارت سے مسکراتی اٹھتی ہوئی بولی۔

"ارم......" اس نے بے چارگی سے اس کو پکارا تو وہ ہنس پڑی۔

"بھائی اب انکار کر دینا آسان نہیں ہوگا۔ پرسوں تو منگنی کی رسم کرنی ہے اور آج آپ کہہ رہے ہیں کہ انکار کر دیں۔" ارم سنجیدگی سے بولتی اس کی دنیا تہہ و بالا کر گئی۔ وہ صوفے کی پشت پر سر ٹکا کر چھت کو گھورنے لگا۔

"بھائی آپ ایک بار اس کو دیکھو گے نا تو سب بھول جاؤ گے وہ اتنی اچھی ہے۔" ارم کو اس پر ترس آ رہا تھا تو اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتی اس کو تسلی دینے لگی۔

"ہاں ٹھیک ہے میں جانتا ہوں۔" وہ اس کا ہاتھ بالوں پر سے ہٹاتے ہوئے اٹھتے ہوئے بولا۔

"بھائی......" ارم نے اس کو پکارا تو اس نے ایک نظر اس کو دیکھا اس کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ اس کو عجیب سی لگی۔

"آپ ایک بار بھابی کو دیکھ تو لیں' دکھاؤں ان کی تصویر۔" وہ شرارت سے بولتی اس کو زہر لگ رہی تھی۔

"ارم پلیز اس وقت مذاق کے موڈ میں نہیں' کل جائیں گے نا منگنی کی رسم کے لیے تو دیکھ لوں گا۔"

"کل نہیں بھائی پرسوں' اگر آپ کہو تو کل کا ارینجمنٹ کروا دوں؟" وہ اس کو زچ کرتے بولی تو وہ اس کو گھورتا باہر نکل گیا تو ارم کا قہقہہ بلند ہوا۔

❀......❀......❀

"اہل بیٹا ہاتھ آگے کرو۔" رضیہ کی سرگوشی بخوبی اس تک پہنچی تھی تو اس نے حیرت سے اپنے پہلو میں بیٹھی گھونگھٹ گرائے اس لڑکی کی طرف دیکھا تھا۔

"اوہو...... جی جاجی' پہلے انگوٹھی تو پہناؤ پھر دیکھ بھی لینا' آپ دونوں کی ہی شرط تھی کہ منگنی کے دن ہی دیکھو گے ایک دوسرے کو۔" سنیعہ نجانے کہاں سے برآمد ہوئی تھی اس کی حیرت سوا نیزے پر تھی۔

"انگوٹھی پہناؤ ہماری بہن' انتظار کر رہی ہے۔" سنیعہ اہل کا ہاتھ آگے کرتی وصی کی ہونقوں کی سی شکل کی طرف دیکھتے شرارت سے بولی۔ اس نے غائب دماغی سے اس کی دائیں ہاتھ کی تیسری انگلی میں انگوٹھی پہنائی تو کمرے میں مبارک باد کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔

"رپنزل۔" تھوڑا آگے جھک کر اس نے سرگوشی کی تو اس نے یکدم سر اٹھا کر اس کو دیکھا۔

"آپ......؟" حیرت سوا نیزے پر تھی وہ دونوں ہی کچھ بھی سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ یہ سب کیا ہے۔

"دعائیں دو ہم کو کہ آپ لوگوں کو ملا دیا۔" ارم اور سنیعہ کورس میں بولتی مٹھائی کی پلیٹ پکڑے ان کے پاس نیچے آ بیٹھیں تو ان دونوں نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا جن کے چہروں پر شریر مسکراہٹ تھی۔

"یہ لو منہ میٹھا کرو۔"

"پہلے بتاؤ یہ سب کیا ہے؟" ارم رس گلہ ان کی طرف بڑھاتی چہکی تو وصی اس کا کان پکڑتے ہوئے بولا۔

"اوچ بھائی میرا ایئر رنگ۔" وہ ہنستے ہوئے بولی جبکہ اہل سنیعہ کی طرف حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ وہ اس پر ہی نظریں جمائے مسکرا رہی تھی۔ اس نے نظروں سے اشارہ کیا تو وہ کندھے اچکا کر رہ گئی۔

"اچھا آپ لوگ ابھی باتیں کرو ہم ذرا مہمانوں کو فارغ کر کے آتی ہیں پھر باتیں ہوں گی۔" سنیعہ ارم کا ہاتھ پکڑے اس کو اٹھاتے ہوئے بولی اور اس سے پہلے کہ وہ ان کو روک پاتے وہ دونوں وہاں سے رفو چکر ہو چکی تھیں۔

"آپ کو پتا تھا کہ آپ کی منگنی کس سے ہو رہی ہے؟" وصی ریلیکس ہو گیا تھا صوفے پر بازو پھیلائے اس سے پوچھنے لگا۔ اس کے انداز پر وہ مزید سکڑ کر بیٹھ گئی تو وہ مسکرا دیا۔ وہ اس کی ہے یہ احساس ہی اتنا دلکش تھا کہ وہ مسکراتا چلا گیا۔

"نہیں۔" وہ پرے سرکتے ہوئے دوپٹہ ٹھیک کرتی بولی۔

"آپ خوش ہو نا؟" اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے اس کے حواس چھینتا وہ پوچھ رہا تھا۔

"بولو رپنزل۔" وہ مسکرا رہا تھا جبکہ وہ حیران تھی کہ یہ سب کیسے ہوا۔ سنیعہ اور ارم نے یہ راز پا لیا تھا لیکن کیسے؟

"یہ سب کیسے ہوا؟" وہ دھڑکتے دل کے ساتھ مدھم لہجے میں اس سے پوچھنے لگی۔

"نہیں پتا مجھے لیکن یہ ساری ارم اور سنیعہ کی پلاننگ ہے۔ لیکن زبردست مجھے میری رپنزل مل گئی۔" وہ سیدھا ہو کر بیٹھا گود میں رکھے اس کے ہاتھ کو پکڑتے ہوئے اس کی دھڑکنوں کو بے قابو کر گیا۔ وہ سر جھکائے اپنا ہاتھ چھڑانے لگی لیکن گرفت مضبوط تھی۔

"نہیں اب یہ ممکن نہیں۔" وہ سرگوشی کرتا اس کو نروس کرنے لگا۔

"پلیز......" وہ آگے کچھ نہ بول سکی۔

"آئی لو یو...... بہت مس کیا تھا تمہیں۔" اس کی سرگوشیاں بڑھتی جا رہی تھیں وہ سر جھکائے دھڑکتے دل کے ساتھ مدہوش ہوئی جا رہی تھی۔

"میں تو کہتا ہوں رخصتی کروا لوں؟" وہ اس کو چھیڑنے لگا۔

"جی جاجی' منگنی کے بعد رخصتی نہیں ہوتی۔" سنیعہ تک اس کی آواز پہنچی جو اس کے پاس ہی آ رہی تھی تو ہنستے ہوئے بولی اس پر گھڑوں پانی پڑ گیا اور وہ کھسیانا سا ہنس دیا۔

"ویسے سالی صاحبہ یہ سب کیا چکر چلایا۔ کچھ خبر نہ ہونے دی اور ہمیں اتنا پریشان کیا۔" وہ رونی صورت بنا کر بولا۔

''ہم نے بہت انجوائے کیا؟ آپ لوگوں کی حالت کو۔'' سنیعہ' اہل کے پاس بیٹھتی بولنے لگی جو اس کو مسلسل گھور رہی تھی۔

''ارم کیا کہتی ہو بتا دیں؟'' سنیعہ ارم کے پاس آنے پر بولی۔

''ہاں بتا دو یہ بھی کیا یاد کریں گے کیسی بہنیں ملی ہیں۔'' ارم نے شاہانہ انداز میں کالر جھاڑا اور پھر بولی۔

''ہاں تو ہوا کچھ یوں کہ اہل تمہیں یاد ہے جب تم گھر واپس آئی تھی۔'' سنیعہ مسکراتے ہوئے بولنا شروع ہوئی۔ اہل اور وصی نظریں اس پر جمائے بیٹھے تھے اہل نے سر اثبات میں ہلایا۔

''جب میں نے تمہیں بتایا تھا کہ ممی' پاپا نے تمہارے لیے لڑکا دیکھا ہے بس اب تمہیں دیکھنا ہے اور پھر ہاں کرنی ہے۔ تم بہت اپ سیٹ تھی۔ ڈر رہی تھیں پھر میں نے تم سے مسٹر نونیم کا پوچھا۔'' سنیعہ نے وصی کو دیکھا جبکہ اہل سر جھکا گئی یوں وصی کے سامنے اس کا راز جو فاش ہو رہا تھا۔

''تمہارا کوئی رابطہ نہیں تھا میں نے تم سے کہا مجھے نمبر دو تم نے کہا کہ وہ تمہاری ڈائری میں لکھا ہے میں نے وہ نمبر ڈائل کیا تو بیل جانے لگی۔ کافی دیر بعد کسی نے ریسیو کیا مجھے تو یہ بھی نہیں پتا تھا کہ میں کیا بولوں کہ کس سے بات کرنی ہے تو میں نے اپنا نام بتایا کہ میں سنیعہ بول رہی ہوں' ادھر سے کہا گیا کہ او کے ایک منٹ بات کرواتا ہوں۔ میں حیران ہوگئی کہ کس سے بات کرا رہے ہیں۔'' سنیعہ بولتے بولتے رکی وہ دونوں بت بنے بیٹھے اس کو سن رہے تھے۔

''جب بات کروائی تو وہ ارم تھی۔ ایک دم سے میرے تو پیروں تلے زمین کھسک گئی کہ یہ کیا چکر ہے۔'' میں نے ارم سے پوچھا کہ یہ نمبر کس کا ہے تو اس نے بتایا کہ بھائی کا ہے۔ نمبر ڈائل کرتے وقت مجھے نمبر جانا پہچانا لگا کیوں کہ ارم نے بہت بار یہ نمبر میرے سیل پر سے ڈائل کیا تھا بھائی کو کال کرنے کے لیے۔ یوں ہمیں پتا چلا کہ مسٹر نونیم انچیولی وصی بھائی ہیں جو میری پیاری سی بہنا کو ڈھونڈ رہے تھے۔'' سنیعہ' اہل کو دیکھتے شرارت سے بولی تو وہ دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ سر جھکا گئی۔

''بس پھر یہ ساری پلاننگ میری اور ارم کی تھی ہم لوگ ایک ساتھ شاپنگ پر گئے یہ کوئی اتفاق نہیں پلان تھا۔'' سنیعہ مزید بولی۔

''بھائی نے واپس آ کر کہا کہ وہ شادی نہیں کر سکتے۔ تو میں نے فٹافٹ سنیعہ کو کال ملائی کہ سچویشن مزیدار ہوگئی ہے ادھر اہل بخار میں تپ رہی تھی۔'' ارم ہنستے ہوئے بولی۔

''اف حد ہے ویسے بڑی تیز ہوگئی ہو۔'' وصی نے گہرا سانس لیا۔

''ویسے شکریہ۔'' وصی بے پروائی سے بولا۔

''کیا...... صرف شکریہ۔'' وہ دونوں چیخ پڑیں۔

''آپ کی زندگی بنا دی اور صرف شکریہ۔'' وہ دونوں اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''ہاہاہاہا۔'' وہ اب شوخی دکھا رہا تھا۔

''اس وقت تو ہڈیاں بنی ہوئی ہو ہے نا اہل؟'' کندھے سے اس کے کندھے کو ہلاتا اس کو اپنے ساتھ ملانا چاہا تو وہ نروس کی مزید جھک گئی۔

''چلو بھاگو اب مجھے اہل سے ضروری بات کرنی ہے۔'' اس کے سر جھکانے کو اس نے کوئی اور ہی معنی دیے تو ارم اور سنیعہ نے اس کی طرف دیکھا۔

''اہل بولو ہمارا ساتھ دو گی یا ان کا؟'' ارم' اہل کا ہاتھ پکڑے بولی۔ وہ بری پھنسی تھی۔

''نہیں اہل جانتی ہے کہ ہم کتنی دعاؤں کے بعد ملے ہیں اس لیے یہ میرا ساتھ دے گی۔'' وصی ارم کے ہاتھ سے اس کا ہاتھ چھڑاتے اس کو چھیڑ رہا تھا اور وہ شرم کی پوٹلی بنی شفق کی سی لالی چہرے پر سجائے خاموش تھی۔ ان کی بحث جاری تھی۔ اس دلکش' پیار بھری لڑائی میں وصی کی میٹھی سرگوشیاں اس کو مزید سمٹنے پر مجبور کر رہی تھیں۔

دور کھڑی محبت اپنی فتح کا جشن منا رہی تھی۔ برسوں بھٹکنے کے بعد آج وہ اپنی اصل منزل تک رسائی حاصل کر چکی تھی۔ خوش تھی' مطمئن تھی اور اسی خوشی میں ناچتی گاتی وہ ان کے دلوں میں اترتی جا رہی تھی۔ آج محبت اپنی کامیابی پر منڈلاتی پھر رہی تھی۔ جذبے سچے ہوں' محبت گہری ہو تو اپنی منزل پا لیتی ہے۔

اہل کے ہاتھ پر وصی کی گرفت سخت ہوئی تو اس نے اس کو دیکھا جہاں پر محبت کے ہزاروں دیپ روشن تھے۔ سچائی تھی' ہمیشہ ساتھ نبھانے کا وعدہ تھا۔ دھیمی مسکان کے ساتھ وہ سر جھکا گئی کہ اب اس کو اعتبار آ گیا تھا۔ یقین آ گیا تھا کہ وہ دونوں ہمیشہ ساتھ رہیں گے اور اب ہر طرف خوشیاں تھیں آسودہ مسکراہٹ کے ساتھ اس نے آنکھیں موند کر اپنے آپ کو ایک بار پھر بہتی لہروں کے سپرد کر دیا تھا۔

ترکِ مصیبت کر بیٹھے ہم ضبط مصیبت اور بھی ہے
اِک قیامت بیت چکی ہے اِک قیامت اور بھی ہے
ہم نے اس کے درد سے اپنی سانس کا رشتہ جوڑ لیا
ورنہ شہر میں زندہ رہنے کی اِک صورت اور بھی ہے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

یہ کہانی نندنی گریوال سے شروع ہوتی ہے جس کا تعلق دو مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد سے ہے باپ کرسچن جبکہ ماں ہندو ہے نندنی اپنی ماں کے ساتھ انڈیا میں جب کہ اس کا بھائی باپ کے ساتھ امریکا میں مقیم ہے۔ برسوں قبل امریکا میں نندنی کسی ایشین مرد سے ملتی ہے جس کی شخصیت کا سحر اس قدر اس پر طاری ہوجاتا ہے کہ وہ ہر جگہ اسے پاگلوں کی طرح تلاش کرتی رہتی ہے۔ نندنی کی ماں سریتا دیوی کے دوسرے شوہر کا بیٹا دیو نندنی کی محبت میں گرفتار ہوجاتا ہے۔ سریتا دیوی نندنی کو دیو سے شادی کرنے پر مجبور کرتی ہیں جس پر نندنی دلبرداشتہ ہوکر اپنی جان لینے کی کوشش کرتی ہے۔ کہانی کا دوسرا اہم کردار عباس حیدر جس کی نسبت بچپن ہی سے اپنے چچا کی بیٹی لاریب سے طے ہے اپنی خاندانی روایات کی پاسداری نہ کرتے ہوئے شوبز جوائن کرلیتا ہے جس پر سارا خاندان اس سے قطع تعلقی اختیار کرلیتا ہے۔ عباس کے جانے کا سب سے زیادہ اثر لاریب پر ہوتا ہے وہ اندر سے ٹوٹ جاتی ہے دوسری طرف عباس اریشہ سے شادی کرلیتا ہے اس کی شادی کی خبر سن کر لاریب شدید صدمے سے دوچار ہوتی ہے اور حویلی کے خاص ملازم سکندر جو کہ گھر کے ایک فرد کی طرح ہے اسے شادی کے لیے خود پرپوز کرتی ہے سکندر لاریب کو چپکے چپکے دل میں پسند کرتا ہے اور لاریب کی ذہنی حالت اور صدمے کے آگے ہار مانتے ہوئے اس سے کورٹ میرج کرلیتا ہے لاریب عباس کو اپنی اور سکندر کی شادی کی خبر فون پر سناتی ہے جس پر وہ حسد کرنے کے بجائے مبارک باد دیتا ہے تب ہی لاریب کو شدت سے اپنی غلطی اور سکندر کی حیثیت کا اندازہ ہوتا ہے جس پر وہ اپنی جان لینے کی کوشش کرتی ہے۔ کہانی کا تیسرا اہم کردار شرجیل جس کا تعلق جوائنٹ فیملی سے ہے خاندان میں اسے بے حد اہمیت حاصل ہے اس کی چچازاد علینہ جو واجبی شخصیت کی مالک ہے۔ شرجیل کو دل ہی دل میں پسند کرنے لگتی ہے لیکن شرجیل پہلے سے ہی ایمان کو پسند کرتا ہے جس کی نسبت وقاص سے طے ہے۔ لاریب خوش قسمتی سے بچ جاتی ہے جب کہ سکندر اس کے انتہائی قدم پر ششدر رہ جاتا ہے لاریب کے گھر آنے کے بعد سکندر اس سے بات کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر وہ اس کی شکل تک دیکھنے کی بھی روادار نہیں اور ایمان کے سامنے ہی اس پر بگڑ پڑتی ہے۔ دیو کے بارہا منع کرنے کے باوجود سریتا دیوی ایک بار پھر نندنی سے دیو کے متعلق بات کرتی ہیں جس پر شدید غصے میں آ کے وہ بالکونی کی چھت سے کود جاتی ہے مگر ایک بار پھر بدقسمتی سے بچ جاتی ہے جس پر دیو اور سریتا دیوی شکر کا سانس لیتے ہیں۔ ڈاکٹر زینب نندنی کو پیار سے سمجھاتی ہیں نتیجتاً وہ ان کے قریب سے قریب تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ دوسری جانب عباس عریشہ کے ساتھ نئی زندگی میں مگن ہے جب کہ لاریب اپنی کی گئی حماقت پر سکندر سے مزید نفرت کرنے لگتی ہے۔ اس کی بیماری کا سن کے ایمان اور امامہ سکندر کے گھر ملنے جاتی ہیں وہ بھی نکاح نامہ لینے کی غرض سے ان کے ساتھ چلی آتی ہے۔ نکاح نامہ نہ ملنے کے باعث وہ شدید رنج میں مبتلا ہوجاتی ہے۔ سکندر کچھ دن بعد جب لاریب کو ڈراپ کرنے جاتا ہے لاریب اس سے نکاح نامہ لے کے جلا دیتی ہے جب کہ سکندر ششدر رہ جاتا ہے۔ دوسری جانب شرجیل ایمان کے گھر رشتہ بھیجتا ہے جو توقعات کے عین مطابق رد کردیا جاتا ہے جب کہ تایا جی حویلی کے رکھ رکھاؤ و دولت سے بے حد متاثر ہوتے ہیں شرجیل فراز کو ایمان کے بھاگنے کا لائحہ عمل بتاتا ہے جس پر وہ حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔ عباس عریشہ کے ساتھ ہنی مون پر جانے کی تیاری کررہا ہے جب ہی اسے باپ بننے کی خوش خبری ملتی ہے جس پر وہ خوشی سے جھوم اٹھتا ہے جب کہ عریشہ اس کی اس قدر دیوانگی کو دیکھ کر جھینپ جاتی ہے۔ شرجیل تائی جی سے اپنے گمشدہ چچا اور چچی کے متعلق استفسار کرتا ہے جس پر تاؤ جی غصے سے جھولی کہانی سنا کے انہیں خاموش کرا دیتے ہیں۔ نندنی ڈاکٹر زینب سے ملنے ان کے گھر جاتی ہے جہاں نندنی کے شوہر دینِ اسلام کے متعلق درس دے رہے ہوتے ہیں ان کی باتوں کا نندنی پر بہت اثر ہوتا ہے وہ الجھ کر رہ جاتی ہے جس کا تذکرہ وہ ڈاکٹر زینب سے بھی کرتی ہے۔ دوسری جانب حویلی میں ایمان اور وقاص کی شادی کی تیاریاں عروج پر ہیں جب کہ ایمان شرجیل کے ساتھ اپنی آگے کی زندگی گزارنے کا تہیہ کرتے ہوئے رات کی تاریکی میں اپنے گھر کی دہلیز پار کر جاتی ہے۔

اب آگے پڑھیے

......☆☆☆......

اس نے ستے ہوئے چہرے اور بے خواب آنکھوں کی سرخیوں کے ہمراہ امامہ کی جانب دیکھا۔ انداز سوالیہ تھا۔

"کہاں سے ملا یہ تمہیں؟" اس کے لہجے میں بے دلی کے ساتھ اکتاہٹ کا بھی رنگ تھا۔ رات بھر سکندر آف وائٹ شرٹ میں تھا ویسے بھی لباس کا کیا ہے کبھی بھی بدلا جاسکتا ہے۔ دھوکہ دینے کو جرم مٹانے کو مگر وہ خراشیں وہ کہاں گئیں؟" اس کا متنفر بوجھل ذہن پھر اس نقطے پر آ کر ٹھہرا تو اندر کسیلا دھواں بھرنے لگا جھنجلاہٹ تھی اور بے بسی جل جل کر اس کے اعصاب کو توڑنے پھوڑنے لگی عقل جیسے خبط ہو رہی تھی۔

"وہیں کاریڈور کے فرش سے۔" امامہ کے جواب نے اس کے ہونٹوں کی تراش میں زہر بھری مسکان کو جگہ دی۔

(یہ فریب ہی ہوسکتا ہے عین ممکن ہے کسی نے کسی کو پھنسانے کی خاطر دانستہ وہاں......) اس نے سوچا اور ٹھٹک گئی۔ دل و دماغ میں اتنی نفرت اور کڑواہٹ تھی سکندر کے خلاف کہ وہ اسے اس جرم سے بری کرنے پر آمادہ نظر ہی نہیں آتی تھی حالانکہ وقاص حیدر کی موجودگی اور اس کی فطرت کو سامنے رکھتے ہوئے پہلا شک اس پر جانا چاہیے مگر اس کا تنفر سے بھرا ہوا ذہن سکندر کو رعایت دینے پر آمادہ ہوتا تو ہی بات بنتی۔

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا بجو!" امامہ اس کے چہرے کے اضمحلال کو خاموشی سے دیکھتی بالآخر سوال کر گئی تھی اور اس کا ہاتھ ہمدردانہ انداز میں پکڑا مگر اس کے اعصاب اگلے لمحے شدید کشیدگی سمیٹ لائے تھے۔ لاریب شدید بخار میں پھنک رہی تھی۔

"ہائیں! آپ کو اتنا تیز بخار ہے بجو اور آپ نے مجھے بھی نہیں بتایا۔" امامہ پل بھر میں ہراساں ہوگئی تھی۔

"تم کیا کرلیتیں؟" لاریب کے تمسخر آمیز روکھے لہجے نے امامہ کو ششدر ہی نہیں کیا وہ شاکی بھی ہونے لگی۔

"میں بابا جان کو آگاہ کرتی ڈاکٹر کو بلاتے ہیں۔" امامہ کے لہجے میں تشویش کے ساتھ آنسوؤں کی نمی کا احساس بھی غالب تھا۔ لاریب کو اس کی آواز کی بھراہٹ نے ہی اپنے رویے کی شدت کا احساس بخشا تھا۔ جبھی پلٹ کر جاتی امامہ کا بازو نرمی سے تھام لیا۔

"سوری امامہ میں کچھ اپ سیٹ ہوں جانو۔" اتنی سی بات کرتے اس کی آواز نم ہوگئی تھی۔ آنکھیں آنسو ضبط کرنے کی کوشش میں دہک کر سرخ ہو رہی تھیں۔ امامہ نے دکھ بھری نظروں سے اسے کچھ دیر دیکھا پھر بے اختیار اس کے گلے لگ گئی۔

"کیوں ڈسٹرب ہوتی ہیں۔ جو ہونا تھا ہوگیا وہ بھول جائیں سب۔" اسے محبت سے تھپکتی اس کی ڈھارس بندھاتی اس پل وہ خود اس سے بڑی بن گئی۔ لاریب کے اندر جیسے جنوں کا اضطراب اور وحشت پھیلنے لگا دل ہوک سے بھر گیا۔

(کیا بھول جاؤں امامہ؟ عباس حیدر کے انکار کو یا اس کی محبت میں نارسائی کا اذیت انگیز روح کو کچوکے لگاتا ہوا احساس جو مجھے کسی پل بھی چین نہیں لینے دیتا۔ تمہیں کیا پتا یہ آرام دہ پر آسائش زندگی کانٹوں کی سیج بن چکی ہے میرے لیے اور خود فریبی و خود اذیتی کا یہ عالم کہ میں اتنے دن اسپتال میں محض اس کی ایک جھلک دیکھنے کو دن رات پلکیں فرش راہ کیے رہی ہوں۔ جانتی تھی وہ نہیں آئے گا۔ جانتی تھی یہ پاگل پن ہے پھر بھی ایسا کیا ہے میں نے۔ میری جذباتیت کی انتہا ہے یہ کہ ابھی بھی اسے پانے کی خواہش مند ہوں۔ اب بھی جبکہ نہ صرف وہ راہیں تبدیل کرچکا بلکہ میں نے بھی انتقاماً اور جبراً سہی مگر کسی کو اپنا آپ سونپ دیا۔ سکندر سے نکاح کے بندھن کی حماقت سے بڑھ کر بھی کوئی ناعقلی کی بات ہوسکتی ہے۔ صرف یہی نہیں اب اس کا تبدیل ہوجانے والا رویہ مجھے کانٹوں پر گھسیٹتا ہے خوف پریشانی اور وحشت میں خود کو سنبھالوں تو کیونکر میں بھولوں تو کیسے؟)

امامہ نے اس سے الگ ہو کر اسے بے دردی سے ہونٹ کچلتے پلکیں جھپک کر نمی اندر اتارتے دیکھا اور اندر تک دکھی ہوگئی۔

"مجھے پتا ہے بجو آپ کو وقاص اچھے نہیں لگتے۔ اگر بابا جان کچھ کہیں آپ سے تو آپ انکار کر دیجیے گا۔" امامہ نے اپنی سوچ کے مطابق اس کی پریشانی کا حل پیش کیا۔ لاریب کے چہرے پر مجروح تبسم بکھر کر معدوم ہوگیا۔

"میں اس وجہ سے پریشان نہیں ہوں ڈونٹ یو وری۔"

"پھر کیا ہے بجو؟"

"امامہ پلیز مجھے سونا ہے۔" امامہ کی بات کاٹتے ہوئے اس نے تکیہ کھینچا اور اس پر سر رکھ لیا۔ مطلب صاف ظاہر تھا وہ تنہائی چاہتی ہے۔ امامہ سرد آہ بھر کر اٹھ گئی تو لاریب ایک بار پھر اپنی انہیں سوچوں کے ہمراہ تنہا رہ گئی۔

"کیسے پتا چلے کون تھا وہ؟ کس نے کی اتنی جرأت؟ سکندز کاش میں تمہیں رنگے ہاتھوں پکڑ سکتی۔" اس کی وحشت اور اضطراب ہیجان کی طرف بڑھنے لگا۔ کس عذاب میں جان جا پڑی تھی صرف عباس حیدر کی وجہ سے ذہنی و قلبی اذیت کا دھارا اس رخ پر بہہ رہا تھا کہ اس کے روم روم سے عباس کے لیے بد دعائیں پھوٹنے لگتیں۔ صرف بد دعائیں نہیں آہیں اور کراہیں بھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

اس نے سالن کے پتیلے میں چمچ چلا کر ڈھکن بند کیا اور جھک کر چولہے کی آنچ قدرے دھیمی کردی۔ پھر مڑ کر کٹنگ بورڈ کی طرف آ گئی۔ جہاں سلاد کی سبزیوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ وہیں کھڑی ہو کر وہ سر جھکائے کھٹ کھٹ سبزیاں کاٹنے لگی۔ وہ اپنے دھیان میں مگن تھی جبھی شرجیل کے قدموں کی آہٹ بھی محسوس نہ کرسکی۔ زرد اورنج اور ریڈ کے خوشنما پرنٹ قمیص دوپٹے اور آف وائٹ ٹراؤزر میں اس کی ہائٹ اور نازک فگر بے حد دلکشی سمیٹے ہوئے تھا۔ لمبے بھورے سیدھے چمکدار بال شانوں سے پھسل کر کمر پر گر رہے تھے۔ اس کا ازلی پر اعتماد مضبوط اور دو ٹوک انداز یہاں آنے کے بعد دھیرے دھیرے خوف اور احساس کمتری کے لپیٹ میں آتا جارہا تھا۔ جبھی وہ شرجیل کی پکار پر گھبراہٹ کا شکار ہو کر مڑی شرجیل نے اس کی سٹپٹائی ہوئی صورت دیکھی اور گہرا سانس بھر لیا۔

"یار کیا ہوگیا ہے میں ہوں۔" وہ عاجز ہوا۔ ایمان نے سرد آہ بھرنے کے انداز میں محض سر ہلایا۔

"چائے بنا کر کمرے میں دے جاؤ مجھے۔" وہ نرمی سے کہتا واپس مڑ گیا۔ ایمان نے اپنا کام ادھورا چھوڑا اور چائے کی تیاری کرنے لگی۔ فریج سے دودھ کا پیکٹ نکال کر ساس پین میں ڈالا اور اسے چولہے پر چڑھا دیا۔ شرجیل قہوے والی چائے نہیں پیتا تھا۔ اسے دودھ پتی پسند تھی۔ بہت اسٹرانگ قسم کی۔ اب وہ صرف شرجیل کی نہیں ہر کسی کی پسند کا خیال رکھنے کی پابند تھی۔ اس گھر میں اسے تو کیا وہ مقام ملنا تھا جو ایک بہو کا ہوتا ہے الٹا شرجیل کو بھی گویا برداشت کیا جانے لگا۔ یہ تو فراز تھا جس کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے وہ اس رات وہاں ٹھہر پائے تھے اور اس کے ساتھ ماما کی فیور بھی۔ ایمان نے اتنے سخت اور مشکل حالات کے باوجود جو بات شدت سے محسوس کی تھی وہ فراز کی بغاوت کو دبانے کی تاؤجی کی غیر محسوس کوشش تھی۔ فراز کے سر اٹھاتے ہی وہ دھیمے پڑتے چلے گئے تھے۔ مگر جو بات یہاں اس کے علاوہ زیادہ تکلیف کا باعث تھی وہ یہ تھی کہ شرجیل کے لیے بھلے تھوڑی بہت گنجائش نکل آئی تھی دل میں نہ سہی گھر میں سہی مگر ایمان کے ساتھ تو مما کا رویہ بھی ہتک آمیز ہی تھا۔ شروع کے دنوں میں تو وہ کچھ اس طور حواس باختہ اور عدم اعتماد کا شکار ہوئی تھی کہ خود کو کمرے تک محدود کرلیا تھا۔ یہ شرجیل ہی تھا جس نے اسے راہ دکھائی تھی۔

"اس طرح تو قیامت تک بھی کوئی تمہیں قبول نہیں کرسکتا۔ ایمان دلوں میں جگہ بنانا تو بہت دور کی بات کچھ پانے کو کچھ کھونا بھی پڑتا ہے۔" اور ایمان نے جان لیا تھا وہ کچھ پائے نہ پائے کھونے والی ضرور بن گئی ہے۔ عزت بھرم محبت وقار اور جانے کیا کچھ ایک غلط اٹھا ہوا قدم اسے لاتعداد پچھتاوے دے گیا تھا۔ ہر پل ساتھ نبھانے کا عہد نبھانے والا اپنے گھر والوں کے دل شکن رویے سے مایوس اس کے دکھ کو محسوس کرنے کی صلاحیت ہی کھو بیٹھا۔ ایمان کا افسردگیوں کی گھٹاؤں میں چھپا چہرہ اسے ہسٹریک کرنے لگتا۔

"ہر وقت رونی صورت بنا کر یہ ثابت کرنا چاہتی ہو کہ تمہیں اپنے عمل پر پچھتاوا ہے۔" وہ سوال نہیں کرتا تھا الزام لگایا کرتا۔ ایمان کی ہراسگی اور بوکھلاہٹ دیکھنے سے تعلق رکھا کرتی۔ پھر وضاحتوں اور یقین دہانیوں کی اتنی لمبی فہرست ہوتی جس کی آخیر میں بھی وہ ہمت ہی نہ کرپاتی کہ شرجیل سے بھی پوچھ لے کہ وہ کیوں بدل گیا ہے۔

"کیا ہو رہا ہے بھابی؟" شنزرا نے کچن میں قدم رکھتے سوال کیا اور آگے بڑھ کر پتیلے کا ڈھکن اٹھایا۔ بھاپ کا بڑا سا مرغولا پلاؤ کی دلفریب مہک لیے سرعت سے اوپر اٹھا اور کچن کی فضا میں چاولوں کی اشتہا انگیز خوشبو پھیل گئی۔ ایمان نے چائے چھانتے ایک نظر اسے دیکھا۔ فراز اور سمیعہ کے بعد ایک وہی تھی جو اس سے سیدھے منہ بات کرلیا کرتی تھی شاید وجہ لاڈلے بھائی کی من پسند بیوی قرار پانا تھا۔

"چائے کا کہا تھا تمہارے بھائی جان نے یہ دے آؤ گی انہیں۔" ایمان نے کرسٹل کی چھوٹی خوب صورت ٹرے میں بھاپ اڑاتا چائے کا مگ رکھا۔ شنزرا مسکرانے لگی۔

"بھائی چائے کے بہانے آپ کے منتظر ہوں گے۔ مجھے بھیج کر انہیں مایوس تو نہ کریں۔" شنزرا کی شگفتگی کے جواب میں ایمان کے صبیح چہرے پر سایہ سا لہرا گیا۔

"مجھے یہ کام کرنا ہے پلیز لے جاؤ۔" اس نے جبری مسکان میں اپنا بھرم رکھا ورنہ شرجیل کا رویہ تو اتنی غفلت اور بے مہری ہیٹ لایا تھا کہ اسے اب خود کو یہ یقین دلانا پڑتا کہ یہ وہی شرجیل ہے جو اس پر جان وارا کرتا تھا یہ سوچ کر آنکھیں بھیگ جاتیں۔ حالات کی تبدیلی نے کیسے کیسے رنگ دکھانے شروع کردیے تھے۔

"آپ کو اتنی مہارت سے کچن کے سب کام کرتے دیکھ کر مجھے اکثر حیرت ہوا کرتی ہے بھابی۔ آپ تو حویلی میں سنا ہے بہت شاہانہ قسم کی زندگی گزار رہی تھیں آگے پیچھے نوکر چاکر ہوں گے ہے نا؟" شنزرا بے حد اشتیاق سے سوال کرتی گویا اپنی نادانی کے باعث اس کے زخم کرید رہی تھی مگر اسے اب خود پر کمال کا ضبط حاصل ہوچکا تھا۔

"مجھے کوکنگ کا شوق تھا اکثر کچھ نہ کچھ بناتی رہتی تھی۔ کورسز کیے تھے باقاعدہ۔"

"جبھی کام آرہے ہیں۔ معدے کے رستے دل میں اتر جائیں گی بالآخر سسرال کے۔" شنزرا نے مسکرا کر کہتے ہوئے ٹرے اٹھالی۔ جبکہ ایمان کے دل میں گویا تیر پیوست ہوگیا۔ وہ یکایک بے تحاشا تھکان محسوس کرنے لگی۔ اسے لگا اس نے اپنے لیے بہت مشکل راستے کا انتخاب کرلیا ہے۔

"دیکھا کہا بھی تھا میں نے اب بلا رہے ہیں شرجی بھائی جائیں سنیں ان کی بات۔" چند لمحوں کے توقف سے ہی شنزرا شور مچاتی ہوئی پھر کچن میں آ گئی۔ ایمان نے ٹھنڈا سانس بھرا۔

"لائیں میں نبٹا لوں آپ کے کام۔" شنزرا نے اسی پر خلوص مسکراہٹ کے ساتھ چھری اس کے ہاتھ سے لے لی۔ ایمان کچن سے نکل کر راہداری عبور کرتی اپنے کمرے کی جانب آئی تو اس کے قدم دروازے پر ہی تھم گئے۔ اندر مما شرجیل کے ساتھ تھیں اور غصے میں زور زور سے بولنے کے باعث ان کی آواز باہر تک آرہی تھی۔ ایمان کی ہمت اور حوصلہ یہیں جواب دینے لگا۔ اس کے چہرے پر نگاہ پڑتے ہی ان کے تاثرات میں کرختگی اور نفرت کا احساس امڈ آیا۔

"آ گئی ہے پوچھو اس سے ایک تمہارا چائے کا کپ یہاں پہنچانے میں کون سے ہل جوتنے تھے جو کام کا بہانہ بنا کر شنزرا کو یہاں بھیجا۔ کیا ثابت کرنا مقصود تھا آخر کہ ہمارے سارے کام یہ کیا کرتی ہے؟" ان کے لہجے کا تنفر اور کڑواہٹ و تلخی ایمان کے لیے تکلیف دہ تو تھی مگر اس سے زیادہ اس کی بوکھلاہٹ اور گھبراہٹ کا باعث بنی وجہ یہی تھی کہ اس نے اس قسم کے رویوں کا سامنا کبھی نہیں کیا تھا۔ جبھی اسے انہیں برتنے اور سہنے کا سلیقہ بھی نہیں تھا۔ جس ماحول میں اس کی پرورش ہوئی تھی وہ تو اپنی راجدھانی کی ملکہ تھی۔ بہنوں میں پہلے درجے پر ہونے کے باعث شعوری و لاشعوری طور پر اس کی اہمیت خود بخود بڑھ گئی تھی۔ بابا سائیں کا رویہ بھی اس کے ساتھ خصوصیت لیے ہوتا تھا مگر یہ سب ماضی بعید کا قصہ تھا۔ اب صورتحال تبدیل ہوچکی تھی۔ جس دن سے اس نے اس گھر میں قدم رکھا تھا اسے قدم قدم پر تذلیل سہنی پڑ رہی تھی۔ خاص طور پر تائی ماں اور مما تو اسے کسی بھی لحاظ سے بخشنے اور رعایت دینے پر تیار نہیں تھیں۔

"ایمان سوری کرو مما سے۔ وہ ہرٹ ہوئی ہیں تمہاری اس حرکت پر۔" شرجیل کی سنجیدگی سے بھرپور آواز اس نے یونہی جھکے ہوئے سر کے ساتھ سنی تھی۔ اس نے حیرانی کے عالم میں شرجیل کو دیکھا۔ گویا جاننا چاہا ہو کہ اس نے مما کو ہرٹ آخر کیسے کردیا۔ چائے انہیں نہیں بلکہ شرجیل کو شنزرا کے ہاتھ بھیجی تھی۔

"یہ کیوں آخر معافی مانگے گی مجھ سے۔ عزت نہ گھٹ جائے گی مہارانی صاحبہ کی بہت زعم ہے محترمہ کو اپنے اسٹرانگ بیک گراؤنڈ کا۔ مگر بی بی تم اپنی کشتیاں جلا کر آئی ہو گھر سے بھاگنے والیوں کو دنیا ایسے ہی ٹھوکروں پر رکھا کرتی ہے۔" ان کا لہجہ زہر خند تھا اپنے عناد اور رویے کی وجہ بھی انہوں نے خود ظاہر کردی تھی۔ ایمان کو نئے سرے سے یہ طعنہ سن کر اس بکی ذلت اور وحشت و اذیت کے احساس نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ جیسے پہلی بار ملنے والے اس طعنے نے دوچار کیا تھا۔ پھر اس نے صرف ان سے معذرت نہیں کی بلکہ آئندہ کے لیے محتاط رہنے کا وعدہ بھی کیا تھا۔ ذلت و بکی کے اس دورانیے میں ایمان نے دانستہ شرجیل کی جانب اس لیے بھی نہیں دیکھا تھا کہ وہ اس کی نظروں کو کوئی غلط رنگ نہ دے دے۔ وہ نہیں چاہتی تھی شرجیل یہ سمجھے کہ اسے شرجیل سے یہاں اس موقع پر فیور کی ضرورت تھی۔ وہ کیا جانے ایسی باتیں کہنے کی نہیں سمجھنے کی ہوا کرتی ہیں۔

اگر شرجیل انہیں سمجھا کر نہیں سکا تو جتلا کر بات منوانے اور عزت گھٹانے والوں میں اس کا شمار نہیں ہوتا تھا۔ مما کی آنکھوں اور چہرے پر فتح مندی کے تاثرات امڈ آئے۔ مگر ایمان انہیں دیکھنے کو رکی نہیں تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

اس نے گاڑی کو لاکر زینب کے گھر کے آگے روکا تو اس کی آنکھوں کی جلن اور اضطراب میں تب بھی کمی نہیں آسکی تھی۔ ممی کا یہ روپ یہ چہرہ ناقابل برداشت تھا۔ اس نے اپنی زندگی میں کبھی کسی سے نفرت نہیں کی تھی مگر اسے ممی سے نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ اسے یاد تھا اس نے ایک بار زینب سے سنا تھا۔

"ایک انسان کا قتل اس کے اللہ کے نزدیک پوری انسانیت کا قتل ہے۔" ممی گناہ عظیم کی مرتکب ہوئی تھیں محض دھرم کے تعصب میں مبتلا ہوکر انہوں نے کتنا گھناؤنا کھیل کھیلا تھا۔ وہ ڈیڈی کو چھوڑ کر ممی کے پاس آئی تھی۔ مگر اب اسے ممی کے ساتھ رہنا ان کا سامنا کرنا دنیا کا دشوار ترین کام لگا تھا۔ جبھی اس نے ایک بار پھر ڈیڈ کے پاس جانے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ وہ یہ فیصلہ کر کے ہی زینب سے آخری بار ملنے اور اس سے معافی مانگنے آئی تھی۔ اس گناہ اور غلطی کی جو اس سے سرزد نہیں بھی ہوئی تھی مگر وہ اس کی وجہ ضرور بن گئی تھی۔ زینب اور عثمان خان کو نندنی سے میل جول بڑھانے کی ہی اتنی کڑی سزا دی گئی تھی اور دوسری جانب وہ تلاش وہ کھوج جو اس کا مقصد حیات تھی اس کے لیے روگ بن کر رہ گئی تھی مگر کامیابی شاید اس کے نصیب میں نہیں تھی۔ اسے ناکام ہی رہنا تھا اور ساری عمر ان وحشتوں کے صحراؤں کی خاک چھانتے اک دن نامراد ہی اس دنیا سے منہ موڑ لینا تھا۔ حالانکہ دیو اس کی واپسی کا سن کر کسی درجہ مضطرب لگنے لگا تھا۔ وہ چاہتی تو زندگی کی جانب کھلنے والے اس روزن سے خود کو زندگی کے رنگوں سے روشناس کراسکتی تھی مگر اسے زندگی جینے کی خواہش تھی نہ زندگی پوری کرنے کی نہیں جبھی دیو کے لیے کوئی گنجائش نہیں تھی اس کے پاس۔

"ممی کو معاف کردو نندنی اور پلیز واپس مت جاؤ۔ میں وعدہ کرتا ہوں تم سے دوبارہ تمہیں کبھی شادی کا بھی نہیں کہوں گا۔" کتنی بے بسی تھی تب اس کی آنکھوں میں اس کی آواز میں۔ محض ایک لمحے کو نندنی کو دیو کی دیوانگی بھری محبت کی لاچاری کا احساس ہوا۔ وہ خود بھی تو اس اذیت کا شکار تھی مگر یہ بھی حقیقت تھی کہ وہ دیو سے ہمدردی رکھنے کے باوجود اس کے لیے کچھ بھی کرنے سے قاصر تھی۔

"مجھے تم سے کوئی پرابلم نہیں ہے دیو اور مجھے روکو بھی مت مجھے بہرحال واپس جانا ہے۔" اس نے شاید زندگی میں پہلی بار دیو سے نرم انداز میں بات کی تھی لیکن دیو کی بدنصیبی یہ تھی کہ یہ نرمی کا سلوک بھی اسے کوئی خوشی دینے سے قاصر تھا۔ وہ بے بسی سے اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

"آؤ نندنی، کیسی ہو تم؟" کال بیل کے جواب میں دروازہ زینب نے کھولا تھا۔ نندنی نے دیکھا اس کی آنکھوں تلے سیاہ حلقے تھے اور وہ چند دنوں میں صحت کے اعتبار سے آدھی بھی نہیں رہ گئی تھی۔ وہ پاکر کھونے والوں میں شامل ہوئی تھی اور یہ دکھ زیادہ گہرا اور شدید ہوا کرتا ہے۔ نندنی کو وہ سلگتی ہوئی گیلی لکڑی کی طرح لگی جو اندر ہی اندر سلگتی اور ختم ہوتی رہتی ہے۔ صدمہ یقیناً بہت بڑا تھا مگر زینب کا حوصلہ بھی کمال تھا۔ وہ واویلا نہیں کر رہی تھی اس نے صبر سے یہ نقصان برداشت کیا تھا اور خود کو جوڑے رکھا تھا۔

"آپ کہیں جارہی ہیں؟" زینب کا سامان جگہ جگہ بندھا دیکھ کر نندنی کو حیرت نے آن گھیرا۔ زینب کے حزیں چہرے پر ملال سا آ بکھرا۔

"اب یہاں رہنے کا جواز بھی تو ختم ہوگیا ہے نندنی! چند دنوں میں مجھے واپس اپنے پیرنٹس کے پاس جانا ہے۔"

"آپ پاکستان جارہی ہیں؟" وہ ششدر تھی زینب نے سرد آہ بھری اور سر اثبات میں ہلا دیا۔ نندنی گم صم ہوکر اسے دیکھے گئی۔ اللہ جانے کیسا احساس دل سے اچانک اٹھا جو روح کو گھائل کررہا تھا۔

"میں آپ کے ساتھ چلوں زینب؟" اس نے جانے کس کیفیت کے زیر اثر کہا تھا انداز خود کلامی کا سا تھا مگر زینب ٹھٹک کر رہ گئی۔

"میرے ساتھ......؟" اس نے چہرے اٹھا کر اسے استعجاب آمیز نظروں سے دیکھنا شروع کیا۔

"ہاں آپ کے ساتھ زینب میں نے آپ کو بتایا تھا وہ انڈین ہی تھا بلکہ پاکستانی۔ میں اگر اس کی تلاش میں یوکے انڈیا آسکتی ہوں تو پاکستان بھی جانا چاہیے ایک آخری کوشش پھر آگے جو میری قسمت......!" وہ جیسے کسی خواب کی کیفیت میں بات کررہی تھی۔ زینب متحیر اور ہنوز غیر یقین تھی۔ دونوں کے درمیان خاموشی کا ایک طویل وقفہ آ گیا۔ اپنی اپنی جگہ دونوں الجھی سوچوں میں غلطاں تھیں۔

"تمہاری ممی تمہیں اس کی اجازت دے دیں گی؟ پھر یہ بھی تو سوچو نندنی! جانے وہ کون تھا؟ یہ بھی ممکن ہے وہ پاکستانی نہ ہو تمہیں تو اس کا نام تک معلوم نہیں ہے۔ میری بات سے یوں نہ سمجھنا کہ میں تمہیں ساتھ لے جانے سے ہچکچا رہی ہوں۔ نندنی تم ایک لڑکی ہو۔ ہمارے ایشین معاشرے میں لڑکی کی عزت بہت نازک سمجھی جاتی ہے۔ پھر اتنے غیر معمولی حسن کی مالک لڑکی کے لیے تو اس عزت کی حفاظت اور بھی کٹھن اور دشوار مرحلہ ثابت ہوا کرتی ہے۔ مجھے نہیں لگتا تمہاری ممی تمہیں اس کی اجازت دیں گی۔" زینب نے اپنی الجھن اس لیے بھی اس کے سامنے رکھی تھی کہ اسے سمجھانا اس کا فرض بنتا تھا اس کے خیال میں تو کسی اجنبی کی خاطر اس قسم کا جذباتی قدم اٹھانا حماقت کے سوا کچھ نہیں تھا۔ وہ بھی اس صورت جبکہ یہ محض ایک آس امید پر اختیار کیا جانے والا سفر ہو۔ نندنی نے اس کی بات کو تحمل سے سنا اور پھر کاندھے جھٹک دیے۔

"مجھے آپ کی بات سے ہرگز اختلاف نہیں ہے زینب۔ آئی ایگری ود یو۔ میں تو آپ سے یہاں آخری بار ملنے آئی تھی پتا ہے کیوں؟ میں واپس جارہی تھی ڈیڈ اور بھائی کے پاس مگر اب میں نے اپنا ارادہ یکدم بدل لیا ہے۔ میں پاکستان جانا چاہتی ہوں۔ مجھے اپنی تلاش کو ادھورا نہیں چھوڑنا۔ آپ اگر مجھے اپنے ساتھ لے جانے پر متامل ہیں تو اٹس اوکے۔ میں اپنے طور پر چلی جاؤں گی۔ ممی کوئی نہیں ہوتی مجھے روکنے والی۔ میں بالغ ہوں اپنے فیصلے خود کرنے کا مجھے قانونی اختیار مل چکا ہے۔" اپنی بات مکمل کرکے وہ رکی نہیں تھی۔ زینب اسے واپس جاتے دیکھ کر بوکھلا اٹھی۔

"رکو تو سہی نندنی، ابھی تو تم نے کافی بھی نہیں پی۔" نندنی نے تھم کر پھر بے حد نرم مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھا۔ وہ جان سکتی تھی زینب اس کی خفگی یا دل شکنی کے خیال سے پریشان ہے۔

"ٹیک اٹ ایزی زینب، جن لوگوں کے خلوص اور محبت پر مجھے قطعی شبہ نہیں تمہارا شمار انہی میں ہوتا ہے۔ میں تم سے خفا نہیں ہوں ریلیکس۔" زینب کے ہونٹوں پر مجروح قسم کی مسکان نے لوبھر کا قیام کیا تھا۔ یاسیت اور حزن نے اس کے حسن کو سوگواری دے کر پچھا اور بھی پرکشش بنادیا تھا۔

"جزاک اللہ کچھ دیر تو بیٹھو نا میں کافی بنا کر لاتی ہوں۔" زینب کے اصرار پر نندنی نے انکار مناسب نہیں سمجھا اور آ کر صوفے پر بیٹھ گئی۔ عبداللہ سامنے ہی بستر پر سو رہا تھا۔ نندنی نے اسے پیار کیا پھر بیگ سے اپنا سیل فون نکال کر بٹن پش کرنے لگی۔

"تم جہاں بھی ہو گھر پہنچو مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔" اس نے ٹیکسٹ دیو کے نمبر پر بھیجا تھا۔ زینب کافی بنانے کچن میں جاچکی تھی۔ وہ کھڑکی سے اندر اترتی غروب ہوتے سورج کی زرد اداس اور مرجھائی ہوئی کرنوں کو فرش پر لرزتے دیکھنے لگی۔ تبھی اس کا سیل گنگنانے لگا۔

"اوکے میں ابھی آتا ہوں۔" آنے والا میسج دیو کا ری پلائی تھا۔

نندنی کے چہرے پر اطمینان کا تاثر جھلکا۔ اس نے تھینکس کا ٹیکسٹ بھیج دیا۔ چند سیکنڈ کے توقف سے پھر اسکرین چمکی۔ دیو نے جواباً اسے مسکراتے چہرے کی تصویر بھیجی تھی۔ اس نے گہرا سانس بھرا اور تمام میسجز ڈیلیٹ کرنے کے بعد سیل فون کو بیگ میں ڈال دیا۔ اسی دوران زینب کافی سمیت آچکی تھی۔

"اگر تم اپنی ممی کی اجازت سے پاکستان جاؤ تو مجھے تمہیں ساتھ لے جا کر روحانی خوشی ہوگی۔ میرے لیے یہ بہت اچھا احساس ہوگا اگر میں تمہارے کچھ کام آسکوں۔" کافی کا مگ اس کی جانب بڑھاتے وہ نرمی سے اس سے مخاطب تھی۔ نندنی نے خوشگوار تاثر کے ساتھ اسے دیکھا۔

"میں آج ممی سے اس ٹاپک پر بات کروں گی زینب! مجھے بھی اچھا لگے گا اگر میں تمہارے ساتھ جاسکوں۔" وہ وہاں سے اٹھی تو اسے اس بات کا ہرگز ملال نہیں تھا کہ وہ ایک جھوٹ زینب سے بول چکی ہے۔ وہ ممی کو ہوا بھی لگنے نہیں دینا چاہتی تھی ایک جھوٹ اسے ممی سے بھی بولنا تھا۔ یہ ضروری تھا اس کے خیال میں۔ وہ گھر پہنچی تو دیو لان میں ٹہلتے ہوئے اس کا منتظر تھا۔ اسے روبرو پاکر اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر پیشانی سے لگاتے ہوئے بہت عاجزانہ نمسکار کیا تھا۔ دیو کی اس کو تکتی نظروں میں اک عقیدت مندانہ اپنائیت کے ساتھ کسی خیال سے وابستہ دبا دبا جوش بھی ہلکورے لیتا تھا۔ یقیناً وہ اس کی پیش رفت کے باعث مستقبل کے حوالے سے خوش فہم ہو رہا تھا۔

"مغموم انسان۔" اک پل کو نندنی کو اس پر واقعی رحم آیا تھا۔ محبت کے روگی جوگی بن کر بھی محبوب کے در سے آس نہیں چھوڑ پاتے۔ کتنا بے بسی میں مبتلا کردینے والا خیال ہے یہ بھی۔

"ہیلو کیسے ہو دیو؟" اس نے محض اس کا دل رکھنا چاہا تھا۔ ورنہ دیو بھی جانتا تھا اسے دیو سے یا دیو کی خیریت سے کتنی دلچسپی تھی مگر وہ اتنے میں بھی خوش ہوچکا تھا اور بہت مسرور انداز میں اسے اپنی خیریت بتا رہا تھا۔

"تمہیں کچھ کہنا تھا نا مجھ سے آؤ ہم یہیں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔ موسم بھی اچھا ہو رہا ہے۔" دیو نے اپنے مخصوص نرم انداز میں کہا۔ نندنی نے فی الفور سر کو نفی میں ہلا دیا۔

"نہیں، ممی دیکھ لیں گی۔ میں نہیں چاہتی جو بات میں تم سے کرنے والی ہوں ممی کو اس کا پتا لگے۔" وہ حد درجہ محتاط تھی۔ دیو نے چونک کر اسے دیکھا پھر اس کی خوش گمانی نے چہرہ کچھ اور روشن کردیا تھا۔

"ڈونٹ یو وری نندنی۔ تم جو بھی کہنا چاہ رہی ہو کہو ممی اس وقت گھر پر نہیں ہیں۔" دیو کے جواب پر نندنی واقعی ریلیکس ہوئی اور پرسوچ نظروں سے اسے دیکھتی قدم بڑھا کر رنگین چھتری کے نیچے چیئرز میں سے ایک پر آ بیٹھی۔

"مجھے تمہاری ہیلپ چاہیے دیو مگر راز داری کے مکمل وعدے کے ساتھ آئی مین تم ممی کو نہیں بتاؤ گے۔"

"تمہارا یہ اعتماد اور بھروسہ کبھی نہیں ٹوٹے گا۔" دیو کے پر

خلوص لہجے میں سچائی بھی تھی اور یقین تھا۔ نندنی نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر اسے جانچتی نظروں سے دیکھا اور محض ہنکارا ابھرا۔ دیو دانستہ اس کے شعاعیں بکھرتے روپ سے نگاہیں چرائے ہوئے تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ اسے دیکھے تو نظر بہکے، محبت عشق کے مرتبے پر فائز ہو جائے جو قانع اور تخی تو ہوتی ہی ہے ساتھ میں پاکیزگی کا جذبہ بھی سمیٹ لایا کرتی ہے۔ وہ محبت کو پوجا کا درجہ دیتا تھا۔ پھر اس میں آلائش نفسانی کا احتمال بھی کیسے گوارا کر لیتا۔

''مجھے پاکستان جانا ہے دیو! پاسپورٹ تم بنواؤ گے اور ٹکٹ بھی تم لاؤ گے۔ کیوں جانا چاہتی ہوں یہ سوال نہیں کرنا مجھ سے۔ ممی کو بھی پتا چلنا چاہیے کہ میں یو کے جا رہی ہوں ڈیڈ کے پاس۔'' اس نے کہا اور دیو لب بستہ رہ گیا۔ منجمد سا کن اور دل برداشتہ جدائی ایک بار پھر عشق کا نصیب بننے والی تھی اور چارہ سوائے صبر کچھ نہیں تھا۔ اس نے بوجھل اور پژمردہ انداز میں سانس بھرا اور سر جھکا کر بیٹھ گیا۔

''آپ کا کام ہو جائے گا نندنی' ممی کو بھی پتا نہیں چلے گا۔'' دیو کا جواب یہی ہو سکتا تھا نندنی مطمئن ہو کر اٹھی اور دیو کے خوش گمان دل میں شام غم اتر آئی تھی۔ اس کی پیاس بھری تشنہ نظریں تب تک نندنی کے قدموں سے لپٹی رہیں جب تک وہ اس کی نگاہ کی زد میں سما سکے۔ پھر اس کی آنکھوں میں ابھرتی دھند میں ہر منظر دھندلا گیا۔

❁ …… ❁ …… ❁

''یہاں بیٹھو کچھ دیر پہلے سانس بحال کرو۔'' عباس نے رک کر عریشہ کو سہارا دے کر کرسی پر بٹھا دیا۔ اس کی ڈلیوری نزدیک تھی اور عباس اسے ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق چہل قدمی کرانے میں مصروف تھا ایسی حالت میں جبکہ عریشہ اپنے آپ سے بھی بے زار تھی۔ عباس سے بات بے بات الجھتی جھنجلائے جاتی عباس نے پھر بھی اسے ہتھیلی کا چھالا بنایا ہوا تھا۔ اس کے باوجود جب بھی وہ اس پر خوامخواہ برستی عباس شرمسار ہونے لگتا۔ عریشہ زندگی اتنی جلدی پابند نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اولاد کی خواہش عباس کی تھی اس شرمندگی کی وجہ بھی یہی تھی۔

''بس کچھ دن ہیں تھوڑا سا صبر کر لو اس کے بعد میں تمہیں دوبارہ اس مشقت میں نہیں ڈالوں گا۔'' اس کا ہاتھ نرمی سے دباتے ہوئے عباس سرگوشی میں کہہ رہا تھا عریشہ نے گردن موڑ کر اس کے بے پناہ کشش کے حامل خوبرو چہرے کو دیکھا پھر آہستگی سے مسکرا دی۔

''ایک بچے سے گزارا ہو جائے گا آپ کا؟ وہ جو ڈھیر سارے بچوں کا شوق تھا۔''

''تم سے بڑھ کر میری کوئی خواہش اہم نہیں ہے میرے لیے۔ ہمیشہ کے لیے نوٹ کر لو۔'' عباس کے لہجے میں سب سے بڑی خاصیت کا رنگ تھا۔ اس نے عریشہ کی ناک شرارت سے دبائی جبھی وہ تفاخرانہ احساس میں گھرتی ہنس پڑی تھی۔

''ہمارے ہاں ٹوئنز بے بیز ہوں گے عباس! مجھے اس مرتبہ الٹرا ساؤنڈ کے بعد بتایا ہے ڈاکٹر نے۔'' وہ شرمگیں مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھی۔ عباس پہلے حیران ہوا پھر بے ساختہ ہنس دیا۔

''اوہ رئیلی! پھر تو یہ میرے لیے خوشخبری ہے۔ اللہ کو بھی پیار آیا اللہ کو پتا تھا میری بے چارگی کا۔ بیوی نہ اور بچے پیدا ہونے دیتی نہ ہی مجھے دوسری شادی کرنے دے گی اس لیے ہوا ہے یہ انتظام۔'' اس کے کھنک دار لہجے میں گمبھیرتا بھی تھی اور شوخی کا رنگ بھی۔ عریشہ جھینپ کر اسے گھونسے مار گئی۔

''بہت بدتمیز ہیں۔ اپنا خیال ہے میرا نہیں ایک ساتھ دو بچے سوچیں کتنا تنگ کریں گے مجھے نیند کو ترسوں گی۔'' وہ منہ پھلا کر بیٹھ گئی۔

''بھئی اس کی فکر کرنے کی تمہیں ضرورت نہیں میں گورنس کا انتظام کر دوں گا۔ نیندیں تمہاری خراب کرنے کا پرمٹ صرف ہمیں حاصل ہوا ہے اس گستاخی کی تو ہمارے بچوں کو بھی اجازت نہیں ہو گی۔'' وہ جس انداز میں کہہ کر آنکھ مار کر ہنسا تھا۔ عریشہ کانوں کی لوؤں تک سرخ پڑتی چلی گئی تھی۔

❁ …… ❁ …… ❁

سردی کی تیز لہر نے کائنات کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا۔ ہمہ وقت دھند چھائی رہتی تھی۔ ایسا شدید موسم اس کی طبیعت پر بہت گراں گزرتا تھا۔ گو کہ وہ اب اتنی نازک مزاج نہیں رہی تھی مگر موسم اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہا۔ نزلے زکام کے ساتھ اسے چھینکوں نے بھی بری طرح گھیرا ہوا تھا۔

''یقیناً آپ کو کوئی یاد کر رہا ہو گا۔'' وہ کچن میں کھڑی مسلسل چھینک رہی تھی جب سمیعہ نے اندر آ کر اس کی سرخ ہوتی ناک اور آنکھوں سے بہتے پانی کو دیکھتے ہمدردی سے زیادہ شرارت آمیز انداز میں کہا مگر یہ شرارت بھی طوق بن کر اس کے گلے میں اٹک جائے گی اگر سمیعہ کو ذرا سی بھی خبر ہوتی تو وہ کبھی ایسی بات نہ کہتی۔

''اسے کون یاد کرے گا؟ اونہہ اس قابل کسی کو چھوڑا ہے جو یاد کرے کوئی! ارے لعنت بھیج چکے وہ سب کے سب اس پرائے ہی چہروں پر کالک مل کر آنے والیوں کے راستوں میں کانٹے اگ آتے ہیں۔'' مما کچن کے دروازے پر کھڑی تھیں۔ نفرت ان کی آنکھوں سے چنگاریوں کی صورت پھوٹ رہی تھی۔ ایمان کا بخار کی حدتوں سے دہکا ہوا چہرہ کچھ اور بھی سرخ پڑ گیا۔ ہونٹ بھینچتے ہوئے اس نے تیزی سے رخ پھیر کر یقیناً آنسوؤں کو چھپانا چاہا اور گوشت کے سالن کے اوپر سے ڈھکن ہٹا کر پتیلی میں جھانکا۔ بھاپ کا ایک مرغولا اٹھا تھا جس نے اس کے پہلے سے جلتے چہرے کو کچھ اور جھلسا ڈالا اس کے اندر اتنی تپش تھی کہ یہ ذرا سی بھاپ اس کا کچھ بگاڑنے میں ناکام رہی تھی۔

''ہاتھ ذرا جلدی چلانا سیکھو تا کہ کھانا ٹائم پر مل سکے کب سے گھر کے مرد انتظار میں بیٹھے ہیں۔'' مما کا لہجہ مخصوص قسم کی حقارت اور طنز سے بھرپور تھا۔ وہ خوامخواہ کی جھاڑ کے بعد پلٹ گئیں۔ سمیعہ بے حد خفت زدہ اور منجمد سی کھڑی تھی۔

''آئی ایم سوری بھابی۔ مجھے ہرگز بھی اندازہ نہیں تھا چچی جان یہاں آ کر میری سیدھی بات کا بھی الٹا......!'' وہ منمنا کر بولی۔ خفت و خجالت اسے زمین میں گاڑھ رہی تھی۔ ایمان نے دھندآلود اور نم آنکھوں سے اسے دیکھا اور مجروح انداز میں مسکرا دی۔

''فارگیٹ اٹ...... اٹس او کے۔'' وہ نہیں سمجھتی تھی اس میں سمیعہ کا یا کسی اور کا کوئی قصور تھا۔ ہرگز نہیں' یہ اس ہی کا قصور و غلطی تھی وہ کسی کو الزام کیوں دیتی۔ اس نے خود اپنی قسمت کھوٹی کی تھی۔ اس نے اپنے پیروں پر اپنے ہاتھوں سے کلہاڑی ماری تھی۔ یہ تو تھا ہی رسک' جو اس نے بڑے بے فکر انداز میں لے لیا تھا۔ اب جو بھی ہونا تھا تن تنہا اپنی جان پر سہنا تھا۔ اس کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھرنے لگیں جبکہ سر درد سے پھٹا جا رہا تھا مگر اسے کام کرنا تھا جبھی وہ لگی رہی تھی۔ کھانا بنانے سے لے کر ٹیبل پر لگانے تک اہل خانہ کے کھانا تناول کرنے کے دوران تک اس کی ڈائننگ ہال سے کچن تک کتنی دوڑیں لگا کرتی تھیں۔ اس کی آمد سے پہلے تک جو کام ملازموں کے سپرد تھے اب اس کے گناہ کی پاداش میں اس پر ڈال دیے گئے تھے۔ مما اور تائی ماں کی کوششیں رنگ لائی تھیں اور وہ ملازمہ سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور ہو چکی تھی۔ اس کا مقام اس کا درجہ یہاں دوسروں کے ہاتھوں طے پاتا رہا اور شرجیل کو کوئی فرق نہیں پڑا۔ اسے ایک بار بھی اس کے حقوق اس کی ذمہ داریوں کو نبھانے کا خیال نہیں آ سکا۔ بیڈ روم سے باہر وہ اس کے وجود سے ایسے غافل ہوتا جیسے سرے سے اس سے شناسائی نہ رکھتا ہو یا پھر شاید وہ اپنی ماں کو مزید اس حوالے سے دکھ نہیں دینا چاہتا تھا۔ صرف وہی نہیں سب جانتے تھے مما کو اس کی ایمان پر دی گئی توجہ کیسا خفقان ہونے لگتا ہے۔ ایمان نے تو شرجیل کے ساتھ بھاگ کر اپنا ہر حق ہی نہیں شکایت و گلے کا حق بھی گنوا دیا تھا۔ کتنا گھاٹے کا سودا تھا یہ بھی اگر کوئی سمجھ پاتا۔

''مجھے دودھ نہیں کافی پینی تھی یار! پوچھ تو لیا کرو پہلے۔'' برتنوں کے ڈھیر سے نبرد آزما ہونے کے بعد خود کھانا کھانے سے پہلے وہ اس خیال سے شرجیل کے لیے دودھ کا گلاس لیے چلی آئی تھی کہ وہ سو نہ جائے۔

''میں کافی لا دیتی ہوں۔'' شرجیل کے نخرے کے جواب میں کوفت و بے زاری کا شدید احساس اس کے بیمار نقاہت زدہ وجود پر بہت سرعت سے غلبہ پا گیا مگر بہرحال اسے کوفت ظاہر کرنے کا بھی حق حاصل نہیں تھا۔

''رہنے دو امی! مشکل سے تو دستیاب ہوتی ہو میرا موڈ نہیں ہے پھر سے تمہیں کھونے کا۔'' اس کے پلٹنے سے قبل وہ ایمان کی کلائی تھام چکا تھا۔ ایمان نے دیکھا اس کی آنکھوں میں محبت کا وہی بچا کچا احساس تھا جو اسے اب بیڈ روم کی تنہائیوں میں ہی دیکھنے کو ملتا تھا۔

''اپنا خیال رکھا کرو امی! کتنی کمزور ہو رہی ہو۔'' اسے اپنے مقابل بستر پر بٹھانے کے بعد شرجیل اسے بغور تکتا ہوا بولا۔ انداز کی توجہ اور اپنائیت ایمان کے اندر غم آلود دھواں بھرنے لگی۔ وہ اسے بتا نہیں سکی اس وقت اسے کتنی بھوک لگی ہوئی ہے۔ صبح چند سلائس لیے تھے اس کے بعد مصروفیت نے کچھ ایسا جکڑا تھا کہ کچھ کھانے کا ٹائم میسر نہیں آیا تھا۔ اپنی ذات سب سے پیچھے دھکیل کر بھی وہ عزت جیسی انمول شے کو ترستی رہ جاتی تھی۔ اس وقت طبیعت کی خرابی اور بدن کی ٹوٹ پھوٹ تمام ضبط جیسے بہا کر لے جا رہی تھی۔ اس کا بدن جیسے کانچ کا بنا ہوا تھا جو توجہ کی حدتوں کو پا کر تڑخنے کے مرحلے سے گزر رہا تھا۔

''میں جانتا ہوں امی! مما کا بی ہیویئر تمہارے لیے بہت تکلیف دہ ہے مگر میں مجبور ہوں کچھ عرصہ گزرنے دو پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' وہ اس کی تائید کا منتظر تھا اور تائید ہی وہ بھاری پتھر تھی جس کا بوجھ ناقابل برداشت تھا ایمان کے لیے۔ کبھی وہ سوچتی تو حیران رہ جاتی کیسی شاہانہ طبیعت تھی اس کی محض نکاح کے چند بول کیا پڑھے تھے کہ وہ کچھ سے کچھ ہوتی چلی گئی تھی۔ سارا طنطنہ' اپنی ذات کا زعم' حاضر جوابی' بے ساختگی' سب کچھ بھول گئی تھی۔ وہ صرف مفتوح نہیں ہوئی تھی پامال بھی ہو گئی تھی۔ کچھ بھی بولنے سے پہلے دس بار سوچتی اور بولنے کے بعد بھی دم سادھے سامنے والے کا ردعمل دیکھنے لگتی۔ کیا شادی کے بعد ہر عورت کو ایسے ہی ان دیکھی زنجیریں پڑ جاتی ہیں۔ خود

بخود وہ لحاظ مروت اور مفاہمت کے سارے سبق پڑھ جاتی ہے۔

"اتنی خاموش کیوں ہو؟ کچھ بولو نا؟" شرجیل اس کی لمبی چوٹی کو ملائمت سے اپنے ہاتھ میں لپیٹ رہا تھا۔ اسے ساکن اور منجمد پاکر ذرا سا مسکرایا۔

تب ایمان نے نم پلکوں کو اٹھایا تھا کچھ دیر اسے دیکھا پھر ایک دم سے رو پڑی۔ شرجیل تو جیسے بوکھلا گیا۔

"کیوں روئی تم یوں ایک دم کوئی بات بری لگی میری؟" وہ سوال پر سوال کر رہا تھا ایمان نے شرمندہ قسم کے تاثرات کے ساتھ سر کو نفی میں جنبش دی۔

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے شرجیل اور...... اور میں نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔ اس وقت مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔" اسے لگا وہ اس سے زیادہ صبر اور جبر نہیں کر سکے گی خود پر۔ وہ بھی اس کے سامنے جو اس کا محرم رازداں اس کا ہمدم اس کا محبوب ہی نہیں شوہر بھی تھا۔ اس کی ذرا سی توجہ نے اسے جیسے پھر سے شرجیل سے اپنائیت کا احساس بخش دیا تھا۔ جبھی وہ اپنی کیفیت نہیں چھپا سکی تھی۔ دوسری جانب شرجیل کو اس کی بات نے شدید دھچکا پہنچایا تھا۔

"کیوں نہیں کھایا تم نے کچھ؟ ایمی اگر طبیعت خراب تھی تو بتاتیں مجھے ڈاکٹر کے پاس لے کر جاتا۔" وہ مضطرب لگنے لگا تھا۔ ایمان کے دل کو اسی اپنائیت آمیز توجہ نے ڈھارس اور تقویت دی تھی۔ اس کا مطلب تھا محبت ابھی بالکل فنا نہیں ہوئی تھی۔ اس کے خدشات بے جا تھے۔ وہ سب کچھ بھول کر آنسو پونچھتے ہوئے مسکرائی۔

"اتنی بھی خراب نہیں کہ ڈاکٹر کے پاس جانا پڑے۔ آپ رکیں میں کچھ کھانے کو لے آؤں۔" وہ اٹھنے لگی تھی جب شرجیل نے سر کو نفی میں جنبش دی اور اس کے کاندھے پر دباؤ ڈال کر واپس بٹھا دیا۔

"میں لے کر آتا ہوں۔" اگلے لمحے وہ تیزی سے پلٹ کر باہر چلا گیا تھا۔ ایمان کچھ دیر یونہی بیٹھی رہی پھر اس خوب صورت احساس کو محسوس کرتی آہستگی سے مسکرا دی۔ احساس دلا کر لی گئی محبت اسے کبھی گوارا نہیں رہی تھی کہ یہ محبت سے بڑھ کر خیرات لگا کرتی تھی اسے۔ مگر اب معاملہ اور تھا وہ شرجیل تھا اس کی اولین چاہت اس کے سہارے کے بغیر وہ بہت تیزی سے تھکنے لگی تھی اور اسے تھکنا نہیں تھا۔ اسے سروائیو کرنا تھا تو طاقت تو ضروری تھی اور اس کی طاقت اس کی ہمت شرجیل تھا۔ اسے شرجیل کی محبت اس کی توجہ چاہیے تھی چاہے احساس دلا کر ملتی یا لڑ جھگڑ کر ہی۔

"ہاں چاہے لڑ جھگڑ کر بھی۔" اس نے سوچا اور مسکرا دی۔

نہیں جانتی جو چیز نصیب میں نہ ہو وہ لڑ جھگڑ کر تو کیا چھین کر بھی لینا چاہیں تو نہیں ملا کرتی لیکن ابھی وہ جانتی ہی تو نہیں تھی۔

❀......❀......❀

تندنی نے ایک گہرا سانس کھینچا اور خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ ابھی کچھ دیر قبل دیو اسے پاسپورٹ بننے کی خبر فون پر سنا چکا تھا۔ وہ اگر پورے طریقے سے خوش نہیں ہو سکی تھی تو اس کی وجہ مقصد میں ناکامی اور منزل پر نہ پہنچ پانے کا خدشہ ہی تھا جو اس کے اندر کسی سانپ کی طرح کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ اب تک کی ساری تلاش کا حاصل بھی کیا نکلا تھا آگے بھی پتا نہیں کچھ ہاتھ آتا تھا یا اس نے عمر بھر یونہی تہی داماں رہنا تھا۔ اس مایوسی کو گلے لگا کر وہ تنک کر بیٹھ بھی نہیں سکتی تھی۔ محبت کا آغاز جتنا بھی خوش فہم اور سہل کیوں نہ ہو یہ غم کے آنسو ضرور مقدر کیا کرتی ہے۔ اسے تو آغاز سفر سے ہی آبلہ پائی کو مقدر کرنا پڑا تھا۔ بہت کٹھن اور دشوار گزار سفر طے کر کے وہ یہاں پہنچی تھی۔ اگر امید آس دل میں بندھی تھی تو خوف کے گہرے سائے بھی لہراتے تھے مگر یہ طے تھا کہ اسے ہر حال میں سفر جاری رکھنا تھا۔

"گڈ نون زینب شاہ ہاؤ آر یو؟" زینب سے فون پر رابطہ کرنے کے بعد وہ اس کی آواز سن کر خوشدلی سے بولی۔ پھر اسے حالیہ ملنے والی کامیابی کے متعلق بتا کر اگلا پروگرام طے کرنے لگی۔ زینب کی عدت اگلے ہفتے پوری ہو رہی تھی اس نے اسے اگلے ہفتے کی روانگی کا ہی مژدہ سنایا تھا اور ٹھیک ایک ہفتے بعد زینب کے ہمراہ دہلی ائرپورٹ سے پاکستان کے لیے فلائی کرنے والی تھی دیو اسے سی آف کرنے گیا تھا۔

وہ جتنا بے قرار تھا اس پر اس بے قراری کو عیاں کیے بغیر ہی خوشدلی سے اسے رخصت کرنے کا خواہاں تھا۔ حالانکہ یہ بھی سچ تھا کہ اس سے جدائی کا احساس دیو کے اندر دھواں بھرتا جا رہا تھا تو زمین پیروں تلے دلدل میں تبدیل ہو رہی تھی اور وہ دھنستا جا رہا تھا اور جس پل وہ بے پناہ اذیتوں کا شکار تھا تندنی لمحہ بھر کو اس کی سمت متوجہ ہوئی تھی اور الوداعیہ کلمات میں اسے مخاطب کیا۔

"گڈ بائے دیو اینڈ ٹیک کیئر۔ مجھے تم سے یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ تم ممی کو کچھ نہیں بتاؤ گے ہے نا؟" اپنی بات کے اختتام پر وہ جیسے مسکرائی اور اس کی طرف تائید طلب انداز میں نظریں اٹھائیں۔ دیو نے یاسیت آمیز انداز میں سر جھکا کر آنکھوں کے نم گوشے صاف کیے۔

"ہاں بالکل نہیں...... لیکن آپ جلدی لوٹ تو آؤ گی نا؟" کتنی بے قراری تھی اس کے سوال میں۔ حالانکہ تندنی کے رویے نے ہمیشہ اس کی امیدوں کو توڑا تھا مگر محبت سے لبریز بے بس دل اتنا ذلیل و خوار ہو کر بھی محبوب کے در سے آس جوڑنا نہیں چھوڑ سکا تھا۔

(میں نہیں چاہتی دیو کہ اس کی نوبت آئے۔ جس کی تلاش مجھے وہاں لے کر جا رہی ہے اگر وہ مجھے وہاں مل گیا تو پھر واپسی کا جواز ختم ہو جاتا ہے زندگی کا کیا اور کیسا ڈھب ہوگا اس کے بعد کسے غرض مقصد تو اس کی دید اور اس کے حصول کی لگن ہے)

تندنی نے سر آہ بھر کے سر کو نفی میں ہلایا۔

"فی الحال کچھ نہیں کہہ سکتی۔"

"میں رابطے میں تو رہ سکتا ہوں نا تندنی۔" اسے الوداعی انداز میں ہاتھ ہلاتی وہ کچھ فاصلے پر اپنی منتظر زینب کی جانب دیکھا تھا جو سیاہ لبادے میں ملبوس تھی جس نے اسے سر تا پا ڈھانپ رکھا تھا۔ ہاتھوں پر گلوز پیروں میں موزے اور جوتے عورت لفظ کی بالکل درست عکاسی تھی وہ۔ تندنی کو رکنا پڑا اور دیو کے چہرے پر اک نگاہ ڈالتی وہ نفی میں سر ہلاتے رک گئی۔

"ٹھیک ہے میں کرلوں گی خود بات تم سے۔" دیو کا چہرہ چمک اٹھا وہ اس کا شکریہ ادا کر رہا تھا تندنی نے رسانیت آمیز انداز میں اسے دیکھا اور زینب کے پاس چلی آئی۔

"دیو مجھے تمہارے لیے بہت سنسیئر لگتا ہے تندنی' بالفرض تمہیں وہ شخص نہ ملا تو تم اس......!" زینب کو بات ادھوری چھوڑنی پڑی تھی تو وجہ تندنی کے چہرے و آنکھوں میں اُمڈ آنے والی وحشت کا احساس تھا جو اتنا گہرا و شدید ہونے کے ساتھ اتنی سراسیمگی سے لبریز تھا کہ زینب حق دق رہ گئی تھی۔

"فار گاڈ سیک زینب' آگے کچھ مت کہنا۔ اس سے آگے زندگی کی گنجائش ختم ہوتی ہے۔ میں مزید تڑپنا اور سسکنا نہیں چاہتی۔ سمجھ لو مجھ میں مزید ہمت نہیں ہے اب اگر وہ مجھے پاکستان میں بھی نہیں ملا تو بلیوی میں اپنے ہاتھوں سے اپنا گلا کاٹ دوں گی۔ خودکشی کا یہ طریقہ جتنا بھی سفاکانہ سہی مگر اثر بہت پاورفل رہے گا۔ میں اگلا سانس بھی نہیں لے سکوں گی۔ میں اب مزید خود کو تسلی اور دلاسوں سے نہیں بہلانا چاہتی کہ میری ہمتیں جواب دے گئی ہیں۔" اس کے لہجے میں ویسی ہی شدت تھی جیسی کسی ہیجان زدہ مریض کی مایوسی و اضطراب کے ساتھ دیوانگی کی انتہا پر پہنچ کر ہو سکتی ہے۔ زینب ساکن اور ششدر رہ گئی۔ تندنی کا ہر لحظہ تیز ہوتا تنفس اسے تشویش میں مبتلا کر رہا تھا۔

❀......❀......❀

موسم شدید تھا اس کے آس پاس دھند تھی۔ صرف آس پاس نہیں آنکھوں میں بھی چہرے پر بھی غم کی دھند تھی جو چھٹتی ہی نہ تھی اس کا محض ایک قدم غلط پڑا تھا پھر وہ راستہ درست کرنے چال سیدھی کرنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھی۔ مصائب اور آزمائش نے جیسے اس کا در دیکھ لیا تھا عباس کا چھن جانا ہی کم سانحہ نہیں تھا کہ اس کے بعد سکندر سے نکاح جیسی حرکت' پھر وہیں پر اکتفا نہیں ہو گیا ایمان کا گھر چھوڑ کر جانا اور بابا سائیں کی بیماری' کاش معاملہ یہیں سے سدھر جاتا سکندر کا یکسر بدلا ہوا رویہ اس کے حواس سلب کرنے کو کافی تھا کہ وقاص حیدر نے ایک اور شوشا چھوڑ کر اس کی بچی کچی تو تیں بھی چھین لی تھیں۔

رات بابا سائیں نے اسے یہ بتا کر اس کے وجود میں زہر بھرا نیزہ گاڑھ دیا تھا کہ وقاص امامہ سے شادی کا خواہاں ہے۔

"امامہ......!" اسے لگا تھا اس کی سماعتوں کو دھوکا ہوا ہو۔ امامہ تو بہت چھوٹی تھی ابھی۔ محض سترہ اٹھارہ سال کی پھر وقاص کی ساری نفرت تو ایمان اور لاریب کے لیے تھی۔ امامہ کو نشانے پر کیوں رکھ لیا تھا اس خبیث نے۔

"نہیں ہرگز نہیں میں ایسا کبھی نہیں ہونے دوں گی امامہ تو بہت چھوٹی ہے بابا جان اور وقاص......!" اس نے بات ادھوری چھوڑ کر دانت کچکچائے۔

"یہ بات میں نے بھی وقاص کو سمجھانا چاہی تھی بیٹے مگر وہ نہیں مانا ہم اب اس کے آگے بولنے کی بھی پوزیشن میں نہیں رہے ہیں۔ ایمان نے ہمیں نظریں اٹھانے کے قابل نہیں چھوڑا۔" بابا سائیں کا گلا بھرانے لگا انتہائی ضبط کے باوجود لاریب ساکن انہیں تکتی رہ گئی۔

"وہ فوری شادی چاہتا ہے ایک مہینے کے اندر اندر۔" بابا جان کا لہجہ مدھم تھا اور لاریب کے قدموں تلے زمین سرکنے لگی تھی۔ اس نے فق چہرے کے ساتھ بابا جان کو دیکھا جو اس پل اتنے متفکر تھے کہ اس تفکر کے احساس نے ہی ان کی آنکھوں کو بھی گیلا کر دیا تھا۔

"آپ اسے منع کر دیں بابا جان' سمجھائیں اسے ابھی تو امامہ بہت چھوٹی ہے اور......!" وہ کتنی بدحواس تھی بابا سائیں نے بے بسی چھلکاتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"آپ کو کیا لگتا ہے لاریب بیٹے۔ ہم اس پوزیشن میں ہیں کہ ایسی کوئی بات کر سکیں؟" انہوں نے الٹا اس سے سوال کیا اور دکھ کی جس کیفیت سے دوچار ہو کر کیا وہ خود لاریب کو شرمندگی و اذیت کی اتھاہ گہرائیوں میں اتار گئی تھی۔ بابا جان کے پاس سے وہ خاموشی سے اٹھ آئی تھی مگر اس کے اندر جوار بھاٹے اٹھ رہے تھے۔ جبھی بنا کچھ سوچے سمجھے اس نے اپنا سیل فون اٹھایا اور وقاص سے رابطہ کرنے لگی۔

"مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے وقاص' آ سکتے ہو

ہمارے ہاں؟" اس کے لائن پر آتے ہی لاریب نے سردمہری چھپائے بغیر کاٹ دار لہجے میں مخاطب کیا۔ جواب میں اس کا طویل قہقہہ سنائی دیا جس نے لاریب کے حلق تک زہر بھرا نفرت انگیز احساس بھر دیا۔

"مجھے امید تھی کہ تم مجھ سے رابطہ ضرور کرو گی مگر اتنی جلدی یہ توقع نہیں تھی مجھے۔" مسلسل ہنستے ہوئے وہ مکروہ انداز میں سنگ باری سے باز نہیں آیا۔ یہی فطرت تھی اس کی لاریب خاموش رہی۔ جبھی وہ پکار کر جتلانے والے انداز میں بولا۔

"لگتا ہے والد محترم نے بڑی جلدی کی تم تک اطلاع پہنچانے میں۔ ظاہر ہے وہ بے چارے بھی کیا کریں دودھ کے جلے کو چھاچھ بھی پھونک پھونک کر پینا پڑتا ہے۔ بیٹی کو رخصت کرنے میں یہ عجلت ماننے اور سمجھنے میں بھی آتی ہے۔"

"تم کیا چاہتے ہو وقاص مقصد کی بات کرو۔" لاریب کی پیشانی پر بل پڑنے لگے۔ یہ وہ شخص تھا جسے وہ اتنا ناپسند کرتی تھی کہ کبھی اسے کسی قابل نہ سمجھتے ہوئے منہ نہ لگاتی تھی مگر وقت اور حالات کے تغیر نے اسے اس کے آگے بھی بے بس کر دیا تھا تو اس میں اس کی پسپائی و ہار بے حد واضح تھی۔

"کم از کم تمہیں نہیں چاہتا۔ یہ تو جان ہی گئی ہو گی تم۔" جواب میں وقاص کا لہجہ صرف طنزیہ نہیں حقارت آمیز بھی تھا۔ لاریب کا رنگ پھیکا پڑا اس نے اس پل جانا تھا۔ توہین کا بھی ایک انداز نہیں ہوتا۔ یہ مختلف رنگ اور انداز میں کی جا سکتی ہے۔

"امامہ بہت چھوٹی ہے ابھی، تم سے تو بہت زیادہ......!"

"سب جانتا ہوں اس کے باوجود میں اس سے شادی کروں گا۔ اس فیصلے میں نہ کوئی گنجائش ہے نہ رد و بدل۔ اگر تم اس ٹاپک پر بات کرنا چاہتی ہو تو رہنے دو۔" اور لاریب کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ وقاص کا منہ توڑ ڈالے۔ وہ کمینہ اس کی سوچ سے کہیں بڑھ کر گھٹیا اور ذلیل انسان تھا۔

"تمہیں امامہ سے شادی کرنا ہے تو ابھی کچھ سال انتظار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ابھی اس کی اسٹڈی بھی ان کمپلیٹ ہے اور......!"

"یہ فیصلہ کرنے والی تم کون ہوتی ہو، میں چاچا سائیں سے بات کر چکا ہوں شادی کب کرنی ہے یہ بھی ڈسکس کر چکا ہوں۔" وہ ایک بار پھر اس کی حیثیت اس کی اوقات جتلا رہا تھا۔ لاریب جھلس کر رہ گئی۔ اس نے ہونٹ بھینچے اور مزید کچھ کہے سنے بغیر رابطہ منقطع کر دیا۔ یہ احساس بہت تکلیف دہ تھا کہ وہ مکمل طور پر ہار چکی ہے اسے خبر تک نہ ہو سکی اور آنکھوں کی نمی گالوں پر اترتی چلی گئی۔ بے خبری کا یہ عالم تھا سیاہ گرم سوٹ پر مردانہ براؤن شال کاندھوں پر لپیٹے سکندر اس کے عین سامنے آن کھڑا ہوا۔

"یہاں کیوں بیٹھی ہیں اتنی سردی میں؟ آپ کی طبیعت مجھے پہلے ہی ٹھیک نہیں لگ رہی۔" سکندر کی نظریں اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ لاریب چونک کر متوجہ ہوئی اور اسے روبرو پا کر اس کے ماتھے پر بل پڑتے چلے گئے۔

"میرے لیے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے اپنا کام کرو جا کے۔" اس کے لہجے میں سرد پھنکار تھی اگلے لمحے اس نے نفرت زدہ انداز میں رخ پھیر لیا۔ سکندر نے گہرا سانس بھرا تو گرم بھاپ کا بگولہ اس کے منہ سے نکل کر لمحہ بھر میں فضا میں تحلیل ہو گیا۔

"کسی کے لیے فکر مند ہونا بس کی بات نہیں ہوتی لاریب بی بی یہ بے اختیار جذبے ہوتے ہیں جو......!"

"شٹ اپ سکندر تم کیا کہنا چاہتے ہو آخر؟" تپ کر کہتی وہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور اس کے مقابل آ کر اسے خونخوار نظروں سے گھورنے لگی۔ سکندر بہت سکون سے مسکرایا اور جواباً بہت دل آویز اور گہری نظروں سے اس کا جائزہ لیا۔

"اس دنیا میں صرف ایک خواہش رکھتا ہوں اور وہ آپ کے حصول کی خواہش ہے جو کسی حد تک تکمیل پا بھی چکی مگر......!"

"شٹ اپ ول یو شٹ اپ تمہاری یہ جرأت کہ......!" وہ اتنا بھڑکی تھی اتنا بپھری تھی کہ اسی اشتعال و طیش میں اس کا ہاتھ سکندر پر اٹھ گیا جسے سکندر اگر بروقت نہ تھام لیتا تو لازماً وہ اس کے چہرے پر نشان چھوڑ جاتا۔

"یہ بدتمیزی آخری مرتبہ برداشت کر رہا ہوں لاریب شاہ یاد رکھنا اس کے بعد کوئی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔ سو بی کیئر فل نیکسٹ ٹائم او کے؟" اس کا ہاتھ نہایت جارحانہ انداز میں نیچے کرتے ہوئے وہ پھنکارتے ہوئے تنبیہ کر رہا تھا۔ لاریب اس قدر شاک میں آئی کہ زبان کو حرکت دینے پر بھی قادر نہیں رہی۔ آنکھیں بے بسی اور بیکلی کے احساس سمیت سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں شفاف پانیوں سے چھلک گئیں۔ سکندر کا انداز ہی اس قدر سخت اور اہانت آمیز تھا کہ وہ یقین نہیں کر پا رہی تھی کہ وہ اس طرح بھی نفرت زدہ انداز میں بات کر سکتا ہے۔ دل تو پہلے ہی دکھا ہوا تھا یہ تو جیسے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوا۔

"اندر جائیں ورنہ یہاں سے آپ کو زبردستی اپنے کمرے میں لے جانا بھی مشکل کام نہیں ہے میرے لیے محض ایک بار بابا سائیں کے سامنے آپ کے کارنامے کا اظہار کرنے کی ضرورت ہے۔" سکندر وہیں کھڑا اسے وارننگ دے رہا تھا۔ لاریب کو لگا جیسے وہ کھڑے کھڑے سرتاپا جل اٹھی ہو۔ کچھ کہے بغیر وہ تیزی سے پلٹ کر اندر چلی گئی جبکہ سکندر شکستہ انداز میں وہیں کرسی پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گیا۔

(یہ تعلق اور بندھن جتنی بھی مضبوطی لیے ہو یہ احساس بے حد اذیت انگیز ہے لاریب کہ تمہارا دل میرا نہیں ہے۔ تم میری نہیں ہو تو یہ رشتہ خود بخود اپنی اہمیت کھو دیتا ہے۔ تمہیں اندازہ تک نہیں ہے تمہارا یہ قدم مجھے کن کانٹوں پر گھسیٹتا رہتا ہے۔ اس سے ہزار درجہ بہتر تھا میں عمر بھر آس بھرا دل لیے تمہارے حصول کی دعائیں مانگتا رہتا۔)

جلتی آنکھیں موندے وہ ساکن بیٹھا تھا خاصی تاخیر کے بعد بھی خود کو سنبھالنے میں ناکام رہا تو ایک عرصے بعد گھر کا رخ کیا۔ دروازہ ثانیہ نے کھولا اسے روبرو پا کر ثانیہ کے ہونٹوں کی تراش میں البیلی مسکان جبکہ آنکھوں میں گہری جیسی چمک ابھر آئی۔ جسے ہمیشہ کی طرح نگاہ بھر کے دیکھے اور محسوس کیے بنا وہ سرسری انداز میں اس سے بات چیت کرتا اندر بابا اور اماں کے پاس کمرے میں آ کر چارپائی کی پائنتی پر ٹک گیا۔

"آج بہت دنوں بعد آیا پتر۔" وہ کوئلوں کی انگیٹھی پر ہاتھ سینک رہا تھا کمرے میں دھوئیں کی بو پھیلی ہوئی تھی انگیٹھی سے کچھ فاصلے پر مونگ پھلیوں کے چھلکوں کی چھوٹی سی ڈھیری تھی۔ اس کی آمد سے قبل یقیناً ثانیہ اسی شغل میں معروف رہی تھی۔

"آج واپس جانے کا ارادہ نہیں ہے بابا اسی لیے دیر سے آیا ہوں۔" اماں نے اس کی پشت پر تکیہ رکھ دیا تھا۔ وہ نیم دراز ہو گیا۔ اس کے وجود سے ہی نہیں روح سے بھی تھکن لپٹی ہوئی تھی۔ دل پر کہر سا چھا رہا تھا۔ تکیے پر سر رکھتے وہ آنکھیں موند چکا تھا۔ لہجہ معمول سے مدھم اور بوجھل محسوس کر کے بابا نے اسے تشویش زدہ نظروں سے دیکھا۔

"کیا ہوا پتر؟ طبیعت تو ٹھیک ہے نا خیری صلا۔" سکندر نے محض سر کو آہستگی سے اثبات میں ہلانے پر اکتفا کیا اس کے دماغ پر اس پل مکمل طور پر شکست خوردگی کا غلبہ تھا۔

"چائے لے لے سکندر۔" ثانیہ بھاپ اڑاتی چائے کی پیالی لیے کھڑی تھی۔ سکندر نے نا چاہتے ہوئے بھی آنکھیں کھولیں تو نگاہ ثانیہ کے دہکتے گالوں پر بھی پڑی۔ جو آگ کی تپش سے نہیں اس کی معمولی قربت کی آنچ سے دہک کر لو دینے لگے تھے۔ وہ اپنے متعلق اس کی پسندیدگی سے اچھی طرح آگاہ تھا وہ اور ایک لاریب تھی مجال ہے جو کبھی خائف ہوتی ہو اس سے یا اس کی قربت سے شاید حسرت ہی نہیں تھی اسے اس کا سینہ پھر سے جل اٹھا۔ اس کی نرم پوروں کی سرسراہٹ کا احساس کتنا گہرائی لیے تھا۔

(عورت ہمیشہ اسی مرد کی قربت میں کنفیوژ ہوا کرتی ہے جس کے متعلق وہ خاص انداز سے سوچتی ہے جس کو اہمیت نہیں دیتی اور سوچوں میں جس کا گزر نہیں ہوتا اس سے خائف ہونے اور شرمانے کی اسے کبھی ضرورت پیش نہیں آتی) سکندر کو کبھی کی کہی اماں کی بات یاد آئی۔ وہ جانتا تھا لاریب کے نزدیک اس کی اہمیت سرے سے نہیں تھی اور ثانیہ کے نزدیک وہ کیا مقام رکھتا تھا۔ بات درجات اور حیثیتوں کی بھی تھی۔ کاش وہ اپنے مقام سے اور درجے سے آگاہ رہتا اور سورج کی چاہ میں منہ اٹھا کر آسمان کی جانب نہ دیکھتا تو آج سورج کی تمازتیں اسے سرتاپا جلا کر خاکستر نہ کر رہی ہوتیں۔

"مجھے چائے نہیں پینی۔" اس نے اٹھتے ہوئے کہا اور اگلے لمحے لمبے ڈگ بھرتا کمرے سے نکل گیا۔ اس کا کمرا اس کی غیر موجودگی کے باوجود صاف ستھرا رہتا تھا اور جیسے اس کی واپسی کا منتظر بھی۔ نواڑی پلنگ جس پر سفید چادر بچھی تھی جس کی جھالریں اور کڑھائی کا رنگ ہلکا گلابی تھا۔ دوسری جانب میز کرسی تھی۔ میز پر بھی سفید کڑھائی کا میز پوش تھا اوپر ٹائم پیس رکھا ہوا تھا لیکن سیل نہیں تھے جبھی سوئیاں ساکن تھیں۔ سکندر نے پائنتی میں پڑے ہوئے لحاف کی تہہ کھولی لیٹنے سے قبل اس نے حسب سابق قمیص اتار دی تھی۔ جبھی دروازے پر کھٹکا ہوا۔ سکندر نے گردن موڑ کر سرسری نگاہ کی۔ ثانیہ دہکتے کوئلوں کی انگیٹھی اٹھائے اندر آئی کمرے کی فضا میں دھوئیں کی بو پھیلنے لگی۔

"اس کی ضرورت نہیں تھی۔" سکندر نے چونکہ قمیص اتار دی تھی جبھی عجلت میں لحاف ہی سینے تک کھینچ لیا ثانیہ نے اسے دیکھا پھر عجیب سے انداز میں مسکرا دی۔

"تمہیں تو شاید ہمارے سمیت کسی چیز کی بھی ضرورت نہیں رہی ہے سکندر، مگر ہمیں پھر بھی تمہارا خیال رکھنا اچھا لگتا ہے۔ سردی بہت ہے نیند گہری آئے گی اس کی حدت کی وجہ سے۔"

"جاتے ہوئے دروازہ بند کر جانا۔" سکندر نے کروٹ بدلنے سے قبل قدرے نرمی سے کہا۔ ثانیہ جو اس کی غفلت کے باعث اسے نگاہ کے رستے دل میں اتار رہی تھی گہرا سانس کھینچ کر رہ گئی۔

"ایک بات بتا سکندر، کیا محبت ہونے کے لیے بہت زیادہ حسن کا ہونا بہت ضروری ہے؟ پر ایسا لازم ہوتا تو لیلیٰ سے کیوں محبت کرتا مجنوں، سنا ہے کالی شاہ تھی وہ۔" ثانیہ کی صرف آواز ہی نہیں آنکھیں بھی بھرا گئی تھیں۔ سکندر سناٹے میں گھر گیا تھا۔

"لاریب بی بی کیسی ہیں؟ کبھی کبھار تو میرا دل کرتا ہے ان کو ایک نظر دیکھنے کو حویلی ہی چلی آؤ۔" بھیگی آنکھوں کے گوشے ہاتھ کی پشت سے رگڑتی وہ اسی دل گیری سے بول رہی تھی۔

"کیوں؟ ایسے کون سے لعل ہیں ان میں کہ تم انہیں دیکھنے کے لیے حماقتیں کرتی پھرو۔" وہ اتنا ہی بھڑکا تھا کہ اسے گھورتے ہوئے جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"خفا کیوں ہوتا ہے؟ کیا وہ نہیں ہے اتنی سوہنی کہ اسے دیکھنے کو دیکھتے رہنے کو اتنا دل کرے کہ انسان اپنی ترقی کی راہوں کو نظر انداز کرکے محض انہی کی چاکری کی خاطر وہیں رک جائے۔" ثانیہ کا لہجہ ہی صرف نارسائی کی آنچ نہیں لیے تھا آگاہی و جیلسی کا درد بھی سموئے ہوئے تھا۔ سکندر کے اعصاب کو شدید ترین دھچکا لگا تو اس کا مطلب تھا وہ اس کی شہر میں ملنے والی نوکری کی بات سے بے خبر نہیں تھی۔ بابا تو خاصے پرجوش تھے۔ ان کا خیال تھا حویلی کی یہ معمولی نوکری سکندر جیسے پڑھے لکھے خوبرو لڑکے کے شایان شان نہیں تھی۔ اسے شہر جا کے قسمت آزمائی چاہیے تھی اور باعزت طریقے سے زندگی گزارنے کی جدوجہد کرنی چاہیے تھی مگر سکندر انکار کر چکا تھا۔ اس انکار کی تہہ تک پہنچنے کی صلاحیت بابا میں بھلے نہ ہو ثانیہ میں ضرور تھی۔

"ثانیہ تم جاؤ یہاں سے۔" سرخ چہرے کے ساتھ بہت ضبط سے گزرتے ہوئے وہ ڈانٹ کر بولا۔ ثانیہ لب بھینچے اسے آنسو بھری نظروں سے کچھ دیر دیکھتی رہی پھر پلٹ کر بھاگتی دروازہ پار کر گئی۔ سکندر نے کروٹ بدل لی تھی مگر نیند اس پر مہربان ہونے کو تیار نہیں تھی۔ لاریب اور ثانیہ کے چہرے اس کی نظروں میں گڈمڈ ہوتے رہے۔ ایک شعلہ تھی دوسری شبنم اک سراپا عاجز و منتظر دوسری میں اکڑ بھی تھی نخوت بھی، بے نیازی و لاتعلقی بھی تھی اور تکبر بھی اور انسانی فطرت ہے دل ہمیشہ ناقابل رسائی شے کی جانب لپکتا ہے اس کے ساتھ کچھ انوکھا تھوڑی ہوا تھا۔ دل جانتا بھی تھا شعلہ جیسی لڑکی کی چاہ میں کتنے انگارے جھولی میں آگرنے تھے مگر وہ پھر بھی اس کی چاہ کی حسرت لیے مچل اٹھا تھا۔ جلنا تو اب نصیب تھا سو جل رہا تھا۔

"کیا تو اس سے محبت کرنے لگا ہے سکندرے؟" اگلی صبح جب وہ ہینڈ پمپ چلا کر منہ ہاتھ دھونے کے بعد سیدھا ہوا اور صحن کے درمیان بندھی رسی پر لٹکتا تولیہ کھینچ کر منہ پونچھ رہا تھا جب ثانیہ نے آنگن میں دانہ چگتی مرغیوں کو روٹی کے باریک ٹکڑے ڈالتے ہوئے اچانک پھر اسے مخاطب کیا تھا اور سکندر کا چہرہ ایک بار پھر دہک کر انگارہ ہونے لگا۔

"پر سکندرے اپنی اوقات سے باہر نکلنا ہمیشہ مضحکہ کا ہی نہیں تکلیف کا بھی باعث بنا کرتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا کر گڈی اور بڈھی (بیوی) ایسی ہونی چاہیے کہ بندہ نہڑے کھڑا ہو تو اس کی نہ لگے۔" ثانیہ کا لہجہ تضحیک آمیز نہ سہی مگر تنبیہہ ضرور لیے تھا۔ سکندر کے اعصاب بھک سے اڑ گئے۔ وہ اتنا ہرٹ ہوا تھا کہ کسی طرح بھی چہرے کو بھگاڑنے سے نہیں بچا سکا۔ یہ بات کسی طرح بھی بے جا نہیں تھی مگر تکلیف اور سبکی کا باعث ضرور تھی۔

"تیرا دماغ ٹھیک ہے ثانیہ! کیسی گھٹیا باتیں کر رہی ہے تو سکندرے سے اور سن اگر تو یہ سمجھتی ہے ناکہ لاریب دھی سکندرے کے قابل نہیں ہے تو اس بھول سے نکل آ...... درحقیقت لاریب جیسی کڑی ہی میرے سکندرے کے قابل ہے کمی کیا ہے اس میں آخر؟" ڈیوڑھی میں بکری کو چارہ ڈالتے ہوئے بابا نے ساری بات سن کر ثانیہ کو ڈانٹتے ہوئے برہمی سے کہا گویا سکندر کے زخموں پر پھاہے رکھنے چاہے جو شکستہ زدہ نظر آ رہا تھا۔ ثانیہ طنز بھرے انداز میں مسکرائی۔

"میں ظاہری شکل وصورت کی نہیں حسب نسب کی بات کر رہی ہوں ابا۔"

"میں بھی حسب نسب کی بات کر رہا ہوں۔ ورنہ ظاہر تو سب کو نظر آتا ہے۔ میرے پتر میں ماشاءاللہ کوئی کمی نہیں۔ شہزادہ لگتا ہے بالکل آئندہ میں تم سے یہ بات نہ سنوں۔" سکندر ایک لفظ کہے بغیر آگے بڑھ گیا۔ وہ بیرونی دروازے تک پہنچ چکا تھا جب بابا پھولی سانسوں سے اسے پکارتے پیچھے بھاگے آئے۔

"کہاں جا رہا ہے سکندرے روٹی تو کھا لے پتر، تیری اماں نے ساگ کے ساتھ دیسی گھی کے پراٹھے بنائے ہیں۔"

"بابا سائیں کا فون آیا ہے جانا ضروری ہے۔ میں پھر کسی دن کھا لوں گا روٹی۔" ان کا کاندھا تھپک کر وہ تیزی سے مڑ کر باہر نکل گیا تو اس کے اٹھتے قدموں سے تھکن لپٹی ہوئی تھی۔ اس کے لیے حویلی اور یہ گھر ایک جیسے تھے۔ جہاں سکون تھا نہ آرام وہ کہاں جاتا۔ محبت نے اس سے کیا کچھ نہ چھین لیا تھا۔ بلکہ سب کچھ چھین لیا تھا۔

✿ ...... ✿ ...... ✿

"یہ حقیقت ہے میں نے اپنی زندگی میں اتنا حسن کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں درحقیقت مبہوت رہ گئی تھی آپ تندنی سے پوچھیں تو سہی اگر وہ ہندو دھرم کو نہیں مانتی تو ہم اہل کتاب ہونے کی بنا حسن بھائی سے ان کی شادی کر سکتے ہیں پرفیکٹ کپل ہوگا۔" تندنی کے قدم دروازے کے پاس ٹھٹک گئے تھے۔ یہ

زینب کی چھوٹی بہن ثنا کی آواز تھی۔ جس میں اشتیاق بھی تھا اور ایکسائٹمنٹ بھی تندنی کے لیے اس کی نظروں میں جو حیرت انگیز متاثر کن تاثر تھا وہ اکثر تندنی کو خفت زدہ کر دیا کرتا تھا۔ وہ اتنی ہی امپریس ہو چکی تھی تندنی سے ہر لمحہ اس کی تعریف میں رطب اللسان اور بے حد انسپائر۔

"پاگل پن کی بھی کوئی حد ہوتی ہے ثنا گڑیا! تندنی یہاں کسی مقصد کے تحت آئی ہے یہ بات اس سے کرنا بالکل بھی مناسب نہیں ہے اوکے...... کہیں تم اس کے سامنے کہہ بیٹھو۔" زینب نرمی سے اسے سمجھا رہی تھی ثنا کا منہ لٹک گیا۔ ان لوگوں کو یہاں آئے ایک ہفتہ ہونے کو آیا تھا۔ زینب کی فیملی بھی زینب کی ہی طرح تھی۔ پرخلوص، بے حد شائستہ اور مخلص حالانکہ پاکستان میں قیام کے دوران تندنی کی خواہش ہوٹل میں ٹھہرنے کی تھی مگر زینب کی امی نے اسے ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی اور اتنے مان اور محبت سے اپنے پاس روکا کہ وہ ان کے خلوص کے آگے اپنی بات پر اڑے رہنے کی ہمت نہیں کر سکی۔ اسے یہاں محبت، خلوص اور تحفظ سب کچھ میسر تھا۔ وہ مطمئن تھی مگر یوں بیٹھ کر وقت ضائع کرنا نہیں چاہتی تھی جبھی کل سے اپنے مقصد کی خاطر باہر نکلنے کا ارادہ رکھتی تھی۔

"ارے آپ یہاں کیوں رک گئی ہیں؟ اندر چلیے نا۔" اس بھاری مگر مدہم آواز پر تندنی چونکی اور گردن موڑ کر اپنے داہنی جانب دیکھا۔ وہ حسن تھا۔ بلیک ٹو پیس میں ملبوس بے حد خوبرو سا لڑکا کلین شیوڈ بے حد فیشن ایبل اپنی فیملی سے الگ تھلگ رہنے والا۔ یعنی وہ اتنا مذہبی نہیں لگتا تھا۔ تندنی نے اسے آزادانہ گانے سنتے موویز دیکھتے پایا تھا۔

"مجھے زینب سے بات کرنی تھی۔" اس کی نگاہوں کے ارتکاز پر تندنی نے جزبز ہو کر وضاحت دی حسن مسکرا دیا۔

"شیور...... آیئے۔" حسن کے ہونٹوں میں مبہم سی مسکان اتری۔ وہ بہت مہذب انداز میں سائیڈ پر ہو کر اسے اندر جانے کا راستہ دے رہا تھا۔ تندنی نے تیزی سے قدم بڑھا دیے۔

"آؤ تندنی۔" اسے روبرو پا کر زینب جو ان دنوں بہت مضمحل رہنے لگی تھی۔ مسکرا کر گویا ہوئی۔ ثنا بھی سنبھل گئی تھی۔

"ثنا گڑیا چائے تو بنا لاؤ، موڈ ہو رہا ہے۔" حسن تندنی کے مدمقابل بیٹھتے ہوئے ثنا سے مخاطب ہوا۔ تندنی نظر انداز کیے زینب کی سمت متوجہ تھی۔

"مجھے آپ سے بات کرنی تھی زینب۔"

"ہاں بولو چندا۔" زینب کا لہجہ و انداز مشفقانہ تھا۔ وہ عمر میں اس سے محض چند سال بڑی تھی مگر اس کے انداز میں جو سبھاؤ اور نرمی کا عنصر تھا وہ بزرگانہ سنجیدگی وشفقت لیے ہوئے تھا۔

"آپی میں ایک مووی لے کر آیا ہوں ساحر کی ہے، دیکھیں گی میرے ساتھ؟" حسن نے ایک دم مداخلت کی تندنی جزبز ہوئی اور نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔ اسے اس ایک ہفتے میں متعدد بار محسوس ہوا تھا حسن اسے خاص نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اسے یہ انداز ہی گراں گزرتا تھا۔

"حسن شہزادے آپ کو پتا ہے میں موویز نہیں دیکھتی۔" زینب کے لہجے میں معمولی سی خفگی تھی جیسے درپردہ اسے تنبیہہ کر رہی ہو۔

"آئی نو...... میں جانتا ہوں آپی بٹ یہ پرنس ساحر کی ہے ساحر کی تو ساری لڑکیاں دیوانی ہیں چاہے ان میرڈ ہوں یا میرڈ۔ مجھے تو یہ سمجھ نہیں آتی اس بندے نے عین عروج کے ٹائم انڈسٹری کو کیوں چھوڑ دیا۔" وہ کاندھے جھٹک رہا تھا اور اپنی حیرت ظاہر کرتا جھنجلا بھی رہا تھا۔

"میرے خیال میں تو اچھا کیا گمراہی کے راستے کو چھوڑنا بھی خوش بختی کی علامت ہے۔" زینب کے لہجے میں رسانیت تھی تندنی ہونٹ بھینچے بے زار نظر آ رہی تھی۔

"آپ کا فون ہے بھائی۔" اسی پل ثناء ہاتھ میں سیل فون اٹھائے اندر آئی جو تسلسل سے گنگنا رہا تھا حسن نمبر دیکھتے ہی کانشس ہوا اور سیل فون سمیت تیزی سے باہر نکل گیا۔ تندنی بے اختیار ریلیکس ہوئی اور زینب کے قریب آنے کی غرض سے اپنی جگہ چھوڑ کر اٹھی یہی وہ لمحہ تھا جب اس کی اٹھی ہوئی نگاہ پہلے چونکی پھر ٹھٹک کر ساکن ہو گئی۔ وہ پتھرائی ہوئی نظروں سے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر پڑی سی ڈی ڈسک کو تک رہی تھی جس کے چمکتے کور پر موجود چہروں میں اک چہرہ اس کے دل کی دھڑکنوں کو زیر وزبر کرنے کا باعث بنا ہوا تھا۔

"کیا ہوا تندنی؟ خیریت......" زینب نے حیران پریشان ہو کر اس کے غیر معمولی تاثرات سے سجے چہرے کو دیکھ کر سوال کیا مگر وہ حواسوں میں کہاں تھی وہ میکانکی انداز میں آگے بڑھی اور سی ڈی اٹھا کر یک ٹک گھورے جا رہی تھی۔ اس کے چہرے پر اتنا جوش اس قدر سنسنی بھرا احساس تھا کہ زینب کو اچانک کچھ خاص لگا۔

"خیریت ہے نا تندنی؟" وہ اٹھ کر اس کے قریب آئی اور اس کے کاندھے کو نرمی سے تھاما اور تندنی کو لگا جیسے صدیوں کی نیند کے بعد جاگی ہو یا اچانک جگا دی گئی ہو۔ اس نے پھر سے اس دلکش وخوبروئی میں بے مثل چہرے پر نگاہ کی تو جیسے اپنی خوش بختی پر یقین سا آنے لگا۔ زندگی کا احساس اس کی رگ رگ میں

اتر کر سرخوشی بخشنے لگا۔ فتح و کامرانی ایسی جو سنبھالے نہ سنبھلتی تھی۔ بلآخر اس کا سفر اس کی تلاش رائیگاں نہیں گئی تھی۔ وہ بے شک فاصلے پر تھا پر ایسے کہ دوری لمحوں میں فاصلے پاٹتی انہونی قربت کا امکان بنی کھڑی تھی۔ حیرت بھرے احساسات' مسرت خیز احساس پر حاوی تھے۔

"تندنی......" زینب گھبرائی وہ دھیرے دھیرے کانپ رہی تھی مگر اسے دیکھ کر کھلکھلا دی۔ زینب نے اسے خائف ہوتے ہوئے دیکھا جیسے اس کی دماغی حالت پر شبہ ہو۔

"یہ...... کون ہے زینب...... جانتی ہو؟" اس نے مسکراہٹ دبائی اور شوخ و شنگ انداز میں کہتے ڈسک کے کور پر چمکتے چہروں میں سے ایک پر انگشت شہادت رکھ کر اس کی جانب دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں کتنی روشنیاں جھلملا رہی تھیں۔

"پتا نہیں کوئی فلم ایکٹر ہی......!" معاً وہ تھم سی گئی اور کسی خیال کے تحت بہت چونک کر اس کے جوش جذبات سے چمکتے چہرے کو دیکھا۔

"یہ......؟" اس کی زبان لڑکھڑائی تھی۔ تندنی زور سے ہنس پڑی۔

"یہ وہی ہے ہنڈرڈ پرسنٹ وہی...... میری نظریں دھوکہ نہیں کھا سکتیں...... میرے دل کی دھڑکنیں آج پورے چار سال بعد پھر اس انداز میں شور کر رہی ہیں۔ زینب جیسے پہلی بار اسے دیکھنے پر......!" وہ خوشی و مسرت سے بے حال لڑکھڑاتی پر جوش آواز میں کہہ رہی تھی زینب ساکن لب بستہ اسے دیکھے گئی۔

"تو یہ کشش تھی جو مجھے پاکستان کھینچ لائی۔ زینب میں بہت خوش ہوں۔ بے حد۔" وہ اس سے لپٹ کر خوشی سے لرزتی آواز میں گنگنائی۔

"کتنی احمق تھی میں' کبھی اس طرف دھیان ہی نہ جا سکا۔ حالانکہ دیوا اکثر پاکستانی موویز دیکھتا تھا ساحر نام ہے نا ان کا؟ دیوانہ ہے وہ ان کا۔ مجھے بھی اکثر اصرار کرتا مگر میں اتنی قنوطی تھی کہ کبھی دلچسپی ظاہر نہیں کی۔ نیٹ ٹی وی اور موویز سے بالکل کنارہ کیا ہوا تھا تب سے۔ ورنہ بہت پہلے کھوج لگ سکتا تھا اس کا۔" اس کی ہنسی بات بے بات چھلک رہی تھی۔ زینب آہستگی سے مسکرا دی پھر اس کا کاندھا تھپکا۔

"ہر کام کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے بہرحال تمہیں بہت مبارک ہو۔ اللہ تمہیں کامیابی سے نوازے۔" زینب نے اسے بے حد اپنائیت آمیز انداز میں وش کیا۔ تندنی نے جیسے سنا ہی نہیں۔ وہ ہنوز اسی چہرے کر دیکھ رہی تھی اور جیسے اپنی خوش بختی کا خود کو یقین سونپ رہی تھی۔

"میں یہ مووی دیکھنا چاہتی ہوں زینب لے جاؤں اپنے کمرے میں۔" تندنی کے ہر انداز سے بے چینی و عجلت جھلکنے لگی۔ اس سے قبل کہ زینب کچھ جواب دیتی دستک دیتا حسن اندر آ گیا۔ اس کی بات سن کر مسکرایا۔

"اصولاً تو آپ کو مجھ سے پرمیشن لینی چاہیے خیر آپ لے جا سکتی ہیں۔ میں بعد میں دیکھ لوں گا۔" اس کے انداز میں خفیف سی شرارت تھی۔ تندنی بری طرح جھینپی اور اسے مشکور نظروں سے تکتی پلٹ کر تیزی سے باہر نکل گئی۔

"بہت خوش تھیں محترمہ' جیسے یکلخت قارون کا خزانہ ہاتھ لگ گیا ہو۔" حسن خاصا حیران نظر آ رہا تھا۔ زینب نے مسکرانے پر اکتفا کیا۔ دوسری جانب تندنی اپنے رہائشی کمرے میں آ کر سی ڈی پلیئر میں ڈسک لگا کر ریموٹ کنٹرول سنبھال کر بیٹھ گئی کچھ وقت گزرا اور اسکرین پر وہ اپنی تمام تر حشر سامانیوں اور دلکشی کے ساتھ جلوہ افروز ہو گیا۔ اس کی عقیدت چھلکاتی اس کے خدوخال سے لپٹی ہوئی تھیں۔ وہ مبہوت تھی مگر خوش خیال بھی۔ تصور سے تصویر اور تصویر سے حقیقت بننے میں اب یقیناً زیادہ وقت نہیں تھا۔ گمان سے یقین کا عنصر چاہے کتنا ہی پر خطر ہوتا اسے پروا نہیں تھی۔ یہ اس کی دیوانگی ہی تھی کہ اس مووی کو اس نے بار بار صرف وہاں سے ریوائنڈ کر کے دیکھا جہاں ساحر موجود تھا۔ اس شغل میں رات بیت گئی اور اسے خبر تک نہ ہو سکی۔ صبح کسی خیال کے تحت وہ کمپیوٹر کے آگے بیٹھ گئی۔ اس کی انگلیاں کی بورڈ پر حرکت کرتی ساحر کی ویب سائیڈ کھول چکی تھیں۔ وہ اس کے متعلق ہر طرح کی آگاہی حاصل کرنے کو مچل رہی تھی۔ اس بات پر دھیان دیے بغیر کہ ہر آگاہی خوش بختی اور خوشی کا باعث نہیں بنتی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

لڑی ہے جمالو پاؤ لڑی ہے جمالو
کھلڑے نے وال میرے رہنا میں نال تیرے
وعدہ ہے پہلی ملاقات دا
لڑی ہے جمالو پاؤ لڑی ہے جمالو

شرجیل نے اندر قدم رکھا تو ڈیک فل والیوم میں چنگھاڑ رہا تھا اور فراز کی دھمال میں جوش و خروش تھا۔ میوزک کی تیز آواز کانوں کے پردے پھاڑنے کے درپے تھی۔ اس کے پہلے سے کشیدہ اعصاب کچھ اور بھی کشیدگی سمیٹ لائے۔ اس نے آگے بڑھ کر ڈیک بند کیا تو فراز کا جھومتا ڈولتا وجود بھی جیسے جھٹکا کھا کر تھم گیا۔

"یہ کیا کیا بھائی؟" فراز نے خفا نظروں سے اسے دیکھا مگر شرجیل کے تاثرات اس سے بھی زیادہ کڑے اور خوفناک تھے۔

"ایک تم اور ایک تمہارا یہ بیہودہ شوق' فراز تم اپنے ساتھ ہمیں بھی پاگل کر دو گے۔ نان سینس' یہ گھر ہے اسٹوڈیو نہیں وہاں جا کر کرو یہ پریکٹس۔" وہ سوتے سے اٹھ کر آیا تھا۔ ساری بدمزگی و چڑچڑاہٹ اس پر نکال دی۔ سرخ آنکھیں' بکھرے بال' شاید طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔

"ساحر کی نئی آنے والی مووی میں آڈیشن دینے والا ہوں۔ اگر میری سلیکشن ہو گئی جو کہ یقینی بات ہے تو آپ بھی میرے پیچھے پھرنے والوں میں شامل ہوں گے آٹو گراف کے لیے۔" کاوچ پر گر کر چہرے و گردن سے پسینہ صاف کرتا وہ کتنے زعم سے گویا تھا۔

"آئی ایم سیریس فراز پلیز والیوم کم رکھنا۔ سر درد سے پھٹ رہا ہے میرا۔" شرجیل ہنوز بیزار تھا۔

"یہاں قدر ہی کہاں ہے کسی کو میری اور میرے ٹیلنٹ کی۔ خیر آنے والے وقتوں میں آپ بھی مجھ پر فخر کریں گے اور لوگوں کو یہ بتا کر خوشی حاصل کریں گے کہ مشہور و معروف ایکٹر فراز علوی میرا بھائی......!" اس کی بات ادھوری رہ جانے کے باعث شرجیل کا کمرے سے نکل جانا تھا۔ وہ بے حد سبکی محسوس کر کے رہ گیا۔

"یعنی حد ہے توہین کی بھی یار۔" اس نے خجالت دور کرنے کو سر جھٹکا اور اٹھ کر پھر سے ڈانس کا موڈ بنا رہا تھا جب صالحہ نے دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔

"ہیلو ینگ بوائے۔" وہ اسے دیکھ کر چہکی' فراز نے برا سا منہ بنا لیا۔

"کیا کرنے آئی ہو تم یہاں؟ جاؤ' کام کرنے دو مجھے اپنا۔"

"ہاں تو کرو نا میں دیکھوں گی تمہیں اور داد دوں گی۔" وہ کہاں ماننے والوں میں سے تھی۔ آ کر کرسی پر ٹک گئی۔ کیسٹ سلیکٹ کرتے فراز کا ہاتھ تھما۔ اس نے گردن موڑ کر چبھتی نظریں صالحہ پر جمائیں۔ اس کی آنکھوں میں چبھن کے ساتھ تنبیہ بھی تھی۔

"تم ویسے تو عمر میں مجھ سے بھی بڑی ہو صالحہ' مگر تمہیں سمجھانے کی ضرورت مجھے پیش آتی ہے وہ کیا کہتے ہیں کہ عقل عمر کی محتاج نہیں ہوتی تو......!"

"تمہارا مطلب کیا ہے؟" وہ غصے سے آؤٹ ہوتے ہوئی چیخی۔

"یہی کہ تمہیں ایک جوان جہاں لڑکے کے کمرے میں کسی بھی وقت یوں منہ اٹھا کر نہیں آنا چاہیے۔" فراز نے اسے گھورا اور واضح ملامت کی۔ صالحہ کی جیسے آنکھیں سلگ اٹھیں۔

"اور تم تو جیسے بڑے نیک اور پارسا کام کر رہے ہو۔" اس کے بھڑک اٹھنے پر فراز نے کاندھے جھٹکے۔

"یہ ایک الگ بحث ہے تم فی الفور یہاں سے جاؤ' کیونکہ میں تمہاری موجودگی برداشت نہیں کر سکتا۔" فراز کا لہجہ گو کہ انسلٹنگ نہیں تھا بس اسے صالحہ کی بے پروائی پر غصہ آنے لگا تھا۔ اس کے خیال میں عورت کی یہی بے پروائی معاشرے میں بگاڑ اور برائی کے پھیلاؤ کا باعث بن سکتی ہے کیا وہ نہیں جانتی تھی مرد و عورت کی تنہائی میں تیسرا شیطان ہوا کرتا ہے۔ اسے بھی اپنی پارسائی کا دعویٰ نہیں تھا۔ وہ بہرحال فرشتہ نہیں تھا۔ نہ خود پر اسے کوئی دعویٰ تھا۔ احتیاط بہرحال لازم ہونی چاہیے مگر صالحہ کو اس کی ڈانٹ میں اپنی توہین کا عنصر نظر آیا' جبھی اس کا برتاؤ اور تلخی دیکھنے والی تھی۔

"تم سمجھتے کیا ہو خود کو فراز...... یعنی میں مر رہی ہوں تم پر؟" وہ پنجے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑی۔

"میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔ صرف تمہیں یہاں سے جانے کا کہا ہے۔ بہت مہربانی ہو گی اتنا سا کرم کر دو۔" فراز کے انداز میں تلخی و بے زاری کے ساتھ اکتاہٹ بھی شامل ہونے لگی۔ صالحہ کچھ دیر اسے کینہ توز نظروں سے دیکھتی رہی پھر مٹھیاں بھینچے جھٹکے سے پلٹ کر چلی گئی۔ فراز سر جھٹک کر رہ گیا۔ وہ ساری رات اس نے جاگ کر بے چینی میں گزاری۔ سلیبرٹی بننا اس کا اولین خواب تھا۔ شوبز کا روشن چمکتا ہوا ستارہ' ساحر نے اس فیلڈ میں جتنی تیزی سے ترقی و کامیابی حاصل کی تھی وہ بھی اس کا خواہاں تھا۔ اس فیلڈ میں ساحر ہی اس کا آئیڈیل تھا اور اب جبکہ ساحر کی نئی بننے والی مووی میں نئے چہروں کی کاسٹ کے لیے آڈیشن کا اعلان کیا تھا اس سے مذاق کا نشانہ بننا پڑا۔ خاص طور پر اطہر اور عالعیان نے مل کر خوب اس کا ریکارڈ لگایا تھا۔

"کبھی زندگی میں کیمرے کا سامنا کر کے نہیں دیکھا اور محترم کردار ہیرو کا ادا کریں گے۔ وہ بھی ساحر کی مووی میں' ہاہاہا۔" فراز کا جتنا بھی فشار خون بڑھا مگر اس نے خود پر کنٹرول ہی رکھا تھا۔

"ایسی بہت سی مثالیں زندہ سلامت موجود ہیں شوبز میں' ابھی بتا لو جتنی باتیں بنانی ہیں۔ پھر تم لوگوں نے ہی آگے پیچھے پھرنا ہے میرے اور میں نے لفٹ نہیں کرانی۔" وہ انہیں چڑانا چاہتا تھا مگر وہ سارے الٹا اسے زچ کرنے میں لگے رہیں پھر اگلی صبح جب وہ مایوس دل شکستہ اسٹوڈیو سے لوٹا تو اس کا چہرہ دیکھ کر ناکامی کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔

"آڈیشن میں ناکامی کی وجہ ڈارک کامپلیکشن۔ ساحر نے کہا ہوگا ہمیں فیئر ہیرو چاہیے ہے نا؟" اطہر نے پھر اسے گھیرا اور تاک کر نشانہ لگایا سب ہنسنے لگے۔

"بکواس مت کرو تم لوگ......" فراز کو آگ لگ گئی تھی۔

"یار رنگت تمہاری واقعی شب دیجور جیسی ہے کچھ اور ٹرائی کرو۔ تم ویسٹ انڈیز یا پھر سری لنکا کی کرکٹ ٹیم میں کیوں قسمت نہیں آزماتے۔ شوبز تمہارے جیسے لوگوں کے لیے نہیں ہے۔" اطہر نے مبالغہ آرائی کی حد کردی۔ وہ سانولا تھا مگر کالا نہیں۔ لیکن کہنے والوں کی زبان پکڑنے کا فن آج تلک ایجاد نہیں ہوسکا تھا۔ فراز کا سارا اعتماد ان لمحوں میں ہمیشہ کی طرح زائل ہوچکا تھا۔ دھواں ہوتے چہرے کے ساتھ وہ وہیں کھڑا تھا جب نبیل نے وہاں جا کر اطہر اور عالعیان کی اس بدتمیزی کے جواب میں زبانی کلامی دھلائی کی تھی۔

"ایک تو مجھے یہ سمجھ نہیں آتی آپ کو ضرورت کیا ہے ان فضول لوگوں کے منہ لگنے کی۔ بات تک کرنے کی جنہیں تمیز نہیں۔" ان دونوں کے واک آؤٹ کے بعد نبیل اس کی جانب متوجہ ہوا تو اس پر بھی بے دریغ برس پڑا تھا۔

"کیا میرا کلر واقعی بہت ڈارک ہے نبیل؟" وہ آئینے کے سامنے کھڑا پوچھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ ہر گزرتے لمحے پھیکا پڑ رہا تھا۔ نبیل نے ٹھنڈا سانس بھرا۔

"آپ کو یہ کامپلیکس کیوں ہے بھائی' اچھے خاصے ہیں آپ اچھا یہ بتائیں کیا بنا...... آپ آڈیشن کے لیے گئے تھے نا؟" نبیل نے صوفے پر بیٹھنے کے بعد سائیڈ پر دھرا میگزین اٹھا کر ورق گردانی شروع کی اور موضوع بدل دیا۔

"کچھ بھی نہیں۔ آڈیشن نہیں ہوسکا۔ عین ٹائم پر ساحر صاحب کی مسز کی طبیعت خرابی کا فون آیا تو انہیں ادھر جانا پڑ گیا۔ یہ کام پھر التوا کا شکار ہوگیا۔" وہ یاسیت و مایوسی میں گھرا کہہ رہا تھا۔ نبیل نے اس کے بجھے ہوئے چہرے پر نگاہ کی پھر اس کا کاندھا زور سے تھپکا۔

"کم آن بھائی ہر کام میں اللہ کی مصلحت ہوتی ہے۔" نبیل کا سیل فون وائبریٹ کرنے لگا تو اسے اٹھنا پڑا۔ فراز وہیں کاؤچ پر سیدھا لیٹ گیا۔ (مجھے تو لگتا ہے میں زندگی بھر کوئی کارنامہ انجام نہیں دے سکوں گا)

مایوسی اور ناامیدی نے اس کے اندر پنجے گاڑھنے شروع کیے۔ اس وقت وہ بھول گیا تھا ہر کوشش اور محنت کا صلہ ضرور ملا کرتا ہے۔ کوشش و محنت عمل خیر کی ہو یا بد کی۔ اللہ ہمیں وہی دیتا ہے جو ہم اللہ سے مانگتے ہیں اور یہ ہدایت و توبہ تو ایسی انمول اور خصوصی نعمتیں ہیں جو خدا بھی بنا مانگے عطا نہیں فرماتا۔ جو مانگے نا' جو چاہ نہ کرے۔ ایسے ناقدروں کو یہ دولت کہاں مل پاتی ہے۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

عباس حیدر نے دروازہ کھول کر اندر قدم رکھا۔ نگاہ بستر پر نیم دراز عریشہ پر جا کر ٹھہر گئی۔ گو کہ اس کی نارمل ڈلیوری تھی پھر بھی وہ جیسے ان چند گھنٹوں میں ہی نچڑ کر رہ گئی تھی۔ زرد پڑتی رنگت آنکھوں تلے گہرے ہوتے حلقے' ریشمی بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ بھی وہ عباس حیدر کے لیے کُل کائنات تھی۔

"کیسی طبیعت ہے عریشہ؟" عباس نے قریب آنے کے بعد بہت محبت سے کہتے اس کے بال سمیٹ کر سائیڈ پر کیے۔ عریشہ نقاہت بھرے انداز میں مسکرائی اس کا بڑھایا ہوا خوب صورت پھولوں کا گلدستہ آہستگی سے تھاما۔

"آپ نے بچوں کو دیکھا؟ اتنے چھوٹے ہیں دونوں کہ مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ کیسے اٹھاؤں گی انہیں۔" اس کی آنکھیں خوشی کے بے پایاں احساس سمیت جگمگا رہی تھیں۔ عباس نے جھک کر اس کی پیشانی پر بوسہ ثبت کیا۔

"میں تو ابھی اپنی بیوی کو دیکھ رہا ہوں۔ حالانکہ جانتا ہوں وہ بہت فیسی نیٹنگ ہے مگر دل کہاں بھرتا ہے اسے دیکھ کر۔" عباس کے لہجے میں محبت کا لودیتا احساس تھا۔ بے خودی تھی سرشاری تھی جتنی دیر عریشہ لیبر روم میں رہی تھی اس نے خود کو پل صراط پر محسوس کیا تھا خوف دھڑکا واہمہ وہ اسے کھونے سے ڈرتا تھا۔ اتنا وہمی ہو رہا تھا عریشہ کی خاطر کہ بچوں کی دنیا میں آمد کی خوشی باپ بن جانے کا الوہی احساس اس خوف کی چادر میں کہیں مدغم ہوگیا تھا مگر اب وہ ریلیکس تھا لیکن یہ خوشی عریشہ کی صحت یابی کی تھی بچوں کی جانب ابھی ابھی اس کا دھیان آیا تھا عریشہ کے کہنے پر اتنا ہی دیوانہ تھا وہ عریشہ کے لیے یہ لگاؤ' یہ محبت عجب سی جنوں خیزی اور وحشت رکھتی تھی اپنے اندر کے اس کے آگے اسے کچھ اور بھائی ہی نہ دیتا تھا۔ وہ اس محبت میں اتنا آگے بڑھ گیا تھا کہ ہر قسم کی قربانی باخوشی دے ڈالی تھی۔

عریشہ اس کے والہانہ پن پر تفاخر محسوس کرتی ہنس پڑی۔ پھر جیسے ٹھٹکی تھی۔

"دیکھیں نا بچوں کو...... بہت پیارے ہیں بالکل آپ جیسے۔" عباس اٹھا اور کاٹ کی سمت آگیا۔ دونوں برابر لیٹے کاٹ میں بچے گلابی کمبلوں میں لپٹے دنیا و مافیہا سے بے خبر میٹھی نیند سو رہے تھے۔ روئی کے گالوں جیسے ملائم اور بے حد معصوم" انہیں دیکھتا رہ گیا پھر جھک کر باری باری دونوں کو پیار کیا۔

"ہیں نا پیارے...... عباس ہمیں رحمت و نعمت اللہ نے ایک ساتھ عطا فرمادی۔" عریشہ کا مدھم لہجہ مامتا سے مغلوب تھا۔ عباس کی آنکھوں میں شرارت اترنے لگی۔

"مجھ پر رحم آیا ہے اللہ کو۔ اللہ جانتا تھا میری بیوی کو دوبارہ ایسا مشکل کام کرنا پسند نہیں۔" عباس نے اس کی پریگننسی کے دوران کی بے زاری کو نشانہ بنا کر اسے چھیڑا۔

"یہ تمہارے لیے ہے عریشہ' اس خوب صورت تحفہ کے جواب میں ایک حقیر سا نذرانہ۔" عباس نے مخملیں دل شیپ کیس اس کی جانب بڑھایا۔ جسے عریشہ نے اشتیاق آمیز خوشی سے تھاما اور بڑی بے صبری سے کھولا۔ ہلکی سی کلک کی آواز ابھری۔ اگلے لمحے کیس کا ڈھکن یکدم اوپر اٹھ گیا اور عریشہ کی آنکھیں چندھیا کر رہ گئیں۔ کیس کے اندر سیاہ مخملیں کپڑے کے اوپر ایک نازک سا نیکلس شعاعیں بکھیر رہا تھا۔ نیکلس کیا تھا پلاٹینم کی ایک زنجیر تھی جس پر ہر دو کڑیاں چھوڑ کر ننھے ننھے ہیرے لٹک رہے تھے۔ زنجیر کے عین وسط میں ہیرے کے بجائے ڈیڑھ انچ کی تین کڑیاں لٹک رہی تھیں۔ جن کے آخری سرے پر ایک ایک سفید موتی پرویا ہوا تھا عریشہ بالکل مبہوت ہو کر اس بیش قیمت جگمگاتے نیکلس کو دیکھ رہی تھی۔

"مائی گاڈ! اتنا پیارا۔" معاً اس کے ہونٹوں سے ستائش پھوٹی اور عباس کی مسکراہٹ گہری ہوگئی۔

"کون' نیکلس...... کہ دینے والا......؟" اس کا شوخ و شنگ انداز شرارت بھی سمیٹ لایا۔ عریشہ چونک سی گئی۔ عباس نے اس کی نظروں کا خود پر اٹھنا محسوس کیا اور اپنی شرارت کو طول دیا۔

"کیا فیصلہ کرنا مشکل ہے؟"

"ہرگز نہیں' یہ تو بہت آسان ہے۔" عریشہ نے کاندھے جھٹکے اور نیکلس کو اپنی گردن سے لگا کر دیکھنے لگی۔

"تو پھر بتاؤ نا؟" اب اشتیاق اور شوق کا سمندر عباس کی آنکھوں میں ٹھاٹھیں مارنے لگا۔

"آف کورس نیکلس۔" اس نے شرارت بھرے انداز میں کہا اور کھلکھلا کر ہنس پڑی جبکہ عباس نے مصنوعی خفگی کے ساتھ منہ لٹکا لیا تھا۔

"میں سمجھا تم مجھے کہو گی۔"

"اگر آپ یہ گفٹ کسی اور لڑکی کو دیتے تو لازماً یہی کہتی مگر میں آپ کی بیوی ہوں۔ خوامخواہ سر چڑھانا نہیں چاہتی حسن کی تعریف کر کے۔" وہ ناک چڑھا کر ازلی نخوت کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ عباس ٹھنڈا پڑا۔

"میں کسی اور کو کیوں دوں گا بھلا؟" عباس نے جیسے برا مایا۔

"کچھ پتا بھی نہیں ہوتا وقت کا اچھا یہ بتائیں یہ کیسا لگ رہا ہے؟"

"اگر تمہاری بجائے کوئی اور حسین لڑکی پہنتی تو زیادہ اچھا بھی لگ سکتا تھا مگر......!" عباس نے شریر انداز میں کہہ کر گویا بدلہ چکایا جبکہ عریشہ جھینپ کر اسے مکے مارنے لگی۔ عباس نے اس کی جھنجلاہٹ کو محسوس کرتے اسے تھام کر خود سے لگا کر محبت سے تھپکا۔

"ہمیشہ کے لیے نوٹ کرلو میری آنکھوں میں تم سے بڑھ کر خوب صورتی اور کہیں نہیں ہے اوکے؟"

"اوکے۔" عریشہ نے مسکرا کر آسودگی سے کہا اور اس کے کاندھے سے سر لگا کر آنکھیں موند لیں۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

شام کا وقت تھا چائے میں ابھی کچھ دیر باقی تھی۔ ٹیرس کی گرین پالش کی ریلنگ پر دونوں ہاتھ جمائے اس نے جھک کر نیچے دیکھا۔ بے حد خوب صورت وسیع لان' پورچ کی طرف جاتی سرخ ٹائلوں کی روش جس کے ایک طرف باؤنڈری وال تھی اور دوسری جانب لان۔ لان کے ساتھ ہی مردان خانہ تھا۔ جس کا ایک دروازہ حویلی کی جانب جبکہ دوسرا باہر مرکزی پھاٹک کی طرف کھلتا تھا۔ بابا سائیں سے ملاقات کو آنے والے یہیں سے مردان خانے میں جایا کرتے۔ پھاٹک کے ساتھ الگ سے چھوٹا گیراج تھا۔ جس کے گول ستونوں سے سبز بیلیں لپٹی ہوئی تھیں جن سے گہرے آتشی پھول وقفے وقفے سے ٹوٹ کر گرتے تو یوں لگتا جیسے ہوا خوشی میں آنے والوں پر پھول نچھاور کر رہی ہو۔ کچھ دیر قبل اس نے تایا سائیں اور وقاص کی لینڈ کروز کو یہاں آتے دیکھا تھا اور تب سے بے چین تھی۔ جو کچھ ہونے جا رہا تھا وہ کم از کم اس کے لیے ہرگز قابل قبول نہیں تھا۔ وقاص کی آنکھوں کی وحشیانہ خوفناک چمک نے اس کا چین و قرار چھین لیا تھا گو کہ اس نے لاریب کو دھمکی نہیں دی تھی۔ مگر ان نگاہوں کی عجب سی تپش اور بے اعتنائی ہی جیسے از خود اپنے ارادوں کی غماز تھی۔ مسلسل سوچنے کے باعث اس کا دماغ شل ہونے لگا تھا کہ آخر امامہ کو اس انتقام میں بپھرے وحشی انسان سے کیسے بچائے۔ یہ بات وہ دعوے سے کہہ سکتی تھی کہ وقاص کو امامہ سے محبت نہیں ہوسکتی تھی اس فیصلے کے پیچھے محبت کا نہیں انتقام کا ہی جذبہ پرورش پاسکتا تھا۔

"بجو......!" امامہ کی مدھم آواز پر لاریب کے اضطرابی کیفیت میں اٹھتے پاؤں تھم گئے۔ اس نے گردن موڑ کر مضمحل نظروں سے امامہ کو دیکھا۔

حقِ تقلید

رشک حبیبہ
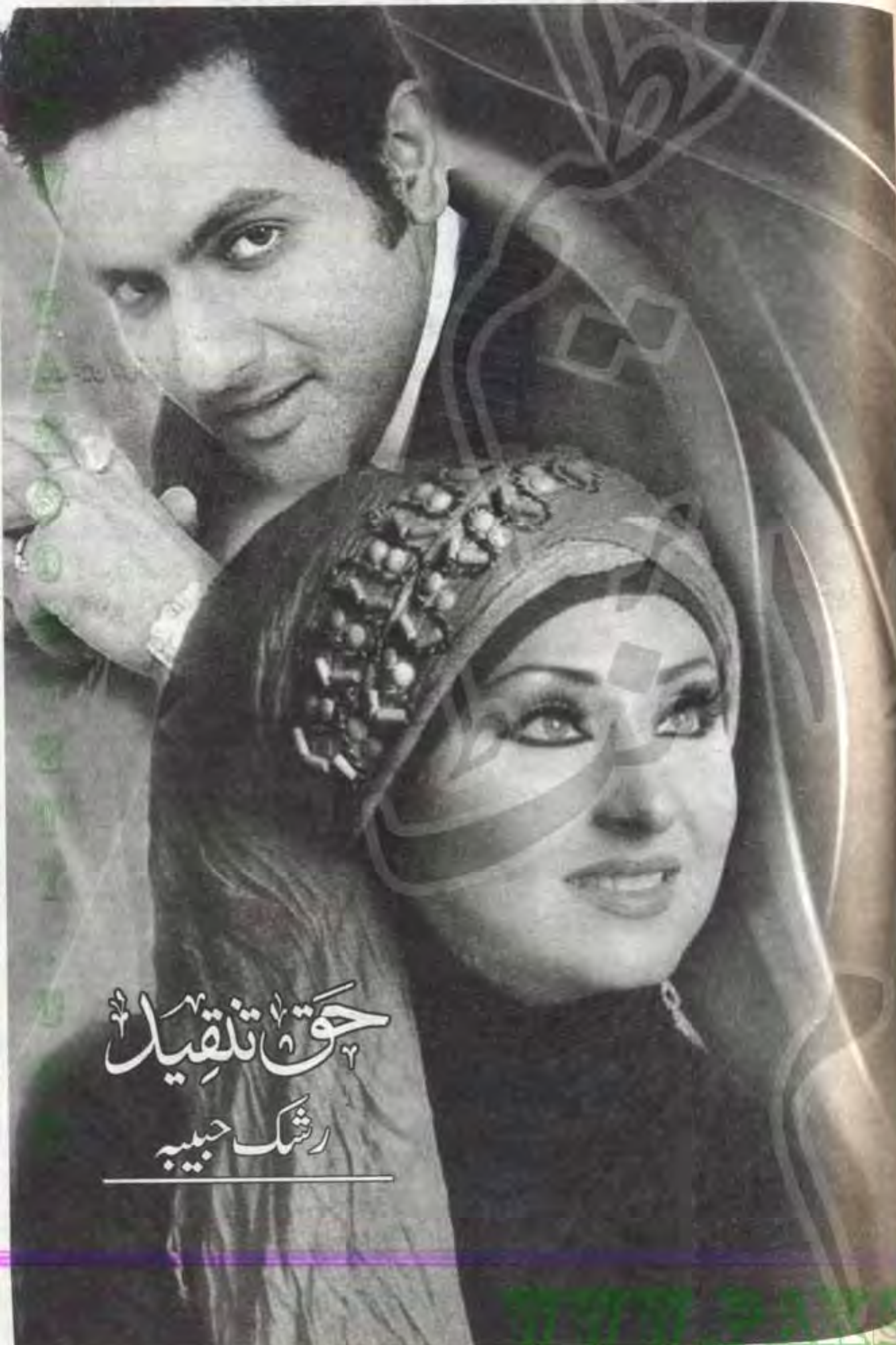
"آپ پریشان ہیں بجو؟" سوال ایسا تھا کہ لاریب آہ بھر کے بھینچی نگاہ کا زاویہ بدل گئی۔ اب وہ اسے کیا بتاتی اپنی پریشانی کی وجہ۔

"آئی تھنک آپ وقاص کے پروپوزل کی وجہ سے اپ سیٹ ہیں۔ مجھے اسی سلسلے میں آپ سے بات کرنی تھی۔" امامہ کی اگلی بات نے لاریب کی جان مٹھی میں لے لی۔ اس نے خائف ہوتے ہوئے امامہ کو دیکھا۔ جس کا سر جھکا ہوا تھا اور وہ انگلیاں چٹخا رہی تھی۔ جیسے اپنی بات کہنے کو حوصلہ اور ہمت مجتمع کر رہی ہو اور ہمتیں تو لاریب کی بھی جواب دے گئی تھیں۔

"آپ پریشان نہ ہوں بجو! مجھے وقاص پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آئی مین وہ اچھے لگتے ہیں مجھے۔" لاریب نے بے ساختہ چونک کر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں تحیر واستعجاب کا رنگ بے حد گہرا تھا تو منہ غیر یقینی کے باعث ذرا سا کھل گیا۔ پہلے تو اسے یقین نہیں آسکا تھا پھر جیسے اس کے اعصاب شدید تناؤ کا شکار ہوئے چٹخنے کے عمل سے گزرنے لگے۔ امامہ کے چہرے پر جو سرخی تھی وہ گھبراہٹ یا پریشانی کی نہیں حجاب کی لالی کا دل فریب رنگ تھا لاریب کی آنکھیں جلنے لگیں۔

"تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"بجو...... وقاص مجھ سے محبت کرتے ہیں اور...... اور مجھے لگتا ہے کہ میں بھی......!" لاریب کو لگا آن واحد میں کمرے کی چھت اس کے سر پر آن گری ہو۔ وہ ساکن کھڑی اپنے سامنے موجود معصوم اور نوخیز نظر آتی امامہ کو تکتی اس کے چہرے کی شرمیلی مسکان کو فق چہرے کے ساتھ دیکھتی رہی۔

"وقاص محبت کرتا ہے تم سے یہ بات تمہیں کیسے پتا؟" آواز لاریب کے حلق میں پھنس کر نکلی۔ اسے لگا وہ ہاری تو تھی ہی مگر اب کہ وقاص کی اس گھناؤنی سازش کے باعث چاروں شانے چت گری ہے۔

"وقاص نے خود بتایا ہے مجھے ایک بار نہیں بار بار بجو وہ کہہ رہے تھے ایمان باجو کے ساتھ اگر ان کی شادی ہو بھی جاتی مجبوری میں تب بھی وہ خوش نہیں رہ پاتے کیونکہ انہیں شروع سے میں پسند تھی۔" امامہ دھیمی مسکان کے ساتھ کہہ رہی تھی۔ جھکی کانپتی پلکوں پر حجاب کا بوجھ دھرا تھا مگر لاریب کے قدموں تلے سے زمین کھسکتی جارہی تھی۔ اس کا گلا خشک ہوکر اس کی شہہ رگ کو بھینچنے لگا۔

"یہ بات اس نے کب کہی تم سے؟ کیا وہ ملنے آیا تھا تم سے مگر کب؟" امامہ کی پلکوں کی لرزش لاریب کی آواز میں اتر آئی۔ اس کی آنکھیں اس عجیب سی سچویشن پر بھیگنے لگیں۔ حالت ایسے سپاہی کی سی تھی جو میدان جنگ میں بغیر اسلحہ کے بیکسی کی حالت میں دشمن کے وار سہتا سسک کر مرنے کے قریب ہو۔

"جی انہوں نے کہی، فون بھی کرتے ہیں مجھے اور کئی بار جب یہاں آئے تو میرے کمرے میں بھی مجھ سے مل کر جاتے تھے۔" امامہ نے گویا تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی۔ لاریب بے جان ہوتی بے ساختہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس کے اطراف میں سرد ہواؤں کی شوریدہ سری تھی۔ ان ہواؤں کی سسکیوں کے ساتھ کوئی اور بھی ماتم کناں تھا۔ کون...... شاید اس کا دل، وقاص نے بہت مہارت سے اپنا داؤ کھیلا تھا۔ ناکامی کے سارے اسرار ورموز کو ذہن میں رکھ کر وہ ہارنے کو میدان میں اترا ہی نہ تھا۔ مگر اس کا مقصد لاریب سمجھنے سے قاصر تھی۔ آخر وہ ایسا کیوں چاہتا تھا؟

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا بجو؟" امامہ کو اس کی جانب سے تشویش ہوئی تو گھبرانے لگی۔ لاریب نے گہرا سانس بھرتے ہوئے لمحہ بھر کو اسے دیکھا اور سر کو اثبات میں ہلایا۔

"ہاں...... مجھے کیا ہونا ہے؟" اس کا لہجہ زہر خند تھا۔

"بجو مجھے پتا چلا ہے آپ بابا جان کو فوری شادی سے منع کر رہی ہیں۔ مم...... میں یہی کہنا چاہ رہی تھی آپ سے پلیز ایسا مت کیجیے۔" امامہ نے قدرے جھجک کر کہا۔ لاریب نے سر نہیں اٹھایا۔ وہ نہ بھی یہ بات کہتی تو اب اس کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ پہلے ہی شکستہ تھی مگر وقاص حیدر کی یہ سازش تو جیسے اسے لے ڈوبی تھی۔ بالکل گھائل کر ڈالا تھا اسے۔

ہر طرف تاریکی تھی ہولناک سناٹا۔ امید کی ایک ننھی سی کرن بھی کہیں دکھائی نہیں دیتی تھی۔ مایوسی اور تھکن ایسی کہ اس کا دل بے انت وحشتیں سمیٹ لایا تھا اور کچھ نہیں سوجھا تو ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو پڑی۔ امامہ جا چکی تھی۔ وہ اپنے دکھوں، واہموں، خدشات اور ناامیدی کے احساسات کے ہمراہ تنہا تھی۔ بالکل اکیلی......!!

(جاری ہے)

حسین چاندنی رات ہے اور میں ہوں
مہکتی تیری یاد ہے اور میں ہوں
جسے پڑھ نہ پائے نگاہوں سے
وہی اَن کہی بات ہے اور میں ہوں

"پاکستان زندہ باد...... یا پاکستان سے زندہ بھاگ...... آپ کی ترجیح......؟"

اس نے فیس بک آن کیا تو پہلی پوسٹ دیکھ کر دماغ کھول اٹھا۔ بے انتہا غصہ آیا اور اس کی انگلیاں پوسٹ کرنے والے کا گلا دبانے کی خواہش دل میں دبائے کی بورڈ پر تیزی سے چلنے لگیں۔

"کیا بکواس ہے یہ؟" اس نے تپ کر کمنٹ آپشن کلک کیا۔

"سوال ہے جناب!" بھولپن سے بھرپور جواب آیا۔

"اچھا میں سمجھی کوئی جوک ہے؟" جواب لکھنے والی کے لبوں پر طنزیہ مسکان تھی۔

"آپ کی سمجھ کو میرا اسلام۔" اگلی طرف وہ شخص شرارت پرآمادہ تھا۔

"میری جانب سے وعلیکم السلام......" اس نے بھی کھٹ سے حساب برابر کیا۔

"ارے آپ تو بڑی باتمیز لگتی ہیں پھر اس قدر برہمی کی وجہ؟"

"تم سے زیادہ کون جانے گا کہ میں کتنی باتمیز ہوں؟"

"بات کرنا ہی فضول ہے تم سے۔"

"تو کس نے پاؤں پکڑے تھے تمہارے؟"

"میرے پاؤں کی دھول بھی نہ پکڑ سکے کوئی' پاؤں تو بہت دور کی بات ہے۔"

"اوہو...... اتنی لمبی ہانکی ہے کسی نے میں دیکھ بھی نہیں پا رہا تو پکڑوں کیسے......؟" وہ صاف مذاق اڑا رہا تھا۔

"تم...... ضاحک عمر! اپنی خیر مناؤ۔" پھول کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ وہ پھٹ پڑنے کو تیار تھی۔

"میں کیوں خیر مناؤں' میں کوئی بکرے کی ماں ہوں؟"

"مجھے کیا پتہ تم کون ہو...... زکوٹا جن۔"

"لو...... کہتی ہو مجھے کیا پتہ تم کون ہو' پھر زکوٹا جن کہہ کر شناسائی بھی ظاہر کردی۔ تم بھی کتنی معصوم ہو بل بتوڑی۔" وہ بے تحاشا ہنس رہا تھا۔

اگلے ہی پل وہ تنتنا کے اٹھی اور پاؤں پٹختی آندھی طوفان کی طرح بڑے ابا کے پورشن میں چلی آئی۔ اسٹڈی روم کا دروازہ زوردار طریقے سے وا ہوا اور اب وہ ضاحک کے سر پہ کھڑی کمر پر ہاتھ جمائے اسے دیکھ رہی تھی۔ ضاحک نے دانستہ بے نیازی برتی۔ پھول کچھ دیر تو اس کی بے نیازی دیکھتی رہی پھر بڑھ کر کمپیوٹر کا پلگ کھینچ لیا۔

"ارے ارے......" ضاحک مصنوعی حیرت سے پلٹا۔ اگرچہ اس کی آنکھوں سے شرارت چھلک رہی تھی۔

"تم نے مجھے بل بتوڑی کیوں کہا؟" وہ کمر پر ہاتھ جمائے لڑاکا انداز میں اس کے بالکل سامنے کھڑی تھی۔ ضاحک لبوں پہ ابھرتی مسکان روک نہیں پایا۔

"سوری...... مانتا ہوں تمہیں بل بتوڑی نہیں کہنا چاہیے۔" وہ کرسی سے اٹھ کر جینز کی جیبوں میں ہاتھ پھنساتا اس کے نزدیک آیا' وہ ہنوز اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے برہم کھڑی تھی۔

ضاحک کی معذرت نے بھی پھول کی پیشانی پر آئے بلوں میں کمی نہیں آنے دی تھی۔

"تم نے پہلے بکواس کیوں کی؟" اس نے آستین چڑھاتے ہوئے سابقہ انداز برقرار رکھا' گویا لڑنے مرنے پرآمادہ تھی۔

ضاحک نے اس کے سراپا پر تفصیلی نگاہ ڈالی۔ کھلی کھلی گلابی رنگت مزید دہک رہی تھی۔ اس کی گردن پہ جھولتی اونچی پونی ٹیل تھوڑی ڈھیلی ہوکر گردن سے ڈھلک رہی تھی۔ بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں اشتعال ہلکورے لے رہا تھا۔ اس کے بالائی ہونٹ کے کنارے کا سیاہ تل بھی گویا برامان بیٹھا تھا۔ ضاحک ہولے سے مسکرایا۔

"ہاں...... ہاں ٹھیک سے دیکھ لو' میں ہی ہوں۔" ضاحک کو یک ٹک اپنی طرف دیکھتا پا کر وہ اپنی تھوڑی سے پکڑ کر چہرہ دائیں بائیں گھماتے ہوئے طنزیہ بولی۔ جیسے واقعی اسے پہچان کروا رہی ہو۔ اس کے انداز پر وہ ہنس پڑا۔

"مرو تم......" اس کے ہنسنے پر پھول نے ریک سے ایک موٹی سی کتاب نکال کر اس کے سینے پر دے ماری۔

ضاحک نے بروقت کتاب تھام کر اسے زمین بوس ہونے سے روکا مگر اپنی ہنسی ضبط نہ کرسکا۔ اس کا لال پیلا روپ اتنا ہی دلکش تھا کہ ضاحک کی طبیعت فریش ہوگئی۔ اس نے جان بوجھ کر اس قسم کی گفتگو کی تھی کہ وہ ناراض ہوکر روبرو لڑنے چلی آئے۔ ایسا وہ اکثر کرتا تھا اور ان کھٹی میٹھی تکراروں کا چٹخارہ گھر بھر میں سب کو محظوظ کرتا تھا۔

"میں نے اب بڑے پاپا سے تمہاری شکایت کرنی ہے۔" وہ غصے میں پاؤں پٹختی اسے دھمکاتی واک آؤٹ کرنے لگی۔ جب ضاحک نے آگے بڑھ کر اسے روکا۔

"اچھا بابا سوری کہہ تو رہا ہوں۔" وہ اس کا ہاتھ تھامے نرمی سے بولا تو وہ مسکرا اٹھی۔

"تم غالباً مجھ سے دو دو ہاتھ کررہی تھیں؟" ضاحک نے اسے مسکراتے دیکھ کر یاد دلایا۔

"اوہ......!" وہ سر پر ہولے سے ہاتھ مار کر پھر مسکرائی۔

"چھوڑو بعد میں دیکھ لوں گی تمہیں۔" اس نے چہرے پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے ضاحک کو دھمکایا' انداز شرارت بھرا تھا۔

"وعدہ کرو......" ضاحک اس کا ہاتھ چھوڑ کر بازو سینے پر لپیٹے کھڑا تھا۔

"کیا......؟" وہ حیران ہوئی۔

"بعد میں دیکھو گی نا؟" وہ معنی خیزی سے بولا۔

"تو تمہیں کیا لگتا ہے میں تمہیں چھوڑ دوں گی؟" وہ ناک سکیڑ کر نخوت سے بولی۔

"میں کب چاہتا ہوں کہ تم مجھے چھوڑو۔" ایک اور ذومعنی بات۔ اسی دم ضاحک کا سیل فون شور مچانے لگا۔ وہ ٹیبل پہ رکھا موبائل اٹھانے مڑا۔

"تم چاہو بھی تو میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتی۔" وہ ضاحک عمر کو با آواز بلند سناتے ہوئے روم سے نکل آئی۔ پیچھے کسی کی کال ریسیو کرتا ضاحک مسکرایا' اتنا واضح اقرار اس کا مزاج خوشگوار کرنے کے لیے کافی تھا۔

❁ ❁ ...... ❁ ...... ❁ ❁

کڑکتی دھوپ کی تمازت اس کے چہرے پہ سرخی بن کر اتر آئی تھی۔ اس نے بے چینی سے ادھر ادھر دیکھا...... مگر کسی ورک شاپ کا نام ونشان نہ تھا۔ جہاں سے وہ بائیک کی مرمت کروا سکتا' جبکہ بائیک ہاتھ سے پکڑے پیدل چلنا سخت مشکل تھا۔

"ایم بی ایس میں شاندار نمبروں سے کامیابی کے بعد اب وہ جاب کی تلاش میں خوار ہو رہا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ اسے جاب کی آفرز نہیں تھیں۔ مگر شاید اس کی توقعات زیادہ تھیں' اور اس کے معیار کی جاب واقعی نہیں مل رہی تھی۔ وہ اب تک بے روزگار تھا' آئے دن طرح طرح کی کمپنیز میں انٹرویوز دے دے کر اب وہ تنگ آچکا تھا۔ یا شاید نا امیدی کی طرف مائل تھا۔ آج صبح بھی وہ تک سک سے تیار انٹرویو کے لیے نکلا تھا مگر اب حلیہ یہ تھا کہ شرٹ بھیگ کر مسلی ہوئی رف ہوچکی تھی۔ آستین کے کف فولڈ اور ٹائی ڈھیلی ہوئی گلے میں جھول رہی تھی۔ آدھی شرٹ پینٹ سے باہر بے ترتیب لٹک رہی تھی۔ ماتھے پہ بنے شکنوں کے جال سے پسینہ رس رہا تھا۔ پیشانی پر آئے بالوں کو وہ سر جھٹک کر پیچھے کرتا بڑبڑا رہا تھا۔

"ہر جگہ بدقسمتی ہی پیچھا کرتی ہے۔ ہنہ......!" پتہ نہیں کیسے اچانک ٹائر فلیٹ ہوگیا۔ گھنٹے بھر کا راستہ کچھ بائیک پر کچھ پیدل طے کرکے وہ گھر پہنچا تو بری طرح نڈھال تھا۔

"ارے...... میرا بیٹا کیا ہوا؟" بڑی مما یعنی ضاحک عمر کی مما اسے تخت پر دراز دیکھ کر نزدیک چلی آئیں۔

"کیا ہوا...... طبیعت ٹھیک ہے؟" قریب بیٹھ کر پیشانی پہ ہاتھ رکھا' تشویش سے اس کی حالت دیکھی' وہ آنکھیں موندے خاموش تھا۔

"یہ لو ضاحک......!" فارحہ کچی کیریوں کا شربت لے آئیں۔ ضاحک نے بے زاری سے اٹھتے ہوئے گلاس تھام لیا۔

"ہوا کیا ہے...... ایسی رونی صورت کیوں بنائی ہوئی ہے؟" فارحہ نے بھی اس کی بے دلی کا نوٹس لیا۔

"کچھ نہیں اپیا! بس معلوم تو ہے آپ کو جاب کی وجہ سے فکر مند ہوں۔ آج بھی جہاں میں گیا وہاں سے کوئی امید نہیں۔ پرچی اندر گئی اور انٹرویو ختم ہوگیا۔" اس نے مرے مرے انداز میں بتایا۔

"آگ لگے ایسی پرچی کو' دفعہ کرو' اللہ رحم کرے گا۔ میں تو ڈر گئی خدانخواستہ کچھ ہوگیا ہو...... اتنی سی بات پر اتنا پریشان نہیں ہوتے۔" بڑی مما نے اس کی پیشانی چوم کر بچوں کی طرح پچکارا' جیسے وہ چھوٹا سا بچہ ہو اور ان کے بہلانے سے بہل جائے گا۔

"مما آپ سمجھ نہیں رہی ہیں۔ اگر یہاں جاب مل بھی جاتی

ہے تو ترقی کے مواقع نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اول تو ملنے کے ہی سو جھمیلے ہیں۔"

"اونہہ......! ناامیدی کی باتیں نہیں کرتے۔ تم فکر نہ کرو' ہو جائے گا کچھ نہ کچھ۔" انہوں نے اس کی بات نظر انداز کردی اور اس کی بات میں جھانکتے اشارے کو بھی...... ضاحک کو پاکستان سے باہر جانے کی اجازت انہوں نے کبھی نہیں دینی تھی۔

"اپیا! آپ سمجھائیں نہ' میں کب تک ہاتھ پہ ہاتھ دھرے امید کے سہارے انتظار کروں' میرا اتنا دل لگا کر محنت لگن سے تعلیم حاصل کرنے کا فائدہ کیا جب میں کوئی معمولی سی دس بیس ہزار کی جاب کرلوں۔ ایٹ لیسٹ میں نے جتنا انویسٹ کیا ہے اتنا واپس تو ملے۔" ضاحک نے فارحہ کو ہمنوا کرنا چاہا۔

"وہاں کون سا تمہیں منسٹر کی کرسی پہ بٹھا دیں گے کرو گے تو وہاں بھی معمولی جاب ہی۔ بلکہ وہاں ڈھنگ کی جاب کرنے کے لیے بھی تمہیں مزید کچھ کورسز کرنے پڑیں گے تب کہیں عزت کی نوکری ملے گی۔ تنخواہ تو وہ باہر والے بھی تمہیں وہاں کے حساب سے کم ہی دیں گے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ یہاں کی کرنسی میں تبدیل ہوکر زیادہ ہو جائے گی۔ قناعت کا وصف اپناؤ ضاحک' اپنے گھر کی دال روٹی پہ صبر کرنا سیکھو۔" بڑی مما کی بات پر ضاحک سر جھکا کر رہ گیا۔

"اف! میں نے دال چڑھائی تھی۔" فارحہ کو دال روٹی کا سن کر یاد آیا۔

"تم ٹھہرو' میں دیکھ لیتی ہوں۔" بڑی مما اٹھ گئیں۔

"کوئی سمجھنے کو تیار ہی نہیں ہے۔" ضاحک خالی گلاس ٹیبل پہ رکھتا بڑبڑایا۔

"تم بھی تو سمجھو ضاحک' یہاں کے سارے انجینئرز' ڈاکٹرز' ماسٹرز اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ یہ کہہ کر باہر کے ممالک سدھار جاتے ہیں کہ یہاں ترقی کے مواقع نہیں ہیں تو میرے بھائی! خود سوچو' ترقی کے مواقع پیدا کرنے والے تم لوگ خود ہو' تم ہی پیچھے ہٹ جاؤ تو بھلا کہاں کی ترقی......؟" فارحہ نرمی سے کہہ کر مسکرائی۔

"اب جاؤ چینج کرو' ہاتھ لو' فریش ہو جاؤ' میرے چاند سے بھائی پہ ایسی بے زاری سوٹ نہیں کرتی۔ جاؤ شاباش!" فارحہ نے پیار بھرے لہجے میں کہتے اسے ہاتھ سے پکڑ کر اٹھایا۔

وہ فریش ہو کر دسترخوان پہ آ بیٹھا تو پھول پالک گوشت سے بھرا ڈونگا لیے چلی آئی۔

"بڑی مما! یہ لیں......" اس نے ڈونگا دسترخوان پہ رکھا۔

"یہ کیا لائی ہو؟" فارحہ نے ڈھکن اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"یہ مما نے بھیجا ہے۔" با آواز بلند اتنا کہہ کر وہ بڑی مما کے کان میں گھسی۔

"ضاحک کے لیے' اسے پسند ہے نا' مگر آپ اسے مت بتایئے گا' خوامخواہ پھول کر کپا ہو جائے گا' ایویں۔" اس نے سرگوشی میں کہہ کر نخوت سے سر جھٹکا۔ بڑی مما مسکرادیں۔

ضاحک کے کھڑے کانوں نے آدھی ادھوری سنی بات سے پورے مطالب اخذ کیے۔ انداز صاف چڑانے والا تھا۔ فارحہ کے لبوں پر بھی دبی دبی مسکان تھی۔

"آؤ پھول' تم بھی ہمارے ساتھ کھاؤ۔" فارحہ نے اس کا دھیان بٹانے کو اسے پکارا۔ جو خشمگیں نظروں سے ضاحک کو گھور رہی تھی۔ ضاحک نے اسے چڑانے کے لیے بطور خاص دکھا کر پالک گوشت سے بڑا چمچہ بھر کے اپنی پلیٹ میں ڈال لیا۔ مسکراہٹ لبوں پہ چپکی تھی۔ اسے چڑانے کے چکر میں ضرورت سے زیادہ نکال لیا۔

"آرام سے کھاؤ' میں چھین تو نہیں لوں گی۔" تپ کر وہ بول ہی پڑی۔

"تمہارا کیا بھروسہ...... سر پہ تو ایسے ہی کھڑی ہو جیسے چھین کر بھاگو گی۔" وہ شریر ہوا۔

"بڑی مما! دیکھیں اسے۔" وہ شکایتاً بڑی مما کو گھسیٹ لائی۔

"مما نے دیکھا ہوا ہے مجھے۔" وہ بڑا سا نوالہ منہ میں بھرتے بمشکل بولا۔

"ضاحک! چپ بیٹھو۔ مت تنگ کرو میری گڑیا کو۔ آؤ پھول تم ادھر میرے پاس بیٹھو۔" بڑی مما نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر اپنے نزدیک بٹھایا۔ وہ منہ بسورتی اس کے سامنے آ بیٹھی۔ ضاحک نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ آتشی گلابی کپڑوں میں اونچی پونی ٹیل بنائے وہ معصوم سی لگی۔

"چلو شروع کرو۔" فارحہ نے اس کے سامنے پلیٹ رکھی' بڑی مما نے پیار سے نوالہ اس کے منہ میں ڈالا...... اب کے وہ اترائی۔

ضاحک مسکراتا رہا۔ دونوں اپنے گھر کے لاڈلے تھے۔ یہ فیصلہ مشکل تھا کہ کون زیادہ......؟ کیونکہ پھول کے نخرے ضاحک کی مما زیادہ اٹھاتی تھیں اور ادھر ضاحک پھول کی مما کا انتہائی لاڈلا تھا۔ فارحہ اکثر کہتی۔

"تم دونوں کے گھر ایکسچینج ہو گئے ہیں۔" اور گھر والوں کی اس ردوبدل پہ دونوں کی آپس میں اکثر ٹھنی رہتی۔ ہاں مگر ان کی نوک جھونک ہی دونوں فیملیز کو سرشار رکھتی۔ غرض رونق کی وجہ وہی دونوں تھے۔

❁ ❁ ❁......❁......❁ ❁

عالیشان منزل میں عمر جلال اور قمر جلال اپنی اپنی فیملیز کے ساتھ رہائش پذیر تھے۔ دونوں کی اکلوتی پیاری بہن زرینہ جلال شادی کے بعد امریکہ جا بسی تھیں...... عمر جلال (بڑے پاپا) کی دو اولادیں تھیں۔ فارحہ عمر اور ضاحک عمر۔ فارحہ ایم اے انگلش کے بعد گھر کی ہو رہی تھی اور ضاحک نے حال ہی میں ایم سی ایس شاندار نمبروں سے کلیئر کیا تھا اور جاب کا متلاشی تھا۔

قمر جلال کی بھی دو ہی اولادیں تھیں۔ فواد قمر اور لالہ رخ قمر عرف پھول...... فواد ایم کام کے بعد بینک سے منسلک تھا اور پھول پری انجینئرنگ سیکنڈ ایئر کی طالبہ تھی۔

دونوں بھائیوں کا ذریعہ معاش ٹائلز کا بزنس تھا' عالیشان منزل کی شان وشوکت اسی بزنس سے برقرار تھی۔ فواد کی خواہش کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے طالب علمی کے زمانے میں فارحہ اس کی منکوحہ بن چکی تھی۔ دونوں بھائیوں کے لیے بچوں کی آپس کی پسندیدگی بھی مسرت کا باعث تھی۔ ضاحک آج کل اپنی جاب کے بارے میں از حد فکر مند تھا۔ اس کی حالیہ مصروفیت یہ تھی کہ صبح وہ بڑے اور چھوٹے پاپا کے ساتھ آفس میں ہوتا اور شام میں ایک کوچنگ میں کمپیوٹر کورسز کراتا تھا۔ وہ ایک روایتی پاکستانی تھا جو پاکستان کے موجودہ حالات کے پیش نظر پاکستان سے بدظن ہو چکے ہیں۔ جنہیں سارے فساد کی جڑیں پاکستان میں ہی نظر آتی ہیں اور جن کے خیال میں اگر وہ پاکستان سے ہجرت کر جائیں تو ان کے نصیب جاگ اٹھیں یا انہیں کہیں کی بادشاہت مل جائے۔ ان نادانوں کو اتنی سی بات نہیں سمجھ آتی کہ نصیب کا لکھا تو پتھر کے اندر بھی ملتا ہے' جو ہمارے نصیب میں ہے وہ ملنا ہی ہے چاہے وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں ملے' اقبال نے ٹھیک ہی کہا ہے

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اپنی حالت بدلنے کے لیے دوسروں کے تلوے چاٹنے بیٹھ جائیں کیونکہ اقبال یہ بھی کہتا ہے

خودی کیا ہے راز درونِ حیات
خودی کیا ہے بیداری کائنات
ازل اس کے پیچھے ابد سامنے
نہ حد اس کے پیچھے نہ حد سامنے

❁ ❁ ❁......❁......❁ ❁

"ضاحک کو کال کرو......" بڑی مما فارحہ کے سر پہ کھڑی پریشان نظروں سے اسے کال ملاتے دیکھ رہی تھیں اور اس کے تو خود ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے۔ "خدایا خیر۔"

حالات خراب تھے اور ضاحک اور بڑے پاپا ابھی تک گھر لوٹے نہ تھے۔ ضاحک تو خیر کوچنگ سینٹر کے لیے نکلا تھا مگر بڑے پاپا کسی عزیز کی عیادت کے لیے ہاسپٹل گئے تھے۔ فون ٹرائی کر کر کے فارحہ کے ہاتھ دکھنے لگے تھے۔ دل کی حالت الگ اندیشوں میں گھری تھی۔ بڑی مما زیرلب دعاؤں کا ورد کیے جا رہی تھیں۔

"کیا ہوا بھابی کوئی خیر خبر ملی۔" فارینہ وہیں آ کر تشویش سے پوچھنے لگیں۔

"دعا کرو! فارینہ' میرا بچہ اور بڑے صاحب دونوں خیریت سے ہوں۔" بڑی مما کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو رہے تھے مگر وہ اپنے اوپر ضبط کے پہرے بٹھائے ہوئے تھیں۔

"میں نے کہا بھی تھا بھائی صاحب سے حالات کشیدہ ہیں' ادھر زیادہ وقت نہ لگایئے گا۔" چھوٹے پاپا بھی فکر مندی سے ادھر ادھر ٹہل رہے تھے۔ وہ گھر پہنچ چکے تھے دوپہر میں ہی' فواد بھی آ چکا تھا۔ اسی نے ضاحک کو کانٹیکٹ کر کے خبردار کیا۔

"حالات ٹھیک نہیں ہیں' تم گھر پہنچو فوراً۔ کچھ خبر نہیں کچھ دیر میں کون سی قیامت ٹوٹے۔" بڑے پاپا کا موبائل مسلسل ٹرائی کیا جا رہا تھا' مگر ہنوز آف تھا۔ بات ہو جاتی تو ضاحک یا فواد میں سے کوئی پک کر لیتا انہیں مگر رابطہ منقطع ہونے کی وجہ سے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ ہیں کہاں۔ سارا گھر پریشان تھا۔ کچھ دیر میں ضاحک بھی آ گیا۔ تقریباً پون گھنٹے بعد بڑے پاپا آئے...... بڑی مما کے آنسو چھلک پڑے۔

"ارے ارے...... یہ کیا؟" وہ مسکرائے۔

"بھابی بہت پریشان ہو رہی تھیں بھائی صاحب۔" قمر جلال پرسکون ہوتے ہوئے بولے۔

"آپ نے اتنی دیر کردی۔ خیریت رہی۔" چھوٹی مما نے بھی لب کشائی کی۔

"الحمدللہ' خیریت رہی' بس جگہ جگہ راستہ بند کیا ہوا ہے تو اسی وجہ سے دیر ہو گئی۔ خیر اب تو میں پہنچ گیا ہوں نہ...... سکون کا سانس لے لو بھئی......" وہ ہلکے پھلکے لہجے میں بولے۔

"حالات کے بگڑنے پر ہم گھبرا گئے تھے پاپا۔" فارحہ بھی نزدیک آتے ہوئے بولی۔ اس کا لہجہ بھرا گیا۔

"ارے میرے جگر کا ٹکڑا......" بڑے پاپا نے شفقت سے اسے پچکارا۔ ضاحک بھی نزدیک آیا۔

"آپ کا موبائل کیوں آف تھا؟"

"اوہ...... اس کی الگ کہانی ہے' میں کار پارک کر کے کچھ فروٹس وغیرہ لینے گیا تو مارکیٹ کی طرف دو نقاب پوش لڑکے بائیک پر سوار آئے اور میرا موبائل چھین کر لے گئے۔" ان کے لہجے میں افسوس تھا نہ فکر مندی وہ یوں بتا رہے تھے جیسے معمول کی بات ہو۔

"اور واقعی معمول ہی کی بات ہے کراچی شہر میں لوٹ مار......"

"تم لوگ گھبرایا نہ کرو بھئی' انسان کی موت کا وقت مقرر ہے اور رب کی مرضی پر منحصر ہے' اللہ کے حکم سے موت کا وقت آ پہنچا تو گھر کی چار دیواری میں بھی بندہ محفوظ نہیں رہتا اور زندگی کی سانسیں ہوں تو مچھلی کے پیٹ سے بھی رب تعالیٰ بخیر و عافیت واپس لے آتا ہے۔"

"حالات اتنے خراب ہیں ملک کے پاپا' میں تو کہتا ہوں ہم لوگ باہر سیٹل ہو جاتے ہیں۔" ضاحک نے موقع دیکھ کر اپنا الّو سیدھا کرنے کی کوشش کی۔ فواد کے چہرے پر مسکراہٹ رینگ گئی۔ اس کی باہر جانے کی خواہش کسی سے ڈھکی چھپی نہیں تھی۔

"برخوردار کس سے بھاگ کر ملک سے ہجرت کریں...... موت سے یا اپنے نصیب سے؟" بڑے پاپا محظوظ ہوئے' ضاحک جانتا تھا ایسا کبھی نہیں ہوگا پھر بھی چانس لینے سے باز نہیں آتا۔

"سنو......! ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی محفل میں ایک شخص حاضر تھا' کچھ دیر بعد ایک اور شخص وہاں آیا' اور پہلے والے شخص کو عجیب نظروں سے گھورنے لگا...... تھوڑے وقت کے بعد وہ بعد میں آنے والا شخص واپس چلا گیا تو پہلا والا شخص حضرت سلیمان علیہ السلام کے نزدیک آیا اور ان سے دریافت کیا کہ یہ شخص کون تھا اور مجھے کیوں گھور رہا تھا؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جواب دیا۔ یہ موت کا فرشتہ تھا اور تمہاری روح قبض کرنے آیا تھا۔ وہ شخص گھبرا گیا اور آپ علیہ السلام سے گزارش کی کہ آپ علیہ السلام ہوا کو حکم دیں کہ وہ اس شخص کو بہت دور کسی زمین پر پہنچا دے تاکہ وہ موت سے بچ سکے۔ سلیمان علیہ السلام نے اس کی خواہش پوری کر دی اور اس شخص کو دور مقام پر بھجوا دیا۔ کچھ دیر بعد موت کا فرشتہ پھر آپ علیہ السلام کی محفل میں آیا اور یہاں وہاں ڈھونڈنے لگا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا' کیا بات ہے؟ تو اس شخص کو اتنی حیرانگی سے کیوں دیکھ رہا تھا؟ فرشتے نے جواب دیا۔ "اللہ رب العزت کا حکم ہوا کہ میں اس شخص کی روح فلاں مقام پر قبض کروں گا۔ میں یہ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا کہ وہ تو ابھی تک یہاں ہے۔ حضرت سلیمان نے مسکرا کر کہا' وہ اسی زمین پر اپنی موت کا منتظر بیٹھا ہے جہاں تجھے اس کی روح قبض کرنے کا حکم ہوا ہے۔ تو میرے بچوں بات یہ ہے کہ ہماری موت جہاں ہوتی ہے وہاں ہم اپنے پیروں سے چل کر جاتے ہیں۔ اس کے حکم کے آگے ہماری ساری تدبیریں ساری عقل پلاننگ بے کار ہو جاتی ہے۔" بڑے پاپا پرسکون و مطمئن انداز میں کہہ رہے تھے' رفتہ رفتہ ماحول معمول کے مطابق خوشگوار ہو گیا۔

اسی خوشگوار ماحول میں رات کا کھانا کھایا گیا۔ بڑی مما نے چھوٹے پاپا وغیرہ کو بھی یہیں روک لیا۔ کھانے کے بعد چائے بھی آ گئی ادھر ادھر کی کافی ڈھیر ساری باتیں ڈسکس ہوئیں' مسئلے مسائل پر تبادلہ خیال ہوا' برابر نوک جھونک بھی جاری رہی...... رفتہ رفتہ سب اٹھنے لگے' ضاحک کو نیند آنے لگی وہ اپنے کمرے میں ہولیا۔ فواد کو آفس کا کچھ کام تھا سو وہ بھی اٹھ گیا۔ کچن کے سامنے سے گزرتے ہوئے وہ فارحہ کو تلاش کر رہا تھا۔ وہ سنک کی طرف رخ کیے کھڑی تھی' وہ مسکراتا ہوا اندر چلا آیا۔

"آہم...... آہم!" اس نے اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔ فارحہ چونک کر مڑی' پھر فواد کو دیکھ کر جھینپ گئی۔ وہ برتن سیٹ کر رہی تھی۔ کیبنٹ میں۔ ذرا سا مسکرا کر واپس سابقہ حالت میں گھوم کر کام میں مصروف ہو گئی۔

"گھر آئے مہمان سے منہ موڑنا بداخلاقی ہے۔" فواد نے اس کی بے رخی پہ شرارت سے چھیڑا۔

"گھر آئے مہمان کا منہ اٹھا کر کچن میں چلے آنا بھی بدتہذیبی ہے۔" اس نے بھی ادھار نہیں رکھا۔

"میزبان کچن کو ہی ٹھکانہ بنا لے تو مہمان ڈرائنگ روم میں کب تک بور ہو۔"

"آپ کو کچھ چاہیے؟" فارحہ نے پزل ہوتے ہوئے پوچھا۔ وہ بڑی پرشوق نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"جو چاہیے وہ تم دو گی نہیں۔" وہ ہنس پڑا۔

"فواد! کوئی اس طرف آ جائے گا آپ جائیں یہاں سے۔" وہ جی بھر کے شرمائی۔

"تو کیا ہوا۔ کوئی آ کر اعتراض تھوڑی کرے گا بھئی ہم آپ کے جملہ حقوق محفوظ رکھتے ہیں۔" وہ اسے مزید ستانے کا ارادہ کرتے ہوئے نزدیک آ گیا۔

"فواد پلیز......" وہ لجائی۔

"چائے بہت اچھی تھی۔" اس نے اس کے ٹھنڈے پسینے میں بھیگے ہاتھ تھام لیے۔ التجا سراسر نظر انداز ہو گئی۔

"میں اور بنا دیتی ہوں۔ آپ پئیں گے؟" گھبراہٹ اسے بوکھلائے دے رہی تھی۔ اس نے فواد کے ہاتھ میں دبے اپنے ہاتھ واپس کھینچنے چاہے' مگر ادھر سے چھوڑنے کے لیے تو تھاما نہیں گیا تھا۔

"تم میرے ساتھ بیٹھ کر مجھے کمپنی دو گی تو ضرور پیوں گا۔" وہ مسرور سا اس کی حالت سے حظ اٹھا رہا تھا۔

"آپ پلیز......!" وہ روہانسی ہونے لگی' اس کے تیور اسے ڈرا رہے تھے۔ چھیڑتا تو وہ پہلے بھی تھا مگر آج سے پہلے اس طرح تو نہ ستایا تھا کبھی۔

"اچھا بھئی...... جا رہا ہوں' آج تمہارا وقت ہے' کل میرا بھی ہوگا۔" اس نے معصوم سی دھمکی دی' لبوں پہ معنی خیز مسکان چسپاں تھی۔

"تیاری پکڑو تم! میں مما پاپا سے بات کرتا ہوں' بھلا میں کب تک اپنی پیاری بیگم سے حد بندیوں کا متحمل رہوں؟" فواد کی بات پر فارحہ کی پلکیں بار حیا سے جھک گئیں۔ فواد نے اس کے ہاتھ اپنے لبوں سے مس کیے تو فارحہ نے مزاحمت میں دیر نہیں کی۔

"اف! ہائے مجھے نیند کیسے آئے گی بھلا اتنی ظالم محبوبہ پلس بیوی ملی ہے مجھے......" فواد دل پر ہاتھ رکھ کر ادا سے جھکا۔ فارحہ نا چاہتے ہوئے بھی مسکرا دی۔

"بی ریلیکس! آئی ایم گوئنگ۔" آخر اس نے ہتھیار ڈال دیے اور مسکراتے ہوئے چلا گیا۔ ادھر فارحہ کی دھڑکنیں کافی دیر بے اعتدالی کا شکار رہیں۔

❁ ❁ ...... ❁ ...... ❁ ❁

جون کی تپتی دوپہروں میں جھلساتی دھوپ کی تمازت سے سانولی زمین سنہری ہو کر دہکنے لگی۔ گھروں کے اندر بھی گرمی شدید تھی اوپر سے بجلی کی متواتر آمد و رفت بھی عذاب مسلسل کی مانند صبر آزمانے میں بھرپور کردار ادا کر رہی تھی اور ادھر پھول کے اوپر دوہرا عذاب نازل تھا۔ وہ اپنے کمرے کی بڑی سی کھڑکی کے آگے رکھے رائٹنگ ٹیبل پہ بیٹھی بے دلی سے فزکس کے مختلف equation ڈرائیو کر رہی تھی۔ آخری پرچہ فزکس کا تھا۔ دو دن پہلے ہی وہ امتحانات کے دردسر سے آزاد ہو جاتی مگر وائے رے کم نصیبی...... سندھ بھر میں حالات کی ناسازگاری کے باعث آخری پرچہ ملتوی کر دیا گیا تھا اور بہت سارے طالبات کی طرح پھول بھی جی بھر کے بدمزہ ہوئی۔ وہ رات کے دس بجے آخری بار ریویژن کر رہی تھی جب اس کے سیل فون پر اس کی دوست کا میسج ملا کہ کل ہونے والا پرچہ ملتوی ہو گیا ہے اور پھول نے نیوز چینلز سے تصدیق کرنے کے بعد کم سے کم پون گھنٹے تو ضرور ان شرپسند عناصر کو کوسا ہوگا۔ لیکن نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔ وہ بھی باقیوں کی طرح بک جھک کر خاموش ہو رہی اور اب نئی تاریخ کا اعلان ہونے کے بعد وہ دوبارہ سے ریویژن کر رہی تھی۔

"پھول...... پھول بیٹا۔" چھوٹی مما پکارتے ہوئے اس کے روم میں آئیں۔

"جی مما......!" وہ قلم ٹیبل پہ رکھ کر دونوں ہاتھ کی انگلیاں آپس میں پھنسا کر مروڑنے لگی۔

"کیا ہو رہا ہے؟" وہ اس کے سامنے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولیں۔

"بس وہی پیپر کی تیاری......" وہ پیشانی پہ آئی لٹوں کو کان کے پیچھے اڑستے ہوئے بولی۔

"کب ہے پیپر؟"

"دیکھیں' ممکن ہے گیارہ' بارہ تاریخ کو ہے۔ مجھے ابھی کنفرم نہیں۔" وہ شانے اچکاتے ہوئے بولی۔

"اچھا......!" وہ کچھ سوچنے لگیں۔

"ویسے کوئی خاص بات ہے کیا؟" پھول کو تشویش ہوئی۔

"ہاں...... میں اور تمہارے پاپا سوچ رہے تھے کہ فارحہ کی رخصتی کروا لیتے ہیں۔" وہ پرسوچ انداز میں کہنے لگیں۔

"ارے واہ......!" وہ اچھل ہی تو پڑی۔

"کیا بات ہے بھئی' کتنا مزہ آئے گا نہ' کب تک ہوگی شادی؟" وہ پرجوش ہو گئی۔

"اسی لیے تو تمہارے پیپرز کا پوچھ رہی تھی' پھر تاریخ رکھ لیتے۔" وہ اس کی خوشی دیکھ کر مسکرائیں۔

"بھئی' میرے پریکٹیکلز بھی ہوں گے' اس کے بعد کی تاریخ رکھیں۔" اس نے فوراً خبردار کیا۔

"اچھا' وہ کب ہیں؟"

"وہ تو شاید جولائی میں ہوں۔ ابھی وہ کنفرم نہیں ہے۔"

"اب بتاؤ' تمہاری ڈیٹ آنے کا انتظار کریں کیا؟ دو ہی تو ہوں گے دے دیتا درمیان میں ہی......"

"نہ بابا! پریکٹیکلز دو ہوں گے تیاری تو پوری کرنی پڑے گی نا۔ میں اپنے اکلوتے بھائی کی شادی بھی ٹینشن میں اٹینڈ کروں گی۔ ایک ہی تو بہن ہوں میں۔ اتنا تو مارجن ملنا چاہیے۔" وہ منہ بسور کر بولی تو چھوٹی مما نے ایک چپت رسید کی۔

"بڑی ہو جاؤ اب۔"

"کیوں بھلا...... میں نے بڑی ہو کر کونسی رخصتی کروانی ہے۔" وہ شرارت سے ہنسی۔

"فکر نہ کرو' تمہیں بھی زیادہ دن تھوڑی اپنے پاس رکھوں گی۔" انہوں نے پھول کو محبت پاش نگاہوں سے دیکھا۔

"مجھے بالکل کوئی فکر نہیں ہے اور آپ بھی میری فکر نہ کریں میں اتنی جلدی آپ کو چھوڑنے والی نہیں ہوں۔" وہ لاڈ سے ان کے نزدیک ہوئی۔

"چھوٹی مما آپ کو معلوم تو ہے جب جونکیں ایک بار چمٹ جائیں تو جلدی جان کہاں چھوڑتی ہیں۔" ضاحک نے شرارت سے کہتے ہوئے اینٹری دی۔ پھول کی جان سو بار جلی۔

"اس کو آپ اپنی زبان میں سمجھا دیں' ورنہ میں خود......" وہ تپ کر کہتے کہتے رک گئی۔

"تم نہ سمجھانا خدا کے لیے۔ مجھے جانوروں کی باتیں نہیں سمجھ آتیں۔" وہ بات اچک کر بولا۔

"لاتوں کے بھوت باتوں سے مانتے بھی کہاں ہیں؟" پھول نے غصے سے پاس پڑا (تپائی پر) گلدان اٹھا کر اسے وارن کیا۔

"ارے...... ارے پھول واپس رکھو اسے۔" اب کہ چھوٹی مما بولے بغیر نہ رہیں۔

"اس کو کہیں یہاں سے چلا جائے۔" وہ غصے سے اکھڑ گئی۔

"پھول حد ہوتی ہے بدتمیزی کی۔" وہ یقیناً اب اسے لتاڑنے والی تھیں جب وہ بیچ میں کودا۔

"چھوٹی مما میں یہ کہنے آیا تھا کہ آپ کو بڑی مما یاد کر رہی ہیں۔"

"اچھا خیریت......؟" وہ اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"جی بالکل خیریت۔ شاید کچھ ضروری بات کرنی تھی آپ سے۔" اس نے ڈھائی من کا منہ سجائے بیٹھی پھول کو کن انکھیوں سے دیکھا۔ اس کی آنکھیں نمکین پانی سے لبریز تھیں۔

"اچھا میں دیکھوں کیا بات ہے۔" وہ ایک نگاہ پھول پر ڈالتی ہوئی اٹھ کر چلی گئیں۔ جانتی تھیں ضاحک عمر آرام سے اس کا موڈ ٹھیک کر سکتا ہے۔

"اس روئے زمین پر مجھ سے بھی کوئی برا انسان ہوگا بھلا بتاؤ۔ اتنی اچھی لڑکی کو خفا کر دیا۔" پھول چپ چاپ بیٹھی رہی۔ اس نے ایک نگاہ ڈالی۔

"کچھ تو بولو...... دیکھو میں نے چھوٹی مما کو بھی بھیج دیا یہاں سے تاکہ تم بے خوف و خطر جو چاہو مجھے بول سکو۔ چلو شروع ہو جاؤ۔ دل کی بھڑاس نکال لو۔" وہ اب براہ راست اس سے مخاطب تھا اور پھول ہنوز اکڑی بیٹھی تھی۔

"کچھ نہیں بولو گی؟" وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔ پھول نے نگاہ اٹھائی۔ اس ایک نگاہ میں ہزار شکوے تھے۔

"اف...... ! میں کتنا برا' بدتمیز' بدتہذیب' جاہل' پاگل...... اور وہ تم...... کیا کہتی ہو مجھے...... وہ......" وہ ذہن پہ زور دینے لگا۔

"لکڑ بھگا۔" وہ بے ساختہ کہہ گئی۔

"ہاں...... وہ بھی ہوں میں۔" وہ ہنس رہا تھا۔ پھول بھی ہنس پڑی۔ زیادہ سنجیدہ رہنے کی عادت تو اسے بھی نہیں تھی نا۔

"تمہاری ہنسی کتنی دلکش ہے پھول۔" وہ ابھی بھی ہنس رہی تھی۔ جب وہ خاموش ہو کر سنجیدگی سے بولا۔

"بالکل۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھا پھول کی نظریں جھک گئیں۔

"بالکل صائمہ چوہدری جیسی۔" اگلے ہی لمحے وہ کمرے سے باہر تھا۔ پھول نے صوفے پہ پڑا کشن اٹھا کر اسے کھینچ مارا جو دروازے سے ٹکرا کر زمین بوس ہو گیا۔ لیکن وہ خفا ہونے کے بجائے مسکرا رہی تھی۔

❁ ❁ ...... ❁ ...... ❁ ❁

جولائی کے وسط میں رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہو جاتا تھا اسی لیے شادی کی تاریخ رمضان المبارک کے مہینے کے بعد عیدالفطر کے بعد والے ہفتے کی رکھی گئی۔ ادھر تاریخ طے ہوئی ادھر تیاری شروع۔ پھول کا جوش و خروش دیدنی تھا۔ ادھر دلہے کی اکلوتی بہن' ادھر فارحہ کی اکلوتی کزن...... یہی حال ضاحک کا بھی تھا۔ دونوں ہی بولائے بولائے سے پھرتے تھے۔ بڑی مما کے کہنے کے مطابق رمضان میں بازاروں میں وقت برباد کرنے کی ضرورت نہیں جو بھی خریداری کرنی ہے ابھی کر لو۔ عید کی بھی اور شادی کی بھی۔ عبادت کے مقدس مہینے میں بازاروں کے چکر نہیں لگنے چاہئیں۔ خوامخواہ روزے میں بندہ خود بھی نڈھال ہو جاتا ہے۔

اس دن ضاحک فارحہ کے پاس بیٹھا اسے اپنی شاپنگ دکھا رہا تھا۔ پھول ہاتھ میں گلابی دوپٹہ لیے چلی آئی۔

"اپیا! یہ میں نے سارے ستارے ٹانک دیئے ہیں۔ دیکھیں کیسا لگ رہا ہے۔" اس نے گلابی دوپٹہ سامنے پھیلایا۔

"سفید پھولوں کے پرنٹ والا جامنی لباس اس کی صاف رنگت پہ بہار دکھا رہا تھا۔ سامنے سے بالوں کی تراشیدہ لٹیں چہرے پہ بل کھا رہی تھیں۔ مخصوص اونچی پونی ٹیل اس کی گردن پہ جھول رہی تھی۔

"بہت خوبصورت لگ رہا ہے۔ تھینک یو۔" فارحہ نے توصیفی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے تشکر سے کہا۔

"ارے...... تھینک یو تو اپنے پاس رکھیں مجھے بس اسنیکس فرائی کر دیں۔" وہ ڈھونس سے بولی تو فارحہ ہنس پڑی۔

"اپیا! آپ کی نند تو ابھی سے آپ کا سکون چھین رہی ہے۔ صحیح کہتی ہیں بڑی بوڑھیاں نند گند......" ضاحک مداخلت کیے بغیر کیسے رہ سکتا تھا۔

"ایکسیوزمی! زیادہ تفرقہ ڈالنے کی کوشش نہ کرو' تم' میں کوئی نند ونند نہیں......" وہ ٹھنک کے بولی۔

"ہاں...... تم بھابی بھی ہو۔" وہ زیر لب بڑبڑایا۔

"میں اپیا کی چھوٹی بہن ہوں سمجھے۔"

"اسنیکس فرائی کرنے کے آرڈر تو ایسے دے رہی ہو جیسے کہیں کی تھانیدارنی لگی ہو۔" وہ محظوظ ہوا۔

"اپیا...... ! اس کو چپ کروا دیں۔" اس نے اب فارحہ سے استدعا کی۔

"ضاحک!" تنبیہی پکار فارحہ کی تھی۔

"اچھا چھوڑو لڑائی جھگڑے کو بعد میں دیکھیں گے ابھی تم میری شاہانہ شاپنگ دیکھو۔" اس نے بڑے تفاخر سے اپنے خریدے گئے کپڑے اس کے سامنے ڈھیر کیے۔

"یہ شاہانہ شاپنگ ہے؟" اس نے سیاہ سلک کے کرتے پر سیاہ ریشم کی نفیس سی کڑھائی دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"مجھے تو زنانہ شاپنگ زیادہ لگ رہی ہے۔" پھر اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر چڑاتے ہوئے بولی۔ ضاحک خشمگیں نگاہوں سے گھور کر رہ گیا۔ فارحہ نے بھی مسکراہٹ چھپانے کو رخ موڑا۔

"آج کل فیشن میں یہی ان ہے۔ تم لوگوں کو فیشن کا کیا سینس۔" وہ تڑپ کر وضاحت دینے لگا۔ مگر وہ متوجہ کب تھی۔

"دیکھو ضاحک! ایسا دھانی رنگ کا ایک سوٹ میرے پاس بھی ہے' مگر اس کا دوپٹہ پریس کرتے ہوئے جل گیا تھا۔ بعد میں میچنگ شیڈ کا نہیں ملا۔ تم مجھے اپنا یہ دوپٹہ دے دو گے پلیز۔" وہ بڑی معصومیت سے اس کے دھانی کرتے کے ساتھ بڑے لمبے سے دھانی دوپٹے کو ہاتھ میں لیے پوچھ رہی تھی۔ بالائی ہونٹ کا سیاہ تل شرارت سے مسکرا رہا تھا۔ وہ کھول ہی گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ دھاڑتا۔

"ضاحک......!" بڑی مما نے اسے پکار لیا۔

"جی آیا۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"ضاحک ذرا اپنی پھپھو کو امریکا کال ملا دو تمہارے پاپا بات کریں گے۔" وہ جاتے جاتے بھی پیچھے گھوم کر چہرے پہ ہاتھ پھیرتا اسے وارن کرنا نہیں بھولا۔ وہ ناک پر سے مکھی اڑاتی بے نیاز بنی۔

پندرہ سال بعد زرینہ پھپھو پاکستان آ رہی تھیں۔ یہ خبر دھماکے سے کم نہیں تھی۔ اس سے قبل وہ پندرہ سال پہلے اپنی شادی کے دو سال بعد پاکستان آئی تھیں۔ وہ بھی تنہا ان کے پھپا ذرا مادیت پرست انسان تھے جن کے نزدیک صرف ترقی' عزت اور پیسہ ہی سب کچھ تھا باقی احساسات و جذبات ان کے لیے صرف بچوں جیسی باتیں تھیں۔ بچوں کے ذہن میں پھپھو زرینہ کے حوالے سے کوئی یادداشت محفوظ نہیں تھی۔ ہاں بذریعہ نیٹ اور ٹیلی فون وہ لوگ ان سے واقف ضرور تھے اور گھر میں ان کا تذکرہ بھی کثرت سے ہوتا تھا۔ بڑے پاپا کے پرزور اصرار پر انہوں نے فارحہ کی شادی اٹینڈ کرنے پاکستان آنے کا عندیہ دیا تھا اور صرف وہی نہیں ان کا بیٹا اور ان کی بیٹی بھی آ رہے تھے۔

❁ ❁ ...... ❁ ...... ❁ ❁

رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہونے میں پندرہ دن باقی تھے۔ مقدس مہینے کی آمد آمد تھی ادھر فارحہ اور فواد کی شادی کی تیاریاں تقریباً مکمل ہو چکی تھیں۔ پھول کے پریکٹیکلز ختم ہوئے تو خوب ریلیکس ہوئی' بے فکر نیندوں کے مزے لوٹ کر شام کی خبر لائی...... فریش ہو کر کمرے سے باہر نکلی تو لاؤنج میں بڑی مما بیٹھی ڈراموں کی مدح سرائی خود ہی کر کے خود ہی محظوظ ہو رہی تھیں۔ پھول نے پیچھے سے ان کی گردن میں بازو حمائل کیے۔

"السلام علیکم بڑی مما! آپ یہاں اکیلی بیٹھی ہیں۔ مما کہاں ہیں؟" اس نے گھر کی خاموشی بھانپ لی تھی۔

"وعلیکم السلام! بھئی وہ فارحہ اور فواد کے ساتھ بازار گئی ہے۔

آج شرارے لینے تھے دونوں تقاریب کے تو میں نے کہا دونوں بچوں کو پسند کرنے دیں' اس لیے دونوں کے ہمراہ وہ چلی گئی۔ میں تو تھک گئی ہوں۔ غضب خدا کا بازاروں کے چکر پاؤں میں بندھ گئے ہیں جیسے......" وہ ریموٹ سے ٹی وی آف کرچکی تھیں۔ پھول ان کے نزدیک آ بیٹھی۔

"تو آپ مجھے جگالیتی نا...... اکیلی بور ہوتی رہیں۔"

"میں ضرور جگالیتی میرا بچہ مگر آپ کی اچھی صحت بھی ہمیں پیاری ہے۔ گزشتہ رات جاگتی رہی ہو۔ مجھے معلوم ہے' اچھا بتاؤ پریکٹیکلز کیسے ہوئے؟" وہ اس کا رخسار تھپتھپاتے ہوئے گویا تھیں۔

"بالکل فرسٹ کلاس اے ون...... بس آپ نے دعا کرنی ہے میرے لیے۔"

"یہ بتایئے چائے کا موڈ ہے؟" وہ کھڑی ہوگئی۔

"بالکل ہے...... میری گڑیا بنائے اور ہم نہ پئیں ایسا تو نہیں ہوسکتا۔" وہ بھی خوشدلی سے بولیں۔

"چلیں پھر آپ واپس ٹی وی آن کریں۔ میں ابھی چائے لے کر آتی ہوں۔" پھول تیز تیز کہتی چلی گئی اور وہ پیار بھری نظروں سے اس کی پشت دیکھ رہی تھیں' یہاں تک کہ وہ کچن کے اندر غائب ہوگئی۔ اس بلبل کی چہکار وہ اپنے گھر میں سننا چاہتی تھیں' گو کہ ضاحک نے اس حوالے سے کبھی کہا تو کچھ نہیں تھا مگر دونوں کے انداز واطوار سے ان کے جذبات کا اندازہ ضرور ہوتا تھا' بظاہر لڑتے جھگڑتے' روٹھتے مناتے مگر درحقیقت ایک دوسرے کی اہمیت کا اقرار کرتے۔

"بھئی میں یہاں بیٹھی ہوں۔ تم دونوں دیکھ لو۔" چھوٹی مما بوتیک کے ویٹنگ لاؤنج میں بیٹھتے ہوئے ان دونوں سے مخاطب ہوئیں۔

"آپ بھی چلیں نا' میں اکیلے کیسے......؟" وہ گھبرا ہی تو گئی تھی' راستے بھر فواد کی جگنو بھری آنکھوں نے ڈسٹرب کر رکھا تھا اور اب۔

"ارے اکیلے کہاں؟ فواد ہے نا جاؤ مدد کروادے گا تمہاری۔" وہ ہنوز مطمئن تھیں۔ فواد اور فارحہ دونوں ہی ان کی موجودگی میں جھجکتے' سو خود ہی سمجھداری کا ثبوت دیتے ہوئے دونوں کو بلا جھجک شاپنگ کرنے کا موقع دے رہی تھیں۔

"چھوٹی مما......!" وہ متذبذب سی ابھی تک کھڑی تھی۔

"میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے جلدی کریں جو کرنا ہے۔" فواد نے جلد بازی دکھائی' جیسے اس سے مصروف اس وقت روئے زمین پر کوئی نہ ہو۔

"جاؤ بھئی......" چھوٹی مما کے دوبارہ کہنے پر وہ ناچار فواد کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

"ایسے برے برے منہ بنا رہی ہو جیسے کڑوی گولی منہ میں رکھ لی ہو۔" فواد جتائے بغیر نہیں رہ سکا۔

"اب ہر کوئی آپ کی طرح تو نہیں کہ من میں پھوٹے لڈو چہرے سے ظاہر ہوجائیں۔" وہ بھی اس کے کھلے کھلے چہرے پر چوٹ کرنے سے باز نہ آئی۔

"اوہ آئی سی...... یعنی کچھ لوگ من میں پھوٹتے لڈو چہرے سے نہ ظاہر ہوں اس لیے برے برے منہ بنائے رکھتے ہیں۔ ویٹس گڈ۔" وہ اس کی بات پر محظوظ ہوا' فارحہ جھینپ گئی۔

"کچھ پسند بھی کرو گی یا میرے ساتھ وقت گزارنا زیادہ اچھا لگ رہا ہے۔" وہ ایک کے بعد ایک ڈمی پہ شو کیے گئے شرارے غرارے دیکھتے ہوئے آگے بڑھتی جارہی تھی۔ جب فواد شریر لہجے میں بولا۔

"وقت کا نہیں معلوم...... مگر کلرز مجھے اچھے نہیں لگ رہے۔" وہ گلابی کامدار دوپٹہ ہاتھ میں لیے دیکھتے ہوئے بے نیازی سے بولی۔

"سرخ لے لو...... عروسی لباس تو سرخ ہی سوٹ کرتا ہے دلہن پر۔" فواد نے اس کی توجہ سرخ شرارے کی طرف مبذول کروائی۔

"آپ کو بڑی معلومات ہیں۔" وہ شرارت سے بولی۔ فواد ہنس دیا۔

"مائی ڈیئر وائف!" وہ اس کے قریب جھک کر بولا۔ فارحہ ذرا سا پیچھے ہوئی۔ اس کی نگاہ فوراً ویٹنگ لاؤنج کی طرف اٹھی۔

"شادی نہیں ہوئی تو کیا ہوا براتیں تو ہم نے بھی دیکھ رکھی ہیں۔" وہ اپنی بات پر خود ہی محظوظ ہوا۔

"اچھا جی براتیں دیکھنے والے صاحب! اب دیر نہیں ہورہی؟ ابھی تو وقت نہ ہونے کا شور مچا رہے تھے۔" وہ جھینپ کر مسکراتے ہوئے پلٹ کر سرخ شرارہ دیکھنے لگی۔

"ہائے کاش...... وقت تھم جائے۔" وہ ہولے سے بولا۔ فارحہ سن کر اسے گھورا تو فواد ہنسنے لگا۔

ولیمے...... برأت کا شرارہ' غرارہ...... چوڑیاں' جیولری' چپل' سینڈل اور ہینڈ بیگز وغیرہ لیتے لیتے شام کی چادر سرک گئی اور رات کی سیاہ زلفیں بکھر آئیں۔ فواد ان لوگوں کو بصد اصرار ڈنر باہر کروا کر لایا تھا۔ فارحہ کی رنگت میں کھلی گلابیاں فواد کو مسرور کیے دے رہی تھیں۔ ساری رات سپنوں کے ہنڈولے میں جھولتے بسر ہوئی۔

❁ ❁ ❁ ...... ❁ ...... ❁ ❁ ❁

رمضان کے چاند نظر آنے کا اعلان ہوتے ہی چاروں طرف نورانیت پھیل گئی۔ حضرات سحری کے لیے تازہ سویاں لینے نکلے' چہل پہل رونق جاگ اٹھی۔ بچوں کے لیے تو گویا رمضان نہ ہو عید کا چاند نکل آیا ہو...... شور وغل' مبارکباد' دعائیں' مسکراہٹیں' گویا آسمان سے رحمت برسنے لگی۔

فواد' ضاحک' چھوٹے پاپا' بڑے پاپا اکھٹے تراویح کے لیے نکلے' ادھر عالیشان منزل میں تمام رمضان ایک ہی دسترخوان لگتا تھا۔ ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا تھا عالیشان منزل میں۔ پھر چاہے وہ بڑی مما کی طرف ہو یا چھوٹی مما کی طرف...... لیکن دونوں میں کبھی تفریق نہ محسوس ہوئی کہ دسترخوان سجانے والے ہاتھ ایک ہی ہوتے تھے۔

اب بھی چھوٹی مما کے کچن میں وہ سب فٹافٹ سحری کے لیے انتظامات میں مصروف تھیں کہ کل پہلا روزہ تھا' اہتمام ضروری بھی تھا۔ رات کے پچھلے پہر کی رونق جاگ اٹھی تھی۔ برتنوں کے کھڑکھڑانے کی آوازیں' مسجدوں سے آتی آوازیں' گلیوں میں آنے جانے والوں کی آہٹیں' ہر چیز مقدس پاکیزہ رمضان کریم کی رحمتوں کا احساس دلاتی محسوس ہورہی تھی۔

"اٹھ جاؤ...... وقت نہیں ہے۔" بڑی مما ضاحک کے سر پہ کھڑی ہلکان ہورہی تھیں۔ مجال ہے جو وہ ٹس سے مس بھی ہوجائے۔

"بڑی مما میں ہیلپ کروں......" نیکی اور پوچھ پوچھ...... پھول پانی کا جگ لے آئی' بڑی مما مسکرادیں۔

"اگلے ہی پل وہ ہڑبڑا کر اٹھا...... پھول کی کھلکھلاتی ہنسی میں بڑی مما کی ہنسی بھی شامل تھی۔ سحری کے بعد مرد حضرات نماز فجر کے لیے نکلے' فارحہ اور پھول نے فٹافٹ دسترخوان سمیٹ کر جائے نماز کا رخ کیا۔

رمضان المبارک کی مخصوص روٹین کا آغاز ہوچکا تھا اور دن مقدس پاکیزہ تسبیح کے دانوں کی طرح ایک کے بعد ایک پندرہ روزے پلک جھپکتے میں گزر گئے۔ اس دن سترھواں روزہ تھا' پھول ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی تھی تبھی ضاحک چلا آیا۔

"کیا حال ہے محترمہ......؟" وہ سامنے والی کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔ سیاہ دوپٹے کے ہالے میں اس کا گلابی چہرہ بہت جاذب نظر معلوم ہورہا تھا۔ ضاحک دانستہ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا ورنہ نگاہوں پہ اختیار رکھنا اتنا آسان نہیں تھا۔

"الحمدللہ! خوش باش ہوں۔" وہ تازہ کھجوروں میں سے بیج نکال کر ان میں کٹے ہوئے باداموں اور فریش کریم کا فل کررہی تھی۔ سنجیدگی سے جواب دے کر ذرا سی نگاہ اٹھائی اور دوبارہ اپنے کام میں مشغول ہوگئی۔

"ماشاءاللہ...... کیا بات ہے بھئی۔ ویسے تھوڑی کمزور لگ رہی ہو۔" ضاحک نے اس کی صورت دیکھی وہ سنجیدہ سی لگ رہی تھی۔

"ہاں...... بس وہ رمضان ہے تو ویکنس تو تھوڑی ہو ہی جاتی ہے۔" سرسری سا جواب آیا۔ ضاحک کچھ پریشان سا ہوا۔ یہ اسے کیا ہوگیا۔

"کیا بات ہے؟ طبیعت ٹھیک ہے نا! سر پہ چوٹ ووٹ تو نہیں لگ گئی؟ میں ضاحک ہوں۔" وہ مضحکہ خیزی اختیار کرتے ہوئے بولا۔

"معلوم ہے مجھے تمہارے جیسا دوسرا ہمیں ڈھونڈنا مشکل ہے۔" اب وہ شرارت سے ہنسی۔

"اوہ! اب لگا میں پھول سے مخاطب ہوں۔" وہ بھی ہولے سے ہنسا۔ البتہ اس کا بدلا بدلا انداز ضرور ملاحظہ کیا۔ نہ وہ تنک مزاجی' نہ وہ دل جلاتا انداز...... نظریں جھکائے کام کرتی مگن سے انداز میں وہ غضب کا مشرقی شاہکار لگ رہی تھی۔ ایک نظر بھرپور انداز میں اس پر ڈالتا وہ اٹھ گیا۔ ادھر اس کے جانے کے بعد پھول نے کلمہ شکر پڑھا۔

"ایک تو شیو بڑھا کر ضرورت سے زیادہ ہینڈسم لگتا ہے اوپر سے سامنے بیٹھ کر آنکھوں میں گھسا چلا آرہا تھا۔ بندہ پلکیں جھکائے تو مصیبت' پلکیں اٹھائے تو مصیبت۔" وہ دل ہی دل میں خود سے کہتی ہولے ہولے مسکرارہی تھی۔

❁ ❁ ...... ❁ ...... ❁ ❁

زرینہ پھوپو کو فارحہ اور فواد کی شادی اٹینڈ کرنے پاکستان آنا ہی تھا سو وہ رمضان کے وسط میں ہی آنے کا ارادہ رکھتی تھیں۔ بقول ان کے...... عرصہ ہوا وہ پاکستان کے رمضان وعیدوں کا ذائقہ بھول چکی ہیں' اس بار عید ان شاءاللہ اپنے تمام رشتوں کے ہمراہ کروں گی اور اپنے قول کے مطابق پھپھو بیسویں روزے کو عالیشان منزل پہنچ چکی تھیں۔ ہمراہ ان کی بیٹی مہوش عرف میش اور بیٹا سمیر عرف سیم بھی تھے۔

شہد رنگ بالوں والی میش تو قابل قبول تھی مگر گھنی کالی بھنوؤں میں سنہری رنگ پہنے وہ برگر لڑکا "وسیم" پھول کو پہلی نظر میں ہی کھٹکا تھا۔ عجیب بے باکی سی اس کی نظروں میں رچی تھی۔

"ہنہ...... تمیز تہذیب سے واسطہ نہ پڑا ہو جیسے کبھی۔ بدتمیز......" وہ تپ کر وہاں سے اٹھ گئی۔ البتہ ضاحک بڑا خوش مزاج ہوا جارہا تھا۔ میش کے ساتھ۔

"چھچھورا انسان۔" سو جان سے لعنت بھیجتی پھول کچن میں چلی آئی۔ فارحہ کا ہاتھ بٹاتے وقت کا احساس نہ ہوا آج پھپھو کے شایان شان دسترخوان چننے کی خاطر صبح سے ہی انتظامات ہو رہے تھے۔ زرینہ کی آمد کے بعد بڑی مما اور چھوٹی مما دونوں ہی ان کے پاس بیٹھی تھیں' بقیہ چھوٹے موٹے کام فارحہ اور پھول نے تیزی سے نبٹا لیے اور روزہ افطار کے وقت وہ تینوں افراد (جن کے لیے بطور خاص اہتمام ہوا تھا) لمبے چوڑے سے دسترخوان سے ذرا ذرا سا چکھ کر اٹھ گئے۔ افطار کے بعد فارحہ نے سبز چائے بنا کر سب کے ہاتھوں میں کپ تھمائے۔ وہ واپس کچن میں آئی تو پھول سنک کے آگے کھڑی برتن دھونا شروع کر چکی تھی۔

"ارے ہٹو بھئی' میں آرہی تھی۔" فارحہ نے آتے ہی اسے ہٹانے کی کوشش کی جو جم کر سنک کے آگے کھڑی رہی۔

"نہیں بھئی' میں نے اپنے بھائی کو فریش پیس دینا ہے' ابھی سے اتنے کام کر کر کے تو آپ تھک جائیں گی۔ نقصان تو میرے بھائی کا ہوگا۔" وہ شرارت سے کہتی ہنسی۔

"بہت بدتمیز نہیں ہوتی جارہی ہو تم۔" فارحہ نے اس کی پیٹھ پر دھپ رسید کی۔

"بس جی صحبت کا اثر ہے آپ کی۔" وہ عاجزی سے اس کے آگے جھکی۔

"کس کی صحبت کا کس پہ اثر ہوگا بھلا۔" ضاحک نے غالباً پوری بات نہ سنی تھی۔

"چھچھورے لوگوں سے گزارش کی جاتی ہے کہ یہاں سے تشریف لے جائیں۔" پھول کے مسکراتے ہونٹ سمٹ گئے۔

"ہیں...... یہ مجھے محفل بدر کیوں کیا جارہا ہے بھلا؟" وہ حیرانگی سے بولا۔

"محفل بدر کیوں؟ آپ تو بڑی رنگین محفل سے کنارہ کش ہو کر ادھر تشریف لائے ہیں محترم۔" وہ گویا الفاظ چبا رہی تھی۔

"کیا ہوگیا ہے بھئی؟" فارحہ بھی حیران تھی۔

"انہی سے پوچھیے۔" وہ تڑخ کے بولی۔

"میں نے کیا کیا ہے؟" ضاحک پریشان ہوا۔

"اس چھپکلی سے کیوں اتنا التفات برت رہے ہو؟ تمہاری سسرالی رشتہ دار لگتی ہے؟" ضاحک ہنس پڑا۔ فارحہ کے لبوں کو بھی مسکراہٹ چھو گئی۔

"سسرالی رشتہ دار لگتی تو نہیں ہے لیکن اگر تم کہو تو......؟" وہ عین اس کی آنکھوں میں جھانکتا معنی خیزی سے بولا تو فارحہ کی موجودگی میں وہ گڑبڑا گئی۔

"فضول باتیں مت کرو۔" وہ گھوم کر واپس سنک میں پڑے برتنوں کی طرف متوجہ ہوگئی۔ پیشانی عرق آلود ہوگئی تھی۔

"جو تم حکم کرو۔" وہ سینے پر ہاتھ رکھے جھکا' فارحہ ہنس پڑی۔ دونوں کی لڑائیاں بھی کھٹی میٹھی مزے دار تھیں۔

"ضاحک تم عزت سے چلے جاؤ یا خوامخواہ مجھے زحمت دینے کا ارادہ ہے......؟" وہ دھمکاتے ہوئے مڑی۔

"بھئی ایسا لوگ تو سخت بدگمان ہونے لگے ہیں۔ میں تو چلا۔" وہ شرارت سے کہتا واک آؤٹ کر گیا۔

"کیا بات ہے؟ اتنی تنگ دل' تنگ نظر تو نہیں تھی تم۔" فارحہ نے اس کے دھو کر رکھے برتنوں کو خشک کر کے کیبنٹ میں رکھنا شروع کر دیا۔

"تنگ دل' تنگ نظر میں کہاں......" وہ حیرانی سے بولی۔

"تنگ دل' تنگ نظر تو وہ لوگ ہیں' ایسا' سچ بتائیں...... آپ نے نہیں دیکھا جب سے آئے ہیں ایک ایک چیز پہ اعتراض' پاکستان کی آبادی سے لے کر معیشت' لوڈشیڈنگ' پانی' بجلی' گیس کی قلت' گویا خود تو جنت کی وادیوں کی پیداوار ہیں۔" وہ بڑے اکھڑ انداز میں بول رہی تھی۔

"اور دسترخوان سے دیکھا کیسے چکھ کر اٹھ آگئے' اتنی بھی شرم نہیں کہ ایک تو بابرکت مہینے میں روزہ تک نہیں رکھا اوپر سے جو روزے داروں نے دن بھر ان کے لیے اہتمام کیا اس میں آئلی فوڈ' بیلینس ڈائٹ فٹنس اور نجانے کن کن ویلیوز کو روتے ہوئے مین میخ نکالتے رہے ہنہ......" وہ تو بھری بیٹھی تھی۔

"پھول......!" فارحہ نے اسے ٹوکا۔

"خوامخواہ ان لوگوں کے لیے دن برباد کیا...... ورنہ اتنی دیر میں قرآن پاک کی تلاوت کر لیتی تو اللہ ہی راضی ہو جاتا۔ بندوں نے تو ناشکری کا شعار اپنا لیا ہے۔ جتنا بھی مل جائے پورا ہی نہیں پڑتا۔" پھول نے فوراً پینترا بدلا...... بات کا رخ پتہ نہیں کہاں سے کہاں گھما دیا۔ فارحہ اس کی چالاکی پر اسے گھور کر رہ گئی۔

"ویسے غلط تو انہوں نے ایک بھی بات نہیں کی یہاں' ہیں ہی اتنے مسائل کے اعتراضات کے مواقع بکھرے پڑے ہیں۔" فارحہ حقیقت پسندی سے بولی۔

"مان لیا بھئی کہ غلط نہیں کہہ رہی...... یہاں کی ایک ایک چیز بری' نقصان دہ اور گھٹیا ہے تو حضور آپ اتنی گئی گزری جگہ اتنے قرضوں تلے دبے ملک میں کیوں تشریف لائے ہیں......؟ یہ جتانے کہ آپ کتنے ترقی یافتہ ملک میں رہائش پذیر ہیں اور ہم اس پسماندہ جنگل میں رہتے ہیں۔ اتنی ہی خراب جگہ ہے تو نہ آتے...... کسی نے ہاتھ پاؤں تو نہیں جوڑے تھے۔" جتنی تیزی سے برتن پر پانی پھسل رہا تھا' اتنی ہی تیزی سے اس کی زبان فراٹے بھر رہی تھی۔

"ملکی حالات سے ان کا کیا لینا دینا۔ وہ تو یہاں اپنائیت اور رشتوں کی مٹھاس محسوس کرنے آئے ہیں' کچھ دن میں واپس چلے جائیں گی۔" فارحہ نے ان کی طرفداری کی۔

"یہی...... یہی چیز نا......" فارحہ نے چونک کر اس کے پرجوش انداز کو دیکھا اور اس کا کندھا تھپتھپاتی ہوئی باہر نکل گئی جبکہ وہ دیر تک پھپھو اور ان کی فیملی کے بارے میں سوچتی رہی۔

❁ ❁ ...... ❁ ...... ❁ ❁

"کیا کر رہی ہو؟" وہ بیڈ پہ آنکھیں موندیں لیٹیں تھی تب ہی سیل فون پر ایس ایم ایس بپ ہوئی۔ اٹھا کر دیکھا تو ضاحک کا ٹیکسٹ تھا۔

"سو رہی ہوں۔" سپاٹ سا جواب دے کر اس نے ٹھک سے موبائل واپس رکھا۔

"پہلی مرتبہ سوتے ہوئے انسان کو ٹیکسٹ کا ریپلائی کرتے دیکھا ہے۔" دوسرا میسج خاصا دل جلا تھا۔

"جب تم اتنی دور سے دیکھ سکتے ہو تو پھر سوتا ہوا انسان بھی ریپلائی کر سکتا ہے۔" وہ جواب کیسے نہ دیتی۔

"آہا......! یہ طنزیہ فلیور بڑا ذائقہ دار ہے۔" وہ شرارت پہ آمادہ تھا۔

"میری سینڈل بھی بڑی ذائقہ دار ہے۔ کہو تو ٹیسٹ کرواؤں...... بہت میٹھی نیند آئے گی۔" وہ کہاں باز آنے والی تھی۔

"ہائے اب کہاں نیند آئے گی......" وہ حزن بھرے انداز میں بولا۔

"نیند نہ آنے کی وجہ کون ہے...... وہ شہد رنگ بالوں والی؟" وہ

بے صبری بھی بہت تھی۔

"کیوں بے چاری پہ شک کر رہی ہو۔" وہ ہنسا۔

"میں اس پہ کب شک کر رہی ہوں؟"

"تو پھر کیا مجھ پر......؟ او کم آن پھول...... مجھ پر تو تمہیں مکمل یقین ہونا چاہیے۔"

"ہے نا...... تم پر اور تمہاری دل پھینک طبیعت پر مجھے پورا یقین۔"

"ہاہاہا...... دل پھینک کر ہی تو پچھتا رہا ہوں۔ پتہ نہیں کس نے موقع دیکھ کر اٹھایا اور اب ڈھونڈوں بھی تو نہ ملے' کیونکہ میں ڈھونڈنا ہی نہیں چاہتا۔"

"دفعہ ہو...... اللہ کرے کسی چڑیل سے خوابوں میں ملاقات ہو اور ڈر کے مارے تمہاری نیند ٹوٹ جائے' پھر ساری رات نیند نہ آئے۔" وہ بد دعاؤں پہ اتر آئی۔

"چڑیل سے ملاقات کے لیے خوابوں کی کیا ضرورت ہے بل بتوڑی۔"

"ز کوٹا جن......" اس نے اس پہ ہی اکتفا کیا۔

"اب طبیعت فریش ہوئی ہے۔ ہاہاہا......" اس کا میسج پھول کو مشتعل کرنے کے لیے کافی تھا۔

❁ ❁ ...... ❁ ...... ❁ ❁

اس نے سفید کرتے پر سفید اور ہری چندری اوڑھ رکھی تھی۔ سفید کرتے کے گلے پر ہرے دھاگوں سے خوبصورت کڑھائی کی گئی تھی۔ نماز کی طرح دوپٹہ سر سے لپیٹے وہ فرنچ ٹوسٹ تیار کر رہی تھی۔ بڑی مما اور فارحہ عصر کی نماز پڑھنے گئی تھیں اور چھوٹی مما قرآن پاک کی تلاوت میں محو تھیں۔ وہ مگن انداز میں مصروف تھی۔

"ہیلو پریٹی گرل......" سمیر کی آواز پر چونکی۔ ہاتھ ذرا سا ہلا اور ہاتھ میں پکڑی دودھ کی پتیلی سے دودھ چھلکنے سے نہ روک پائی۔

"اوہ ہاؤ سیڈ' آئی ایم سوری۔" وہ اندر آ گیا۔

"السلام علیکم سمیر بھائی' کچھ چاہیے آپ کو؟" وہ جانتی تھی کہ وہ لوگ روزہ نہیں رکھتے اس لیے کہ انہیں تو عادت نہیں ہے بقول پھپھو کہ جیسے عادت نہ ہونے میں ان کا قصور نہ ہو۔

"آں...... ہاں پانی چاہیے۔" وہ ذرا سا ٹھٹکا یا پتہ نہیں کیوں؟ پھول نے فریج سے ٹھنڈا پانی نکال کر گلاس میں بھرا اور اس کے سامنے رکھ دیا۔ وہ سارے عرصے میں اسے بری طرح تاڑتا رہا' پھول کو ناگواری چھپانا دشوار ہو رہی تھی۔

"بے باک' بے حیا۔" وہ زیر لب بڑبڑائی' دیکھ کر دل چاہا

آنکھیں نوچ لے۔

"وائٹ کلر تم پر بہت سوٹ کرتا ہے۔" وہ سامنے رکھے گلاس سے دو گھونٹ پانی پی کر بولا۔

وہ اپنے کام میں پھر سے مصروف ہو چکی تھی مگر یمیر نے اسے دوبارہ مخاطب کر کے خود اپنے ساتھ برا کرنے کی ٹھانی ہو جیسے۔ پھول نے غضب ناک نگاہیں اٹھائیں' پتہ نہیں کیوں اسے یمیر پر خوامخواہ غصہ آتا تھا جب جب اسے دیکھتی اس کی لڑکیوں بلکہ پاکستانی لڑکیوں کے بارے میں رائے یاد آتی۔

"ادھر پاکستانی لڑکیاں فارن کنٹریز کے کتوں سے بھی شادی کرنے کو تیار ہیں۔ کیونکہ صرف تعیشات چاہیے انہیں۔"

"اتنی ریزرو کیوں رہتی ہو تم۔ مجھ سے بھی کچھ باتیں کیا کرو نا۔ کیا ہم فرینڈز نہیں بن سکتے؟ تمہیں پتہ ہے تمہاری طرح میری ایک گرل فرینڈ تھی امریکہ میں...... فلورنس۔" وہ بہت فرینک ہو کر پتہ نہیں کیا کیا ہانکے جارہا تھا' پھول کا دل چاہا اسے اٹھا کر باہر پھینک آئے۔

"اچھا......؟" اس نے اسی پہ اکتفا کیا۔

"ہاں' میں اسے پرپوز کرنے والا تھا مگر پھر......" ناگواری کے شدید احساس کو دباتے ہوئے اس نے پلکیں اٹھائیں۔ سوالیہ نگاہوں کی برہمی اس تک پہنچی ضرور تھی مگر جان کر انجان بنا۔

"مگر پھر اس کے ایکس بوائے فرینڈز سے اس کی صلح ہو گئی۔ میں پیچھے ہٹ گیا۔" وہ مسکرایا' پھول نے نورسپونس کا ٹیگ لگا کر سر جھکا لیا۔ بظاہر مصروف مگر اس شخص کی وجہ سے سخت ڈسٹرب......

"ایک بات پوچھوں؟" کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد وہ پھر گویا ہوا' پھول کے لیے اب صورتحال ناقابل برداشت ہونے لگی تھی۔

"جی......؟" بادل نخواستہ بولی۔

"یہ پاکستانی لڑکیاں لڑکوں سے اتنے اکھڑے اکھڑے انداز میں کیوں پیش آتی ہیں؟" پھول پوری طرح بے قابو ہوئی' پتا نہیں کب سے اس کا ضبط آزما رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ پھٹ پڑتی۔

"اے...... تمہیں غصہ آرہا ہے؟" وہ جیسے اس کی حالت سے محظوظ ہوا۔

"او کم آن' لو ڈرنک کرو' چل کرو۔" اس نے اپنے سامنے پڑے گلاس کا جھوٹا پانی اس کی طرف بڑھایا۔

"میرا روزہ ہے۔" بہت دقتوں سے وہ اپنے آپ کو روک پائی ورنہ دل تو چاہ رہا تھا' دھکے دے کر اسے باہر نکال دے۔

"اوہ! آئی مین...... وہ ڈائٹنگ' تبھی تو اتنی اسمارٹ ہو۔" اس نے بے باکی سے اس کے بڑے دوپٹے میں ڈھکے سراپے کو کھوجنا چاہا۔ اوپر سے نیچے تک دیکھنا پھول کی جان جلا گیا۔

"پھول وہ......" فارحہ باہر سے ہی بولتی ہوئی آئی تھی۔ پھول نے کلمہ شکر پڑھا اور یمیر جز بز ہوتا باہر نکل گیا۔

❁ ❁ ...... ❁ ...... ❁ ❁

اس دن تراویح سے فارغ ہو کر سب بڑے کمرے میں بیٹھے تھے زیر گفتگو موضوع تھا فارحہ اور فواد کی شادی......!

"مام! مجھے دو چار پاکستانی ڈریسز لینے ہیں۔" میش نے با آواز بلند کہا۔ وہ دونوں بھائی بہن صرف انگریزی بولتے تھے۔ بہت مشکل سے ہوں ہاں' نہیں کر لیتے ورنہ زیادہ تر باتیں انگریزی میں ہی ہوتی تھیں ان کی۔

"اوہ! پلیز میش اب تم برقعہ اوڑھ کے مت بیٹھ جانا۔ مجھے سخت ارینٹیٹ کرتی ہیں گورڈ لڑکیاں' خوامخواہ کا تجسس کری ایٹ کرتی ہیں۔" وہ سب کے سامنے بھی اپنے پراگندہ خیالات کے اظہار سے نہ چوکا یہ اور بات ہے کہ انگریزی زبان کی وجہ سے بچت ہو گئی کہ بڑوں کو پوری بات لب لباب کے ساتھ سمجھ نا آئی تھی سوائے پھپھو کے...... انہوں نے تنبیہی نگاہ یمیر پر ڈالی مگر......

"اسی وقت پھول چائے کے کپوں سے بھری ٹرے اٹھائے چلی آئی۔" فارحہ نے سب کے سامنے اس طرف آنے سے احتراز برتا کہ اس طرف سب کے ساتھ فواد بھی براجمان تھا اور شرم وحیا مانع تھی۔

"ادھر پاکستان کے حالات تو بہت خراب ہیں۔ آپ لوگ ادھر سے شفٹ کیوں نہیں کرتے......" پھول نے بڑی مما کو چائے کا کپ تھماتے ہوئے مہوش کی آواز سنی جو غالباً فواد سے مخاطب تھی۔

"شفٹنگ کہاں کریں؟ پورے ملک کی حالت خراب ہے' کون سا خطہ محفوظ ہے بھلا۔" فواد کے انداز میں سراسر بے پروائی تھی۔

"ہاں' میں نے بھی نیوز چینلز میں دیکھ رکھا ہے' یہاں تو خون کی ندیاں بہتی ہیں صبح شام' ہمت ہے پاکستانیوں کی ابھی تک ادھر اپنی موت کا انتظار کر رہے ہیں۔"

یہ یمیر تھا۔

"قسم سے سچ کہہ رہے ہو' کبھی کبھی تو مجھے اپنے پاکستانی ہونے پہ شرم آنے لگتی ہے۔" یہ آواز شرمندگی سے بھرپور تاثر لیے

ضاحک کی تھی۔ پھول سب کو چائے کے کپ دینے کے بعد اپنی چائے لیے وہیں آبیٹھی۔

"کیوں شرم آتی ہے بھلا؟" وہ بھی گفتگو میں شامل ہوئی۔

"شرم کیوں نا آئے بھلا' جس ملک میں چپڑاسی سے لے کر گورنمنٹ تک ہر ادارہ وفرد کرپٹ ہو وہاں شرم سے ڈوب ہی مرنا چاہیے بندے کو......" وہ مزید احساس کمتری کا احساس لیے بولا۔

"چپڑاسی سے گورنمنٹ تک میں تم بھی تو کہیں ہو نا؟" وہ استہزائیہ بولی' مگر ضاحک کچھ اور بھی کہہ رہا تھا۔

"کسی آؤٹ سائیڈر بندے کو بتاؤ کہ میں پاکستانی ہوں تو وہ ایسے پیش آتا ہے جیسے عجائب گھر کا کوئی آئٹم ہوں......؟"

"باہر کے ممالک میں ہماری کوئی ریسپیکٹ ہے نا ویلیو...... ہمارے روپے تک کے دام گر گئے' بھلا کیا دے رہا ہے یہ لولا لنگڑا پاکستان' ہمیں۔" وہ جذباتی ہونے لگا۔

"شرم کرو ضاحک۔ اسی زمین سے پھوٹے اناج سے پیٹ بھرتے ہو اور اتنی بدگمانی......" پھول نے شدید تاسف میں گھر کر کہا۔

"اسی زمین پر اپنا بوجھ ڈالے کھڑے ہو اور کہتے ہو کیا دے رہا ہے یہ لولا لنگڑا ملک' ہمیں۔" وہ ملامتی انداز اختیار کر کے بولی۔

"ہاں تو کیا کروں' بھوکے پیٹ چلاؤں کہ میں خوش ہوں' تمہی بتاؤ کیا ہے ہمارے پاس...... گیس' بجلی' پانی آتا......؟"

"بہت افسوس کی بات ہے جب تک سب کچھ ملتا رہا' تم سکون سے بیٹھے عیاشیاں کرتے رہے۔ اس کا خون پیتے رہے اور آج وطن پر کڑا وقت ہے تو تم پیچھے ہٹنے والوں میں سے ہو۔ آج ملک کو تمہاری ضرورت ہے تو بھوک بھوک کا شور مچانے والوں میں اس کی کمزوریاں اچھالنے والوں میں سب سے اونچی تمہاری آواز ہے۔" وہ جذباتی ہوئی۔

"اس زمین نے تمہیں کچھ نہ دیا ہو مگر تمہارا بوجھ اپنے سینے پہ اٹھائے بیٹھی ہے اور آج سے نہیں ضاحک عمر جب سے تم اس دنیا میں آئے ہو تب سے...... تمہیں پروان چڑھانے میں اس کا ہاتھ ہے مگر ذرا یہ تو بتاؤ کہ تم نے اس کو کیا دیا ہے......؟ اسی کا کھاتے رہے اسی پہ بوجھ بڑھاتے رہے اور دل نہ بھرا تو اسی پر تھوک دیا۔ تف ہے تمہارے اوپر ضاحک عمر...... چپڑاسی کرپٹ ہے' گورنمنٹ کرپٹ ہے' ہر ادارہ وفرد کرپٹ ہے تو تم نے کون سے ہاتھ پاؤں ہلا لیے اس کے لیے۔ پکا پکایا کھانے والوں میں سب سے آگے تم اور تمہارے جیسے نوجوان...... اور شور مچانے میں بھی

سب سے اونچی آواز تم جیسوں کی گورنمنٹ کرپٹ ہے تو تم چلے جاؤ گورنمنٹ میں اور سب کچھ ٹھیک کردو۔"

"ہنہ...... میں ایسے دردِ سر پالنے کا شوقین نہیں ہوں۔" اس نے نخوت سے سر جھٹکا۔

"تم لوگوں کی سائیکی یہی ہے خود تو کچھ کرنے کے اہل نہیں ہو اگر کوئی اور کرے تو مین میخ نکالنا اپنا فرض سمجھتے ہو۔ جب تم کچھ کر نہیں سکتے تو پھر شکایت کرنے کا حق کس نے دیا تمہیں اور اگر تمہیں شکایت کا حق ہے تو پھر سب سے پہلے اپنے آپ سے شکوہ کرو...... اس بات پر شرم کرو کہ تم آرام طلب ہو...... اس بات پر مت روتے پھرو کہ ملک نے تمہیں کیا دیا؟ اس بات کی فکر کرو کہ تم نے اسے کیا دیا...... آج فارن کنٹریز میں جا کر گیس اسٹیشن پر کام کرلوگے وہاں ٹیکسی چلالوگے یہاں تک کہ انگریزوں کے کتے تک نہلالوگے مگر یہاں ذرا کم درجے کی جاب کرتے ناک کٹتی ہے تمہاری...... اس بات پر شرم آنی چاہیے تمہیں۔ پہلے اس ملک کا پچھلا قرض تو اتارو ضاحک عمر! مزید کا تقاضا اور مزید کی شکایت بعد پہ اٹھا رکھو......" ضاحک سمیت سب کو سانپ سونگھ گیا۔ وہ تن فن کرتی اٹھی اور تیر کی طرح باہر نکل گئی۔

"پھول کو سیاست میں ہونا چاہیے۔" سمیر نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا مگر کسی نے ہنسنے کا تو کیا مسکرانے تک کا تکلف نہ کیا۔

❁ ❁ ...... ❁ ...... ❁ ❁
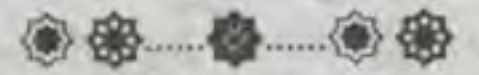
وہ انتیسواں روزہ تھا جب بڑی مما کے کہنے پر وہ میش، سمیر اور ضاحک کے ساتھ شاپنگ کرنے جانے پر تیار ہوئی تھی۔ وہ صاف منع کرچکی تھی کیونکہ دونوں بہن بھائی سے اس کی ویسے ہی ٹھنی رہتی تھی اوپر سے اس دن ضاحک سے بھی منہ ماری کرچکی تھی۔ اس دن کے بعد سے دونوں میں بات چیت نہ ہونے کے برابر تھی۔ پتہ نہیں کیوں ایسا لگتا ضاحک ہو کر بھی نہیں ہے...... بڑی مما کے بہت اصرار پر کہ "میش" مہمان ہے بھلا کیا سوچے گی کہ کوئی اسے کمپنی دینے والا بھی نہیں۔ فارحہ جاتی مگر اب اس کا پردہ شروع کروادیا گیا ہے تو......" بڑی مما کی بات پر انکار بھی کب ممکن تھا بھلا۔

وہ سیاہ عبایا پہ مہرون اسکارف پہنے چلی آئی' مہوش نے اپنا مخصوص پسندیدہ لباس پہن رکھا تھا شرٹ ٹراؤزر اور اس لباس میں بلاشبہ وہ خوبصورت لگ رہی تھی۔ اس کا فگر سانچے میں ڈھلا مجسمہ معلوم ہو رہا تھا۔ گداز گورے بازو آستینوں سے محروم تھے۔ پھول نے سرسری نگاہ اس پر ڈالی۔

"جب میں اسے اس طرح دیکھ رہی ہوں تو لڑکے کس کس طرح نہ دیکھیں گے بھلا...... اوہ لاحول ولاقوۃ...... کیا سوچنے لگی میں......؟" اس نے سر جھٹکا۔ سمیر نے پھول کو دیکھ کر سیٹی کے انداز میں ہونٹ گول کیے...... انداز بے ہودگی سے بھرپور تھا۔

شاپنگ بخیر ہوئی...... مگر واپس آتے آتے سانحہ ہو ہی گیا۔ میش سخت تلملائی ہوئی تھی۔ پاکستانی بازار کے پاکستانی لوگ...... کسی نے بھیڑ بھاڑ میں سے گزرتے ہوئے قریب سے اس کے سڈول گورے بازو پہ چٹکی لی تھی۔ مکھن جیسا بازو سرخ ہو گیا تھا۔

"اس طرح نمائش کروگی تو داد تو ملے گی نا......" پھول طنز کیے بغیر نہ رہ سکی۔

......☆☆☆......

رمضان المبارک کے دن کیسے ختم ہوئے کچھ خبر ہی نہ ہوئی۔ رحمت' برکت اور مغفرت کے عشرے ایک کے پیچھے ایک آتے رہے اور مقدس پاکیزہ دن رمضان کا حسن سمیٹ کر رخصت لینے لگے۔

وہ فارحہ کو مہندی لگا رہی تھی ابھی کچھ دیر قبل ہی مسجد سے چاند نظر آنے کا اعلان ہوا تھا گو کہ فارحہ کو مہندی سے کوئی خاص لگاؤ نہ تھا مگر چھوٹی مما کا آرڈر تھا...... وہ نہ چاہتے ہوئے بھی لگوا رہی تھی۔ جب پھول پوری طرح فارحہ کے ہاتھ پاؤں پہ مہندی کے گل بوٹے سجا چکی تو فارحہ نے ناقدانہ نگاہوں سے دیکھا۔

"اچھی لگی ہے نا؟" پھول نے اشتیاق سے پوچھا۔

"آہم...... اچھی ہے۔" فارحہ نے بے نیازی سے شانے اچکائے۔

"ارے جائیے آپ کیا بتائیں گی۔ بتائیں گے تو کل آپ کو میرے برادر محترم کہ جنابہ کے ہاتھ پاؤں کتنے پیارے لگ رہے ہیں۔ تیار رہے گا کسی بھی جگہ دھری جاسکتی ہیں۔" وہ شرارت سے کہتی کھلکھلا کر ہنسی...... فارحہ بھی شرمیلی سی ہنسی ہنس دی۔

"بدتمیز......" اتنا ہی کہا۔

ضاحک کہیں جارہا تھا کسی کام سے...... لان کے قریب سے گزرتے ہوئے اسے کسی آواز نے ٹھٹک جانے پر مجبور کردیا۔ سو فیصد مہوش کی آواز تھی' وہ اپنی ماں سے مخاطب تھی انگریزی میں۔

"کم آن مام......! اسے ساتھ لے جاتے ہیں۔ ویسے بھی میں نے دیکھا ہے وہ یہاں بہت بدظن ہے وہاں بہت جلد کمپرومائز کرلے گا۔ ہمیں صرف اسے اسپونسر کرنا پڑے گا پھر

پرفیکٹ ہے ہمارا۔ ہے بھی خاصا ہینڈسم...... گھر داماد بنالیں اسے اپنا میری آزادی کی راہ میں رکاوٹ بھی نہیں بنے گا اور ساری عمر ہمارا شکر گزار و احسان مند رہے گا کہ یہاں سڑ رہا تھا ہم نے ہی اسے اس دلدل سے نکالا۔"

"نو ناٹ اگین...... خوامخواہ کا جھنجھٹ' وہاں کا بھی کوئی ہینڈسم لڑکا ہوا نا تو اسے تمہاری فریڈم گراں نہیں گزرنے والی...... نو ویز۔" یہ سمیر تھا۔

"ہے ویٹ آ منٹ' لک برادر...... وہاں کا کوئی لڑکا ہمارا احسان مند نہ ہوگا ہمارے قرض تلے دبا ہوا نہ ہوگا اور میرا وفادار نہیں رہے گا ہمیشہ اور یہاں پاکستانیوں کو وفاداری کی بیماری ہے۔ تم نے دیکھا نہیں اس کنڈیشن میں بھی ملک کی محبت پہ کوئی فرق نہ پڑا یہ لوگ آج بھی اپنے ہی ملک کے گن گاتے ہیں۔ جیسے یہاں ریشمی بستر پہ سوتے ہوں۔ ہنہ...... فاقے' غریب عوام......" وہ نخوت سے بولی۔

"یوں نہیں کہتے میش' ہر کسی کی اپنی اہمیت ہوتی ہے۔ آپ کو کوئی حق نہیں کہ آپ کسی کے ملک کا یوں مذاق اڑائیں۔ کسی کی وفاداری کو مذاق بنائیں' تضحیک کا نشانہ بنائیں۔ اس زمین سے تمہاری ماں بی لونگ کرتی ہے۔" زرینہ پھپو نے سنجیدگی سے ٹوکا۔

"پلیز مام! یہاں کے اپنے لوگ صبح شام اپنے حکمرانوں کا اپنے لوگوں کا' اپنے حالات کا مذاق اڑاتے ہیں۔ خود کو گالیاں دیتے ہیں اور آپ ہمیں پابند کررہی ہیں۔ واٹ ربش......" سمیر نے بے پروائی سے کہا تو زرینہ پھپو کے ساتھ ضاحک بھی شرمندہ ہو گیا۔ خود اپنے آپ سے۔

وہ چند لمحے مزید ٹھہر کر مرے مرے قدموں سے واپس پلٹا' مڑتے ہوئے نگاہ سیدھی ٹیرس پر گئی جہاں پھول ریلنگ پہ جھکی غالباً ان کی تمام باتیں سن چکی تھی۔ اس کے چہرے پر بڑا پردرد تاثر تھا جیسے دل اندر کہیں بہت شدید دکھا ہو اور دل تو ضاحک کا بھی دکھا تھا۔ وہ واقعی زرینہ پھپو سے اپنے ویزے کی بات کرنے والا تھا مگر اب...... اس کی اونچی ناک بہت بری طرح شرمسار ہوئی تھی...... وہ سر جھکائے اندر آگیا۔

اب ایک بات تو اسے اچھی طرح سمجھ آگئی تھی کہ جب تک ہم خود اپنی عزت نہیں کریں گے تو کوئی ہمیں عزت دینے پر تیار نہیں ہوگا...... اگر ہم خود اپنے آپ کو گالیاں دینے بیٹھ جائیں تو دوسروں کو کون روکے گا' یہ سراسر ہمارے اوپر منحصر ہے کہ ہم اپنی عزت کروانا چاہتے ہیں یا نہیں......؟ دوسری بات یہ ہے کہ دوسروں کو برا کہنے سے ہمارا قصور معاف نہیں ہو جاتا۔ اس ملک کی ترقی میں ہمیں اپنا حصہ خود ڈالنا ہوگا۔ ہم دوسروں کے کیے کو روتے رہیں گے' آخر کب تک؟ کیوں نہیں ہم خود قدم بڑھاتے؟ پاکستان میں بہت کچرا ہے مان لیا' اب ہم اس بحث کو چھوڑ کر کہ یہ کچرا کس نے پھیلایا ہے؟ اس کچرے کو صاف کیوں نہیں کرتے......؟ اور اگر ہم کچھ کر نہیں سکتے تو گالیاں دینے کا ہمیں کیا حق حاصل ہے؟ حق فرض سے منسلک ہوتا ہے' جب ہم فرض ادا کرنے میں کوتاہی کرسکتے ہیں تو حق کی وصولی میں اتنی دیانت داری کیوں......؟

قصہ مختصر......!

❁ ❁ ...... ❁ ...... ❁ ❁

"کہتے ہیں عید پر روٹھے ہوؤں کو منالینا چاہیے......" وہ اپنے اور فارحہ کے لیے چاکلیٹ کیک لینے کچن میں آئی تھی۔ جب پیچھے ضاحک بھی چلا آیا۔ اس نے کیک واپس رکھا۔ گو کہ وہ دروازہ گھیرے کھڑا تھا مگر پھول نے پھر بھی اس کے نزدیک سے گزرنا چاہا نتیجتاً وہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے اندر دھکیلتا ہوا خود بھی اندر آیا۔

"اف! تمیز نہیں ہے۔" وہ اپنی کلائی سہلاتی ہوئی غصیلے لہجے میں بولی۔

"نہیں' تم سکھادو۔" وہ شرارت سے بولا۔

"تمہیں تو وہ سبق سکھانا چاہیے جو تم ہمیشہ یاد رکھو۔" وہ ہنوز برہم تھی۔ ضاحک کھل کے مسکرایا۔

"سیکھ لیا ہے میں نے وہ سبق جو میں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔ ڈونٹ وری۔" وہ سنجیدگی سے ذو معنی جملہ کہہ گیا۔ پھول نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ ایک بار پھر مسکرایا۔ پھول نے بے نیازی سے شانے جھٹکتے ہوئے چہرہ دوسری طرف موڑا۔

"ناراض ہو؟" ضاحک اس کے انداز پہ محظوظ ہوا۔

"نہیں......" وہ جیسے تڑخ کے بولی۔ "ہنہ اب یہ بھی میں بتاؤں۔" دل میں ڈھیروں لعنت بھیجی اس پر۔

"تو پھر اتنی بے رخی کیوں؟ میرا قصور تو بتادو۔" ضاحک کے کہنے پر اس نے ذرا سی پلکیں اٹھائیں۔ سرخ پاؤں تک آتی لمبی قمیص پر لمبا سا دوپٹہ شانوں کے گرد پھیلائے چوڑی دار پاجامے پہ اونچی ہیل نے اس کی درازی قد کو اور نمایاں کردیا تھا۔ ہاتھوں میں چوڑیاں نہیں تھیں البتہ چوڑی دار آستین نے کلائیوں کو حصار میں لے رکھا تھا۔ بالوں کی اونچی پونی ٹیل اس کی گردن پہ جھول رہی تھی۔ تراشیدہ بالوں نے سامنے سے بکھر کر اس کی پیشانی

ڈھانپ رکھی تھی۔ وہ بلاشبہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ اس نے میک اپ کے نام پہ صرف لپ اسٹک لگا رکھی تھی۔ سرخ وسفید رنگت پہ سرخ رنگ سونے پہ سہاگہ والی مثال تھی۔ ضاحک نے غور سے اس کے لبوں کے کنارے تل کو دیکھا...... نجانے وہ بھی خفا سا تھا یا ضاحک کو گمان ہوا۔

"تمہیں معلوم ہے مجھے کس چیز نے ہرٹ کیا ہے؟" وہ ہنوز نروٹھے انداز میں بولی۔

"آئی ایم سوری......" وہ واقعتاً پشیمانی سے بولا۔ "جو جرمانہ کہو ادا کرنے کو تیار ہوں۔ مگر خدا کے واسطے یوں بے رخی تو نہ برتو۔ تمہیں پتہ ہے اتنی خاموش چپ چاپ' گم صم سی کیا لگتی ہو تم......" وہ فرط جذبات سے نزدیک ہوا۔

"خبردار......" پھول نے اسے پیچھے دھکیل دیا۔ وہ گڑبڑایا۔

"خبردار جو اگر تم نے اب مجھے کچھ الٹا سیدھا کہا تو میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔" وہ دوقدم پیچھے ہٹی۔

"میں بھی تمہارا اور منہ بھی...... توڑو' سمیٹو' بکھیرو' جو کرو سو کرو...... اپنی چیز پہ تو اپنا حق ہے۔" وہ ہنسنے لگا۔

"حق لینے کے لیے فرض چکانا پڑتا ہے ضاحک عمر۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"جان لیا میں نے...... یقیناً اب تم کبھی ہرٹ نہیں ہوگی مجھ سے خاص کر اس بات پر۔" ضاحک نے بھی سنجیدگی سے اس دن کا حوالہ دیا۔

"مجھے نہیں معلوم آئندہ کیا ہوگا مگر ایک بات میں آج واضح کردینا چاہتی ہوں ضاحک...... میں تم سے یہ نہیں کہہ رہی کہ پاکستان بہت ترقی یافتہ ملک ہے اور تم دن رات اس کے گن گاتے رہو...... مگر پلیز...... پلیز اگر تم اسے اچھا نہیں کہہ سکتے تو برا بھی مت کہو...... خاص کر کسی غیر کے سامنے...... میں اپنی چیز کی لاکھ برائی کروں مجھے برا نہیں لگے گا مگر جب کوئی دوسرا اس کے بارے میں ایک لفظ بھی غلط بولے گا تو مجھے ضرور غصہ آئے گا۔ لیکن اگلے کو موقع تو میں نے ہی دیا ہے نا...... سمجھ رہے ہو......" وہ بہت ٹھہر ٹھہر کر بول رہی تھی۔

"بالکل سمجھ گیا...... پرنسپل صاحبہ......" وہ سنجیدہ تھا پھر شرارت سے بولا۔

"ویسے تمہیں ایک گڈ نیوز دینی ہے۔" وہ اسے متجسس ہونے کا موقع دینا چاہتا تھا۔

"کیا نیوز ہے......؟" وہ حسب توقع فوراً بولی۔

"مجھے جاب مل گئی ہے۔" ضاحک نے کہہ کر اس کا چہرہ جانچا۔

"اچھا' تمہاری ڈیمانڈ کے حساب سے ہے؟" وہ سرسری سا انداز اختیار کیے ہوئے تھی۔

"ہاں...... نارمل ہے مگر اب مجھے یہی چاہیے۔ میں باہر جاکر انگریزوں کے کتے نہیں نہلا سکتا نا......" وہ شرارت پہ آمادہ تھا۔

پھول نے اسے گھورا۔

"کسی روٹھے ہوئے شخص کو منانے کے لیے گفٹ دینا ضروری ہے کیا؟" وہ جینز کی جیب میں ہاتھ پھنساتے ہوئے بولا۔ اس کی مسکراتی نگاہیں پھول کی دلکشی نگاہوں میں جذب کررہی تھیں۔ وہ رخ موڑ گئی۔

"ڈیپینڈ کرتا ہے اس شخص کی امپورٹنس پر جو آپ سے روٹھ گیا ہو۔" وہ پھر جانے کے لیے پر تولنے لگی۔

"آئی ایم سوری آگین۔" ضاحک نے اس کا ہاتھ تھام کر اس کی انگلی میں ایک خوبصورت رنگ پہنادی۔ اس نے سرعت سے ہاتھ واپس کھینچا تھا مگر...... واپس آنے والے ہاتھ کی تیسری انگلی میں ایک ننھا پیارا سا دل اٹک گیا تھا۔

وائٹ گولڈ کی نازک سی رنگ میں ننھا دل اور دل میں جڑا جگمگاتا ڈائمنڈ...... اس نے بے اختیار ضاحک کی طرف دیکھا۔ وہ جذبوں بھری نظریں اس پہ ہی جمائے ہوئے تھا۔

"رکھ لو پلیز......!" بڑی لجاجت سے فرمائش کی تھی۔ پھول نے بمشکل شرمیلی مسکان لبوں پہ مچلنے سے روکی۔

"اتنا مہنگا گفٹ کیوں لائے......؟" وہ کہے بغیر نہ رہ سکی۔

"تم سے زیادہ تو نہیں مہنگا......" وہ غیر سنجیدہ تھا۔

"بس ہوگئے شروع...... یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے؟"

"بھئی ابھی تم نے کہا نا...... ناراض شخص کی اہمیت بہت میٹر کرتی ہے' بس...... پھر سوچا جاب بھی ہوگئی ہے اب لائف سیٹ کرنی چاہیے۔ سوچا گفٹ تو لینا ہی ہے لگے ہاتھوں پرپوز ہی کردوں......؟" وہ بہت شوخی سے ہنسا تو پھول کا دل زور سے دھڑک اٹھا۔

"ارے یو...... یو بلشنگ اوہ مائی گاڈ......" ضاحک نے اس کا چہرہ دیکھا...... پھول نے خفت سے چہرہ پھیرا اور وہاں سے واک آؤٹ کرگئی۔ ضاحک کا قہقہہ اسے دور تک سنائی دیا۔

کہیں چاند راہوں میں کھو گیا' کہیں چاندنی بھی بھٹک گئی
میں چراغ وہ بھی بجھا ہوا' میری رات کیسے چمک گئی
بھلا ہم ملے بھی تو کیا ملے' وہی دوریاں وہی فاصلے
نہ کبھی ہمارے قدم بڑھے' نہ کبھی تمہاری جھجک گئی

آج آفس سے گھر واپسی پر غیر معمولی سناٹے نے میرا استقبال کیا۔ ویسے تو روز ہی گھر میں خاموشی کا راج ہوتا تھا لیکن آج تینوں آپاؤں کی موجودگی میں یہ خاموشی مجھے ورطہ حیرت میں ڈال رہی تھی۔ تینوں آپا اور ان کے نصف درجن بچے جب بھی اپنے ننھیال آتے تھے ہمارے گھر کا چین وسکون ناپید ہوجاتا لیکن آج تو سارا منظر ہی بدلا ہوا تھا۔ بچوں کی فوج بھی کہیں نہیں نظر آرہی تھی۔ ورنہ وہ تو ہمیشہ مجھے دیکھتے ہی ماموں ماموں کی گردان کرتے کچھ میرے بازوؤں کچھ ٹانگوں سے چمٹ جاتے۔ حیرت ومسرت کے اسی عالم میں انہیں متوجہ کرنے کی غرض سے میں نے سب کو مشترکہ سلام کیا لیکن وہ تینوں اور اس گھر کی حاکم اعلیٰ یعنی میری اماں نجانے آپس میں سر جوڑے ایسی کون سی منصوبہ بندی میں مصروف تھیں کہ انہیں میرے آنے کی مطلق خبر نہ ہوئی۔

مجھے کچھ تشویش ان کے اس درجہ باہمی سلوک پر بھی لاحق ہوئی کہ آخر ایسا کون سا موضوع زیر بحث ہے جس نے انہیں ارد گرد سے غافل کردیا تھا۔ ورنہ تو تینوں آپاؤں کا کسی ایک بات پر متفق ہوجانا بہت کم ہی دیکھنے میں آتا تھا۔ خیر وہ کہتے ہیں نا کہ ساجھے کی ہنڈیاں بیچ چوراہے پھوٹتی ہے کے مصداق بہت جلد مجھے پتا چل ہی جاتا تھا کہ وہ کیا کھچڑی پکا رہی ہیں۔ عموماً کسی اہم معاملے کو لے کر ہی یہ کابینہ تشکیل پاتی تھی اور یوں پر امن مذاکرات ہوتے تھے انہی سوچوں میں غلطاں میں اپنے کمرے کی

طرف پیش قدمی کرنے ہی لگا تھا کہ اماں کی گرجدار آواز میرے قدموں کی زنجیر ثابت ہوئی۔
"ارے نا سلام نا دعا' بہنیں اتنی دور سے بھائی کی خاطر آئی بیٹھی ہیں اور نواب صاحب کے مزاج ہی نہیں مل رہے۔ منہ اٹھائے کمرے میں گھسے جارہے ہیں۔" اماں نے نظر پڑتے ہی مجھ پر گولہ باری شروع کردی تھی۔
"کیا تھا میں نے آپ سب کو سلام لیکن آپ سب اپنی خفیہ میٹنگ میں اس درجہ مشغول تھے کہ مجھ ناچیز پر ایک نظر تک نہ ڈالی۔" اماں کی بدگمانی پر میں نے بھی خاصا چڑ کر جواب دیا۔ شکوے کے ساتھ ہی میں نے تینوں آپاؤں سے بھی ان کا حال احوال دریافت کیا۔
"آپا سب بچے کیسے ہیں؟ وہ آئے نہیں کیا؟" جواب کا منتظر میں ان کے نا آنے کا دلی متمنی تھا۔
"ارے ہاں تمہارے کہنے پر یاد آیا کہ وہ سب ہیں کہاں اس وقت؟" میرے یاد دلانے پر انہیں اپنے شریروں کا خیال آیا اور میں اپنی آپاؤں کی بے خبری پر کف افسوس مل کر رہ گیا خیر جس کی اولادیں ہیں جب انہیں ہی پروا نہیں تو میں کیوں فکر میں گھلتا رہوں۔ یہی سوچتے میں اپنے کمرے میں آرام کی خاطر چلا آیا۔
مگر کمرے کی ابتر حالت دیکھ کر میں خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ بچوں نے پورے کمرے میں عجیب دھما چوکڑی مچا رکھی تھی۔ میں نے ان بچوں پر ایک قہر آلود نگاہ ڈالی۔
"بھائی کھانا کھالیں میں اتنی دیر میں آپ کا کمرا سیٹ کردیتی ہوں۔" علیزہ میری چھوٹی بہن نے آ کر کہا تو میں بوجھل قدموں کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل تک چلا آیا اور چند لقمے زہر مار کر کے گھر سے باہر نکل گیا۔

❁......❁......❁
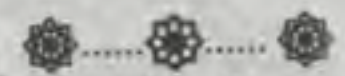
میں شہریار حسین ولد عظمت حسین اپنے گھر کا اکلوتا چشم و چراغ تھا جو تین آپاؤں کی آمد اور اماں ابا کی لاکھوں دعاؤں کے بعد اس دنیا میں جلوہ افروز ہوا تھا۔ میرے بعد علیزہ تھی جو اس گھر کی آخری اولاد ثابت ہوئی اور اپنی یہ بہن مجھے سب سے عزیز تھی۔ گھر کی واحد اولاد نرینہ ہونے کی حیثیت سے مجھے انوکھا لاڈلا ماں باپ کی آنکھ کا تارا راج دلارا سارے جہاں سے پیارا ہونا چاہیے تھا لیکن صد افسوس حقیقت میں ایسا کچھ بھی نہ تھا اماں ابا صرف میرے دنیا میں آنے تک ہی میرے متمنی تھے ورنہ اب تو صورت حال بالکل برعکس تھی۔ میرے مقابل تینوں آپا نا صرف اماں کی منظور نظر تھیں بلکہ ابا کی بھی ہر دلعزیز تھیں۔ اگرچہ اماں ابا مجھے بھی اپنی محبت سے نوازتے تھے لیکن اس محبت میں وہ والہانہ پن وہ شدت جذبات مفقود نظر آتی جس کا میں شروع سے خواہاں تھا۔
ہمارے خاندان میں بھی تایا اور چچاؤں کے ہاں اولاد نرینہ خصوصی رعایت کی مستحق تھی لیکن یہاں تو اندھیر نگری چوپٹ راج والی مثال تھی۔ اکلوتا ہونے کی حیثیت سے میں خود بخود سب کی مخصوص توجہ و پیار کا مستحق خود کو سمجھتا تھا لیکن وہ میرے حصے میں کبھی نہ آیا۔ اماں نے تو اولاد کے معاملے میں اور بالخصوص میرے لیے یہ شعار اپنایا ہوا تھا "کھلاؤ سونے کا نوالہ اور رکھو شیر کی نگاہ" اور مجھ پر اماں کی شیرنی جیسی تیز نگاہیں ہمیشہ ہی مرکوز تھیں۔ میری بہت سی ضدیں اور فرمائشیں ابا تو پوری کر بھی دیتے تھے لیکن اماں تو اس معاملے میں بالکل ابا کے برعکس تھیں۔ اماں کے میرے متعلق نجانے کون کون سے خدشات و خطرات تھے جن کے پیش نظر وہ اکثر ایسے فرمودات جاری کیے رکھتیں۔
"ارے ایک ہی اولاد ہے اس کے یوں چاؤ چونچلے اٹھا کر بگاڑ مت دینا۔ اگر اسی طرح برخوردار کی ناز برداریاں کرتے رہے تو اپنے ساتھ ساتھ میرا بھی بڑھاپا خراب کردو گے۔" اسی بناء پر میں اماں سے ایک خاص فاصلے پر اور ابا سے کسی حد تک نزدیک ہو گیا۔ تینوں آپا بھی اماں کی شہہ پر مجھ غریب پر خاصا رعب جماتی اور میں چوں چراں تک نہ کرسکتا تھا۔ میں اپنی بات کی صداقت کے لیے عملی مثال پیش کرتا ہوں کیونکہ آپ بھی تو صنف نازک ہیں اپنی ہمجولیوں کے خلاف میری بات پر کیسے یقین کرلیں گی۔
مجھے آج بھی اپنے اسکول و کالج کا وہ زمانہ اچھی طرح یاد ہے جب اماں سمیت تینوں آپا بھی مجھے اپنا ہرکارہ اور قاصد بنائے رکھتی تھیں۔
"کھانا کھا کر مجھے سبزی اور گوشت لادینا شیری رات کے لیے کھانا بھی تیار کرنا ہے۔" میں جو کالج سے واپسی پر تھکا ہارا گھر لوٹتا تھا آتے ہی اماں حکم صادر کردیتی اور میں گھر کا واحد سپوت اماں کے حکم کو بھلا کیسے ٹال سکتا تھا۔
"جی اماں ابھی کھانا کھالوں پھر لادیتا ہوں۔" میرا دل لاکھ نہ چاہتا لیکن اماں کے حکم پر انکار کی گنجائش ہی نہ تھی۔ وہاں سے تھکا ہارا لوٹتا اور آرام کی غرض سے ابھی لیٹ بھی نہ پایا تھا کہ بڑی آپا سر پر سوار ہوجاتیں اور اپنا کام میرے سر پر لاد دیتیں۔
"ارے شیری بہت آرام طلب ہوتے جارہے ہو۔ ذرا میری دوست نبیلہ کے پاس جاؤ اور نوٹس لے آؤ آج میں کالج نہیں جا سکی تا وہ تمہیں دے دے گی۔" آپا حکم سنانے کے ساتھ ساتھ میری آرام طلبی پر چوٹ کرتیں جلدی اور فوراً کا کہہ کر رخصت ہوگئیں جبکہ میں برے برے منہ بناتا گھر آنے پر خود کو کوستا ان کے حکم کی تعمیل میں لگ جاتا۔ بڑی آپا کو دیکھ کر منجھلی آپا کیونکر پیچھے رہتیں وہ بھی میری واپسی پر اپنے کاموں کی طویل لسٹ میرے لیے تیار رکھتیں۔
"مجھے بیکری سے نمکو اور بسکٹ لادو میری کچھ دوستیں کافی دنوں بعد گھر آرہی ہیں۔" اور میں جو انہیں ٹالنے کی غرض سے کوئی معقول بہانہ سوچنے ہی والا تھا کہ فوراً ہی اماں کی ترئی بھی لگا دیتیں۔
"تم جارہے ہو کہ میں اماں سے کہوں' کوئی کام کرتے تو جان جاتی ہے تمہاری۔" ان کے نادر اقوال سن کر مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق میں بھری دوپہر میں آپا کی سہیلیوں کی تواضع کا سامان لینے کے لیے نکلنے ہی لگا تھا کہ آپا کی آواز سنائی دیتی۔
"اور ہاں ساتھ میں کولڈ ڈرنکس بھی لیتے آنا ٹھنڈی ہو اچھا۔" آپا کی یہ بہت خراب عادت تھی ہمیشہ پیچھے سے آواز دے کر کچھ نہ کچھ ضرور یاد دلاتی تھیں۔ میں منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا چپ چاپ چل پڑتا۔ رہ گئیں چھوٹی آپا تو وہ صرف نام کی چھوٹی تھیں ورنہ وہ زچ کرنے میں سب سے آگے تھیں۔ ان کے اپنے ہی مشاغل و مصروفیات تھیں جن میں وہ مجھے بھی گھسیٹتی رہتیں۔ سارا ٹائم خود تو رسالے چاٹتی رہتیں اور مصیبت میرے سر پر کھڑی رکھتیں۔
"شیری یہ رسالے واپس کروا آؤ اور ان کی جگہ دوسرے لیتے آنا اور ہاں ذرا دیکھ کر لیا کرو ٹائٹل بھی درست حالت میں ہو اور آخری صفحہ بھی۔ آخر میں ہی تو بیوٹی گائیڈ ہوتا ہے۔ وہی تو میں شوق سے پڑھتی ہوں۔" آپا مکمل تفصیل میرے گوش گزار کرتیں۔
رسالوں میں خوب صورتی اور حسن کو دو آتشہ کرنے کے جتنے بھی ٹوٹکے درج ہوتے آپا ضرور انہیں آزماتیں لیکن نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات۔ لیکن سلام ہے ان کی مستقل مزاجی پر کہ وہ کبھی مایوس نہ ہوتیں۔ حالانکہ ان کا رنگ اب بھی ویسا ہی سانولا تھا۔ انہی سب باتوں نے میرے طبیعت میں عجیب چڑچڑاپن اور بیزاریت پیدا کردی تھی اور میرا زندگی کے بارے میں نقطہ نظر کافی حد تک بدل چکا تھا یہ تو تھی تینوں آپا کی مجھ ناچیز پر نوازشات اور مائل بہ کرم ہونے کی داستان۔ اس زندان میں میرے لیے ایک ہی روزن ابا اور علیزہ کی صورت میں تھا۔ علیزہ چھوٹی ہونے کے باوجود نا صرف میرا خیال رکھتی بلکہ اس نے کبھی بے جا ضدیں اور فضول فرمائشیں کر کے مجھے تنگ بھی نہیں کیا تھا۔ اسے میری پسند ناپسند سب ازبر تھی اور یہی وجہ تھی کہ عمروں میں خاصا فرق ہونے کے باوجود نہ صرف اس کے ساتھ کھیلتا بلکہ اس کے کہنے کے مطابق کبھی اس کی مس بنتا اور کبھی گڑیا والے کھیل میں بھی شریک ہوجاتا۔
"اماں شیری کو تو دیکھو کیسے علیزہ کے ساتھ بچہ بنا رہتا ہے اس کے ساتھ نا صرف گڑیا کی شادی والا کھیلتا ہے بلکہ خود بھی مس بن کر اس کی ہر بات مانتا ہے۔" بڑی آپا کو میری یہ خوشی بھی برداشت نہ ہوتی نتیجتاً فوراً ہی اماں سے میری شکایت کرتیں۔
"ارے تو کوئی بات نہیں اب ظاہر ہے علیزہ کو یہی کھیل پسند ہیں تو وہ اس کے ساتھ یہی کھیلے گا نا۔" اماں آپاؤں کی بات کو چنداں اہمیت نہ دیتیں اور میں اس کی وجہ بھی بخوبی سمجھتا تھا۔ اماں میرے باہر نکل کر کھیلنے یا دوستوں میں زیادہ اٹھنے بیٹھنے کو ناپسند کرتی تھیں اسی لیے مجھے یہاں رعایت مل جاتی تھی۔
آپاؤں کی سب دوستوں کو گھر آنے کی اجازت تھی اور نا صرف وہ سب کی سب بہت دھڑلے سے ہمارے گھر آتیں بلکہ اکثر اوقات مختلف کھانے "پکتے" دعوتیں ہوتیں اور میں یہ سب دیکھ کر کلس کر رہ جاتا۔
"اماں اگر آپ کی دوستیں گھر آتی ہیں تو کبھی کبھار میں اپنے دوستوں کو گھر بلا لیا کروں؟" میں نجانے کن جذبات میں بہہ کر اپنے دلی خیالات و خواہشات کا اظہار اماں سے کر بیٹھا۔
"ارے ذرا بھی شرم نہیں تجھے' بے ادب' بے عقل کہیں کا' جوان بہنوں کے گھر میں اپنے ان مسٹنڈے دوستوں کو بلائے گا۔ سارا دن باہر ان کے ساتھ بیٹھ کر دل نہیں بھرتا جواب وہ نالائق و نافرمان و نا ہنجار گھر بھی آئیں گے۔" اماں نے میری ذرا سی بات پر خوب لتے لیے لیکن اس پر بھی ان کا غصہ تھمنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔
"آیا بڑا بہنوں کا مقابلہ کرنے والا۔ ان کی سہیلیاں تو اس لیے آ جاتی ہیں کہ میری بچیاں کہیں گھر سے باہر قدم نہیں نکالتیں۔ اس لیے ان تینوں کے معاملے میں خود میں نے چھوٹ دے رکھی ہے لیکن تیرے پیروں میں تو مہندی نہیں لگی نا مل لیا کر باہر ہی ان سے اور خبردار جو آئندہ مجھ سے اس قسم کی بے ہودہ بات کی۔" اماں نے میری طبیعت کچھ زیادہ ہی اچھے سے صاف کردی تھی جس کی بناء پر میں نے بھی اس معاملے پر خاموشی اختیار کرلی۔ تینوں آپاؤں کو لے کر اماں کی انہی باتوں سے میرے دل میں پرخاش بڑھتی گئی۔ ابا اگرچہ وقت و حالات کے تقاضوں کو سمجھتے مجھے تحمل مزاجی سے سمجھا دیتے اور کسی حد تک نظر انداز بھی کردیتے لیکن اماں کے سامنے تو ابا بھی گڑبڑا جاتے اور خاموشی میں ہی فرار کی راہ تلاش کرتے۔
گھر کے حالات اسی نہج پر چل رہے تھے کبھی میں ان سب سے ناراض تو کبھی وہ سب کے سب مجھ سے نالاں و بدگمان انہیں تلخیوں اور موج مستی کے دوران میری پڑھائی بھی جاری تھی اور میں نے ہمیشہ کی طرح کالج میں بھی اپنا تعلیمی ریکارڈ نا صرف

بہتر بنایا بلکہ اچھے طالب علموں میں میرا شمار ہوتا تھا لیکن یہاں بھی سارا کریڈٹ آپاؤں کے حصے میں آتا۔ فرسٹ ایئر میں میرے لیے مضامین کا انتخاب بھی تینوں آپاؤں نے مل کر کیا اور مجھے زبردستی ان کے احکامات کی تعمیل میں سر تسلیم خم کرنا پڑا بہرحال یونہی ان کی روک ٹوک اور پابندیوں کے ساتھ میرا تعلیمی سفر آگے کی جانب گامزن تھا۔ اسی دوران اماں نے بڑی آپا اور منجھلی آپا کا رشتہ طے کردیا اور جلد ہی وہ پیا دیس سدھار گئیں۔ اسی دوران میں ایم بی اے کر چکا تھا اور کسی اچھی جاب کی تلاش میں تھا۔ سال ڈیڑھ سال کے عرصے میں ہی اماں کو تیسری آپا کے لیے ایک رشتہ پسند آ گیا اور اسی دوران مجھے بھی ملٹی نیشنل کمپنی میں اچھی پوسٹ پر جاب مل گئی۔ میری جاب اور ابا کی تنخواہ سے گھر کے حالات بھی پہلے سے کافی بدل گئے تھے علیزہ اور چھوٹی آپا ہی اب سارے گھر کی ذمہ دار تھیں۔ اماں تو صرف آرام سے بیٹھ کر حکم چلاتی تھیں۔ چھوٹی آپا کی متوقع سسرال جلدی تاریخ رکھنا چاہ رہے تھے اور ہماری طرف بھی اب تیاری مکمل تھی لہٰذا جلد ہی چھوٹی آپا بھی پیا دیس سدھار گئیں۔

تینوں آپاؤں کی رخصتی کے بعد گھر میں اچانک ہی سناٹے در آئے۔ میں جو ہمیشہ سکون اور عافیت کا متلاشی تھا اب اس تنہائی سے بھی گھبرانے لگا۔ گھر میں اچھی خاصی گنجائش ہوگئی تھی علیزہ نے گھر کو اپنے طریقے سے سجایا تھا۔ میرے کمرے کی بھی نئے سرے سے تزئین و آرائش کی گئی اور رفتہ رفتہ ہم سب اس ماحول کے عادی ہوگئے۔ اس پرسکون ماحول میں ارتعاش تب پیدا ہوتا جب تینوں آپا اپنے نصف درجن بچوں کے ساتھ رونق افروز ہوتیں۔ آپاؤں کے آج بھی وہی معمول تھے بلکہ اب تو مجھے اور علیزہ کو ان کے بچوں کو بھی برداشت کرنا پڑتا تھا اور اگر غلطی سے کسی غلطی پر بچے کو ڈانٹ دو تو بچے سے زیادہ ہماری آپا برا مان جاتی تھیں اور ایک واویلا شروع ہوجاتا۔

"اماں دیکھ رہی ہیں آپ شیری کیسے ہمارے بچوں کو ڈانٹ دیتا ہے۔ ذرا بھی لحاظ نہیں کرتا جیسے ان بے چاروں کا کوئی حق ہی نہیں۔ ارے مہینے میں ایک آدھ مرتبہ ہی تو آتے ہیں ہم سب وہ بھی برداشت نہیں ہوتا اور پھر ایک ہی ماموں ہے ان بے چاروں کا اس سے بھی ضد نہ کریں تو کس سے کریں۔" آپاؤں کے دھوئیں دار بیانات کے ساتھ اشک فشانی بھی جاری رہتی نتیجتاً اماں کے آنکھیں دکھانے پر مجھے اس نصف درجن فوج کو لے کر باہر گھمانے کی غرض سے جانا ہی پڑتا کہ ان کی ماؤں کے منہ درست ہوسکیں جو میری وجہ سے بگڑے تھے۔

بچوں کی اس بگڑی فوج کو میں اماں کے کہنے پر باہر لے تو آیا تھا مگر اب انہیں کنٹرول کرنے میں ناکام ہی تھا۔ میں اپنے مظلوم بہنوئیوں کی حالت زار پر افسوس کرتا قریبی بینچ پر بیٹھ گیا۔ میری ہمدردیاں حتی الامکان ان کے ہی ساتھ تھیں جو نجانے کیسے اپنے بچوں کو سنبھالتے ہوں گے جبکہ ان کی مائیں تو اپنے لاڈلوں پر ذرا سی آنکھ اٹھانے پر بھی طوفان کھڑا کردیتی ہیں۔ ان پر افسوس کر ہی رہا تھا کہ دوسری سوچ نے آ گھیرا آخر اچانک اماں اور تینوں آپاؤں کی اس خفیہ میٹنگ کے پیچھے کیا راز کارفرما ہوسکتا ہے۔ بہرحال علیزہ سے سن گن مل سکتی تھی۔ میری سوچوں کا ارتکاز مجھ سے کچھ دور بیٹھے آدمی کی چیخ و پکار پر ٹوٹا۔

"نجانے کیسے کیسے لوگ آجاتے ہیں بچوں کو ذرا بھی تمیز و تہذیب نہیں اور پھر خود انہیں شتر بے مہار چھوڑ کر بے خبر ہوجاتے ہیں۔" میں نے آواز کی سمت نگاہ دوڑائی تو میرے ہی بھانجے کو سامنے کھڑا کیے نہایت غصے سے ڈانٹ رہا تھا۔ بچوں میں شاید لڑائی ہوگئی تھی۔ میں نے پاس جا کر دیکھا تو ان صاحب کے بچے کے پاؤں پر گہری چوٹ تھی اور میری سمجھ میں فوراً سارا معاملہ آ گیا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

"شیری اگر تمہیں کوئی لڑکی پسند ہے تو ابھی بتادو پھر بعد میں مت کہنا کہ اماں نے میری مرضی تو پوچھی تک نہیں اور اپنی من مانی کرڈالی۔" کھانے سے فارغ ہوکر میں میز سے اٹھنے ہی والا تھا کہ تینوں آپائیں اور اماں اس نئے موضوع کو لے بیٹھیں اور میں بھی فوراً ان کی اس اچانک آمد اور کل کی ہونے والی میٹنگ سے واقف ہوگیا کہ یہی اصل بات تھی۔

"میں اور کوئی لڑکی......!" صرف اتنا ہی بے ربط جملہ میرے منہ سے نکل پایا۔

بڑی آپا کے اس اچانک سوال نے مجھے بوکھلا کر رکھ دیا۔ میں شہریار حسین جو زندگی کے کسی چھوٹے سے معاملے میں بھی اپنی من مانی نہیں کر پایا تھا اب اس کھلی آزادی پر ہکا بکا تھا۔ کالج کے مضامین سے لے کر ایم بی اے کرنے تک کا فیصلہ آپا اور اماں کی ملی جلی مشاورت سے ہی طے پایا تھا۔ میرے کپڑے اور جوتوں کے انتخاب میں بھی اماں کی پسند اور مرضی کا عمل دخل ہوتا تھا پھر اب یہ چھوٹ کس لیے۔ اماں کے سامنے میرے تو پسینے چھوٹ رہے تھے۔ شاید میری جگہ کوئی لڑکی ہوتی تو وہ بھی اس موقع کا فائدہ اٹھاتے کھلے عام اظہار کرڈالتی لیکن میں صم بکم کی عملی تفسیر ہی پیش کرتا رہا۔

"بھئی اگر خاندان میں یا خاندان سے باہر تمہیں کوئی لڑکی پسند ہے تو بتادو ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا اب اتنا کیوں سوچ رہے ہو؟" آپا شاید میری خاموشی بھانپ گئی تھیں۔ تبھی مجھے ہمت دلاتے دوبارہ گویا ہوئیں۔

"خاندان کی کسی لڑکی کو کبھی اس نظر سے دیکھنے ہی کب دیا ہے ہمیشہ نگاہیں نیچی رکھنے اور بہن بھائی کا رشتہ استوار کیا ہے اماں نے۔" میں جو اتنی دیر سے خاموش تھا نا چاہتے ہوئے بولا بھی تو کیا۔ گویا اماں کے غیض و غضب کو ہی آواز دے ڈالی۔

"لو سنو اس کی باتیں۔ ارے نالائق' نافرمان' ناخلف کیا شروع سے ہی کہہ دیتے کہ جاؤ میاں شتر بے مہار بن جاؤ جسے چاہے اپنے لیے پسند کرو جس کو چاہو تاڑتے پھرو۔" اماں کی برداشت جواب دے گئی تھی لہٰذا وہ سیخ پا ہورہی تھیں۔ اماں کی اس بات پر میں بھی کھسیا گیا۔

"اب میرا مطلب یہ بھی نہیں تھا۔" میں نے منمناتے ہوئے وضاحت پیش کی۔ لیکن نقار خانے میں طوطی کی آواز بھلا کون سنتا ہے میرا مطلب ہے طوطے کی!

"ایک بات غور سے سن لو تمہارے ددھیال میں تو میں ویسے بھی تمہارا رشتہ نہیں کروں گی۔ اللہ بچائے تمہاری پھپھیوں سے میں نے بھگت لی اپنی سسرال بہت ہے اب ان کو تمہاری سسرال تو کبھی نہیں بننے دوں گی۔" اماں نے مزید انکشاف کرتے مجھے اصل حقیقت سے آگاہ کیا۔ ددھیال کو تو خیر سے اماں حرف غلط کی طرح مٹا چکی تھیں۔ ننھیال میں کافی دور تک میں نے سب کے شجرہ نسب کھنگال ڈالے لیکن کوئی میرا ہم جوڑ نہ تھا۔ اب صرف ایک ہی حل تھا کہ باہر بر تلاش کیا جائے۔ اس مشکل کو بھی اماں نے ہی حل کیا۔

"ہم چاہ رہے ہیں کہ باہر ہی تمہارا رشتہ طے کردیں۔ خاندان میں تو ویسے بھی فریقین ایک دوسرے کے رازوں سے بخوبی واقف ہوتے ہیں اور ذرا سی بات پر اگلے پچھلے عقدے کھل جاتے ہیں۔ لہٰذا یہی بہتر ہے کہ خاندان سے باہر بات چلائی جائے۔" اماں کے قائم کردہ اپنے ہی مفروضات تھے جن سے انکار کی گنجائش کسی میں نہ تھی۔ میں چپ چاپ اپنی سوچوں کے گھوڑے دوڑاتا رہا۔

"ارے اب کچھ بولو بھی کیا گونگے کا گڑ کھا کر بیٹھے ہو۔" مجھے اس طرح گہرے مراقبے میں دیکھ کر اماں کا ضبط جواب دے گیا۔

"اری نیک بخت کیا کرتی ہو آرام سے بات کرو تم اس کی مرضی دریافت کررہی ہو کہ اس کے لتے لے رہی ہو۔" ہمیشہ کی طرح ابا نے مصالحت کی راہ نکالی وہ غالباً نماز پڑھ کر آئے تھے اور ہماری گفتگو بھی سن چکے تھے ابا کو دیکھ کر میرے دل ناتواں کو کچھ ڈھارس ملی۔

"ارے مجھے پہلے ہی پتا تھا میرا بچہ بہت سیدھا سادا اور اللہ میاں کی گائے ہے میں جس کھونٹے سے باندھ دوں گی چپ چاپ بندھ جائے گا اف تک نہ کرے گا۔ یہ تو تمہارے ابا اور بہنوں کی ہی فرمائش تھی تمہاری پسند جاننے کی ورنہ اپنے بچے کو تو میں بہت اچھے سے جانتی ہوں۔" اماں نے میرے بارے میں اپنے منہ سے کچھ تعریفی کلمات ادا بھی کیے تو اس انداز میں کہ بجائے خوش ہونے کے اماں کے اس بے جا محاورے پر میں کلس کر رہ گیا جبکہ آپاؤں سمیت ابا کے چہرے پر بھی مسکراہٹ رقصاں تھیں۔

"وہ دراصل لڑکی تو ہے مجھے پسند میں آپ لوگوں......!" ابا کو جاتے دیکھ کر میری بھی رگ ظرافت پھڑک اٹھی اور اماں تو یہ ادھوری بات سن کر ہی آگ بگولہ ہوگئیں۔ اماں کی شربتی جیسی نظروں نے ایسے میرا تعاقب کیا گویا کچا ہی چبا جائیں گی۔

"تو جب سے گھنے میسنے بنے کیوں بیٹھے ہو خوامخواہ اتنا وقت ضائع کروایا اب منہ سے پھوٹ بھی ڈالو کہ وہ کون ہے۔" اماں نے تمام لحاظ بالائے طاق رکھتے ہوئے کہا۔ اور میری اماں کے اس سلگتے انداز اور مجھ پر اعتماد نے مجھے بہت کچھ باور کروادیا میں نے آگے بڑھ کر اماں کے گرد میں اپنے بازو حمائل کردیے۔

"ارے میری بھولی اماں مجھے اپنے لیے وہی لڑکی پسند ہوگی جسے آپ میرے لیے پسند کریں گی۔ بچپن سے آج تک آپ ہی کی پسند میرے لیے بہترین رہی ہے اور آپ کے تمام فیصلوں پر عمل کر کے ہی میں ایک کامیاب انسان بنا ہوں۔ تو پھر آج اتنے اہم معاملے میں یہ ذمہ داری آپ میرے ناتواں کندھوں پر کیوں ڈال رہی ہیں آپ کا انتخاب ہی میری اولین پسند ہوگا۔" میں وفور جذبات میں شاید کچھ زیادہ ہی بول گیا تھا۔ جس پر اماں کی آنکھیں بھیگ گئیں میں تو ایک دم بوکھلا گیا۔

"کیا ہوا اماں کچھ غلط کہہ دیا میں نے؟" معصومیت کی انتہا کرتے میں نے اماں سے ایک نیا سوال کرڈالا۔

"نہیں میرے بچے میں تو بہت خوش ہوں میرا بیٹا بہت فرمانبردار اور سعادت مند ہے آج کل کی تو لڑکیاں بھی اتنی فرمانبردار نہیں ہوتیں۔ اماں کے اس کھلے اظہار پر میں نہال ہوگیا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

"ماشاء اللہ سے لڑکی کیا ہے چاند کا ٹکڑا ہے اور پھر بلقیس نے ایسی تربیت کی ہے کہ سب گنوں پوری ہے ہماری شہواز خوب صورتی' خوب سیرت میں اپنی مثال آپ۔

تینوں آپاؤں اور اماں جب سے شہوار نامی اس لڑکی کے گھر

سے آئی تھیں ان محترمہ کی تعریف میں رطب اللسان تھیں۔ شہوار اور بلقیس آپا اماں کے دور پرے کی جاننے والی تھیں۔ یہ سب معلومات بھی علیزہ کے توسط سے مجھ تک پہنچی تھیں۔ ان کی یہ تعریفیں شاید مجھے سنانے کے لیے ہی تھیں۔

"چاند کا ٹکڑا والی مثال سن کر بے ساختہ مسکراہٹ میرے لبوں تک آ گئی۔ اماں کو ابھی اپنی ہونے والی بہو چاند کا ٹکڑا دکھائی دے رہی تھی اور میں ایسی نادر اور اچھوتی تشبیہات سن کر حیران ہو رہا تھا کہ شروع میں تو سب کو چاند کا ٹکڑا ہی لگتی ہے پھر یہی چاند کا ٹکڑا جب آپ کے جگر کے ٹکڑے کر ڈالتا ہے تو اسی چاند کو گرہن لگ جاتا ہے۔ اماں کی ان بے سروپا باتوں پر میری سوچ کے گھوڑے کہیں اور ہی محو پرواز تھے جب ہی منجھلی آپا کی آواز سنائی دی۔

"اماں ہمارے سامنے سارے لوازمات گھر کے بنے ہوئے ہی رکھے تھے ان لوگوں نے کوئی ایک چیز بھی باہر سے نہیں منگوائی اور گھر کے قرینے وسلیقے سے بخوبی ظاہر ہو رہا تھا کہ ماشاء اللہ بہت سلیقے والے اور ہنر مند لوگ ہیں۔"

باقی دونوں آپاؤں کے بھی کچھ ایسے ہی نادر خیالات تھے اور وہ بھی ان محترمہ کے بہت سے نادیدہ اوصاف گنوا رہی تھیں۔

"سب سے بڑی بات یہ کہ فیملی بھی مختصر ہے۔ دو بہنیں دو بھائی اور پھر سب شادی شدہ ہیں ماشاء اللہ سے اب چھوٹی والی بھی ہمارے گھر کی رونق بن جائے گی۔" چھوٹی آپا بھی اپنے خیالات کا اظہار کرنے میں کیوں پیچھے رہتیں۔

اماں کی اس خالص زنانہ گفتگو سے بھرپور محفل سے جلد ہی میرا دل اکتا گیا تو میں کچن کی طرف چلا آیا وہاں علیزہ پہلے سے موجود تھی۔

"علیزہ گڑیا ایک کپ چائے تو بنا دو اگر فارغ ہو تو۔" میں اسے کہہ کر پلٹنے ہی لگا تھا کہ اس کی تفکر سے بھرپور آواز سنائی دی۔

"بھیا! کیا سر میں درد ہو رہا ہے؟"

"ہاں بھئی تمہاری اس ہونے والی بھابی کی تعریفوں نے تو کان پکا ڈالے سر میں درد شروع ہو گیا ہے۔" میں نے قدرے ناگواری سے کہا۔

"رہنے دیں بھیا! اندر سے لڈو پھوٹ رہے ہوں گے اور اوپر سے خفا ہو رہے ہیں۔" گڑیا کے لہجے میں واضح شرارت تھی۔ میں اس کے انداز پر خود بھی مسکراتا کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

اماں اور آپا کی باتوں سے میں اتفاق کرتا کہ نہ کرتا دل خود بخود ہی اقرار کر بیٹھا اور اس کی ایک وجہ علیزہ کا بھی یہی کہنا تھا کہ "ہاں بھائی شہوار بھابی واقعی میں بہت خوب صورت اور فرمانبردار ہیں

آپ کی اور ان کی جوڑی بہت جچے گی۔"

ہر وقت ایک ہی نام کی تکرار سن سن کر ہر کسی کی زبان پر اپنا اور اس کا نام ساتھ ساتھ سن کر میرے خوابوں خیالوں میں بھی وہ پری پیکر اپنا تسلط جمانے لگی۔ روز رات کو لیٹتا تو میری سوچ اور خیالوں کے مطابق ایک چاند چہرہ آنکھوں میں اتر آتا اور اب تو میں بھی اسے دیکھنے کا آرزومند ہو گیا۔ تجسس کا مادہ تو ہر انسان کی فطرت کا خاصہ ہے اماں بہنوں کی ہر وقت کی راگنی اور اس کے نام کے قصیدوں نے میرے اس شوق تجسس کو بھڑکا دیا تھا اگرچہ فی الحال صبر کے کوئی سبیل نہ تھی۔ میں اپنے صبر کو شہوار کے فراق میں آزماتا رہا اور مجھ جیسے خشک مزاج بندے کو بھی ان محترمہ نے اچھا خاصا رومینٹک مزاج بنا ڈالا تھا۔

اماں اور آپا شادی کی تیاریوں کے سلسلے میں مصروف ہو گئی تھیں ہر دوسرے دن بازاروں کے چکر لگتے اور وہ لوگ ڈھیروں شاپنگ کے بعد لوٹتے۔ اس دن بھی وہ سب ایسے ہی کسی معرکے کو سرانجام دینے کی غرض سے نکلے تھے میں گھر میں تنہا بور ہو رہا تھا جب ہی فون کی بیل پر قدرے بے دلی سے مجھے اٹھنا ہی پڑا۔

"ہیلو۔" میں نے بے زاریت کے عالم میں لٹھ مار انداز میں کہا۔

"بیٹا میں بلقیس بات کر رہی ہوں۔ رخسانہ سے بات کرنا تھی۔" دوسری طرف بلقیس آپا نے تفصیلاً اپنے تعارف کے ساتھ ساتھ اپنا فون کرنے کا مقصد بھی واضح کیا۔

"دراصل اماں تو کسی کام سے باہر گئی ہوئی ہیں وہ آتی ہیں تو آپ سے بات کرواتا ہوں۔" رسانیت سے کہتے میں نے معذرت چاہی۔ مزید ایک دو باتوں کے بعد انہوں نے فون رکھ دیا۔ ریسیور رکھتے ہی غیر ارادی طور پر میں نے سی ایل آئی پر موجود نمبر کو دیکھا اور اسے اپنے سیل میں محفوظ کر لیا۔ حالانکہ میں اس ٹائپ کا بندہ ہرگز نہ تھا لیکن آپاؤں اور علیزہ کے منہ سے اس حسین، مہہ جبین، نازنین کے قصے سن سن کر میرا دل بھی اس سے بات کرنے اسے دیکھنے کے لیے ہمکنے لگا اگرچہ میرا یہ فعل بالکل غیر مہذبانہ تھا لیکن فی الحال میں اس طرف توجہ مبذول کرنا نہیں چاہتا تھا۔

میری ان سوچوں کے تسلسل کو دروازے پر بجتی مسلسل بیل نے توڑا اور میں یکدم گھبرا کر باہر کی جانب بھاگا۔

"ارے بیٹا کہاں مصروف تھے کتنی دیر سے باہر کھڑا دروازہ کھلنے کا انتظار کر رہا ہوں۔" ابا کو پسینے میں شرابور دیکھ کر میں نے خجالت سے سر جھکا لیا۔

"وہ دراصل ابا میں نہار رہا تھا۔" بوکھلاہٹ میں سفید جھوٹ

میرے منہ سے برآمد ہوا۔ ابا نے اس بات پر سر سے پاؤں تک میرا تفصیلی جائزہ لیا جیسے میری بات کا صاف مذاق اڑا رہے ہوں ان کی استہزائیہ نگاہوں کو نظر انداز کرتے میں نے جلدی سے انہیں پانی کا گلاس پیش کیا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

میں جو کچھ بھی کرنے جا رہا تھا اس میں میرا ذاتی عمل دخل ہرگز نہ تھا بلکہ یہ سب میں اپنے دل مضطر کے ہاتھوں مجبور ہو کر کرنے چلا تھا ابا کو ضروری کام کا کہہ کر میں گھر سے کچھ فاصلے پر واقع پبلک فون بوتھ پر موجود تھا۔ دھڑکتے دل اور کپکپاتی انگلیوں کے ساتھ میں نے بلقیس آپا کے گھر کا نمبر ملایا۔ دوسری طرف بجتی بیل کی آواز پر میری سانسیں بھی منتشر ہو رہی تھیں آخر کار تیسری بیل پر کال ریسیو کر لی گئی۔

"ہیلو کون بات کر رہا ہے؟" یہ غالباً بلقیس آپا کی آواز تھی جسے میں ابھی کچھ دیر قبل سن چکا تھا۔ لہٰذا فوری پہچان گیا۔

"آنٹی مجھے شہوار سے بات کرنی ہے۔" میں نے کافی جدوجہد سے سیکھی گئی نسوانیت سے بھرپور آواز نکالنے کی کوشش کی اور کافی حد تک کامیاب بھی رہا۔

"اچھا بیٹا! ابھی بلاتی ہوں اسے۔" انہوں نے فون رکھے بغیر ہی اسے آواز دی۔

"شہوار تمہاری دوست کا فون ہے بیٹا۔" مجھے بلقیس آپا کی آواز صاف اور واضح سنائی دے رہی تھی۔

"جی امی آ رہی ہوں۔" دوسری طرف ان محترمہ کا جواب بھی قدرے ہلکی آواز میں میری سماعت سے ٹکرایا۔

"ہیلو۔" اگلے ہی پل ماؤتھ پیس سے ابھرنے والی آواز بلاشبہ اس پری پیکر ہی کی تھی۔ اس کی طرف سے کہے جانے والے اس چار حرفی لفظ میں مجھے دنیا جہاں کی شیرینی محسوس ہوئی۔

"کون بات کر رہا ہے اب بولیے بھی سہی۔" دوسری طرف میری خاموشی پر وہ اضطراب کا شکار تھی۔

"السلام علیکم میں دراصل آپ سے کچھ بات......!" میری بات کاٹتے وہ محترمہ چلتی کا نام گاڑی کے مصداق شروع ہو گئیں۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی یہاں فون کرنے کی۔ بے شرم بے حیا بے ادب...... شاید بے والا مزید قافیہ اسے نہیں ملا تھا۔ اسی لیے ایک پل کو رکی تھی۔ جب سے میرے سیل پر فون کر کے تنگ کر رہے ہو اور اب تم نے گھر کا نمبر بھی ڈھونڈ لیا۔ لگتا ہے تمہارا نمبر مجھے اپنے بھائیوں کو دے کر تمہارا دماغ درست کروانا ہی پڑے گا۔"

"دیکھیے محترمہ میں شہ......!" میں نے اپنا تعارف کروانا ہی چاہا تھا نجانے وہ محترمہ مجھے کون سمجھ رہی تھیں۔

"خبردار جو اپنی زبان سے میرا نام بھی لیا تمہارا وہ حشر ہوگا کہ یاد رکھو گے۔" یہ کہتے ہی محترمہ نے دھمکیوں سے نوازتے فون پٹخ دیا۔

دوسری طرف میں اپنی اس توہین اور ارمانوں کے خون ہونے پر خون کے آنسو رو رہا تھا لیکن اس سے مجھ پر ایک بات بہت اچھی طرح واضح ہو گئی تھی کہ موصوفہ انتہائی زبان دراز منہ پھٹ اور غصے کی تیز ہیں اور ایسے لوگوں بالخصوص خواتین سے مجھے سخت الرجی تھی باقی رہ گئی صرف خوب صورتی تو ایسی زبان کے آگے ان کی خوب صورتی کا کیا مجھے اچار ڈالنا تھا۔ بوجھل دل اور شکستہ قدموں کے ساتھ گھر لوٹ آیا بات کرنے کا شوق ایسا رخصت ہوا کہ پھر کبھی دوبارہ ہمت نہ پڑی۔

"ارے بھئی کہاں گم ہو گئے۔" ابا مجھے چپ دیکھ کر سوال کر بیٹھے۔

"کوئی کام تھا ابا کیا؟" ابا کے سوال کو نظر انداز کرتے میں الٹا ان سے سوال کر بیٹھا اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کی غرض سے یونہی ادھر ادھر کی باتوں میں مصروف ہو گیا۔

"ابا اس گھر میں شروع سے ہی اماں کی من مانی چلتی ہے عورت ہو کر بھی وہ اپنی ہر بات ڈنکے کی چوٹ پر آپ سے منواتی ہیں اور آپ بھی بغیر کسی پس و پیش کے فوراً ہی ہار مان لیتے ہیں۔" میں جوان محترمہ سے ابھی ابھی چوٹ کھا کر بیٹھا تھا دل سے ابا سے استفسار کر بیٹھا۔

"بیٹا میں نے شروع سے ہی گھر کے سارے معاملات تمہاری اماں کو سونپ دیے تھے لہٰذا اب ہم دونوں کو عادت ہو گئی ہے اور پھر اپنے گھر میں بڑی ہونے کی وجہ سے بھی وہ کچھ ایسی طبیعت کی ہی مالک تھیں اور پھر جب میں نے روز اول ہی ہار مان لی تھی تو اب کیسا گلہ کیسا شکوہ۔ ویسے بھی فریقین میں سے اگر ایک نرم خو متحمل مزاج ہو تو زندگی کی ہر پیچ پر آسانی ہو جاتی ہے اور سب سے بڑی بات آج تک تمہاری اماں کا دور اندیشی سے لیا گیا ہر فیصلہ میرے اور میرے بچوں کے لیے بہت بہتر اور کامیاب ہی ثابت ہوا ہے۔" ابا نے مجھے تفصیل سے جواب دیتے بہت کچھ سمجھا بھی ڈالا۔

"لیکن ابا میں آپ کی طرح نہیں رہ سکتا کہ کوئی مجھ پر یوں حکمرانی کرے اور وہ بھی صنف نازک میں اور میں کولہو کے بیل کی طرح چکراتا رہوں۔ میں تو اپنی اہمیت اور اپنی ذات پر بھرپور توجہ چاہتا ہوں۔"

"عجیب آدمی ہو تم بھی کیا باتیں لے کر بیٹھ گئے ہو۔ بہرحال

اگر یہ چاہتے ہو کہ آنے والی تمہاری خواہشات کا ضروریات کا احترام کرے تمہارے احکامات کی تابع رہے تو شروع میں ہی اس بات کا خیال رکھنا۔ عموماً لوگ خود ہی شروع میں اپنی نصف بہتر کی ناز برداریاں و نخرے اٹھا کر انہیں یہ موقع دیتے ہیں اور پھر بعد میں شکوہ کناں نظر آتے ہیں۔" میرے بار بار اصرار پر ابا نے مختصراً چند ایک باتیں بتائیں اور پھر اچانک ہی دروازے پر آہٹ محسوس کر کے ہم دونوں ہی خاموش ہوگئے۔ نجانے باہر کون تھا لیکن خیر میرے دل کا بوجھ کسی حد تک کم ہوگیا تھا۔

❁......❁......❁

شادی کے دن پورا گھر بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ تینوں آپائیں اور اماں سب کام اپنی نگرانی میں کرواتی پھر رہی تھیں۔ علیزہ بھی بہت خوش تھی۔ مسکراہٹ نے میرے چہرے کا بھی احاطہ کر رکھا تھا۔ جب اسٹیج پر شہوار کو میرے برابر لا کر بٹھایا گیا تو سب کی نظروں میں ہم دونوں کے لیے واضح تحسین تھی۔

"رخسانہ بیگم اپنے اکلوتے بیٹے کے لیے بہو بھی تم خوب حسین ڈھونڈ کر لائی ہو ماشاء اللہ چندا چکوری کی جوڑی لگ رہی ہے۔" کلثوم خالہ نے اماں کی پسند کو داد دیتے برملا کہا اور یہ الفاظ میرے کانوں تک بھی پہنچے۔ اپنے پہلو میں موجود اس چکوری کو میں بھی ایک نظر دیکھنا چاہتا تھا اور اس بار جسارت کر بھی ڈالی۔ شاید نگاہوں کو دید ہو بھی جاتی کہ سامنے کھڑے میرے دوست علی کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔

"ارے بھئی ہم مانتے ہیں کہ آپ کی دلہن بہت حسین لگ رہی ہیں اور آپ انہیں دیکھنے کے لیے بے تاب و بے صبرے ہوئے جا رہے ہیں لیکن یار ذرا سا صبر اور۔"

علی کے اس شوخ و بے باک جملے پر میں گڑبڑا کر رہ گیا۔ اسی ہنسی مذاق اور شور و غل میں رخصتی کا وقت آن پہنچا۔ اماں ابا کی دعائیں سمیٹے شہوار رخصت ہو کر میرے سنگ چلی آئی۔ گھر آ کر نجانے کون کون سی رسموں کی ادائیگی ہوئی آخر دو بجے کے قریب اماں کو ہی ہمارا خیال آیا۔

"چلو لڑکیوں اب ذرا یہ رش کم کرو دلہن تھک گئی ہوگی ذرا وہ بھی کمر سیدھی کرلے۔" شہوار کی بلائیں لیتے اماں نے ان سب کو رخصت کیا باہر میں جواب تک اس کی ایک جھلک نہ دیکھ پایا تھا اندر جانے کو تیزی سے آگے بڑھا کہ چاروں بہنیں کمرے کے آگے دیوار چین بن کر کھڑی ہوگئیں اور میں کچھ سمجھ نہ پایا۔

"ارے بھئی ایسے کیا دیکھ رہے ہو یہ بھی رسم ہے جب تک آپ ہم سب کو نیگ نہیں دیں گے اندر نہیں جا پائیں گے۔" وہ چاروں بیک زبان ہو کر کہہ رہی تھیں۔ ان کے اب اس نئے مطالبے پر میں حیران کھڑا تھا اماں بھی ان کی طرف تھیں۔

"نجانے ایسی فضول و بے کار رسمیں کون بناتا ہے۔ اچھا اچھا ٹھیک ہے ابھی میرے پاس صرف بھی پانچ ہزار ہیں ابھی رکھ لو اور جان چھوڑو۔" علیزہ کے سر پر چپت رسید کرتے میں تیزی سے آگے بڑھا اور ان سب کے قہقہوں نے میرا تعاقب کیا۔

کمرے کے وسط میں بنائی گئی پھولوں کی خوب صورت سیج پر وہ بھی پھولوں کا ہی ایک حصہ معلوم ہو رہی تھی۔ اس پر ایک نظر پڑتے ہی میں جان گیا تھا کہ وہ حسن و خوب صورتی کا شاہکار ہے۔ اپنی قسمت پر نازاں' فخر و غرور سے سرشار میں اس کے مقابل آ بیٹھا۔

"السلام علیکم!" سلامتی کی دعا دیتے ہوئے میں اس کے پہلو میں بیٹھ گیا۔

سلام کا جواب دیتے ہوئے وہ شرماتی ہوئی خود میں سمٹ گئی بے ساختہ میں نے اس کے نازک و مرمریں حنائی ہاتھ تھام لیے۔ اس کے لبوں پر دھیمی مسکان بکھر گئی۔ میں نے دو خوب صورت سے کنگن اس کی کلائیوں میں پہنائے جس پر اس نے مجھے بہت مدہم آواز میں تھینک یو کہا۔

"تم فریش ہو جاؤ تھک گئی ہوں گی میں بھی اپنے دوستوں کو رخصت کر کے آتا ہوں۔ پھر باتیں کریں گے۔" پیار بھری ایک نظر ڈالتے میں وہاں سے ہٹ گیا کچھ وقت دوستوں کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے ان کی چھیڑ چھاڑ پر ہنستے میں نے انہیں الوداع کہا اور کمرے میں داخل ہوگیا۔ اندر کا منظر میرے لیے نہایت ہی حیران کن تھا۔ وہ دشمن جاں میری واپسی کا انتظار کیے بغیر سادہ سے لان کے سوٹ میں ملبوس دنیا جہاں کی معصومیت چہرے پر سجائے پرسکون نیند میں تھی۔ کچھ اس کی تھکن اور مہمان ہونے کا خیال کرتے اپنے جذبات و احساسات پر بندھ باندھتے میں بھی دوسری طرف آ گیا۔ میری آہٹ اور شور پر بھی اس کی بے خبری برقرار تھی۔ اگرچہ میں نے جان بوجھ کر ہر چیز کو خوب زور و شور سے پٹخا تھا۔ ابا کے فرمودات پر عمل کرنے کا وقت ہی نہ آیا الٹا وہ مجھے نظر انداز کرتے میری پروا کیے بغیر بے خبر سو بھی چکی تھی۔

اگلی صبح آنکھ کھلنے پر وہ موصوفہ کمرے سے غائب تھیں۔ میں بھی کسلمندی سے دیر تک لیٹا انتظار ہی کرتا رہا کہ وہ آئے گی مجھے اٹھنے کا کہے گی رات تھکن کی بناء پر جلدی سو جانے پر کچھ تو کہے گی میں نجانے اور بھی کیا کچھ سوچتا رہتا کہ اچانک دستک کی آواز پر اٹھ بیٹھا۔

"بھائی اماں کہہ رہی ہیں کہ اگر اٹھ گئے ہیں تو نیچے آ جائیں بھابی کے گھر سے سب ناشتا لے کر آ گئے ہیں۔" علیزہ اماں کا پیغام دے کر جا چکی تھی۔ ناچار شاور لے کر بال سنوارتا میں خود ہی نیچے آ گیا۔ وہ سب کے درمیان بیٹھی ہنس ہنس کر نجانے کس بات کا جواب دے رہی تھی۔ ایک اچٹتی نظر اس پر ڈالتے میں ناشتے میں مشغول ہوگیا۔ اس وقت بھی سنوری گیلے بالوں کی چند لٹیں چہرے پر ہلکورے لیتی وہ مجھے اپنے دل میں اترتی محسوس ہو رہی تھی لیکن دوسری طرف عجیب بے نیازی و بے گانگی کا عالم تھا۔

شادی کے لیے میں چند دن کی چھٹیوں پر تھا اور یہ چھٹیاں اسی مقصد کے لیے لی تھیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ کچھ وقت گزاریں گے۔ کہیں باہر جائیں گے لیکن حقیقت اس کے برعکس تھی۔

"شہوار آج رات تم تیار رہنا' کلثوم خالہ نے تمہیں اپنی طرف دعوت میں بلایا ہے۔"

اماں ہی کے کہنے پر آج تین دن بعد وہ میرے ساتھ کہیں باہر جا رہی تھی اور سارا رستا بھی یونہی خاموشی میں طے پایا تھا۔ لڑکیاں تو عموماً گھومنے پھرنے کی شوقین ہوتی ہیں لیکن شہوار نے اب تک مجھ سے ایسی کوئی فرمائش نہ کی۔

وہ سارا سارا دن آپاؤں کے ساتھ باتوں میں مشغول رہتی اور میں کبھی کمرے میں کبھی گھر سے باہر بوجھل دل لیے پھرتا رہتا۔ وہ اماں اور آپاؤں سے خوب ہنسی مذاق بھی کرتی لیکن میرے سامنے اپنے اوپر خاموشی کا قفل لگا لیتی اس کا یہ رویہ میری تو سمجھ سے باہر تھا۔ میری تمام چھٹیاں بھی یونہی بور گزریں لوگ تو ان دنوں کو اپنے لیے یادگار اور خوش گوار بناتے ہیں اور میرے لیے یہ دن انتہائی سوگوار تھے۔ جیسے تیسے چھٹیاں ختم ہوئیں اور میں نے آفس جوائن کر لیا لیکن وہاں بھی اب دل نہیں لگ رہا تھا۔ میں نے کچھ سوچتے شہوار کا نمبر ملایا۔

"السلام علیکم' کیا ہو رہا ہے؟" میں نے خوشگوار انداز میں بات شروع کی۔

"وعلیکم السلام' کچھ خاص نہیں آپا کے پاس بیٹھی ہوں اور بس باتیں کر رہے ہیں ہم لوگ۔" اس نے میرے سوال کا جواب دیا۔

"اچھا بات سنو آج شام میں تم تیار رہنا۔ ہم لوگ ساتھ میں کہیں باہر جائیں گے۔ اور ڈنر بھی وہیں کریں گے۔" میں نے پروگرام ترتیب دیتے اسے آگاہ کیا۔

"جی اچھا ٹھیک ہے میں تیار رہوں گی۔" دوسری طرف سے فوراً ہی حامی بھر لی گئی اور خدا حافظ بھی کہہ دیا گیا۔ میں اسی میں سرشار تھا کہ کم از کم کہ وہ تیار تو ہوئی۔ شام کو آفس ٹائمنگ سے کچھ جلدی ہی گھر پہنچ گیا لیکن وہاں بچوں کی فوج اور آپاؤں کو بھی تیار دیکھ کر میرا موڈ خاصا خراب ہوا۔

"شیری ہم نے تو تمہاری بیگم کو کافی منع کیا کہ تم لوگ جاؤ لیکن چونکہ بچے بضد تھے اس لیے ناچار اسے ہمیں بھی کہنا پڑا۔" بڑی آپا نے شہوار کی سائیڈ لیتے ہوئے میرے خراب موڈ پر چوٹ کی۔

"نہیں آپا کوئی بات نہیں۔" میرا جانے کا موڈ ایک دم بدل گیا تھا لیکن اماں اور آپا برا نہ مان جائیں لہٰذا اس پورے قافلے کو ساتھ لے جانا پڑا اور میں نے آئندہ اس طرح کے پروگرام بنانے پر کان پکڑ لیے۔ شہوار سے بات کرنے کا کوئی موقع تک نہ ملا البتہ بچوں کی بے جا ضدوں اور بدتمیزیوں پر کھولتا میں جلد ہی واپسی کا ارادہ کر رہا تھا کم از کم جب تک آپائیں موجود تھیں میرے حالات و تعلقات تو شاید یونہی رہنے تھے۔

❁......❁......❁
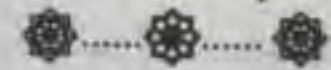
روز آفس میں اپنے کاموں کے دوران میں ہی میں اس دشمن جاں سے بات کرتا تھا اگرچہ جواب مجھے اچھی طرح معلوم ہوتا۔

"دل لگ جاتا ہے تمہارا گھر میں؟" جواب میں نجانے کیا سننے کا خواہش مند تھا لیکن اس کی باتیں علیزہ' امی اور آپاؤں کے متعلق ہی ہوتیں۔

"نہیں آپ کے بغیر گھر میں دل نہیں لگتا آج آپ جلدی آ جائیے گا ہم لوگ ساتھ میں کہیں باہر جائیں گے۔" میں یہ سب اس کے منہ سے سننا چاہتا تھا لیکن مجال ہے کہ کبھی میرے من کی مراد بر آئے۔

پندرہ دن بعد آپا وغیرہ بھی اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہوگئی تھیں آخر وہ کب تک یہاں ہمارے ساتھ رہتیں۔ میرے دل نے ان کے جانے پر سکون کا سانس لیا کہ چلو شہوار کا ان کے پاس گزرنے والا وقت تو اب میرے ساتھ ہوگا لیکن یہ صرف میری خوش فہمی تھی۔ آفس سے گھر واپسی پر اب وہ علیزہ کے ساتھ کچن میں چھوٹے موٹے کام کرتی نظر آتی۔ میرے پاس بیٹھنے کا یا چائے ناشتے کے پوچھنے کا اسے بالکل خیال نہ تھا۔

"چائے بنا دوں' اتنے خاموش کیوں ہیں بھائی۔" جس کے منہ سے یہ بول میں سننے کے لیے ہمہ تن گوش تھا وہ تو کبھی اپنی بے نیازی کا خول توڑ کے ایسا نہ کہتی البتہ علیزہ ہی مجھ سے میرا حال چال پوچھتی اور اس بات پر اماں نے بھی اسے کبھی نہ ٹوکا حالانکہ اماں کا فرض تھا لیکن میرے معاملے میں وہ یونہی غافل ہو جاتی تھیں۔

"بیٹا جب شیری گھر آتا ہے تو تم اس کے چائے ناشتے کا بندوبست خود کیا کرو' یہ تمہارا فرض بنتا ہے۔" کاش اماں کبھی اسے یہ سمجھاتیں لیکن انہیں تو اس کے ناز نخرے اٹھانے سے ہی فرصت

نہ ملتی کہ میرے حال پر غور کرتیں۔

❁......❁......❁
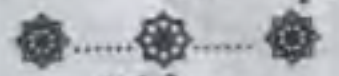
میں کب سے غائب دماغی کی کیفیت لیے انہی باتوں پر غور کر رہا تھا لیکن کوئی سرا میرے ہاتھ نہیں لگ رہا تھا ابھی پچھلے دنوں ہی میں ضبط کے انتہائی کڑے مراحل سے گزرتے اس سے اس بارے میں استفسار کر بیٹھا تھا۔ میرے ضبط کا پیمانہ چھلک ہی پڑا تھا۔

"شہوار کیا تم میرے ساتھ خوش نہیں ہو کیوں ہمیشہ مجھ سے اتنے فاصلے پر نظر آتی ہو ہمیشہ مجھے نظر انداز کرتی ہو۔" میں بھی انسان تھا برداشت کہاں تک کرتا آخر اس سے رات میں پوچھ بیٹھا۔

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے آپ غلط سوچ رہے ہیں وہ آپا وغیرہ آئی ہوئی تھیں تو میرا زیادہ وقت ان کے ساتھ گزرتا تھا لیکن اب تو وہ بھی چلی گئی ہیں۔" اس نے میرے لہجے پر گڑبڑاتے نہایت بھونڈا سا جواز پیش کیا۔

"یہی تو میں کہہ رہا ہوں کہ اب تو تینوں آپائیں چلی گئی ہیں لیکن اب بھی تمہارے انداز وہی ہیں تم اس گھر میں نئی تھیں میں اگنور کرتا رہا لیکن ان سب علاوہ اب تو ہم دو لوگ یہاں موجود ہیں لیکن مجھے تو ہمیشہ تمہارا بے گانہ انداز ہی نظر آیا ہے۔ میں خود سے پیش قدمی کروں تو ٹھیک ورنہ میری پسند ناپسند کی تمہیں کوئی پروا ہی نہیں۔" میرے اس دو ٹوک انداز پر وہ بالکل خاموش رہی لیکن حالات میں سدھار اس کے بعد بھی نہ آیا تھا اور اب بھی ان واقعات کو لے کر میں کب سے الجھ رہا تھا جب ہی دروازے پر ناک کرتے علی نے اندر قدم رکھا۔ میں اب بھی بالکل خاموش تھا نہ ہی چائے کافی کا پوچھا تھا۔

"کیا بات ہے یار بہت اداس لگ رہا ہے۔ بھابی میکے گئی ہوئی ہیں کیا جوان کے فراق میں غم و یاس کی تصویر بنے بیٹھا ہے۔" میری اتری صورت دیکھ کر وہ فوراً ہی بھانپ گیا تھا۔

"نہیں یار ایسی بات نہیں ہے بس سر میں درد ہو رہا ہے اس لیے شاید تجھے ایسا لگ رہا ہے۔" میں نے بروقت عذر تلاش کر کے اسے مطمئن کرنا چاہا۔

"تو یہاں کیوں منہ لٹکائے بیٹھا ہے چھٹی لے کر گھر جا بھابی سے خدمت کروا، منٹوں میں ٹھیک ہو جائے گا۔" اس نے مسکراتے ہوئے مجھے بھی مسکرانے پر اکسایا۔

"ہونہہ گھر جہاں میری کوئی اہمیت وقعت نہ پہلے تھی نہ اب ہے نہ پہلے کسی کو پروا تھی اور نہ اب ہے۔" میں یہ صرف سوچ کر ہی رہ گیا۔

"کیا بات ہے یار کہاں گم ہو کوئی مسئلہ ہے تو شیئر کرو آج تک ایسی نوبت کبھی نہیں آئی کہ مجھے خود سے پوچھنا پڑے تو خود ہی ہر بات شیئر کر لیتا ہے پھر آج یہ بیگانگی کس لیے؟" میں سوچتا ہی رہا آیا اس معاملے کو علی سے شیئر کروں کہ نہیں وہ بھی کیا سوچے گا ابھی مہینہ بھر ہوا نہیں اور میں اپنی ازدواجی زندگی کے مسائل لے کر بیٹھ گیا۔

"یار اب تم بولتے ہو کہ نہیں، چلو اب شروع ہو جاؤ جلدی سے۔" اس نے حق دوستی ادا کر کے مجھ سے سب اگلوا کر ہی دم لیا۔

"یار دراصل شہوار بہت الگ طبیعت کی مالک ہے۔ میں اب تک اس کی نیچر سمجھ نہیں پایا۔ میری کوئی حیثیت ہی نہیں ہے اس کی نظر میں۔ میں شروع سے ایسے ہم سفر کی خواہش رکھتا تھا جسے میری پروا ہو میری خوشی و میری پسند کا احساس ہو اپنی من مانی کرنے کے بجائے وہ میرے فیصلوں اور باتوں کو اہمیت دے۔ شروع سے ہی آپاؤں اور اماں نے مجھ پر اپنا رعب قائم رکھا تو ایسے میں میرا ایسا سوچنا کیا غلط تھا؟"

"یار اصل مسئلہ کیا ہے وہ تمہاری بات نہیں مانتیں کیا؟"

"نہیں یار بات ماننا تو دور وہ زیادہ بات تک نہیں کرتی، سب سے ہنستی بولتی ہے ہنسی مذاق کرتی ہے لیکن میرے سامنے بالکل گم صم اور بے خبر بن جاتی ہے۔ میں یہاں آفس سے دو دو بار اسے فون کرتا ہوں باہر گھمانے کا کہتا ہوں، ڈنر کا ذکر کرتا ہوں لیکن وہ کوئی خاص لفٹ ہی نہیں کراتی میں کتنا ہی آفس سے لیٹ ہو جاؤں کبھی ایک فون تک نہیں کرتی۔" میں نے علی کے سامنے اپنا حال دل کھول کر رکھ دیا تھا۔

"ابے گھامڑ یہ تو سیدھی سی بات ہے جب تم اسے دن میں دس دس بار فون کرو گے تو وہ تمہیں خود سے کیوں فون کرے گی۔ یہ عورت ذات بھی بہت عجیب ہوتی ہے ٹیڑھا پن تو ان میں فطری ہے بہرحال اتنا دل پر مت لو بس اب جیسا تجھے میں کہوں گا ویسا ہی کرنا ذرا بھی جذبات سے مغلوب ہو کر پھسلنے کی کوشش مت کرنا اپنے دوست پر بھروسہ کر آخر پانچ سالوں کا تجربہ ہے تمہاری بھابی کو جھیلنے کا۔" اس نے ہنستے مسکراتے میری ساری پریشانی بانٹ لی تھی اور بہت سے مفید مشوروں سے بھی نوازا۔ میں نے خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کیا اور پھر سے کام میں مصروف ہو گیا۔

❁......❁......❁

اس دن بھی وہ حسب معمول صحن میں کیاری کے قریب رکھی کرسیوں پر علیزہ کے ساتھ بیٹھی تھی نہ جانے کس بات پر ہنس رہی تھی۔ اماں بھی برابر میں خوشگوار انداز میں موجود تھیں۔ میں نے گھر میں داخل ہوتے ہی ایک اچٹتی نگاہ اس دشمن جاں پر

ڈالی اور بغیر تاخیر کیے نہایت بدمزاجی کا مظاہرہ کرتے کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔

"ارے کیا بات ہے بیٹا نہ سلام نہ دعا منہ اٹھا کر اندر کیوں چلے جا رہے ہو۔" اماں نے حسب توقع فوراً ہی نوٹس لیا تھا لیکن میں خاموش ہی رہا۔

"بھائی آپ منہ دھو کر آئیں میں چائے بنا کر لاتی ہوں آپ کے لیے۔" علیزہ نے بھی فوراً اٹھتے ہوئے کہا۔

"مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں آپ لوگ پئیں چائے اور پلیز مجھے ڈسٹرب مت کیجیے گا میرے سر میں درد ہے۔" میں نے تلخ مزاجی کی انتہا کرتے نگاہیں چراتے اندر جانے میں ہی عافیت سمجھی۔

آج علی کے کہنے پر میں نے آفس سے شہوار سے بات کرنے کی غرض سے فون بھی نہیں کیا تھا۔ وہ لوگ بھی میرے پیچھے پیچھے اندر آ گئے تھے۔

"لو اسے اچانک کیا ہو گیا صبح تو اس کا موڈ بالکل ٹھیک تھا اور اب آفس کا غصہ ہم پر کیوں اتار رہا ہے۔" اماں سے میری بدتمیزی برداشت نہیں ہو رہی تھی لہٰذا وہ کافی گرم ہو رہی تھیں۔

"بھابی چائے تو تیار ہے ایسا کریں آپ بھائی کو اندر ہی چائے دے آئیں یہاں وہ ڈسٹرب ہوں گے۔" علیزہ نے بھائی کی ہمدردی میں فوراً ہی بھابی کو پیش کش کی۔

"لیکن علیزہ تمہارے بھائی تو اس وقت کافی غصے میں ہیں اور پھر وہ ڈسٹرب کرنے سے منع بھی کر گئے ہیں میں کیسے لے جاؤں چائے اندر۔" شہوار کی عذر تلاشتی آواز مجھے صاف سنائی دے رہی تھی میں بھی ان کی گفتگو سننے کی غرض سے دروازے کے پاس ہی رک گیا تھا۔

پھر نہ جانے کیا فیصلہ طے پایا قدموں کی آہٹ پا کر میں چپ چاپ بیڈ پر دراز ہو گیا۔ چوڑیوں کی کھنک پا کر میں بخوبی سمجھ گیا تھا کہ اندر تشریف لانے والی ہستی زوجہ محترمہ ہی ہیں۔ میں کروٹ لیے سونے کی ایکٹنگ کرتا رہا۔ وہ کچھ دیر کپ تھامے تذبذب کا شکار رہی۔ پھر کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھتے بغور جھک کر اس بات کا جائزہ لیا کہ آیا میں سچ مچ سو رہا ہوں یا صرف بن رہا ہوں۔ اچھی طرح غور کرنے کے بعد شاید ان موصوفہ کو میری سوئی ہوئی حالت پر یقین آ گیا تھا تب ہی دھیرے سے وہ بیڈ کی دوسری طرف سے ہوتے میرے برابر میں آ بیٹھی۔ میں اس کے اس فعل پر حیران تھا کہ یہ کیا کرنے والی ہے۔ کچھ دیر وہ یونہی بیٹھی رہی پھر اپنے ہاتھوں سے چوڑیاں اتار کر دھیرے سے اپنا حنائی ہاتھ میرے ماتھے پر رکھ کر ہولے ہولے میرا سر دبانے لگی۔ علی کی

سیدہ ام رباب

السلام علیکم! آنچل کے تمام قارئین اور اسٹاف کو میرا پیار بھرا سلام۔ میں آنچل کی خاموش قاری ہوں اور فرسٹ ٹائم شرکت کر رہی ہوں، میری ڈیٹ آف برتھ 21 جون ہے، میرا نام سیدہ ام رباب ہے۔ میرا نک نیم گڑیا ہے، ہم پانچ بہن بھائی ہیں بڑا بھائی سجاد حیدر بی اے کر رہا ہے۔ اس کے بعد میرا نمبر آتا ہے میں بی ایس کر رہی ہوں اور چھوٹا بھائی قیصر عباس میٹرک میں ہے۔ اتنا کمزور ہے کہ پھونک ماریں اور اڑ جائے اور اس کے بعد نجف مہتاب چھٹی کلاس اور زہرہ نایاب کلاس چہارم میں ہے، میں قصبہ سید والہ میں رہتی ہوں میں ہر ایک کے ساتھ فرینڈلی رہتی ہوں لیکن اس کے باوجود فرینڈز زیادہ بہت کم ہوں۔ میری والدہ ہاؤس وائف ہیں اور میرے والد صاحب ریٹائرڈ ملٹری آفیسر ہیں میری پسند تبدیل ہوتی رہتی ہے ہر چیز سے بہت جلد اکتا جاتی ہوں۔ بہت موڈی ہوں، غصہ بہت جلدی آ جاتا ہے، مخلص بہت زیادہ ہوں۔ دوغلے لوگوں پر مجھے بہت غصہ آتا ہے، آنچل پڑھنے کا چسکا مجھے میری ماما سے لگا ہے۔ ناول "یہ چاہتیں یہ شدتیں" مجھے بہت اچھا لگا اس کے بعد میں نے آنچل باقاعدگی سے پڑھنا شروع کیا ہے اور آج کل "بھیگی پلکوں پر" میرا پسندیدہ جا رہا ہے، اس کے ساتھ ہی اجازت چاہتی ہوں اللہ حافظ۔

باتوں کے اس قدر رغبت اور جلد نتائج ملیں گے میرے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ چوڑیاں میرے ڈسٹرب ہونے اور جاگ جانے کے خیال سے اتاری گئی تھیں۔ اس کے نرم ہاتھوں کا لمس اپنے بالوں اور ماتھے پر محسوس کرتے یکدم ہی میں پرسکون ہو گیا تھا۔ دل اس کی ذرا سی توجہ پا کر ہی کھل اٹھا تھا لیکن اب میں جلد بازی کا مظاہرہ کر کے یہ سب کھونا نہیں چاہتا تھا لہٰذا خاموش ہی رہا۔

وہ نجانے کب تک میرے پاس بیٹھی میری تھکن اپنے پوروں سے چنتی رہی میں نیند کی آغوش میں چلا گیا نجانے کب تک سوتا رہا تھا۔ آنکھ کھلنے پر سب کچھ خواب محسوس ہو رہا تھا لیکن یہ سب حقیقت تھی کمرے میں اس کی چوڑیاں ابھی تک وہیں موجود تھیں جہاں وہ میرے سامنے اتار کر گئی تھی۔ سونے سے پہلے جو بیزاریت و بے چینی تھی اب اس کا نام و نشان تک نہ تھا۔ میں

کمرے سے باہر نکل آیا۔ وہ علیزہ کے ساتھ کچن میں رات کے کھانے کی تیاری میں مصروف تھی۔ میں انہیں نظر انداز کرتا باہر نکل آیا میرا ارادہ علی کی طرف جانے اور اسے مثبت اور فوری نتائج سے آگاہ کرنے کا تھا۔

فارعہ بھابی نے مجھے دیکھتے کولڈ ڈرنک سے میری تواضع کی اسی دوران علی بھی آچکا تھا مختصراً میں نے تمام روداد اسے کہہ سنائی جواباً اس نے بھی داد طلب نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"شہریار بھائی آپ لوگ آرام سے باتیں کریں میں کھانا تیار کررہی ہوں آپ ہمارے ساتھ کھانا کھا کر ہی جایئے گا اور ہاں کبھی شہوار کو بھی اپنے ساتھ لایئے گا ناں۔" میرے ساتھ ساتھ انہوں نے شہوار کو بھی آئندہ ساتھ لانے کا کہا۔

"جی بھابی پھر کبھی سہی لیکن آج میں جلدی میں ہوں۔" میں نے معذرت چاہی لیکن انہوں نے کھانا کھلا کر ہی بھیجا۔

علی کی طرف سے واپس گھر لوٹتے دس بج چکے تھے ابا تو چونکہ تہجد کے وقت کے اٹھے ہوتے تھے لہٰذا وہ تو سو چکے تھے۔ البتہ شہوار علیزہ اور امی میرے منتظر تھے۔ میں اپنا سیل بھی جان بوجھ کر گھر پر ہی چھوڑ گیا تھا لہٰذا ان کی پریشانی بجا تھی۔

"وقت دیکھا ہے تم نے کیا ہو رہا ہے کہاں تھے اتنی دیر سے اور ایسی بھی کیا افتاد کہ اپنا فون بھی گھر پر ہی چھوڑ گئے۔" اماں نے اس بات سے قطع نظر کہ میں خراب موڈ اور خراب طبیعت کے ساتھ گھر سے گیا تھا کافی کھری کھری سنائی انہوں نے شہوار کی موجودگی کا بھی لحاظ نہ کیا۔

"یہیں تھا طبیعت بوجھل ہو رہی تھی اس لیے کچھ دیر باہر ہی رک گیا۔" افسردہ لہجہ میں اماں کو مطمئن کرنا چاہا تھا لیکن آخر کو وہ بھی میری ہی اماں تھیں۔

"ڈاکٹر کو دکھایا تم نے ہاں پہلے کھانا کھاؤ پھر دوا لے کر سونا۔" مجھے نصیحت کرتے انہوں نے علیزہ کو کھانا لانے کے لیے کہا۔

"نہیں کھانے کو میرا دل نہیں کر رہا ہے رہنے دو علیزہ۔" علیزہ کو منع کرتے میں اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ میرے آنے کے کچھ دیر بعد ہی شہوار ہاتھ میں دودھ کا گلاس تھامے چلی آئی۔

"یہ لیں دودھ کے ساتھ دوا لے لیں۔" اس نے کہا۔

"بہت شکریہ رکھ دو میں خود ہی لے لوں گا۔" گلاس تھامتے ہوئے میں نے صاف انکار کردیا۔

❁......❁......❁

اماں، علیزہ اور شہوار میرے جلدی آفس جانے پر حیران تھیں لیکن میں کام کا بہانہ کرتے ہلکا سا ناشتا کرکے آفس کے لیے نکل گیا۔

اب مجھے صرف علی کی ہدایات کے مطابق ہی عمل کرنا تھا آج بھی آفس سے میں نے گھر فون جان بوجھ کر نہیں کیا تھا۔ میرے ان رویوں اور بدلتے طرز عمل پر شہوار مجھ سے کچھ نہ بھی کہتی تو بھی اس کا اضطراب و بے چینی مجھ سے پوشیدہ نہ تھی لیکن جتنا اس نے مجھے ستایا تھا یہ سب اس کا عشر عشیر بھی نہ تھا۔ روز گھر لیٹ جانا میرا معمول بن گیا تھا۔ کمرے میں آ کر بھی میں بے نیاز ہی رہتا۔ جب ہی سیل کی بجتی ٹون نے میری توجہ مبذول کرلی دوسری طرف فارعہ بھابی تھیں میرے اور علی کے پلان میں اب وہ بھی شامل تھیں اور اس دن میرے ہی منت سماجت پر وہ اس کام کے لیے رضامند ہوئی تھیں۔ وہ مجھ سے حالات کی بہتری اور شہوار کے بدلتے رویے کے متعلق پوچھ رہی تھی دوسری طرف غالباً یہ نسوانی آواز شہوار کی سماعت تک بھی پہنچ رہی تھی۔ تبھی وہ بے کل و مضطرب اِدھر اُدھر ٹہل رہی تھی۔ فارعہ بھابی نے مختصراً بات کرکے فون علی کو تھما دیا تھا لیکن میں اب بھی انہی لن ترانیوں میں مصروف تھا۔

"ہاں بس آج کل مصروفیات ہیں لیکن بہت جلد چکر لگاؤں گا میں بخوبی جانتا ہوں کہ تم ہر جگہ میری کمی محسوس کرتی ہو۔" شہوار کو سناتے میں جان بوجھ کر علی سے اب فضول کی باتیں کر رہا تھا جبکہ دوسری طرف وہ ہنس ہنس کر بے حال ہو رہا تھا۔

"ٹھیک ہے بعد میں بات ہوگی۔ مِس یو ٹو۔" کہتے میں نے خدا حافظ کہا اور فون رکھ دیا۔ شہوار خود کو مصروف اور لاتعلق ظاہر کر رہی تھی جبکہ اس کا چہرہ کچھ اور ہی چغلی کھا رہا تھا لیکن اس نے مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ میں بھی خاموشی سے لیٹ گیا تھا اسی رات تین بجے علی نے دوبارہ کال کی میں نے اب اس کا نمبر بھی فارعہ بھابی کے نام سے Save کرلیا تھا اور فارعہ نام ہی میرے سیل کی اسکرین پر جگمگا رہا تھا تیزی سے بجتے فون کو سائلنٹ پر کرتے شہوار پر ایک گہری نگاہ ڈالتے میں چپ چاپ اپنے کمرے سے ملحق ڈریسنگ روم میں آگیا اور صوفے پر آرام سے بیٹھ گیا۔ علی تو صرف بیل دے کر سو گیا تھا لیکن میں یہاں شب بے داری کے عالم میں اس دشمن جاں کو سدھارنے کا فرض سرانجام دے رہا تھا۔ دوسری طرف مجھے اندازہ تھا کہ شہوار کروٹ بدلتی میری ہی منتظر ہوگی اور میری اس حرکت پر زیادہ دیر چپ نہیں رہے گی۔ اپنا آدھا پون گھنٹہ وہاں صوفے پر گزار کر میں واپس آ گیا میری آہٹ پاکر وہ سوتی بن گئی۔ میرے اس بدلتے طرز عمل نے شہوار کو بھی کافی حد تک بدل ڈالا تھا آفس جانے سے قبل اور واپسی پر اب وہ میرے ارد گرد گھومتی نظر آتی شاید وہ میری جاسوسی کر رہی تھی کہ میری ان سرگرمیوں کے پیچھے کیا راز ہے کیا سچ مچ میرا افیئر چل رہا ہے بہرحال وہ اسی کھوج میں کئی دن ہلکان

میرے قریب ہوتی جا رہی تھی۔

پچھلے ہفتے سے علی کا یہی معمول تھا وہ روز رات دو بجے میرے نمبر پر بیل دیتا میں شہوار پر جھک کر اس کے سوئے ہونے کا یقین کرکے دوسرے کمرے میں آجاتا آدھا پون گھنٹہ ضائع کرتا اپنی نیند کی قربانی دیتا میں اسی دشمنِ جاں کی خاطر یہاں بیٹھا تھا۔ لیکن ہم دونوں میں ایک بات مشترک تھی اگر میں اس کی خاطر اپنی نیند قربان کر رہا تھا تو وہ بھی روز رات میں جاگ کر یہ لمحات جلتے کلستے میں ہی گزارتی تھی۔

کبھی کبھی اس کی آہٹ کو محسوس کرکے میں خود ہی مدہم آواز میں اپنے آپ ہی باتیں کرتا رہتا اس کو یقین ہوچکا تھا کہ دوسری طرف ضرور کوئی لڑکی ہی میری مخاطب ہے۔ جس کی وجہ سے میں یوں شب بے داری کرتا ہوں۔

اس دن میں شاور لے کر نکلا تو وہ سیل ہاتھ میں لیے بے یقینی کی کیفیت میں میرا سیل چیک کر رہی تھی اور رہی سہی کسر علی کی کال نے پوری کردی جس پر فارعہ کا نام جگمگا رہا تھا۔ میں نے ایک سیکنڈ کی تاخیر کے بغیر اپنا سیل اس کے ہاتھ سے جھپٹا تھا اور کافی برہم بھی ہوا تھا۔ جیسے میرا کوئی راز کھل گیا ہو۔

"آئندہ اس طرح میری اجازت کے بغیر میرا سیل مت اٹھانا مجھے بالکل بھی پسند نہیں ہے کہ تم میرے پرسنل معاملات میں دخل اندازی کرو۔" میں کچھ زیادہ ہی تلخ ہوگیا تھا اس کی آنکھوں میں اترتی نمی مجھ سے چھپی نہ رہ سکی تھی۔ وہ بھی اپنا چہرہ دوسری طرف کیے فوراً ہی کمرے سے چلی گئی تھی۔

اس کے طرز عمل میں بدلاؤ تو میرے بدلتے رویے کو دیکھ کر آ ہی گیا تھا لیکن اب وہ اکثر اداس نظر آتی۔ شام میں روز جیسے بنی سنوری رہتی تھی اب وہ سب ترک کرکے گھر کے کاموں میں اور میرے کاموں میں الجھی رہتی۔ عجیب سی اداسی و افسردگی نے اس کے چہرے کا احاطہ کر رکھا تھا لیکن وہ ابھی تک اس معاملے میں مجھ سے کچھ بھی نہ کہہ پائی تھی۔ اس کی اس خاموشی اور افسردگی پر مجھے بعض اوقات شرمندگی بھی ہونے لگتی لیکن میں ابھی اس کے لوٹنے کا منتظر تھا کہ وہ خود سے میرے پاس آئے میری طرف پیش قدمی کرے۔

ماہ رمضان کی آمد آمد تھی۔ ہر طرف گہما گہمی اور چہل پہل تھی۔ لوگ ابھی سے رمضان کی تیاریوں میں مشغول تھے۔ اماں نے بھی شہوار کے چند سوٹ پیک کرتے اسے دکھائے تھے۔

"شہوار یہ تمہارا شادی کے بعد پہلا رمضان اور پہلی عید ہے تم اپنی امی کی طرف جانا چاہو تو چلی جانا۔ میری بھی یہی مرضی ہے آرام سے یہ ماہ وہاں گزارنا آخری عشرے میں ہم تمہیں لینے آئیں گے اور تم بتاؤ تمہارا کیا خیال ہے بیٹا؟" اماں نے بغیر مجھ سے مشورے کے اسے اپنی امی کی طرف جانے کی خوش خبری سنادی تھی جبکہ میں اماں کی اس رعایت پر جز بز ہو رہا تھا۔

"جی اماں آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں لیکن شادی کے بعد میرا یہ پہلا رمضان ہے اور میں چاہتی ہوں کہ میں یہ آپ کے ساتھ اپنے گھر میں گزاروں یہاں کے سحر و افطار سے لطف اندوز ہوں وہاں تو اپنی زندگی کے بہت ماہ مبارک گزارے ہیں لیکن اس مرتبہ یہاں کا تجربہ میرے لیے نیا اور شاید خوشگوار بھی ہو۔" اس نے ایک نظر مجھ پر ڈالتے اماں کو اپنی سوچ سے آگاہ کیا۔

اماں بھی اس کی سمجھداری اور بڑائی کی قائل ہوئی جا رہی تھیں۔

"ٹھیک ہے بیٹا جیسے تمہاری مرضی اور ہمیں تو بہت خوشی ہوگی کہ تم ہمارے ساتھ رمضان گزاروگی۔" شہوار کے اس فیصلے نے میرا دل بھی خوش کردیا کم از کم اب اسے میری پسند ناپسند کا میری خوشی و ناخوشی کا بغیر کہے ہی ادراک ہو جاتا تھا وہ میری مرضی کے سانچے میں ڈھل گئی تھی تو پھر اب میری خفگی و بے گانگی بھی بیجا تھی۔ میں اس کے دل سے ان تمام خدشات کو دور کرکے ماہ رمضان کی ابتدا کرنا چاہتا تھا۔ حقوق اللہ کی بہتر انداز میں ادائیگی سے پہلے حقوق العباد ادا کرنا چاہتا تھا اور اب مجھ پر سب سے زیادہ حق اس کا ہی تو تھا آفس میں بیٹھے میں فیصلہ کرچکا تھا کہ اب اس کھیل کا کلائمکس کر ہی دینا چاہیے۔ واپسی پر میں نے ایک خوب صورت کارڈ اور خوب صورتی و نزاکت سے بنا گلدستہ لیا اور گھر کی جانب قدم بڑھائے۔

گھر واپسی پر غیر معمولی سناٹے نے میرا استقبال کیا۔ اماں اور علیزہ باہر کسی کام سے گئی ہوئی تھیں۔ آج ماہ رمضان کا چاند نظر آنے کی توقع تھی لہٰذا اماں آج سب کام نمٹا لینا چاہتی تھیں۔ شہوار کچن میں چائے تیار کر رہی تھی۔ میں سیدھا کمرے میں آیا اور سب چیزیں ایک طرف چھپا دیں۔ مبادا اس کی نظر نہ پڑ جائے کچھ دیر بعد ہی وہ چائے کا کپ لیے حاضر تھی۔ میں نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا۔ سادگی و معصومیت سے بھرپور لیکن سوگوار حسن تھا وہ مجھ سے کچھ کہنے کی غرض سے پس و پیش تھی ہاتھوں کی انگلیاں چٹخاتے میری طرف دیکھتے وہ گویا ہوئی۔

"شہریار میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔" کافی وقت کے بعد وہ صرف اتنا ہی کہہ پائی۔

"ہاں کہو میں سن رہا ہوں۔" میری تمام تر توجہ اسی کی طرف تھی جس طرح وہ مجھے ستانے اور نظر انداز کرنے میں مجھ پر سبقت لے گئی تھی اسی طرح آج مجھے منانے میں بھی وہ مجھ پر بازی لے گئی۔

"شہریار مجھے معاف کردیں میں نے آپ کو بہت تنگ کیا۔

آج مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں کیونکہ آپ کے اس رویے کی ذمہ دار میں خود ہوں۔ آپ کی تمام توجہ اور محبت کے باوجود میں آپ کو نظر انداز کرتی رہی۔ میرے ہی اجتناب پر آپ کہیں اور انٹرسٹڈ ہوگئے لیکن پھر بھی پلیز میرے ساتھ ایسا مت کریں میں تھک گئی ہوں آپ کی بے رخی برداشت کرتے کرتے۔ اب مجھے اپنے رویے کا بخوبی احساس ہورہا ہے۔" میرے قدموں میں بیٹھی زاروقطار روتی میری جانب سے عجیب خدشات کا شکار تھی۔ وہ خود کو میری جانب سے غیر محفوظ محسوس کررہی تھی۔ تب ہی یوں بکھر گئی تھی۔ اس کی اس حالت پر میں یکدم ہی بوکھلا گیا یہ حساس لڑکی اس بات پر اتنی پریشان و متفکر تھی کہ اپنا آپ بھول بیٹھی تھی۔ اس کے آنسوؤں کو اپنی پوروں پر جذب کرتے میں نے اسے اپنے پہلو میں بٹھالیا۔ میرے کچھ کہنے سے قبل وہ پھر شروع ہوگئی۔

"شہریار میں تو خود آپ سے دور ہوکر مضطرب و بے قرار تھی۔ میں نے کبھی کسی کا دل نہیں دکھایا اور اپنے مجازی خدا کا دل دکھا کر میں بھلا کیسے خوش رہ سکتی تھی لیکن میں مجبور تھی آپا کی بات کو بھی تو ٹال نہیں سکتی نا۔" آپا کے نام پر میں ایک دم چونک گیا کہ ہمارے اس قصے میں آپا کا کیا ذکر۔ اس پر شہوار نے میرے اور ابا کے درمیان ہونے والی اس دن کی بات دہراتے آپا کے سب بات سن لینے کا ذکر کیا۔

"انہوں نے ہی مجھے یہ سب کرنے کا کہا تھا کہ میں آپ کو نظر انداز کروں اور آپ کے ذہن سے ان غلط افکار و خیالات کو نکال سکوں۔ آپ کو بہتر انسان بنانے کی جو ذمہ داری اب تک آپا اور اماں سر انجام دے رہی تھیں وہ انہوں نے میرے کاندھوں پر ڈال دی۔ مگر ان سب کا اثر الٹا ہوگا مجھے نہیں پتا تھا۔ میں تو صرف آپا کا حکم مان رہی تھی۔"

شہوار سے تمام تفصیلات سن کر اس دن کا منظر میری نگاہوں میں گھوم گیا جب ابا نے مجھے ابتدا میں اپنی نصف بہتر کو قابو کرنے اور نظر انداز کرنے کا کہا تھا تاکہ وہ خود بخود میری جانب متوجہ ہو۔

"اف میرے خدا...... آپا بھی نا......!" میں اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ اس کے رونے میں مزید شدت آگئی تھی۔ میں اس کے آنسو اپنی پوروں پر چنتا رہا اور پھر اسے چھت پر لے آیا اسے شانوں سے تھامتے اپنے قریب کیا۔

"اس معاملہ میں علی اور فارعہ بھابی نے جس طرح میرا ساتھ دیا اور میرے ہمسفر کو میرا اہم قدم بنایا میں ساری زندگی ان کو نہیں بھلا سکتا۔ اگر تم آپا کے ساتھ مل کر اپنے مجازی خدا کے خلاف محاذ جنگ کھول سکتی ہو تو میں بھی تمہیں سدھارنے کے لیے خاموش تو نہیں بیٹھ سکتا تھا نا آخر کو تم میری پہلی اور آخری محبت ہو۔" گہری نظریں اس پر مرکوز کرتے میں شرارتی ہوا اور اسے علی کے پلان سے آگاہ کیا۔

"آپ مجھ سے ناراض تو نہیں ہیں نا۔" اس نے ایک مرتبہ پھر مجھ سے تصدیق چاہی۔

"یار اگر تم اسی طرح میرا خیال رکھو اور مجھے اپنی محبت سے نوازو تو کون اپنی حسین مہہ جبیں نازنیں بیگم سے ناراض ہوگا۔" میں نے اپنے ہاتھوں میں چھپایا خوب صورت سا کیک اس کے سامنے کردیا۔ جسے میں اس کی خاطر ہی لایا تھا۔

"آج موسم ابر آلود ہے رمضان کا چاند نظر نہیں آئے گا۔" آسمان پر نگاہ دوڑاتے اس نے میری توجہ بھی آسمان کی طرف مبذول کی۔

"لیکن مجھے تو میرا چاند آنگن میں اترا صاف نظر آرہا ہے۔" اس کی تھوڑی پر انگلی رکھتے اس کا چاند سا مکھڑا اپنے سامنے کرتے میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

شرم وحیا سے گل و گلنار ہوتی وہ رخ موڑ گئی۔ جبھی قریبی مسجد سے بلند آواز سنائی دی۔

"حضرات رمضان کا چاند نظر آگیا ہے کل پہلا روزہ ہوگا تمام اہل اسلام کو یہ ماہ مبارک بہت بہت مبارک ہو۔" میں نے بھی اس کے کان میں سرگوشی کرتے ماہ رمضان کے چاند کی مبارک باد دی۔

آسمان پر نگاہ ڈالی تو بادلوں کی جھرمٹ میں بالکل نازک سا چاند اپنی جھلک دکھا رہا تھا۔ ہم دونوں نے چاند دیکھ کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اپنی خوشیوں کے دائمی اور ابدی ہونے کی دعا مانگی۔ بے ساختہ نگاہیں ٹکرائیں اور ہماری ایک ہی دعا ہونے پر ہم دونوں ہی مسکرا دیے اور ہمارے اس ملن پر ماہ رمضان کا چاند بھی ہم پر مسکراتے اور ہم سے شرماتے رخصت ہوگیا۔

رمضان کریم

روحانی مسائل کا حل

حافظ شبیر احمد

شہناز اختر...... منڈی بہاؤالدین

جواب:۔ طبی علاج کروائیں۔

سورۃ الفلق، سورۃ الناس 11,11 مرتبہ مغرب اور عشاء میں پڑھا کریں۔

بشریٰ پروین...... منڈی بہاؤالدین

جواب:۔ "یالطیف یا ودود" 101 مرتبہ اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔ عشاء کی نماز کے بعد۔ شوہر اور ساس کا تصور رکھ کر پڑھیں۔

عفت سلطان...... راولپنڈی

جواب:۔ فجر کی نماز کے بعد سورۃ الفاتحہ 11 مرتبہ مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد سورۃ الفلق، سورۃ الناس 11,11 مرتبہ پڑھ کر دم کیا کریں۔ صدقہ بھی دیں۔

اقرا ارشد...... سرگودھا

جواب:۔ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ سورۃ قریش پڑھیں امتحان میں اچھے نمبروں سے کامیابی کے لیے۔

محمد رفیق...... چکوال

جواب:۔ آپ کی بیوی پر آسیب ہے۔ روحانی علاج کروائیں۔

بچوں کے روزگار امتحان میں کامیابی کے لیے سورۃ قریش 21,21 مرتبہ فجر اور عشاء کی نماز کے بعد اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔ بچے خود پڑھیں۔

ہفتہ میں ایک مرتبہ سورۃ بقرۃ پانی پر دم کرکے رکھ لیں۔ روزانہ گھر میں چھڑکیں (حمام کے علاوہ) اور گھر کے تمام افراد استعمال کریں۔

سائرہ بی بی...... چکوال

جواب:۔ (1) سورۃ قریش 111 مرتبہ بعد نماز عشاء اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف روزانہ روزی کے لیے۔

(2) روزانہ ایک تسبیح استغفار ایک تسبیح درود شریف کی پڑھا کریں کسی بھی وقت۔

(3) نام کا کافی اثر ہے صبح نہار منہ سورۃ عصر 11 مرتبہ پانی پر دم کرکے پلایا کریں۔

ناہید اختر

جواب:۔ جو وظائف دیے ہیں وہ پابندی سے کریں۔

قمر النساء...... چکوال

جواب:۔ فجر کی نماز کے بعد سورۃ یٰسین ایک مرتبہ۔ مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد سورۃ فلق، سورۃ الناس 11,11 مرتبہ پڑھا کریں۔

نام ٹھیک ہے سورۃ عصر پانی پر دم کرکے صبح نہار منہ پلایا کریں۔ 11 مرتبہ فرمانبردار بن جائے ضد چھوڑ دے۔

صدف...... گوجرانوالہ

مسئلہ نمبر 2:۔ انکل میں نے پارلر کھولا ہوا ہے لیکن وہ چلتا نہیں میری بڑی بہن نے اسٹوڈیو کھولا ہے اس کا نام نیلم ہے نقصان پر نقصان ہورہا ہے۔

جواب:۔ صدف پر آسیب ہے۔ علاج کروائیں۔

روزگار کے لیے۔سورۃ قریش 111 مرتبہ۔اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف بعد نماز عشاء والدہ کرلیں،روزانہ۔

روبینہ ریاض......ملتان

جواب:۔ مسئلہ نمبر1:۔ ہفتہ میں ایک مرتبہ سورۃ بقرۃ پڑھا کریں۔پانی پردم کرکے گھر کے تمام افراد پئیں اور گھر میں چھڑکیں بھی (حمام کے علاوہ)۔

مسئلہ نمبر2:۔روزانہ بعد نماز عشاء سورۃ قریش 111 مرتبہ(اول وآخر11,11مرتبہ درود شریف)۔

والد/ بھائی کے روزگار کے لیے' گھر میں برکت کے لیے اپنے گھر کے لیے دعا بھی کریں۔

مسئلہ نمبر3:۔رشتوں کے لیے(جن کا مسئلہ ہے وہ خود پڑھیں)

بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر74'70 مرتبہ اول وآخر11,11 مرتبہ درود شریف۔

سورۃ الفلق' سورۃ الناس 11,11 مرتبہ مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد۔

سعدیہ سکندر

جواب:۔ ناغہ نہ کریں۔ وظیفہ جاری رکھیں۔صرف نماز فجر کے ساتھ یہ وظیفہ کرنا ہے۔ صدقہ دیں' مرغی/ بکرا۔رکاوٹوں کو ختم کرنے کے لیے۔

مسئلہ نمبر2:۔زیتون کے تیل پر سورۃ فاتحہ 41 مرتبہ پڑھ کر دم کردیں روزانہ درد والی جگہ پر مالش کیا کریں۔(اول وآخر11,11مرتبہ درود شریف)۔

مسئلہ نمبر3:۔روزانہ ایک تسبیح استغفار' ایک تسبیح درود شریف۔بعد نماز عشاء۔

شازیہ فاروق......خان بیلہ

جواب:۔ مسئلہ نمبر1:۔ اگران کا یہ عمل آپ لوگوں کے لیے کسی پریشانی کا باعث نہیں بن رہا تو فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ نمبر2:۔فرحان سورۃ قریش پڑھا کرے ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ۔

مسئلہ نمبر3:۔استخارہ کسی سے کروالیں۔

مسئلہ نمبر4:۔ مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد 11,11 سورۃ الفلق' سورۃ الناس پڑھا کریں۔

مسئلہ نمبر5:۔اجر وثواب اللہ دے گا۔ٹھیک ہے۔

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیئے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔

اس ماہ جن لوگوں کے جواب شائع نہیں ہوئے وہ اگلے ماہ شائع ہوں گے۔

ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔

rohanimasail@gmail.com

روحانی مسائل کا حل کوپن برائے اگست ۲۰۱۳ء

نام......... والدہ کا نام......... گھر کا مکمل پتا.........

....

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پزیر ہیں.........

بیاضِ دل

میمونہ رومان

ظل ہما......فیصل آباد

بہالو خون سڑکوں پر مگر اتنا تو سوچو تم
وطن جب خون مانگے تو تمہارے پاس کیا ہوگا؟

علمہ شمشاد حسین......کورنگی' کراچی

انسان کی عظمت کو ترازو میں نہ تولو
انسان تو ہر دور میں انمول رہا ہے

یاسمین کنول......پسرور

اے نبیؐ! امی لقب صاحب اقراء تو ہے
اے شہا دیکھ عرب اور عجم تیرے ہیں
تیری سیرت سے ہیں روشن میری آنکھوں کے چراغ
میرے دل پر جو ہوئے حرف رقم تیرے ہیں

شمع مسکان......جام پور

اے دوستو تمہیں رمضان مبارک ہو
قبول اس مہینے میں ہر ایک عبادت ہو

امبر گل......جھڈو سندھ

پتھر ہی لگیں گے ہر سمت سے آکر
یہ جھوٹ کی دنیا ہے یہاں سچ نہ کہا کر
اب روتی ہے تجھ سے کئی بار کہا تھا
حالات کے دھارے کے مخالف نہ بہا کر

نادیہ فاطمہ رضوی......کراچی

وہ کہتا رہتا ہے بڑی مجبوریاں ہیں وقت کی محسن
صاف لفظوں میں وہ خود کو بے وفا نہیں کہتا

رانی اسلام......گوجرانوالہ

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آسان نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا
تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں
خنجر ہلال کا ہے قومی نشان ہمارا

ثوبیہ کوثر......ملتان

اس نے ملنے کی بھی کیا شرط رکھی ہے فراز
کہ چل کر آنا ہے سوکھے پتوں پر آہٹ کیے بغیر

اقصیٰ زرگر' سنیاں زرگر......جوڑہ

اے ربّ ذوالجلال تیری رحمتوں کی خیر
آیا ہوں گناہوں کا اک دفتر لیے ہوئے

ساجدہ زید......ویروالہ چیمہ

کچھ تو ہوا بھی سرد تھی کچھ تھا تیرا خیال بھی
دل کو خوشی کے ساتھ ساتھ ہوتا رہا ملال بھی
شام کی نا سمجھ ہوا پوچھ رہی ہے اک پتا
موجِ ہوائے کوئے یار کچھ تو میرا خیال بھی

نادیہ کامران......کہوٹہ سنگوٹ سیداں

میرے صبر پر کوئی اجر کیا مری دوپہر پر کوئی ابر کیوں
مجھے اوڑھنے دے اذیتیں' مری عادتیں نہ خراب کر

فوزیہ سلطانہ......تونسہ شریف

مجھے کیوں عزیز تر ہے یہ دھواں دھواں سا موسم
یہ ہوائے شام ہجراں مجھے راس ہے تو کیوں ہے؟
میں اجڑ کے بھی ہوں تیرا' تُو بچھڑ کے بھی ہے میرا
یہ یقین ہے تو کیوں ہے؟ یہ قیاس ہے تو کیوں ہے؟

تاراشاہ......چکوال

چپ چاپ چل رہے تھے سفرِ حیات میں
تم پر نظر پڑی تو گمراہ سے ہوگئے

منیبہ گلفام......لاہور

شب بیتی چاند بھی ڈوب چلا زنجیر پڑی دروازے پر
کیوں دیر گئے گھر آئے ہو سجنی سے کروگے بہانہ کیا

نوشین اقبال نوشی......گاؤں بدرمرجان

تُو آئے تو تیری نظر اتاریں ہم
خود کو پھینک دیں تیرے سر سے وار کر

صنم ناز......گوجرانوالہ

میرے ہم سفر کا یہ حکم تھا
کہ کلام اس سے میں کم کروں
میرے ہونٹ ایسے سلے کہ پھر
میری چپ نے اس کو رلادیا

سمیرا مشتاق ملک......اسلام آباد

جو پھول بن نہیں سکتے وہ خار ہوتے ہیں
جفائے یار کے سانچے ہزار ہوتے ہیں
میرے خلوص کا جب کوئی ذکر کرتا ہے

میرے حریف بڑے شرمسار ہوتے ہیں
نبیلہ لیاقت سونو.....سرگودھا

وہ بچپنے کی نیند تو اب خواب ہوگئی
کیا عمر تھی کہ شام ہوئی اور سوگئے
شبانہ امین راجپوت.....کوٹ رادھا کشن

نہ شفا ملے نہ دعا ملے تیرے دل میں درد اٹھا کرے
تُو جو موت کی کرے آرزو تیری عمر اور دراز ہو
دلکش مریم.....چنیوٹ

اب بھی آجاتا ہے وہ میرے خیالوں میں
آج بھی لگتی ہے حاضری اس غیر حاضر کی
مدیحہ نورین.....برنالی

فخرِ دولت بھی غلط نازِ نسب بھی باطل
ہے یہ کافی جو میں دنیا سے مسلمان گیا
عظمیٰ کنڈی.....گل امام

اے دوست میرے ظرفِ محبت کی داد دے
ہے دل کی چوٹ لب پر تبسم بنی ہوئی
رضیہ خان.....ستیانہ

تعارف روگ بن جائے تو اس کو بھولنا بہتر
تعلق بوجھ بن جائے تو اس کو توڑنا اچھا
وہ افسانہ جسے انجام تک لانا نہ ہو ممکن
اسے اک خوب صورت موڑ دے کر چھوڑنا اچھا
ثانیہ عبدالغفور.....للیانی، سرگودھا

میں چمکتا چاند آسمان کا وہ میرے ستارے تھے
میں تو اک پیاسی نگاہ تھا وہ میرے نظارے تھے
کہاں چلے گئے میرے پیارے مجھے تڑپتا چھوڑ کر
میں تو محض اک بیل تھا وہ میرے سہارے تھے
رمشاء عظمت.....بوسال مصور

وہ جو دیتا ہے ہر بات میں سمندر کی مثال
اس سے کہنا کبھی پانی میں اتر کر دیکھے
ارسہ عرفان.....عارف والہ

ہماری بات اتنی ہے کہ رازِ زندگی تم ہو
تمہاری بات تم جانو تمہارے راز ربّ جانے
انیس انجم.....جھنگ صدر

میری فطرت میں نہیں ہے کسی کو بھول جانا دوست
بھولتے وہ ہیں جن کو اپنے آپ پر غرور ہوتا ہے
فائقہ سکندر حیات.....لنگڑیال، گجرات

کس قدر خوب تھی سادگی آپ کی
آج بھی یاد ہے دوستی آپ کی
جب بھی فرصت کے لمحے ملے ہیں ہمیں
دل نے محسوس کی ہے کمی آپ کی
زین الدین صدیقی.....کراچی

میں جہاں کہیں بھی بھٹک گیا ہوں گرتے گرتے سنبھل گیا
مجھے ٹھوکروں سے پتا چلا میرا ہاتھ ہے کسی کے ہاتھ میں
پروین افضل شاہین.....بہاولنگر

دل میں پھر سے خوشیوں کا پیغام آرہا ہے
میں سمجھا شاید کوئی مہمان آرہا ہے
یہ جان کر خوشی سے میں سرشار ہوگیا
ہو مبارک ماہِ رمضان آرہا ہے
حنا اقبال.....کراچی

آشنا ہونا تھا غم سے کسی طور ہمیں
تو نہ ہوتا تو کسی اور سے بچھڑے ہوتے
نجمہ علی.....کراچی

چھوٹی پڑتی ہے انا کی چادر
پاؤں ڈھکتا ہوں تو سر کھلتا ہے
راحت علی.....کراچی

جب توقع ہی مٹ گئی غالب
کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی
سمیعہ گل صدیقی.....ملتان

میں وہاں ہوں جہاں جہاں تم ہو
تم کرو گے کہاں کہاں سے گریز

رمضان کریم
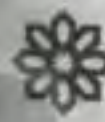
biazdill@aanchal.com.pk

دِش مُقابلہ

طلعت آغاز

دہی شوربہ

اجزاء:-

دہی	دو کپ
تیل	ایک کھانے کا چمچہ
پیاز (سلائس کاٹ لیں)	ایک عدد
چیری ٹماٹر	دو سے تین عدد
تازہ لال مرچ (چوپ کرلیں)	ایک چائے کا چمچہ
پودینہ (چوپ کرلیں)	ایک کھانے کا چمچہ
دہی کی کھٹی چھاچھ	ایک کپ
ثابت زیرہ	ایک چائے کا چمچہ
ہری مرچیں (چوپ کرلیں)	دو عدد
چاٹ مسالا پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچہ
شہد	ایک چائے کا چمچہ
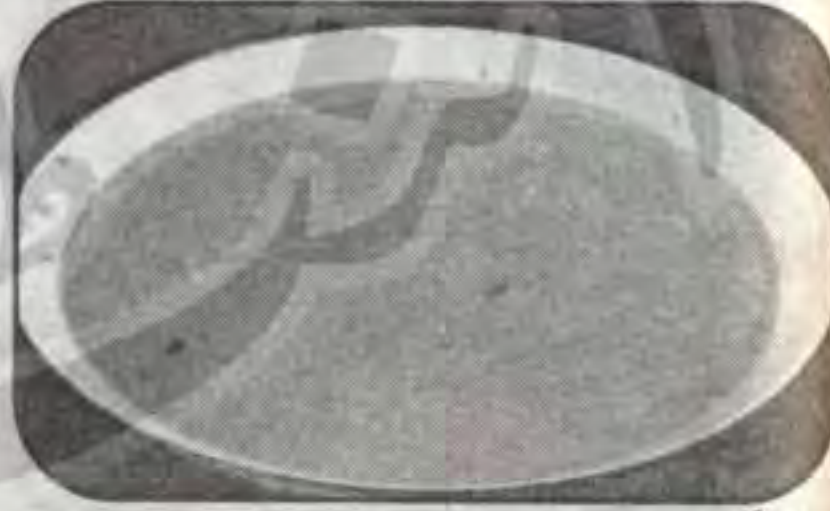
ترکیب:-

دہی اور چھاچھ کو ایک پیالے میں ڈال کر مکس کرلیں اور پتیلی میں ڈال کر ہلکی آنچ پر گرم کرلیں۔ سوس پین میں تیل گرم کریں اس میں زیرہ، پیاز، لال مرچیں، شہد ہری مرچیں ڈال کر بھون لیں۔ دہی اور چھاچھ کا مکسچر اس میں ڈال کر اچھی طرح مکس کریں اور پانچ سے دس منٹ تک پکائیں۔ چیری ٹماٹر اور پودینے کے پتے سے سجا کر پیش کریں۔

ام فروا.....خانیوال

فالسے کی چٹنی

اجزاء:-

فالسے	ایک کلو
بادام	چھ عدد (ہوائیاں کاٹ لیں)
اخروٹ	دو کھانے کے چمچے
چینی	آدھا کپ
پستہ	پانچ عدد

ترکیب:-

فالسے کو کسی دیگچی میں ڈال کر چولہے پر رکھ دیں اس میں چینی شامل کرکے اس میں تھوڑا سا پانی شامل کرکے پکائیں۔ بادام، پستہ اور اخروٹ ڈال کر پکائیں۔ اس میں اچھی طرح چمچہ چلاتی رہیں، یہاں تک کہ اس کا پانی خشک ہوجائے اور گاڑھی ہونے پر اتارلیں، مزے دار فالسے کی چٹنی تیار ہے۔

فائزہ رحیم.....مظفرگڑھ

مرچوں کے پکوڑے

ضروری اشیاء:-

بھرنے کے لیے:

ہری مرچیں (بڑی والی)	250 گرام
تیل	حسب ضرورت
نمک	حسب ذائقہ
چاٹ مسالا	ایک کھانے کا چمچہ
کھٹائی پاؤڈر	ایک کھانے کا چمچہ
بیسن	ایک کپ

ترکیب:-

مرچوں کو دھوکر چیرا لگا کر اس میں نمک چاٹ مسالا

اور کھٹائی پاؤڈر مکس کرکے بھر دیں۔ بیسن میں نمک، لال مرچ پاؤڈر، ہلدی پاؤڈر، میٹھا سوڈا، زیرہ پاؤڈر ملا کر پانی سے پھینٹ لیں، ایک کڑاہی میں تیل گرم کریں۔ مرچوں کو بیسن کے آمیزے میں ڈپ کرکے تیل میں ڈال کر درمیانی آنچ پر فرائی کریں، ٹشو پیپر پر نکال لیں، میٹھی چٹنی، ہری چٹنی کے ساتھ سروکریں۔

کنول اقبال...... گجرات

بینگن کے پکوڑے

ضروری اشیاء:۔

بینگن	تین عدد (بڑے)
پکوڑا مکس	ایک پیکٹ
چاٹ مسالا	ایک چائے کا چمچہ
تیل	تلنے کے لیے

ترکیب:۔

بینگن کے موٹے سلائس کاٹ لیں اور نمک کے پانی میں بھگو دیں۔ ایک چائے کا چمچہ چاٹ مسالا اور پکوڑا مکس کو تھوڑے سے پانی کے ساتھ پھینٹ کر بیٹر بنا لیں، دس منٹ چھوڑ دیں ایک سوس پین میں تیل گرم کریں، تیار کیے ہوئے پکوڑا مکس کے بیٹر میں بینگن کو ڈپ کرکے گرم تیل میں فرائی کریں۔ سنہری ہونے پر نکال لیں، اس پر چاٹ مسالا چھڑکیں اور چٹنی یا گارلک سوس کے ساتھ سروکریں۔

عائشہ بخش...... جھنگ، صدر

مونگ دال کے دہی بڑے

ضروری اشیاء:۔

دہی بڑا مکس	ایک پیکٹ
نمک	حسب ذائقہ
چاٹ مسالا	حسب ذائقہ

ترکیب:۔

دہی بڑا، چاٹ مسالا اور دہی بڑا مکس ایک پیالے میں ڈالیں، اس میں تھوڑا پانی ملا کر پھینٹ لیں اور گرم تیل میں پکوڑے فرائی کریں یا پانی میں تھوڑا نمک ملا کر رکھیں۔ پکوڑے ٹھنڈے کرکے نمک کے پانی میں ڈالیں، تھوڑی دیر بعد پکوڑے نکال کر ہاتھ سے دبا دبا کر پانی نکال دیں، ڈش میں رکھیں۔

دہی میں چینی ملا کر پھینٹ لیں اور پکوڑوں پر ڈالیں، اوپر سے دہی بڑا چاٹ مسالا چھڑک دیں۔ مزے دار مونگ دال کے دہی بڑے تیار ہیں، افطار کے وقت سرد کریں۔

فوزیہ سلیم...... اسلام آباد

پوٹلی سموسہ

ضروری اشیاء:۔

قیمہ	آدھا کلو
پیاز	دو عدد
ٹماٹر	دو عدد
لہسن ادرک پیسٹ	ایک کھانے کا چمچہ
نمک	حسب ذائقہ
لال مرچ (کٹی ہوئی)	آدھا چائے کا چمچہ
سیاہ مرچ (کٹی ہوئی)	آدھا چائے کا چمچہ
تیل	دو کھانے کے چمچے
زیرہ (کٹا ہوا)	ایک چائے کا چمچہ
پودینہ، ہری مرچیں (چوپ کیا ہوا)	چار کھانے کے چمچے

سموسہ کے لیے

میدہ	دو کپ
نمک	حسب ذائقہ
گھی	دو کھانے کے چمچے
اجوائن	آدھا چائے کا چمچہ

ترکیب:۔

سوس پین میں تیل گرم کرکے اس میں پیاز ڈال کر فرائی کر لیں، قیمہ لہسن، ادرک پیسٹ، نمک، کٹی لال مرچیں اور سیاہ مرچیں ڈال کر بھون لیں۔ اس کے بعد ڈھکن ڈھک کر پکائیں آخر میں پودینہ ہری مرچ، زیرہ ڈال کر مکس کرکے آمیزے کو ٹھنڈا کر لیں۔ میدے میں نمک، گھی، اجوائن ڈالیں اور مکس کرکے پانی سے سخت آٹا گوندھ لیں اور ڈھک کر رکھیں۔ گندھے ہوئے آٹے کی بڑی سی روٹی بیل لیں اور کٹر سے گول چھوٹے سائز کی پوریاں کاٹ لیں، اس پر قیمہ رکھیں اور پوٹلی کی شکل دے کر گرم تیل میں ڈیپ فرائی کرکے افطاری پر چٹنی کے ساتھ سروکریں۔

کشف بتول...... واہ کینٹ

بگھارے دہی بڑے

ضروری اشیاء:۔

بیسن	ایک کپ
کھانے کا سوڈا	ایک چٹکی
نمک	حسب ذائقہ
لال مرچ پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچہ
دہی	آدھا کلو
تیل	حسب ضرورت
کری پتے	پانچ سے چھ عدد
زیرہ	آدھا چائے کا چمچہ
ثابت لال مرچیں	چار سے پانچ عدد

ترکیب:۔

بیسن میں کھانے کا سوڈا، نمک اور لال مرچ پاؤڈر ڈال کر مکس کرکے پانی سے پھینٹ لیں اور گرم تیل میں پکوڑے فرائی کریں۔ سنہری ہو جائیں تو نکال کر پلیٹ میں رکھیں۔ دہی میں نمک ملا کر پھینٹ لیں، پکوڑے دہی میں ڈال دیں۔ ایک فرائنگ پین میں چوتھائی کپ تیل گرم کرکے اس میں ثابت لال مرچیں، زیرہ اور کری پتے ڈال کر دہی بڑوں پر اس کی بگھار لگا دیں اور افطار پر سروکریں۔

ماہم نعیم...... وزیرآباد

آلو کی چاٹ

ضروری اشیاء:۔

آلو	آدھا کلو
لال مرچ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
نمک	حسب ذائقہ
زیرہ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
چاٹ مسالا پاؤڈر	ڈھائی چائے کا چمچہ
املی کا پیسٹ	آدھا کپ
پودینہ	آدھا کپ
ہری مرچیں (چوپ کرلیں)	تین عدد
لیموں کا رس	ایک کھانے کا چمچہ

ترکیب:۔

آلو کو ابال کر چوکور کاٹ لیں، اس کے بعد آلو میں نمک، لال مرچ، زیرہ پاؤڈر، چاٹ مسالا پاؤڈر، املی کا پیسٹ، پودینہ، ہری مرچیں اور لیموں کا رس مکس کر دیں۔ مزے دار آلو کی چاٹ تیار ہے سروکریں، افطار کی یہ چٹ پٹی ڈش آپ کو ضرور پسند آئے گی۔

جویریہ عزیز...... رحیم یار خان

چکن سموسہ

ضروری اشیاء:۔

مرغی کا قیمہ	آدھا کلو
نمک	حسب ذائقہ
سیاہ مرچ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
چائنیز نمک	چوتھائی چائے کا چمچہ
کیپرز (Cappers)	ایک چائے کا چمچہ
ہری مرچیں (چوپ کرلیں)	دو عدد
لہسن، ادرک پیسٹ	ایک کھانے کا چمچہ
ہری پیاز (چوپ کرلیں)	چار عدد
بند گوبھی (چوپ کرلیں)	آدھا کپ
سویا سوس	چار کھانے کے چمچے
چلی سوس	دو کھانے کے چمچے
ہرا دھنیا، ہری مرچیں (باریک چوپ کی ہوئی)	دو سے تین کھانے کے چمچے
سموسے کی پٹیاں	حسب ضرورت
انڈے	تین عدد

ترکیب:۔

دو عدد انڈوں کو سخت ابال کر چھیل لیں اور چوپ کرلیں۔ سوس پین میں تیل گرم کرکے اس میں لہسن، ادرک پیسٹ ڈال کر فرائی کریں۔ اس کے بعد اس میں قیمہ، نمک، سیاہ مرچ پاؤڈر، چائنیز نمک، کیپرز اور دو کھانے کے چمچے سویا سوس ڈال کر درمیانی آنچ پر بھونیں۔ اس کے بعد اس میں ہری پیاز، بند گوبھی، ہرا دھنیا، ہری مرچیں ڈال کر تین سے چار منٹ تک اسٹرا فرائی کریں آخر میں چوپ کیے ہوئے انڈے اور بقیہ سویا سوس، چلی سوس ڈال کر مکس کریں اور آمیزے کو پلیٹ میں نکال کر رکھیں۔ آمیزہ ٹھنڈا ہوجائے تو اسے سموسے کی پٹیوں میں بھریں۔ انڈے کو پھینٹ کر سموسے کی پٹیوں کا منہ چپکادیں تاکہ تلنے کے دوران آمیزہ باہر نہ نکلے۔ کڑاہی میں تیل گرم کرکے اس میں سموسے ڈال کر سنہری ہونے تک تلیں اس کے بعد نکال کر سرونگ پلیٹ میں رکھیں، مزے دار چکن سموسے تیار ہیں۔

افشاں فائق...... کراچی

گولڈن کوائن

اشیاء:

ڈبل روٹی کے سلائس	پانچ عدد
آلو	دو عدد
مٹر	آدھا پاؤ
ہری پیاز	آدھا پاؤ
بیسن	ایک چھٹانک
شملہ مرچ	ایک عدد
لال مرچ	حسب ضرورت
نمک	حسب ضرورت
گھی	حسب ضرورت

ترکیب:

مٹر کے دانے اور آلو ابال لیں۔ آلو کو چھیل کر میش کرلیں۔ ہری پیاز اور شملہ مرچ باریک کاٹ کر آلوؤں میں ملا دیں۔ ساتھ ہی مٹر کے دانے، نمک اور لال مرچ شامل کردیں۔ اس کے بعد ڈبل روٹی کے گول پیس کٹر سے کاٹ لیں اور تیار شدہ آمیزہ ڈبل روٹی کے اوپر نیچے اتنا لگائیں کہ ڈبل روٹی ڈھک جائے۔ اب بیسن ایک پیالی میں پھینٹ لیں اور اس میں نمک لال مرچ شامل کریں۔ آلوؤں والے سلائس بیسن میں ڈپ کرکے اسے فرائی کرلیں۔ گولڈن ہونے پر نکال لیں۔ شام کی چائے کے ساتھ کبابوں کی جگہ سرو کریں اور دعاؤں میں ہمیں یاد رکھیں۔

(نزہت جبین ضیاء۔ کراچی)

بیوٹی گائیڈ

روبینہ احمد

ایس اے...... بھابڑہ

سوال: پہلا مسئلہ یہ ہے کہ میرے چہرے پر تھوڑی کے نیچے بال ہیں جو کہ سیاہ اور گھنے ہیں۔ پہلے سنہری تھے بعد میں ہیئر کریم سے ریموو کیے تو سیاہ بال اگ آئے۔ اب بہت سی ہومیوپیتھک دوائیاں اور کریمیں استعمال کرچکی ہوں مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے چہرے پر سرخ رنگ کے دانے نکلتے ہیں۔ تین چار دن رہتے ہیں اور پھر ختم ہوکر نشان چھوڑ جاتے ہیں پھر نئے نکل آتے ہیں۔

میری عمر اٹھارہ سال ہے پلیز مجھے اچھا سا نسخہ بتائیں جس سے میرا چہرہ صاف ہوجائے اور بال ختم ہوجائیں تاعمر آپ کو دعائیں دوں گی۔

جواب:۔ سب سے پہلے تو آپ کے چہرے کے بالوں کے لیے ٹپ دوں گی۔ جب آپ کی تھوڑی پر بال سنہری تھے تو وہ یقیناً لائٹ ہوں گے۔ لیکن جب آپ نے ہیئر ریموور کریم یوز کی تو آپ کا یہ مسئلہ بڑھ گیا ہے۔ اب آپ یہ غلطی تو کرہی چکی ہیں چونکہ چہرے پر کبھی بھی ریموور کریم استعمال نہیں کرتے۔ اب اس کا واحد حل یہ کہ تھریڈنگ اور ویکس کرائیں چہرے پر جہاں ایکسٹرا بال ہیں اور اس کے فوراً بعد سرسوں یا بادام کے آئل سے ہلکے ہاتھ سے مساج کریں اس عمل سے چہرے کے بال جڑوں سے کمزور ہونا شروع ہوں گے اور آہستہ آہستہ ختم ہوجائیں گے اور اس کا دوسرا حل یہ ہے کہ آپ ہیئر ریموور لیزر ٹریٹمنٹ لیں آپ کے چہرے کے ایکسٹرا بال پرمانینٹ ختم ہوجائیں گے۔

آپ کا دوسرا مسئلہ چہرے پر ریڈ دانوں کا ہے تو آپ کھیرے کو پانی میں گرینڈ کرلیں اور اس کے پانی سے چہرہ دن میں 2 بار دھوئیں ان شاء اللہ آپ کا چہرہ بالکل ٹھیک ہوجائے گا۔

ثمینہ

سوال:۔ میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے بال حد سے زیادہ خشک ہوچکے ہیں اور یہ مسئلہ مجھے دو تین سال سے ہے۔ بہت سے تیل اور شیمپو استعمال کیے مگر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ سب کچھ میرے لیے بہت پریشانی کا باعث ہے۔ ویسے تو ہم بہنوں کے بال قدرتی طور خوب صورت ہیں لیکن اب بالوں کا گرنا اور نوک سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں ٹوٹنا شروع ہوچکے ہیں اور اس مسئلہ کا حال بتادیں اور ساتھ میں کسی اچھے سے شیمپو کا نام بھی لکھ دیں اور کوئی ایسا حل بتائیں جس سے بال بڑھنے لگیں۔ میری بہن جس کی عمر تیرہ سال ہے اس کے ساتھ بھی یہی مسئلہ ہے کہ بال بالکل نہیں بڑھتے۔ پلیز کوئی اچھا سا حل تجویز کیجیے گا۔

جواب: آپ اپنے بالوں کو سرسوں کے خالص آئل سے مساج کریں اور 4 سے 5 گھنٹوں تک لگا رہنے دیں اور فریش ٹھنڈے پانی سے سر دھولیں آج کل گرمی ہے تو یہ دھیان رکھیں کہ گرم پانی نہ ہو اور بالوں کو گھنا کرنے کے لیے ایلوویرا سے جو جیل نکلتا ہے اس کو اپنے بالوں کی جڑوں میں لگائیں۔ آپ کے بال نا صرف گرنا بند ہوجائیں گے بلکہ آپ کے بال گھنے ہونا شروع ہوجائیں گے۔

اور اپنے بالوں کو DOVE ہیئر ریپئر شیمپو سے واش کریں اس سے بھی اپنے بالوں میں نمایاں فرق محسوس کریں گی۔

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

سوال: السلام علیکم! بلیک ہیڈز ختم کرنے کا حل بتادیں اور چہرے کے مسام بند کرنے کا حل بتادیں۔ شکریہ۔

جواب: طیبہ زیادہ تر بلیک ہیڈز آئلی اسکن پر ہوجاتے ہیں اس کے لیے آپ کو پریشان ہونے کی

بالکل ضرورت نہیں ہے۔ بس اپنی اسکن کی ایکسٹرا کیئر کریں اور بلیک ہیڈز ریموو کرنے کے لیے سب سے پہلے کسی اچھے موئسچرائزر کریم کے ساتھ 10 منٹ تک چہرے پر مساج کریں خاص طور پر جہاں بلیک ہیڈز ہوں وہاں زیادہ مساج کریں تاکہ وہ جگہ نرم ہو جائے اس کے بعد اسٹیم لیں۔ اسٹیم کے لیے آپ دیگچی میں پانی بوائل کر کے اتار لیں اور پھر سر پر تولیہ ڈال کر پانی سے نکلتی بھاپ سے 5 منٹ تک اسٹیم لیں پھر آپ نرم ہاتھ سے اپنے چہرے کو صاف کرلیں بلیک ہیڈ جہاں موجود ہوں ہلکے ہاتھوں سے نکال لیں۔ زیادہ زور مت لگائیں۔ اگر بلیک ہیڈز زیادہ ہیں تو ایک بار ہی میں نہیں نکل جائیں گے۔ اس لیے ہر 15 دن بعد یہ عمل دہرائیں۔ اس سے آپ کا چہرہ بلیک ہیڈز سے صاف ہوجائے گا۔ آخر میں ٹھنڈے پانی سے چہرہ دھولیں اس کے بعد ٹونر لگائیں یا برف کے ٹکڑے سے چہرے کی ٹکور کریں تاکہ مسام بند ہوجائیں۔

عائشہ نوید......سندھ

سوال: گرمیوں میں اسکن پر دانے وغیرہ بہت ہوجاتے ہیں اور کلر بھی کافی ڈارک ہوجاتا ہے اس لیے کوئی گھریلو ماسک بتادیں جس سے گرمیوں میں بھی اسکن فریش نظر آئے۔

جواب: آپ پانی زیادہ سے زیادہ پئیں اور اپنے فیس کمپلیکشن کو فیئر کرنے کے لیے 8 بادام، ایک چمچ چاول اور آدھا چمچ ہلدی پیس کر ان میں دودھ شامل کر کے پیسٹ بنالیں۔ پھر یہ ماسک چہرے پر لگالیں اور 20 منٹ بعد چہرہ دھولیں ہفتے میں 2 بار یہ عمل دہرائیں اس سے آپ اپنا چہرہ نکھرا اور خوب صورت پائیں گی۔

رہامس......کراچی

سوال: میری عمر اٹھارہ سال ہے میرا کلر نارمل فیئر ہے۔ میں بہت زیادہ فیئر کلر اور لمبے گھنے بال چاہتی ہوں۔ میرے بال بس نارمل سے ہی ہیں۔

جواب: آپ اپنی غذا اچھی رکھیں پروٹین لیں۔ DOVE کیئر تھروپ شیمپو استعمال کریں اور کلر فیئر کرنے کے لیے چنے کی دال پیس کر دودھ میں بھگو لیں اور اس کا پیسٹ چہرے پر 15 منٹ لگائیں اور روزانہ 15 منٹ اپنے چہرے کو دیں گی تو چند دنوں میں گوری ہوجائیں گی۔

سوال: میری بیٹی کی تاریخ پیدائش 19-2-2002 ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ جب وہ چھوٹی تھی اس کا رنگ صاف تھا اور اب اس کا رنگ بہت کالا ہے۔ پلیز مدد کریں۔ کون سی کریم استعمال کروں؟ میں نے ابھی تک کوئی بھی کریم وغیرہ استعمال نہیں کروائی اور اس کی عمر کے لحاظ سے کوئی شیمپو بھی بتادیں اور میرے سر میں بہت خشکی ہے۔ اس کا حل بھی بتادیں۔

جواب: آپ اپنی بیٹی کے بالوں کی نشوونما کے لیے اور کلر فیئر کرنے کے لیے اپنی بیٹی کی غذا اچھی رکھیں۔ زیادہ دھوپ میں نہ نکلنے دیں۔ بالوں پر دھوپ پڑنے سے بال ڈیمج ہوتے ہیں اور رنگت بھی کالی پڑ جاتی ہے۔

جوابات کے لیے ادارہ مہرین رحیم بیوٹی سالون لاہور کا شکر گزار ہے۔

نوٹ

تمام قارئین بہنوں کی پرزور فرمائش پر اگلے ماہ سے بیوٹی گائیڈ میں آپ کی بیوٹی کے مسائل کے حل کے لیے سوالات کا سلسلہ شروع کیا جارہا ہے جس کے جوابات مشہور ماہر بیوٹیشنز دیا کریں گی۔ تمام بہنیں نوٹ فرمالیں۔

غزل

جسے تم زخم کہتے ہو اسے میں دل سمجھتی ہوں
وہ جو گرداب جیسا ہے اسے ساحل سمجھتی ہوں
سفر میں پاؤں میں باندھے ہوئے پھرتی ہوں صحرا میں
جہاں بھی تھک کر گر جاؤں اسے منزل سمجھتی ہوں
وہ دل جس میں گداز آدمیت ہو وہی حق ہے
جہاں احساس بنجر ہو اسے باطل سمجھتی ہوں
مری محرومیوں کا آج بھی ملزم نہیں کوئی
میں اپنی خواہشوں کا خود کو ہی قاتل سمجھتی ہوں
تمہیں میرے بنا جینا بہت آسان لگتا ہے
میں دن کو شام کرنا بھی بہت مشکل سمجھتی ہوں
سمجھتی ہوں کہیں دل کے مقابل عقل کو عاقل
کہیں دل کو مقابل عقل کے عاقل سمجھتی ہوں

سیما غزل

جعلی پولیس مقابلہ

وہ چاند چہرہ
وہ جاذب نظر، نقوش والا
کہ جس کے چہرے پر تازگی تھی
کہ جس کی آنکھوں میں روشنی تھی
وہ چاند چہرہ کہ جس پر واضح لکھا ہوا تھا
"وہ بے گناہ ہے"
اندھیری راہوں کا وہ مسافر
جو سر پھرا تھا
وہ اپنی ماں کے جگر کا ٹکڑا
جو اپنے یاروں کا لاڈلا تھا
وہ چاند چہرہ
کہ جس کی نم ناک بھیگی پلکیں
ہزار قصوں کی رازداں تھیں
کہ اک مکمل سی داستاں تھیں
وہ چاند چہرہ
اندھیری راہوں کا وہ مسافر
پچھلی شب کو
ذرا سے پیسوں کے عوض ہی
"جعلی پولیس مقابلے میں"
بنا کسی جرم اور خطاء کے
ابدی نیند سو گیا ہے
وہ چاند بادلوں میں کھو گیا ہے

نازیہ کنول نازی

نظم

سخت گرمی کا موسم ہو
دھوپ غصے سے جل رہی ہو بہت
دہن و حلقوم خشک ہوں ایسے
جیسے صحرا میں دہکتے سورج تلے
کئی دنوں کی کڑی مسافت سے تھکا ہارا پیاسا مسافر
جس کی خواہش ہو پیاس بجھ جائے
نبض زندگی جو تھک تھک کے چل رہی ہو
سکوں میں آجائے
ایسے جاں بلب، شعلہ بار لمحوں میں
تیری ہنسی کے جلترنگ جو بجے
یوں آسماں سے مینہ برسا
ہوگئی پہلی بارش ساون کی
ہوگئی رم جھم پھوار جذبوں کی
پڑ گئی جان زندگی میں بھی
اک تیری جلترنگ ہنسی کے سبب
برکھا رت نے حصار کھینچا ہے
جل تھل، جل تھل ہے مَن اور آنگن
اک تیری جلترنگ ہنسی کے سبب

سباس گل......رحیم یار خان

ضمیر کے قیدی

بتوں کے آگے سر جھکا کر
خدائے برتر کو بھلا کر
خود ہی کو خود سے جدا کیا ہے
یوں کفر و شرک میں فنا کیا ہے
وہ واحد لاشریک
ازل سے ابد تک......
وہ......
رحمٰن اور رحیم
نہیں کوئی اس
سا عظیم
ہم اہل فکر

خطاؤں کے آگے
سر جھکا کر
مصیبتوں کے مارے ہوئے
کفر و شرک کے جھلسے ہوئے
دنیا کی صعوبتوں سے
تھک ہار کر جب
اسی......
لاشریک کے آگے سر جھکائیں
نام نہاد انا کو مٹائیں
ہاں وہی......
بزرگ و برتر
یوں آگے بڑھ کر......
ہماری خطاؤں پہ......
اپنی رحمت کی......
چادر میں یوں سمیٹ لیتا ہے
کہ
سب گناہ و اذیتیں مندمل ہو جاتی ہیں
دو آگہی کے وا ہونے سے
ہم بے حس، کٹھور
"ضمیر کے قیدی"
توبہ و ندامت کے کٹہرے میں کھڑے
سزا کے بدلے معافی پا کر......
یوں انمول ہو جاتے ہیں
کہ
بُت پرستی، کفر و شرک، شیطانیت
ہماری کم عقلی پہ ماتم کرتی ہے
اور......
اندر کہیں نور کے ہالوں میں لپٹی ہوئی
اک ننھی سی موہوم آس کی......
امید کی......
ایک شمع روشن ہوتی ہے......!!

سمیرا غزل صدیقی...... کراچی

بارش

تمہیں یاد ہے جاناں!
میرا بارش میں بھیگنا
تمہیں کتنا ناپسند ہوا کرتا تھا
اور میں ضد میں آ کر
ہمیشہ بھیگا کرتی تھی
میں اب بھی برستی بارش میں
گھنٹوں بھیگتی رہتی ہوں
قطروں کو ہتھیلی پر اکٹھا کرتی ہوں
تیری آواز کو ترستی ہوں
سوچتی ہوں
ابھی کہیں سے تم آ جاؤ گے
اور فکر سے پُر لہجے میں
مجھے ڈانٹ کر کہو گے
"عجب ضدی لڑکی ہو تم
کتنی بار منع کیا ہے
بارش میں مت بھیگا کرو
بیمار ہو جاؤ گی"
مگر کوئی آواز بھی میری سماعتوں سے نہیں ٹکراتی
میرے کانوں تک نہیں آتی
تمہیں ڈھونڈتی میری آنکھیں
دہلیز کی چوکھٹ سے ٹکرا کر
مایوس سی لوٹ آتی ہیں......!!

نوشین اقبال نوشی...... گاؤں بدر مرجان

وصل لمحے

وہ آئے
ملے
اور چلے گئے
مگر ابھی تک میں
سوچ کی دہلیز پر بیٹھی
اسی خیال میں گم ہوں
کہ وصل کے لمحے
اتنے مختصر
کیوں ہوتے ہیں؟

فصیحہ آصف خان...... ملتان

میری سالگرہ

اپنے بستر پر نیم دراز
دل ہی دل میں سوچ رہی ہوں
من ہی من میں کھوج رہی ہوں
رنگوں سے سجے ان لمحوں پر
میری سالگرہ کے موقع پر
میرے ہم سفر میرے ہمدم کا
انداز محبت کیسا ہوگا؟
ہاں شاید کچھ ایسا ہوگا!
چاہت میں بسا کوئی تحفہ ہوگا
جذبات سے بوجھل لہجہ ہوگا
خوشبو میں بسے کچھ لفظوں کو
وہ ایسے میری نذر کرے گا
کہ شرم و حیا سے بوجھل پلکیں
اِک پل میں جھک جائیں گی
اس کے مہکتے لمس کی خوشبو
میری سانسوں میں بھر جائے گی
دھیرے سے بانہوں میں بھر کر
لفظوں کی زباں میں کہہ دے گا
جانِ جاں تم کو یہ سالگرہ مبارک ہو
میرے سنگ ہزاروں تم کو سالگرہ مبارک ہو
آنکھ کھلی جب آہٹ پر
تو منظر بدلا بدلا تھا
نہ جذبات سے بوجھل لہجہ تھا
نہ چاہت میں بسا کوئی تحفہ تھا
جو بند آنکھوں نے دیکھا تھا
ہاں وہ خواب سنہرا تھا
اس سال نو کے موقع پر
دل خوشیوں سے آباد نہیں
میرے ہم سفر میرے ہمدم کو
میری سالگرہ تک یاد نہیں

ندا فاطمہ...... کراچی

پوزلیس

اپنی آنکھیں، بہت عزیز تھیں مجھ کو
تیرے میرے بیچ
ان کی وجہ سے اک انمول سا رشتہ جڑا تھا
یہ تجھ کو دیکھ کر ہنس لیتی تھیں
اور تیرے ہجر میں رو لیتی تھیں
ان آنکھوں کو تیرا اک اک نقش
زبانی یاد تھا جاناں
تیری آنکھوں کے شربتی ڈورے
تیرے ہونٹ کا ننھا سا تل
تیری پلکوں کا خمار آلود خم
تیرے ابرو کی ہر جنبش
تیرا ہنسنا تیرا رونا
بات بے بات وہ غصہ ہونا
اب جب تجھ کو دیکھے صدیاں بیت رہی ہیں
تیرے عکس اور تیرے نقش کو
دیکھنے کی پابندی ہے
"تو یہ آنکھیں کس کام کی جاناں......!!"

اُم ثمامہ...... جھڈو، سندھ

غزل

زندگی کے زخم سہتے سہہ گئے
ہم محبت میں اکیلے رہ گئے
ہم غریبوں کا ٹھکانہ بھی نہیں
گھر ہمارے پانیوں میں بہہ گئے
تتلیوں کو اس طرح نوچا گیا
رنگ سارے مٹھیوں میں رہ گئے
آج کل تو ہم بہت خاموش ہیں
جو بھی کہنا تھا وہ ہم سے کہہ گئے
دوریاں کچھ بڑھ گئی ہیں اس قدر
درمیاں کچھ فاصلے بھی رہ گئے
آپ کو ہم سے محبت ہو گئی؟
ہم بہت حیران ہوتے رہ گئے

راشد ترین...... مظفر گڑھ

غزل

خدانخواستہ ہو جائے نہ نقصان لوگوں کا
نہ ڈالے آزمائش میں خدا ایمان لوگوں کا
زمانہ بھول جائے ہم مگر ہرگز نہ بھولیں گے
ستم احباب کے رحم و کرم انجان لوگوں کا
کسی احسان نے بے دردیوں سے مار ڈالا ہے
لیا کرتے ہیں اب مشکل سے ہم احسان لوگوں کا
یہ عزم و ہمت و جہد مسلسل کی کہانی ہے

سفر دشوار تھا پر ہوگیا آسان لوگوں کا
کیے دشمن ہزاروں تونے پیدا' رہ گیا تنہا
دلِ ناداں بتا دے کیا ہوا نقصان لوگوں کا
نہ ذکرِ عاشقی نہ گفتگوئے علم و فن نیر
بدلتا جا رہا ہے دیکھیے رجحان لوگوں کا

نیررضوی......کراچی

کراچی کا نوحہ

میرا جلتا ہے بدن' مجھ میں اٹھتا ہے دھواں
میرا دل قلب حزیں' میرے لب شکوہ کناں
وہ مرا میرا پسر میری ٹوٹی ہے کمر
وہ گرا لختِ جگر' وہ اٹھی آہ و فغاں
ہو اگر سندھی و بلوچی و مہاجر و پٹھان
یہ بتاؤ کہ کیا رہے نہیں تم اب مسلماں
ہیں مثلِ جسد احد ایک یہ سارے مسلم
ایک کو چوٹ لگے گر درد ہوتا ہے یکساں
کہا ہے آقا نے پھر کیا ہوا میرے بچوں
کیوں پکڑ رکھا ہے بھائی نے بھائی کا گریباں
خدارا ایک ہوجاؤ' یوں نہ جلاؤ مجھے
مہر کی سن لے دعا' ہوجائے خدا مہرباں

مہرگل......اورنگی ٹاؤن، کراچی

غزل

کسی لمحے درِ حوصلہ پہ آپڑوں شاید
ٹھہرو کہ میں دل کی بات کہوں شاید
تمہارے نکلنے میں دیر سہی پھر بھی
راہِ ہجر پر بعد تمہارے چلوں شاید
آج کسی پہر تیرے آنگن کے دریچے میں
خوشبو کے بھیس میں' میں پھروں شاید
کھولوں گی نہ نین' در کسی آہٹ پر
ہاں مگر تیری دستک پہ جاگ اٹھوں شاید
میرے ساتھ ساتھ چلنا اے حوصلۂ جان
گرتے ہوئے تیرے شانے پر ہاتھ رکھوں شاید

نصرت جبیں ملک

غزل

رخ ہواؤں کی طرح بدلتے رہے
جو سفر میں میرے ساتھ چلتے رہے
سادگی پر ہماری کرو اک نظر
جھوٹی باتوں پر ہی ہم بہلتے رہے
وہ ہماری طرف سے کیا غافل ہوئے
اژدھے بن کے ارمان پلتے رہے
لڑکھڑانے کی عادت نہ اب تک گئی
کچھ ذرا دیر کو ہم سنبھلتے رہے
پڑ گئی ان پر آخر خزاں کی نظر
میرے آنگن میں جو پھول کھلتے رہے
زندگی میں سدا دوسروں کے لیے
ہم چراغِ سفر بن کے جلتے رہے
اپنی منزل اے رانا کہاں کھو گئی
جستجو لے کے گھر سے نکلتے رہے

قدیررانا......راولپنڈی

جاگتی آنکھوں کے خواب

اب کے برس کے آغاز سے ہی
تبدیلی کے کچھ خواب نئے
میری بنجر آنکھوں کی دھرتی
پر برسات کی صورت برسے ہیں
وہ خواب کہ جن کو پانے کو ہم سالہا سال سے
ترسے ہیں
میرا خواب نیا میری بند پلکوں کی دہلیز پیچھے
میری انہونی خواہشوں پر مسکراتا ہے
مگر احساسِ زندگی دلاتا ہے
کہ جہاں میرے وطن کی سرزمین پر
ہر سو محبت کا اجالا ہے
اتحاد و ایثار کا ہالہ ہے
جہاں سب کا خدا ایک
جہاں ایک ہے سب کا رسول بھی
جہاں نہ ذات پات نہ رنگ و نسل
جہاں چاہت محبت ہے وجود اصل
جہاں چاہتیں چہار سو بکھرتی ہیں
جہاں خوشیاں ہر سو ہنستی ہیں
جہاں قانون کے ترازو میں پلڑا انصاف کا
بھاری ہے
جہاں الیکشن کی گہما گہمی میں بھی چین کی ندیاں
جاری ہیں
جہاں سکون کے دریا بہتے ہیں
جہاں ہنسی خوشی سب رہتے ہیں
جہاں فرق نہیں نا امیر نا غریب
جہاں خواب سے قبل مل جاتی ہے تعبیر
جہاں نہ خودکش حملے ہوتے ہیں
نہ ہوتی ہے تار تار بنتِ حوا کی عصمت
جہاں ہوائیں بھی سکھاتی ہیں آنچل کی حرمت
جہاں بچوں کا ہو مسکن اسکول کی عمارت
جہاں معلم پر ہو حاوی ضمیر کی عدالت
جہاں ہر کوئی ہو محبِ وطن
قوم کا محافظ نگہبانِ چمن
اب کے برس کے آغاز سے ہی
تبدیلی کے کچھ خواب نئے میری آنکھوں کی دہلیز پیچھے
میری سوچوں پر مسکراتے ہیں

سامعہ پرویز......احاطہ ٹیکسلا

جانے وہ اب کہاں ہے؟

وہی بارشوں کا موسم
وہی سردیوں کی شامیں
وہی دلربا گھٹائیں
وہی سانس لیتی خوشبو
وہی موڑ مڑتی سڑکیں
وہی پرسکون جگہ ہے
ہے فرق بس ذرا سا
جو گزشتہ موسموں میں
میرا ہم نوا بنا تھا
جانے وہ اب کہاں ہے؟
جانے وہ اب کہاں ہے؟

سلمٰی فہیم گل

میرے ہم سفر ہیں نام تیرے
میری دل کی ساری دھڑکنیں
میرے خواب میری چاہتیں
میرے ہم سفر ہیں نام تیرے
میں واروں تجھ پر جان یہ
یہ بصارتیں تجھے سونپ دوں
کوئی دکھ نہ ملے تجھے کبھی
میری روز شب کی عبادتیں
میرے ہم سفر ہیں نام تیرے

عظمٰی کنڈی......گل امام

غزل

بن گیا ہے صیاد جب سے باغباں
آفتوں کی زد میں اپنا گلستاں
دیکھ منڈلاتے عقاب مغربی
آج خطرے میں ہے ہر اک آشیاں
اک نئی دلہن کو دیکھا چشم تر
سر بریدہ ایک دولہا نوجواں
معرکہ میرا عدو کے ساتھ ہے
جسم میں پیوست تیر دوستاں
سامراجی چند گھرانے عیش میں
ہیں کروڑوں لوگ مفلس بے مکاں
قیمتی اوقات ضائع نیٹ پر
عیش میں مصروف طفل و نوجواں
یاد آئی اک پرانے یار کی
چشم راہی سے ہوئے آنسو رواں

برکت راہی......ڈگری

ماہِ رمضان

آسماں پر روشنی کا غلبہ چھایا ہے
بڑی ہی برکتوں والا ماہِ رمضان آیا ہے
نازل ہوا قرآن جب آپ پر یہ وہ مہینہ ہے
بڑی ہی برکتوں والا ماہِ رمضان آیا ہے
مجھے اس سے محبت ہے بڑی اس سے عقیدت ہے
مہینہ یہ مبارک ہے بڑی اس کی فضیلت ہے
چاند دیکھ کر ہر مسلم خوشی سے مسکرایا ہے
بڑی ہی برکتوں والا ماہِ رمضان آیا ہے
ترک کرو دنیا داری' نماز تم ادا کرو
نہ بھاگو نفس کے پیچھے روزے تم رکھا کرو
کہ اس مہینے میں شیطان بھی بلبلایا ہے
بڑی ہی برکتوں والا ماہِ رمضان آیا ہے

شمع مسکان......جام پور

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

بہت پیاری دوستوں کے نام

ہر ماہ آپ لوگوں سے مخاطب ہونا ممکن نہیں ہوتا مگر آپ سب میرے دل میں اور دعاؤں میں شامل ہیں۔ شمع مسکان تحریر شائع ہونے پر بہت بہت مبارک باد۔ سلمٰی گل، ساجدہ عاشق، پروین افضل، فائقہ سکندر، قراۃ العین، سامعہ پرویز، وجیہہ خان آپ سب کی پسندیدگی اور رائے کا بہت بہت شکریہ۔ اللہ آپ سب کو سلامت رکھے آمین۔ سباس گل میری وفادار سہیلی ہمیشہ مجھے یاد رکھتی ہو اللہ تمہیں ان گنت خوشیاں عطا فرمائے، آمین اور وہ سب میری پیاری بہنیں جو مجھے یاد رکھتی ہیں اور میری تحریر پڑھ کر اپنی قیمتی رائے سے نوازتی ہیں ان کو ڈھیر سارا پیار۔ آپ کی محبتوں کی احسان مند۔

نادیہ فاطمہ رضوی...... کراچی

آمنہ منظور کے نام

السلام علیکم! پیاری اور پر خلوص بہن آمنہ منظور فرام فیصل آباد کیسی ہیں آپ؟ آپ کی پسندیدگی، دعاؤں اور محبتوں کے لیے ہم آپ کے بے حد ممنون ہیں جزاک اللہ اور اکیس جولائی کو آپ کا جنم دن ہے تو دوست آپ کو اپنا جنم دن بہت بہت مبارک ہو۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ پاک آپ کو زندگی کی ہر خوشی نصیب کریں اور آپ کے اور آپ کے اہل خانہ کے لیے آسانیاں پیدا کرے۔ زندگی کا نیا برس آپ کے لیے نئی خوشیاں اور نئی امیدیں لے کر آئے ثم آمین۔ اپنی دعاؤں میں ہمیں اسی طرح شامل رکھیے گا۔

سباس گل...... رحیم یار خان

پیارے بھائی طاہر قریشی، صائمہ ناز اور آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! پیارے بھائی طاہر قریشی صاحب کیسے ہیں آپ؟ امید ہے بخیریت ہوں گے۔ اتنی گرمی میں...... ہاہاہا...... میرا تعارف شائع کر کے آپ نے مجھے بہت بڑا سرپرائز دیا جس کے لیے شکریہ کا لفظ بہت چھوٹا ہے۔ ہمیشہ خوش اور آباد رہیں، آمین۔ ڈیئر صائمہ ناز...... کیسی ہو تم؟ سوری یار میں اپنے تعارف میں تمہارا ذکر نہیں کر سکی کیونکہ تم سے فرینڈ شپ تعارف بھیجنے کے بعد ہوئی۔ تمہاری بے پناہ محبت میرے لیے بہت اہم ہے ہمیشہ خوش رہو چندا۔ میرا تعارف پڑھنے کے بعد بہاولپور سے مجھے پہلی کال ایمن شاہ کی آئی۔ ایمی کی خوشی سے بھرپور آواز سن کر لگ رہا تھا تعارف میرا نہیں ایمی کا آیا ہو۔ ڈیئر ایمی تعارف کی پسندیدگی کے لیے بے حد شکریہ۔ عائشہ ملک تمہیں میرا تعارف بہت پسند آیا تو چندا یہ تمہاری محبت ہے۔ بہاولنگر سے زنیرہ طاہر آپ کی معصوم سی محبت نے بہت خوشی دی۔ آپ کی محبت اور الفاظ ہمیشہ میرے دل میں رہیں گے۔ بے حد شکریہ۔ ڈیئر سباس گل آپی آپ کو تعارف پسند آیا بے حد شکریہ۔ جن فرینڈز نے میرا تعارف پسند کیا اور مجھے اپنی انمول دعاؤں اور محبتوں میں یاد رکھا ان سب عظیم لوگوں میں میری مما جان، محترمہ نازیہ کنول نازی، میری صائمہ آپی، ارم کمال، شہر بانو (شیری) طیبہ آپی، بشریٰ باجوہ (اوکاڑہ) کرن وفا، آپی ام مریم، صفیہ (وہاڑی) اقصیٰ، مسکان، صدف، ڈیئر سرل آپی شازمہ، سدرہ اسلم، اریبہ شاہ، سلمٰی ملک، ثمینہ، مریم، نادیہ جہانگیر، مہک ملک، آپی بشریٰ جی آپ کے میسجز نے بھی بہت خوشی دی۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی گرلز کی کالز اور میسجز آ رہے ہیں جنہیں میں نہیں جانتی اور سب کے نام لکھنا ممکن بھی نہیں۔ اگر کسی فرینڈ کا شکریہ ادا کرنا بھول گئی تو سوری یار۔ آپ سب کی محبت نے بہت خوشی دی۔ ڈیئر فرینڈز میرے تعارف میں دو نام غلط پرنٹ ہوئے۔ ایک نام امیر محترم مولانا مسعود اظہر صاحب کا جو (مسعود اظہر) کے نام سے شائع ہوا دوسرا نام میری کزن عابدہ کاشف کا جو (عابد کاشف) کے نام سے شائع ہوا آخر میں تمام قارئین کا بے حد شکریہ جنہوں نے اتنی محبت اور عزت مجھے دی۔ آپ کی صوفی ان محبتوں کی مقروض ہے۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

صوفیہ ملک...... ہارون آباد

آنچل فرینڈ ثناء انور کے نام

السلام علیکم! پیاری ثناء امید ہے خیریت سے ہو گی۔ ڈیئر آپ مجھے نہیں جانتی لیکن آنچل ڈائجسٹ کے توسط سے میں آپ کو جانتی ہوں اور آپ سے دوستی کی خواہاں ہوں۔ آپ کا نام آنچل میں دیکھ کر مجھے اپنے اوپر ضبط ہی نہیں رہا لہٰذا آپ سے فوری رابطہ کیا ہے۔ ہم دونوں میں ایک بات مشترک ہے اور شاید وہی مجھے آپ کی جانب کھینچ لائی ہے۔ میں بھی آپ کے شہر حافظ آباد کی باسی تھی لیکن اب شادی ہو کر یہاں کراچی میں مقیم ہوں۔ میں نے حافظ آباد کے ڈگری کالج سے تعلیم حاصل کی اور سر عمران حبیب اور سر فیصل کی رہنمائی میں فرسٹ ڈویژن بھی حاصل کی۔ گڑیا اگر آپ کو ان کے بارے میں کچھ بھی معلومات ہوں تو میرے نام پیغام میں ضرور بتانا۔ یہ دونوں ہستیاں میرے لیے انتہائی قابل قدر ہیں اور میرے آبائی شہر کا مفصل احوال لکھنا کہ اب کیسا ہے سب کچھ ویسا ہی ہے جیسا کہ میں چھوڑ آئی تھی یا فطرت کے نظام تبدیلی کے مطابق وہاں بھی تبدیلیاں آئی ہیں۔ کالج میں میری بہترین دوست ثنا تھی آپ ہم نام ہو شاید اسی لیے میں آپ میں کشش محسوس کر رہی ہوں۔ اگر آپ کو مناسب لگے تو ضرور اپنے بارے میں بتانا میں وہاں آ تو نہیں سکتی لیکن آپ سے نصف ملاقات کے ذریعے شاید وہاں کی خوشبو مجھ تک پہنچ جائے اللہ تعالیٰ آپ کو بہت سی خوشیوں سے نوازے آمین۔

مہر رضی...... کراچی

دوستوں کے نام

تمام قارئین اور آنچل اسٹاف اور سب کو رمضان المبارک کی پیشگی مبارک۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو روزے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ بابرکت مہینہ نصیب والوں کے حصے میں آتا ہے۔ پورے جوش و خروش سے اس مہینے کو خوش آمدید کہیں۔ اللہ کرے یہ بابرکت مہینہ ہماری زندگی میں بار بار آئے۔ اگر کسی کو میری کوئی بات بری لگی ہو تو پلیز معاف کیجیے گا آخر میں تمام قارئین اور آنچل اسٹاف سے درخواست ہے کہ میری امی کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں شفا دے شاید آپ میں سے کسی کی دعا قبول ہو جائے۔ میری ماں دنیا کی عظیم ہستی ہیں۔ آخر میں سائرہ آپ کو سالگرہ بہت مبارک ہو۔ یونہی ہنستی مسکراتی رہو۔

عاصمہ اقبال...... عارف والا

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم آنچل فرینڈز کیا حال ہیں۔ لائف کیسی گزر رہی ہے۔ سب سے پہلے تو آپ سب کو رمضان مبارک ہو۔ ارے ارے حیران نہ ہوں۔ کرن وفا، نغمتان، جاناں، مسکان، اریبہ شاہ، مہوش، کرن شاہ، چندا مشال، ساریہ چوہدری، انا احب، ام ثمامہ، دعا ہاشمی، صنم ناز، نازیہ کنول نازی، عشناء کوثر سردار، شاہ زندگی، غزل، ہما، سامعہ ملک، سمیرا، اقرا صغیر یار آپ سب گریٹ ہو۔ آپ لوگوں سے ملنے کے لیے میں دوست کا پیغام آئے کالم میں پہنچ جاتی ہوں جہاں آپ سب ایک دوسرے کے لیے بہت پیارے پیغامات دے رہی ہوتی ہیں۔ میں آپ کے لیے نئی ہوں پر آپ لوگوں کو اچھی طرح جانتی ہوں۔ اگلے مہینے میری برتھ ڈے اور میری شادی بھی ہے تو پلیز آپ لوگ مجھے بطور خاص اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا اور آخر میں اپنے بڑے ابو کی مغفرت کے لیے دعا کروانا چاہوں گی جن کا پچھلے مہینے انتقال ہوا اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے آمین، اللہ حافظ

عائشہ پرویز...... کراچی

فرینگرنس گروپ کے نام

مائی فرینگرنس گروپ کیسی ہو آل آف یو؟ سب سے پہلے اپنے سارے گروپ ممبرز ہما، سدرہ، زارا، سونیا، ارم اور آپی شہلا کو بہت بہت رمضان الکریم مبارک ہو۔ اس بابرکت مہینے میں اللہ تعالیٰ ہم سب کے گناہ معاف فرمائے اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ مائی ڈیئر اسٹوڈنٹس ردا، رابعہ، جمیلہ، آمنہ، اقرا، عمارہ اینڈ اسپیشلی عظمیٰ بٹ اللہ آپ سب کو نیک بنائے اور کامیاب کرے آمین۔ مائی ڈیئر عظمیٰ تم بہت اچھی ہو۔ میری کچھ مجبوریاں ہیں جس کی وجہ سے میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتی لیکن مجھے تم کبھی نہیں بھولو گی میں ہمیشہ تمہیں یاد رکھوں گی۔ ناراض نہ ہوا کرو اور خوش رہا کرو زندگی میں آگے بڑھنے کے لیے سب بھلانا پڑتا ہے سو مائی ڈیئر تم بھی سب بھلا کر آگے بڑھنا کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا بھی پڑتا ہے۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

عمیرہ راؤ...... سمندری

ستاروں کے نام چاند کا پیغام

السلام علیکم! پیاری دوستوں کیا حال چال ہیں تم سب کا (مہوش کنول، شیری اقبال، حمیرا (موٹی) شمائلہ جانو، ثناء، رخسانہ خان (بھکر) اقرا، رفیق صدیقی، شاہ قیوم (ڈیرہ غازی خان)، صبا، فاطمہ گل خان، صدف اکرم، تحریم خان (جڑانوالہ) عینی، گڑیا، رابعہ، راشدہ، خنسہ، رمشہ، رخسانہ، سمیرا، حمیرا، افشاں یاسمین، (ہم سب کی دعا ہے کہ آپ ہماری بھابی بنو) سویٹ چچی سونیا خلیل جڑانوالہ) اف، ماشاء اللہ بہت طویل ہوگئی میری فرینڈز لسٹ اور سناؤ کیسی جا رہی ہے لائف؟ اور منشی جی کیسی جا رہی ہے اسٹڈی؟ دعا کرو میرے امتحان کا رزلٹ میری پسند کے مطابق آئے اور افسانہ خان فرام بھکر تھینکس یار تم نے میری بہت ہیلپ کی ہر کام میں۔ خدا تمہیں خوش رکھے۔ تم بہت اچھی ہو افشی مگر...... مجھ سے کم (ہاہاہا) ڈیئر قارئین افشی خان میری وہ فرینڈ ہے جو آنچل کے ذریعے مجھے ملی۔ اور عینی، گڑیا، رابعہ، حمیرا، شمائلہ، راشدہ کیسی ہو تم سب مجھے مس کیا یا نہیں اور میری اتنے ماہ کی غیر حاضری کا تم لوگوں نے ذرا بھی نوٹس نہیں لیا بس یار دیکھ لی تم سب کی محبت۔ ڈیئر قارئین آپ سب کے کیا حال چال ہیں خدا آپ سب کو آنچل کی طرح ہمیشہ شاد و آباد رکھے لاہور رکھے یا اسلام آباد رکھے آمین ثم آمین۔ ہائے منشی سچ میں، میں تو تمہیں وش کرنا بھول ہی گئی تھی۔ بہت بہت مبارک ہو تمہاری اسٹوری خواتین ڈائجسٹ کی زینت بنی کامیاب رہو ہمیشہ ہر قدم پر ہر میدان میں آمین۔ طاہرہ عباس، نوشین عباس اور رانی صاحبہ کیسی ہو آپ اور بھکر کا موسم کیسا ہے؟

سمیرا کاجل صدیقی...... جڑانوالہ

نادیہ یاسمین کے نام

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ کیسی ہو یار نادیہ امید کرتی ہوں کہ خیریت سے ہوں گی اور میری دعا ہے کہ ہمیشہ ایسے ہی ہنستی مسکراتی رہو۔ خدا سے دعا ہے کہ تمہاری دلی خواہشات پوری ہوں، آمین۔ تمہیں سالگرہ بہت بہت مبارک ہو اور میری دعا ہے کہ (جیو ہزاروں سال اور محبتیں بکھیرو ساتھ ساتھ) تمہارا انٹرویو پڑھ کر بہت اچھا لگا اور سچ بتاؤں مجھے تو تم اپنا دوسرا روپ نظر آتی ہو کیوں؟ کیونکہ ہمارا اسٹاف ایک، نام ایک، ڈگری ایک، مزاج ایک اور پسند ناپسند بھی ففٹی ففٹی اب اتنا تو ہوتا ہے نا، ہماری سالگرہ بھی ایک مہینے میں ہوتی ہے بس تاریخ

تھوڑی سی آگے پیچھے ہے اور میں فرق صرف یہ ہے کہ تم آزاد ہو اور میں (قید) قید سے مراد مقدس بندھن میں بندھی ہوئی ہوں۔ نا صرف اس بندھن میں بندھی ہوں بلکہ ایک عدد پیاری سی گڑیا کی ممی بھی ہوں۔ باقی تم میرا انٹریوں پڑھ کر جان لینا کہ میں تمہیں اپنا دوسرا عکس کیوں کہتی ہوں۔ اپنا خیال رکھنا ڈیئر نادیہ یاسین۔ خدا حافظ

نادیہ کامران...... کھوئیہ سنگوٹ، سیداں

اپنی آنچل فرینڈز، سسٹرز اور تمام قارئین کے نام

میری پیاری پیاری آنچل فرینڈز سے گزارش ہے کہ میری امی جان کی حالت بہت خراب ہے دماغی فالج ہوا ہے۔ ہوش و حواس میں نہیں ہیں گھر پر ہیں میری آپ سب سے التجا ہے کہ اس مشکل وقت میں میری امی کے لیے خاص طور پر دعا کریں سب آپ میں سے نجانے کس کے لبوں سے نکلی دعا عرش پر پہنچ جائے اور میری جان سے پیاری امی جان ہوش میں آ جائیں اور سمجھنے اور بولنے لگیں۔ پلیز دعاؤں میں ضرور میری امی جان کو یاد رکھنا۔ شمع مجھے خوشی ہوئی کہ تم نے میری دوستی قبول کی میں تمہارا جواب بھی نہیں دے سکی۔ یار امی اتنی زیادہ بیمار ہیں کہ کھانے پینے تک کا ہوش نہیں۔ آنچل بھی نہیں پڑھا ویسے آنچل کی تمام قارئین ہی میری دوستوں میں شامل ہیں مگر جو تم نے میری دوستی قبول کی تو مجھے بے حد خوشی ہوئی۔ ہاں ہاں شمع مسکان، جام پور آپ کی ہی بات کر رہی ہوں تم مجھے صبا کے ایس کے نام سے پکار سکتی ہو۔ یہ میرا کوڈ ورڈ نام ہے اور تفصیل سے تمہارے نام پیغام بھیجوں گی اس وقت تو جلدی جلدی لکھ رہی ہوں ناراض مت ہونا شمع مسکان ڈیئر نازیہ آپی' اقرا آپی' نادیہ فاطمہ رضوی' سمیرا آپی اور تمام رائٹرز سے گزارش ہے کہ پلیز میری امی جان کے لیے دعا کریں اللہ پاک ان کو صحت عطا فرمائے آمین

صبا کے ایس...... ٹھٹھ و

کچھ پیاروں کے نام

السلام علیکم! یقیناً سب ٹھیک ہوں گے زندگی کے نشیب و فراز سے گزر رہے ہوں گے طیبہ نذیر آپ کا بہت شکریہ۔ دوستی قبول کرنے کی کوشش کروں گی اچھی دوست ثابت ہونے کی بھی۔ صائمہ طاہر سومرو آپ کو سالگرہ بہت مبارک اور پیاری سی آپی جیا یاور کیسی ہیں آپ ہمیشہ خوش رہیں۔ ہنستی مسکراتی رہیں یہ غم و خوشی زندگی کا حصہ ہوتے ہیں اگر یہ نہ ہوں تو زندگی کا احساس نہیں ہوتا میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہ آپ کے شوہر کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کو صبر کرنے کی توفیق دے اور آئندہ کی زندگی میں بہت ساری خوشیاں آپ کی منتظر ہوں۔ اپنا خیال رکھیے گا پلیز ثمامہ' نوشین' ظل ہما' شاہ زندگی' باقی سب کو سلام دعاؤں میں یاد رکھیے گا آپ سب کی دوست۔

مدیحہ نورین...... برنالی

پیاری روبی اور اس کی فیملی کے نام

روبی مجھے سمجھ نہیں آ رہی میں تمہیں کن الفاظ میں تسلی دوں۔ غم اتنا بڑا ہے کہ خدا کے سوا کسی کے پاس مرہم نہیں۔ جو خدا جانتا ہے وہ کوئی اور نہیں میری خدا سے دعا ہے کہ وہ آنٹی کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ ان کی قبر کو نور کی روشنی سے منور فرمائے آمین۔ خدا تمہیں اور سب گھر والوں کو صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ میرا قلم اس وقت کچھ بھی لکھنے کے قابل نہیں اور نا ہی مجھے کچھ سمجھ آ رہی ہے۔

تانی نایاب شازی...... گوجرہ

سدرہ' کلثوم' تہذیب' نوشین اور افشین کے نام

کیوٹ سی سدرہ دس سال بعد تمہاری آواز سنی' بہت خوشی ہوئی تیسری کلاس میں تھی جب ہم جدا ہوئی تھیں۔ اور آج میں سیکنڈ ایئر میں ہوں تم بہت یاد آتی ہو آخر کو ہم بہت کلوز سہیلیاں تھیں (ہاہاہا) کلثوم باجی آپ کو اور ظفر بھائی کو شادی کی بہت بہت مبارکاں' ہمیشہ خوش رہیں اور تہذیب تم ذرا اپنے نام پر نہیں گئی۔ بدتہذیب نہ ہو تو ہاہاہاہا۔ نوشی پیپر کیسے ہوئے؟ آئی مس یوں افشی میٹو کم کھایا کرو۔ دعاؤں میں یاد رکھنا فی امان اللہ۔

ثوبیہ نواز...... بھیا

زیست زونی کی بہاروں کے نام

ایمن شاہ' انابیہ علی' آمنہ ڈوگر' 8 جولائی (شاعرہ جی شادی مبارک' نوشین اقبال نوشی 27 جولائی (میری مما کی لاڈلی نوشی کو مما کی طرف سے دعاؤں کے ٹوکرے' بکڑ و یار نوشی اور فروا (کراچی) 27 جولائی کو آپ کی بھی سالگرہ ہے۔ میری طرف سے بے شمار دعائیں۔ بشریٰ نوید گریٹ بجو' چند امثال' پہچانا نہیں میٹو کو اور ہاں لاڈے سپوت ایڈوکی کی مبارکاں' ارم نور آپی' فرح وفا (آنچل کی شہزادیاں) بہت پیاری فریدہ خانم آپی (خلوص کے پھول آپ کے لیے) غزالہ جلیل راؤ کوئی گلابی سی تحریر لکھو نا آنچل کے لیے۔ ہادیہ اظفر (کہاں کھو گئی ہو گڑیا) مہرین رانا' زوبی رانا' ظل ہما' نیناں شاہ (مس یو پچی سوئی) ندا چوہدری' امید چوہدری' جب تمہاری یاد آتی ہے نا تو مجھے مری میں گزرا وقت بہت یاد آتا ہے۔ شگفتہ خان مائی ٹوفی آپی دعاؤں کے نایاب گلشن آپ کے نام۔ ام مریم آپی (شاید آپ مجھے بھول چکی ہو) مہک ملک' سدرہ اسلم' فرزانہ ملک' بشریٰ ملک' امیمہ رباح (لو یو جانو) اور سمیعہ مریم شرافت سے دربار آنچل میں حاضری دو ورنہ...... فہمیلا یونس' فہمیل خوش رہو اللہ تمہاری دلی مرادیں پوری کرے۔ زنیرہ زبیر فورٹ عباس' صدف ماہ رخ (گجرات) سلمیٰ ملک' دعا ہاشمی' نازی آپی آپ سے ملنے کو دل بے تاب ہے ہائے عشنا کوثر آپی۔ جاناں ملک خوش رہو اپنے خرچے پر ہاہاہاہا۔ ام کلثوم' عائشہ ملک' یقیناً آپ کی یادداشت سے میں نکل چکی ہوں ایمن وفا (میں نے اور نیناں نے بہت کوشش کی آپ سے رابطہ کرنے کی مگر......) لاڈو ملک اور صنم ناز آپ کے رویے نے مجھے بہت کچھ سمجھا دیا پھر بھی کبھی آپ نے مجھ سے دوستی کا دعویٰ کیا تھا جیا آپی اور ام ثمامہ آپ کا دکھ بہت بڑا ہے اللہ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ زینب احسن زینی' درخشاں لی اور نجم انجم کہاں گئیں آپ۔ ہائے دل والوں اور شاہ زندگی تمہاری شوخ طبیعت دل کو بھا گئی۔ ہمیشہ خوشیاں بکھیرتی رہو ڈیئر۔ سلام باجی سسٹر پرنس افضل شاہین' رازی بات بتاؤں دوستوں میرے بہاول نگر والے مجھے لفٹ نہیں کراتے (ہاہاہا) باقی پھر کبھی بے شمار دعاؤں کے ساتھ اللہ نگہبان

زنیرہ طاہر...... بہاول نگر

پھول کلیوں کے نام ایک پیغام

سلام! میری سوپر ڈوپر سوئٹ اینڈ کیوٹ ڈولز بہت سارے پنک فلاورز کے ساتھ میں ہوں۔ "حمیرا عروش" فوزیہ سلطانہ ڈیئر دل و جان سے دوستی قبول ہے۔ کائنات عابد شوئی آپ کی بھی دوستی قبول ہے۔ میرا ادھم اور حمیرا ادھم آپ کی اور میری دوستی پکی سسٹرز۔ پرنس امیمہ رباح' سیدہ کنزیٰ زین' نادیہ یاسمین' کومل رباب' ہما ایوب' شمع مسکان' انیس انجم خط میں میرا تذکرہ کرنے کا بہت شکریہ۔ ان کے علاوہ سدرہ شاہین میرا پیغام پسند کرنے کا شکریہ۔ صفیہ فرام لالہ موسیٰ کیسی ہو؟ میری سوئیٹی' سوئٹ شاہ زندگی' نورین شاہد' حیا عباس کاظمی' ام ثمامہ' سباس گل' دعا ہاشمی' عائشہ پرویز' نیا اور تمام فرینڈز کو پیار اینڈ ڈیئر کزنز نوشین' مہوش' سدرہ اور عائشہ ہاؤ آر یو؟ صدف کیا احوال ہیں ایک غلطی کی تصحیح کرنا چاہتی ہوں ماہ مارچ کے شمارے میں میرا پیغام شائع ہوا تھا۔ جس میں پبلشنگ کی غلطی کے باعث "رضا خان" شائع ہوا جبکہ میں نے "حنا خان" لکھا تھا جن لوگوں نے مجھ سے استفسار کیا وہ پلیز یہاں غلط فہمی دور فرمالیں۔ خود کا اور اپنی ذات سے وابستہ ہر رشتے کا خیال رکھیے گا۔ مجھے اجازت دیں۔ اللہ نگہبان آپ سب کی دوست اور بہنا۔

حمیرا عروش...... بلدیہ

دوستوں کے نام

صدف خالہ' آنچل میں آپ کی انٹری بہت اچھی لگی اب زنیرہ طاہر کی طرح آپ بھی آنچل سے غائب نہ ہو جانا۔ سدرہ شاہین آپ کی نگارشات ہمیں آنچل میں بہت ہی اچھی لگتی ہیں۔ نبیلہ خان مون! آپ کو میری تحریر میں میرے سوالات پسند آتے ہیں بہت شکریہ۔ میں نے جب سے آنچل کو تھاما ہے تب سے باقاعدگی سے آنچل میں لکھ رہی ہوں۔ بے فکر رہو میں آنچل سے کبھی بھی غائب نہیں ہوں گی۔ ان شاء اللہ

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

سوئٹ دل والوں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ سب؟ مجھے پتا ہے کہ سب ٹھیک ہوں گی۔ پچھلے دو تین ماہ سے ہماری چند دوستیں غائب ہو گئی ہیں اپنے نام پیغام پڑھ کر بھی خیریت سے آگاہ نہیں کیا بری بات ہے۔ ایمن وفا' نبیلہ نازش تو کسی سلسلہ میں نظر ہی نہیں آتیں آپ ٹھیک تو ہیں نا باقی تمام دوستیں تو کسی نہ کسی سلسلے میں مل ہی جاتی ہیں۔ ویسے ایک بات بتانی ہے کہ میری بہن نوشین شاہد آپ سب سے دوستی کی خواہشمند ہے کیا آپ قبول کریں گی؟ ویسے مجھے پتا ہے جواب ہاں میں ہی ہوگا۔ اس کی طرف سے سلام اور دعائیں میرے امتحانات قریب ہیں سب دعا کرنا کہ اچھے اچھے پیپر ہو جائیں اپنا خیال رکھنا اللہ حافظ۔

نورین شاہد...... رحیم یار خان

اپنے پیارے بھائی کے نام

فرسٹ آف آل آنچل سے وابستہ تمام بہنوں کے لیے ڈھیروں پرخلوص دعائیں اور سلام۔ میرے پیارے بھائی السلام علیکم! کیسے ہو بھائی' بھابی اور بچے کیسے ہیں آپ نے جو تعاون میرے ساتھ کیا ہے بھائی میں اسے زندگی بھر نہیں بھول سکتی۔ اللہ آپ کو اس کا اجر دے گا آپ کی باتیں آپ کی سوچ ماشاء اللہ بہت اچھی ہے جس طرح اعتماد آپ نے مجھے دیا ہے میرے پاس تو الفاظ ہی نہیں جو آپ کی شان میں لکھوں۔ اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کے گھر والوں کے لیے ہر مشکل کو آسان کر دے یہ سادہ سی دعا ہے میری طرف سے بھائی جان۔ آپ کا نام نہیں لکھ سکتی اس کے لیے رئیلی سوری۔ صنم ناز مجھے بہت اچھا لگا آپ نے ہمیں دوستی کا شرف بخشا ہے۔ یار کیسی ہو بس مصروف تھی اس لیے آپ کو جواب نہ دے سکی پتا نہیں آپ کیا سوچتی ہوں گی۔ الفت زہرہ یاد کرنے کا شکریہ یار اور میری پیاری سی دوست سائرہ رضی مجھے آپ کی دوستی قبول ہے اور کوئی ہے تو بتا دے جناب پنکی میڈم آج کل آپ کے میسج نہیں آ رہے کیا مسئلہ ہے یار۔ ثوبیہ یار آپ بھی جواب بہت کم دیتی ہیں۔ سدرہ شاہ آف ملتان آپ کو بھی زندگی کا نیا سفر مبارک ہو۔ آپی کوثر ایمان شاہ اور مسکان شاہ آئی لو یو میری جان اللہ آپ دونوں کو سلامت رکھے آمین۔

صنم شاہ عرف سنی...... دربار حضرت پیر عبدالرحمن

شاہ زندگی' مریم شاہ اینڈ کیفہ سکندر کے نام

السلام علیکم دوستو' کیا حال ہیں آپ سب کے؟ شاہ زندگی آپ اتنی مغرور کیوں ہو میں نے آپ کا تعارف پڑھا تھا آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں بٹ آپ کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملتا میری کوئی دوست نہیں ہے۔ پلیز آپ جواب ضرور دیجیے گا ان شاء اللہ آپ مجھے مخلص دوست پائیں گی۔ مریم شاہ آپ کی سوچ' عادات اور پسند میرے جیسی ہے۔ آپ سے بھی دوستی کی ریکویسٹ کرتی ہوں پلیز جواب ضرور دیں اور آپ سے کانٹیکٹ کیسے ہو سکتا ہے کیفہ سکندر آپ کا تعارف بہت اچھا تھا۔ آپ باتیں بہت اچھی کرتی ہیں۔

دوستی جیسے پاکیزہ رشتے میں مجھے آپ کا ساتھ چاہیے۔ امید ہے آپ مجھے مایوس نہیں کریں گی۔ آپ لوگوں سے اس لیے دوستی کرنا چاہتی ہوں کیونکہ آنچل سے وابستہ لوگ مخلص اور محبت کرنے والے ہیں۔ زندگی کے ہر موڑ پر آخری سانس تک آپ لوگ مجھے مخلص اور بہترین دوست پاؤ گی ان شاء اللہ آپ تینوں کے جواب کا شدت سے انتظار کروں گی، اللہ حافظ۔

زرش بخاری...... بہاولپور

چلبلی فرینڈز اور انوسینٹ ٹیچر کے نام

مائی سویٹ حرا 31 جولائی کو تمہارا برتھ ڈے۔ ہیپی برتھ ڈے ٹو یو اللہ تمہارے نصیب اچھے کرے اور تمہیں ہر قدم پر کامیابی عطا کرے، آمین۔ ڈیئر معظمہ 6 جولائی کو تمہارا برتھ ڈے ہے سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ تمہیں ڈھیر ساری خوشیاں دے اور تمہاری ہر دلی مراد پوری ہو آمین۔ کیوٹ سائرہ عنبرین 23 جولائی کو تمہارا برتھ ڈے ہے جنم دن مبارک اللہ تمہیں خوش رکھے اور تمہارے سارے خواب پورے کرے آمین۔ مائی انوسینٹ ٹیچر زارہ اینڈ مس ارم آپ بہت اچھی ہیں۔ شگفتہ پلیز تم چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض نہ ہوا کرو اور کرن پلیز یار تم زیادہ بولا کرو چپ نہ رہا کرو میری ساری فرینڈز بہت اچھی ہیں۔ آپ کے سنگ گزارے ہوئے ہر پل مجھے یاد رہیں گے۔ فرینڈز میں تھرڈ ایئر میں سیکنڈ آپ کی دعاؤں اور پیار کی وجہ سے ہی آئی تھی اللہ ہمارے گروپ کو ہمیشہ ایسے ہی خوش رکھے آمین۔ فرینڈز میں نے آپ سب کو کتنے اسپیشل طریقے سے برتھ ڈے وش کی ہے اب اگر کسی نے مجھے ٹریٹ نہیں دی تو پھر آ ہو...... آپ سب کی کیوٹ فرینڈ

ماریہ منور...... سمندری

آنچل کی ہنستی مسکراتی تتلیوں کے نام

میری بہت پیاری اور سویٹ تتلیوں ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہو کیسی ہو سب؟ ثوبیہ مرزا ام مریم صدیقہ سدرہ اسلم نوشین اقبال نادیہ جہانگیر دعا سحر امید زبیدہ ملک عائشہ ملک سلمیٰ ملک اریبہ شاہ سعادت شیرازی بشریٰ باجوہ بشریٰ ملک چندا مثال ایمان شاہ فرزانہ ملک فروا غزالنادیہ صبا ارم گل ماہ رخ سمیعہ مریم مریم مہک ملک مہرین رانا ثنا وقاص ام کلثوم اور زنیرہ جی دیکھ لو میں کسی کو بھی نہیں بھولی۔ میں آپ لوگوں سے بات کروں یا نہ کروں پھر بھی میں تم لوگوں کو نہیں بھول سکتی اور عظمیٰ شاہین اور طیبہ جی آپ کے پیغام مجھے مل گئے تھے ارے بھئی پوچھنے کی کیا ضرورت ہے ہم آنچل فیملی میں دوست ہی ہیں بس بچھڑے ہوئے۔ دیکھیں کب کب ملتے ہیں مجھے آپ کی دوستی قبول ہے۔ آپ کا رابطہ نمبر بہت ڈھونڈا مگر نہ مل سکا سو آپ کی نظر سے میرا پیغام گزرے تو مجھ سے رابطہ کریں میں منتظر رہوں گی۔ آپ سب لوگ اپنا بہت خیال رکھنا اور جو مجھے بھول چکے ہیں پلیز مجھ سے رابطہ کریں۔ آپ سب میری دعاؤں کا حصہ ہیں مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ اللہ حافظ۔

شگفتہ خان...... بھلوال

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم عاصمہ اقبال جی کیسی ہیں آپ؟ عاصمہ جی کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی؟ کیونکہ میں بھی عارف والا کی رہنے والی ہوں اس لیے آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ ایس انمول سرگودھا جی میں آپ سے بھی دوستی کرنا چاہتی ہوں او کے فرینڈز جواب ضرور دیجیے گا اللہ حافظ۔

رابعہ رحمان...... عارف والا

نبیلہ نازش راؤ، سباس گل، فصیحہ آصف اور آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! ڈیئر نبیلہ کیا حال ہے؟ آپ سوچ رہی ہوں گی کہ کیسی بے وفا لڑکی ہے خود ہی دوستی کا پیغام دیا اور پھر رابطہ ہی نہیں کیا مگر میری جان ایسی بات نہیں میں نے آنچل میں تین لیٹرز بھیجے مگر شائع ہی نہیں ہوئے آپ نے اور سباس گل نے میرا دوستی کا بڑھا ہوا ہاتھ تھام کر مجھے بہت خوشی دی ہے۔ سباس آپی آپ جیسی شخصیت سے دوستی تو میرے لیے اعزاز کی بات ہے۔ اب یہ بتائیں کہ میں آپ دونوں سے رابطہ کیسے کروں؟ فصیحہ آپی میں نے آپ کے نمبر پر ایک ایس ایم ایس بھیجا تھا آپ نے جواب نہیں دیا کیا ہم اس قابل نہیں؟ اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے اور اولاد جیسی نعمت عطا فرمائے۔ خوشبو کیف خوشی آپ کا تعارف پڑھا آپ کی اور میری پسند ناپسند کافی ملتی جلتی ہے کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی؟ عظمیٰ شاہین، رابعہ مفتی، عظمیٰ قادریہ عطاریہ، صائمہ طاہر سوہرو، سعدیہ اینڈ مریم عبدالرحمٰن، شاہ زندگی شہناز اقبال، ام سلمٰی بخاری، رضیہ خان، کنول شاہین، اینڈ راحیلہ بشیر یہ بندی آپ سب سے دوستی کی خواہشمند ہے ان شاء اللہ مخلص پائیں گی۔ آپ سب کی اپنی۔

ایس انمول...... پل سیانی بھابڑہ

7 اسٹار فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسے ہو آل فرینڈز؟ سب سے پہلے تو ام فروا آئی رئیلی مس یو (تمہارے جیسی لونگ اینڈ کیئرنگ فرینڈ میں نے کبھی نہیں دیکھی) یار آنچل میں انٹری دے دو اب تم سے رابطے کا یہی واحد ذریعہ ہے اور رابعہ عطا تم سناؤ کیسی گزر رہی ہے زندگانی؟ طیبہ نذیر 23 جولائی کو تمہاری برتھ ڈے ہے سو میری دعا ہے کہ تمہاری زندگی میں ڈھیروں خوشیاں آئیں۔ نادیہ یاسمین تمہیں بھی سالگرہ مبارک۔ تم بھی تو جولائی میں وارد ہوئیں (ہاہاہا) عظمیٰ کنڈی یاد نیکی اور وہ بھی پوچھ پوچھ (آج سے ہم فرینڈ) اور اب ہمیشہ رابطہ میں رہنا اینڈ میں نے اپنے اس ننھے سے گروپ کا نام 7 اسٹار گروپ رکھ دیا ہے۔ (آئی ہوپ آپ کو پسند آئے گا) باربی ڈول (ریحانہ راجپوت) تمہارا خالص اردو سے مزین تعارف بہت پسند آیا۔ نیناں شاہ اب آپ بھی ہم پر نظر کرم فرمایئے۔ سویٹ دل دلبوا ے آئی کم ان ان یور سویٹ ہارٹ؟ امید واثق ہے پزیرائی بخشی جائے گی۔ شمع مسکان یار! آپ نے ہمیں بھی یاد رکھا سالگرہ میں اس سے زیادہ خوشی کی بات ہمارے لیے اور کیا ہو سکتی ہے بھلا۔ اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔ آخر میں سباس گل، فریحہ شبیر، حمیرا عروش، عظمیٰ شاہین رفیق (سوری یار! میں نے ہی شاید آپ کو غلط سمجھا) سدرہ شاہین (یو آر اے گڈ گرل شاہی) سمیرا شریف طور اللہ کرے آپ کو سمعان احمد جلد مل جائے۔ نازیہ کنول نازی، مشناء کوثر سردار، اقرا صغیر احمد، ام مریم (جادو کی گڑیا) فرح طاہر قریشی، کرن وفا (آپ دونوں کدھر غائب ہو) مہر گل، پروین افضل شاہین، ایمن وقار، آنسہ شبیر، صائمہ طاہر سوہرو، ام ثمامہ (اللہ آپ کو صبر دے) وجیہہ خان آپ سب کو میرا سلام و بے شمار دعائیں۔ صوفیہ ملک تمہارا اور میرا اجہاد کے معاملے میں ایک ہی نظریہ ہے۔ دوستی کرو گی؟ پاکیزہ سحر اینڈ سیدہ امبر اختر بخاری آپ دونوں کے لیے بھی یہی درخواست ہے۔ اینڈ آخر میں میری بھانجیوں حورعین، عائشہ، عاتکہ، طوبیٰ، عمارہ سب کو ڈھیروں پیار اور دعائیں اللہ کرے آپ سب ایسے ہی ہمیشہ خوش رہیں۔ اپنا اور اپنے سے وابستہ لوگوں کا خیال رکھیے گا اللہ حافظ۔

فوزیہ سلطانہ...... تونسہ شریف

پیاری سی صبا رانا کے نام

السلام علیکم! صبا جی کیسی ہو ارے اپنا منہ تو بند کرو بھئی اس قدر حیرانی اچھی نہیں ہوتی۔ میں ہی ہوں تمہاری دوست اور کزن سوچا تمہاری سالگرہ آرہی ہے کچھ اسپیشل ہونا چاہیے۔ سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ صبا ڈیئر آج آنچل کے ذریعے تمہیں مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی ہوں تم بہت اچھی ہو میرا دل چاہتا ہے تم ہمیشہ میرے ساتھ خوش رہو۔ کبھی بھی ناراض مت ہونا تم جب ناراض ہوتی ہو تو مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ پھر سمجھ نہیں آتی کس طرح مناؤں تمہیں۔ اللہ سے دعا ہے ہمیشہ خوش رہو۔ خدا تمہاری ہر جائز خواہش پوری کرے آمین۔ صبا ڈیئر خود کو مضبوط کرو چھوٹی چھوٹی باتوں پر پریشان ہونا چھوڑ دو اور خدا پر بھروسہ رکھو وہ بہتر کرنے والا ہے۔ جب تمہارے سامنے کوئی بولتا ہے تو ایسے چپ ہو کر اس کی ساری باتیں سن لیتی ہو جیسے کبھی بولتی ہی نہ ہو۔ تمہاری اس عادت پر کبھی ہنسی آتی ہے اور کبھی غصہ۔ بھئی خود کو مضبوط بناؤ اپنے اندر ہمت پیدا کرو۔ یار تمہاری بہت فکر رہتی ہے تم اور مصباح ہی تو سب سے اچھی دوست ہو خدا سے اپنے لیے اور میرے لیے رحم کی دعا کیا کرو۔ فرح بھٹی تم بھی کچھ عقل سے کام لو۔ بہت سی دعاؤں کے ساتھ خدا حافظ۔

فائزہ بھٹی...... چونگی

عظمیٰ شاہین اور ماہ رخ کے نام

السلام علیکم! عظمیٰ جی آپ کا تعارف پڑھا بہت اچھا لگا میں تمہاری طرف دوستی کے لیے ہاتھ بڑھا رہی ہوں پلیز دل سے قبول کرنا اور ہمیشہ کے لیے دوستی کرنا کہیں راستے میں نہ ہاتھ چھوڑ دینا کیونکہ میں نے پہلے اپنی دوستوں سے بہت دھوکے کھائے ہیں اور مجھ سے جلد رابطہ کرنا پلیز میں روز روز پیغام نہیں بھیج سکتی بہت مشکل ہوتی ہے مجھے۔ ماہ رخ مجھے آپ کی دوستی قبول ہے پچھلی دفعہ بھی تمہارے نام پیغام بھیجا تھا جو کہ شائع نہیں ہوا امید کرتی ہوں کہ اس دفعہ ہو جائے گا مجھ سے رابطہ کرو۔ کرنا کیسے ہے یہ تم سوچو اور ثانیہ زینب میں تمہیں بہت یاد کرتی ہوں اتنی دوری اچھی نہیں ہوتی۔

اقصیٰ کنزہ...... سرگودھا

کرن شاہ اور صدف سلیمان کے نام

السلام علیکم! امید کرتی ہوں آپ خیریت سے ہوں گی۔ بس بس حیران ہونے کی ضرورت نہیں میں ام رباب ہوں اور آپ دونوں سے پکی دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ آپ دونوں کے تعارف پڑھے تھے میں نے کافی عرصہ پہلے اور سوچا تھا کہ آپ سے دوستی کروں گی اور میں امید کرتی ہوں کہ آپ دونوں میری دوستی قبول کریں گی۔ آپ کے جواب کا انتظار کروں گی اب اجازت چاہتی ہوں اپنا خیال رکھنا خدا حافظ۔

ام رباب بخاری...... جھنگ صدر پیر والا

خاص دوستوں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ عالیہ اینڈ سونیہ جی؟ سونیہ جی نہ سلام نہ دعا۔ اچانک کہاں غائب ہو گئیں آپ۔ کوئی رابطہ نہیں کیا۔ میری زندگی ویران سی ہو گئی ہے جب سے آپ مجھ سے دور ہوئی ہیں۔ عالیہ سے بات ہوتی رہتی ہے وہ ٹھیک ہے ہم دونوں آپ کو بہت مس کرتے ہیں۔ عالیہ جی اگر آپ کے پاس سونیہ کا کوئی میسج آئے تو پلیز مجھے ضرور مطلع کریں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ باقی کالج فرینڈز نادرہ، خالدہ، کلثوم، خدیجہ، بشریٰ، شاہینہ اور آصفہ کو ڈھیروں ڈھیر سلام۔ میں تم سب کو بہت یاد کرتی ہوں۔ اچھا ہمارے پرنسپل سر جمیل صاحب کیسے ہیں؟ ان کا کالج تو ٹھیک چل رہا ہے نا۔ ان کے کالج کی ٹیچرز مس خالدہ اور مس بشریٰ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں ان کو میرا سلام، میری دعا ہے کہ اللہ آپ سب کو کامیاب کرے اور الرحمٰن کالج کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین۔

خالدہ بشیر...... ترنڈہ محمد پناہ

اچھی پریوں کے نام

السلام علیکم! میری پیاری پریوں کیسی ہو یقیناً آپ سب خیریت سے ہوں گی۔ آپ کی جاناں دو ماہ کے طویل عرصے کے بعد حاضر ہے خوش آمدید تو کہہ دو جھلیو۔ کچھ دوستوں کے منہ کیوں لٹک گئے جھلیو کہنے پر؟ اچھا جی تو کہہ دیتی ہوں سیانی کڑیو بشریٰ، فضا میری فرزی آپ دونوں کے ایگزام ہونے والے ہیں بیسٹ آف لک یار۔ فرزی تھوڑا

سوار کرو کتابوں کو خود پر کمزور ہو جاؤ گی لڑکی۔ سوری تمام فرینڈز کہ ہم آپ کو ٹائم نہیں دے پائے یار جاب نے بہت بزی کر دیا ہے اور تھوڑا ٹینشن سے دور بھی۔ ثنا علی تم کو شادی بہت، بہت مبارک ہو سوئی بھائی یاسر کے ساتھ وقت کیسا گزرتا ہے بے وفا لڑکی بتایا بھی نہیں۔ شمیلہ یار تمہیں بیماریوں کو کیوں نہیں چھوڑ تیں تم یا یہ تم کو نہیں چھوڑتیں۔ سمیرا کی یہ بات نہیں بھولتی جاناں آئی آپ کس کی جاناں ہو۔ یار سمیرا بچے ہم کیا بتائیں آپ کو۔ کرن وفا اور فرح طاہر فیری آپ دونوں آنچل میں انٹری دو۔ طیبہ افضل (چکوال) ہم کو آپ کی دوستی دل و جان سے قبول ہے۔ ماہ رخ سیال ہم آپ کے دوست ہیں۔ طیبہ یار نوشین مجھے آپ کا پیغام مل گیا بٹ رئیلی سوری کہ جواب جلدی نہ دے سکی۔ مئی کے شمارے میں رضیہ خان (ستیانہ) کا پیغام دل کو چھو گیا کہ آنکھ بھر آئی بے اختیار۔ یوں لگا کہ جاناں نے پیغام لکھا ہے۔ شہناز اقبال مجھے آپ کی بھی دوستی قبول ہے یار آپ کا پیغام پڑھ کر اچھا لگا۔ صنم ناز آپ کا ہم سے دوستی کرنا بہت اچھا لگا۔ نازی کنول کیسی ہیں پیغام میں آپ نے میرا نام بھی لکھا۔ بہت خوشی ہوئی بٹ آپ کی شاعری آپ کی طرح اداس ہوتی ہے۔ راشد ترین آپ کی شاعری بہت اچھی ہوتی ہے اور غزالہ جلیل آپ کی تو کیا ہی بات ہے نادیہ یاسین ہم ٹھیک ہیں آپ سناؤ کیسی ہو؟ ثنا وقاص ہم آپ کے منتظر ہیں آپ جب بھی آؤ موسٹ ویلکم۔ رانی گڑیا آپ پھر اداس ہوگئی ہو۔ خوشبو کیسی ہو گی جاناں کی یاد تم کو نہیں آئی کیا؟ عافیہ حبہ خان، عائشہ ملک، سحر شاہ علی (آزاد کشمیر) میری اچھی دوست تسنیم کیسی ہیں۔ آئی مس یو بشریٰ ملک، فرزانہ ملک رابطہ نہیں تو کیا ہوا ہم دوست تو ہیں نا۔ ایمان اب کیسی رہتی ہے تمہاری طبیعت۔ ثنا ملک، میری چھوٹی سی بہنا کول شہزادی دوبارہ رابطہ کرنا۔ زنیرہ طاہر آپ کی اسٹڈی کہاں تک پہنچی؟ زوبی رانا آپ کیسی ہو؟ زنیرہ انصاری آپ کہاں غائب ہوگئی۔ امیسہ رباح آپ کی طبیعت کیسی ہے حجاب آپ کیسی ہو۔ ثوبیہ مرزا رئیلی سوری یار میں آپ کو ٹائم نہ دے پائی۔ ماہ رخ آپی ندا چوہدری، نیناں شاہ بھول گئی ہم کو سعادت شہزادی، چندا مثال آپ کیسی ہو اور آپ کا چھوٹو سا بیٹا کیسا ہے؟ انابیہ علی خدا آپ کو خوش رکھے اور ہر دکھ سے بچائے۔ میری دعائیں آپ سب فرینڈز کے ساتھ ہیں کوئی غلطی ہوئی ہو تو معذرت ان شاء اللہ پھر حاضر ہوں گی آپ کی اپنی دوست۔ اللہ حافظ۔

جاناں...... چکوال

پیارے بھائی ملک جنید اور عالی کے نام

پیارے بھائی ہم سے دور پردیس میں رہنے والے آج میں آنچل کے ذریعے آپ کو برتھ ڈے وش کر رہی ہوں۔ 13 جولائی کو آپ کی برتھ ڈے ہے اور اس سال آپ ہمارے پاس نہیں یاد تو ہم آپ کو لمحہ لمحہ کرتے ہیں لیکن اس دن تو آپ شدت سے یاد آؤ گے۔ خیر اللہ پاک آپ کو دور دیس میں صحت، خوشیوں والی لمبی زندگی عطا فرمائے آمین اور عالی جانی آپ بھی تو پردیسی ہو جب بھی آتے ہو ہوا کے گھوڑے پر سوار کبھی پاس بیٹھتے بھی نہیں باتیں بھی نہیں کرتے میری بانو (ہاہاہا) میری دعا ہے کہ اللہ پاک آپ دونوں بھائیوں کا جوڑ تا قیامت محبتوں کی مالا میں جوڑے رکھیں اور اتفاق و اتحاد کی دولت سے آپ کی زندگیوں کو مالا مال کر دے آمین۔

سامعہ ملک پرویز...... احاطہ ٹیکسلا

دوستوں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں سب؟ ساریہ چوہدری آپ نے میری دوستی قبول کی اس کے لیے بہت دعائیں خوش رہو مجھے آپ سے رابطہ کرنا ہے مگر کس طرح ضرور بتایئے گا۔ میں منتظر ہوں آپ کے جواب کی۔ صبا قریشی (عبدالحکیم) ڈیئر سسٹر آپ کو میری حمد پسند آئی بہت شکریہ۔ خوش رہو۔ سسٹر رابعہ مفتی یکم جولائی نادیہ یاسین 2 جولائی اور مریم شاہ 18 جولائی آپ سب کی برتھ ڈے ہے میری طرف سے ڈھیروں مبارک باد۔ پیارے ہریرہ پھپھو کے سوئٹ جانو مانو 11 جولائی کو آپ کی برتھ ڈے ہے آپ 2 سال کے ہو جاؤ گے پہلی برتھ ڈے پھپھو کے چندا پیارے اللہ آپ کو ہمیشہ صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے، آمین۔ عظمیٰ قادریہ عطاریہ آپ کی اور میری ڈیٹ آف برتھ سیم ہے یعنی 26 اگست ملاؤ ہاتھ۔ صوفیہ ملک (ہارون آباد) آپ کی زیادہ تر پسند و ناپسند اور عادات مجھ سے بہت ملتی ہیں تو آج سے ہماری دوستی پکی والی (ڈن نا؟) جواب ضرور دینا اور حمیرا احروش (کراچی) کیا آپ مجھ سے دوستی کرو گی۔ جس جس نے مجھ سے دوستی کرنی ہے جلدی سے کرلیں میں پورے خلوص سے اپنی دوستی نبھاؤں گی آخر میں سباس آپی، فصیحہ آصف اینڈ لاڈو جلدی سے جواب دیں میں آج بھی آپ کے جواب کی منتظر ہوں۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ قارئین سے التجا ہے کہ شہر قائد کے لیے بہت سی دعا کریں۔

علمہ اشمشاد حسین...... کورنگی، کراچی

بہت اپنوں کے نام

السلام علیکم! فرسٹ آف آل ہمارے پیارے بھیا "زاد علی حیدر" کو اپنا جنم دن بہت، بہت مبارک ہو۔ اللہ تمہیں خوشیاں اور کامرانیاں عطا فرمائے، آمین 29 جولائی کو زبردست ٹریٹ تیار رکھنا (اوکے)۔ اس کے بعد "سونیا سحر صدیق" 25 جولائی کو تمہارا برتھ ڈے ہے تو محترمہ بہت، بہت مبارک ہو آپ کو (ویسے اتنی گرمی میں آنے کی ضرورت ہی کیا تھی) اس کے علاوہ راحیلہ سلطان، شکیلہ رشید، ثوبیہ نواز بھٹی، ماریہ وحید، ثناء سلیم، رحاب، من تشاء نور سب کو میری طرف سے بہت بہت سلام قبول ہو۔

انجم چوہدری...... جتوئی

یادگار لمحے

جویریہ سالک

رمضان آ گیا

رحمتوں کا مہینہ رمضان آ گیا
امن کا سفینہ رمضان آ گیا
جلا بخشنے تشنہ روحوں کو پھر
معرفت کا خزینہ رمضان آ گیا
گناہوں کے بدل توبہ و نوازشیں
رحمتوں کا نذرانہ رمضان آ گیا
صعوبتوں میں سکھائے صبر و قرار
صبر کا قرینہ رمضان آ گیا
چمکیں گے چہرے صائم للہ ہر کے
نور کا مہینہ رمضان آ گیا
دور کرنے باطل و بد کو غزل
حق کا ترانہ رمضان آ گیا

شاعرہ: حمیرا غزل صدیقی...... کراچی

اقوال زریں

❖ نیکی سے عمر بڑھتی ہے۔ (حضور اکرم ﷺ)

❖ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ دونوں سے مسلمان محفوظ رہیں۔ (حضور اکرم ﷺ)

❖ ماں باپ کی خوشنودی دنیا میں باعث دولت اور آخرت میں باعثِ نجات ہے۔ (حضرت ابوبکر صدیق ؓ)

❖ دشمن کے حسنِ سلوک پر بھروسہ مت کرو کیونکہ پانی کو آگ سے کتنا ہی گرم کیا جائے پھر بھی اسے بجھانے کو کافی ہے۔ (حضرت علی ؓ)

❖ زبان کی لغزش قدموں کی لغزش سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔ (حضرت عثمان ؓ)

امبر گل...... جھڈو، سندھ

رمضان

ر...... روزہ رکھنا۔
م...... مسجد کو جانا۔
ض...... زکوٰۃ دینا۔
ا...... اللہ سے ڈرنا۔
ن...... نماز پڑھنا اور دعاؤں میں مجھے یاد رکھنا۔

عائشہ پرویز...... کراچی

افسانچہ

تم نے یہ سوچ بھی کیسے لیا کہ میں تمہیں بھول جاؤں گی، تمہاری سالگرہ پر تمہیں وش نہ کر سکی اور تم نے سمجھ لیا کہ میں تمہیں بھول گئی ہوں۔ تم تو میری تنہائی کو دور کرنے کا واحد ذریعہ ہو۔ تم تو خوشبو کی طرح میرے انگ انگ میں بکھر جاتے ہو، جب کبھی تم مجھے نہ ملو تو میں بوکھلائی پھرتی ہوں اداس بلبل کی طرح، پھر جب تمہارے ملنے کا سندیسہ ملتا ہے تو گویا میرے جسم میں دوبارہ روح پھونک دی گئی ہو۔ دیکھو ناراضگی چھوڑو میں تمہارا بے تابی سے انتظار کر رہی ہوں، آؤ نا میری بانہیں تمہاری منتظر ہیں۔ میری آنکھیں تمہیں دیکھنے کو ترس گئی ہیں، آؤ نا میرے پیارے آنچل......!

فرخندہ فیض...... کنگ چمن

نظم

بجلی ہوں، میں بجلی ہوں
پاکستان کی میں تتلی ہوں
آدھا گھنٹہ آتی ہوں
9,9 گھنٹے جاتی ہوں
اوپر پنکھا سوتا ہے
نیچے بندہ روتا ہے
بندے کی جان جاتی ہے
بجلی اس کو تڑپاتی ہے
بجلی میں نرالی ہوں
بہت نخرے والی ہوں

ساجدہ زید...... ویرووالہ چیمہ

مولوی نذیر احمد

ایک روز مولوی صاحب معلقات پڑھا رہے تھے

عمرو بن کلثوم کا قصیدہ تھا جب اس شعر پر پہنچے

ابا ہند خلد تعجل علینا
وانسظ نا نغبر ک الیقینا

تو بہت ہنسے کتاب رکھ دی اور ہنستے ہنستے لوٹ ہوگئے تھوڑی دیر کے بعد سنبھل کر بولے۔

"میاں بعض شعر قصہ طلب ہوتے ہیں یہ شعر میری زندگی کے قصہ کا آغاز ہے اچھا لو سناتا ہوں مگر پہلے تمہید سن لو بھئی ہم غریب لوگ تھے نہ کھانے کو روٹی نہ پہننے کو کپڑا' تعلیم کا شوق تھا اس لیے پھرتا پھرتا پنجابیوں کے کٹڑے کی مسجد میں آ کر ٹھہر گیا۔ یہاں کے مولوی صاحب بڑے عالم تھے ان سے پڑھتا اور توکل پر گزارا کرتا۔ دن رات پڑھنے کے سوا کچھ کام نہ تھا' تھوڑے سے دنوں میں کلام مجید پڑھ کر میں نے ادب پڑھنا شروع کیا۔ چار پانچ برس میں معلقات پڑھنے لگا گو میری عمر بارہ سال تھی مگر قد چھوٹا ہونے کی وجہ سے نو دس برس کا معلوم ہوتا تھا' پڑھنے کے علاوہ میرا کام روٹیاں سمیٹنا بھی تھا۔ صبح ہوئی اور میں چھبڑی ہاتھ میں لے کر گھر گھر روٹیاں جمع کرنے نکلا۔ کسی نے رات کی بچی ہوئی دال ہی دے دی' کسی نے قیمہ کی لگدی ہی رکھ دی۔ کسی نے دو تین سوکھی روٹیوں پر ہی ٹرخا دیا۔ غرض رنگ برنگ کا کھانا جمع ہو جاتا' مسجد کے پاس ہی عبدالخالق کا گھر تھا۔ ان کے ہاں میرا قدم رکھنا مشکل تھا' ادھر میں نے دروازے میں قدم رکھا۔ ادھر ان کی لڑکی نے ٹانگ لی جب تک سیر دو سیر مسالا نہ پسوا لیتی نہ گھر سے نکلنے دیتی' نہ روٹی کا ٹکڑا دیتی۔ جہاں میں نے ہاتھ روکا اس نے بٹہ انگلیوں پر مارا۔ بخدا جان سی نکل جاتی۔ میں نے مولوی صاحب سے کئی دفعہ شکایت کی مگر انہوں نے ٹال دیا' خبر نہیں مجھ سے کیا دشمنی تھی۔ مارا دھاڑی روز وہاں جانا ہی پڑتا اور روز ہی مصیبت جھیلنی پڑتی۔ تم سمجھے بھی کہ یہ لڑکی کون تھی؟ میاں یہ لڑکی وہ تھی جو بعد میں ہماری بیگم صاحبہ ہوئیں۔

پھر انہوں نے اس شعر کا اصل پس منظر تفصیل سے بیان کیا جو بیان میں تو خوب ہے مگر واقعتاً مولوی صاحب کی زندگی کا سنگِ میل بھی......

آپ کو معلوم ہے کہ یہ مولوی صاحب دراصل مولوی نذیر احمد اردو کے پہلے ناول نگار ہیں اور ان کے شاگرد مرزا فرحت اللہ بیگ تھے جنہوں نے نہایت خوب صورت پیرائے میں اپنے استاد محترم کا شخصی خاکہ پیش کیا جس کی ایک جھلک ہم نے آپ کے سامنے پیش کی۔

اقتباس از......مضامین فرحت

مرسلہ: انوشہ طارق کراچی

انسان بچ سکتا ہے

❖ تکبر سے سلام کے ذریعے
❖ مصیبت سے صدقے کے ذریعے
❖ بیماری سے دعا کے ذریعے
❖ شیطان سے علم کے ذریعے
❖ گناہ سے اللہ کے خوف کے ذریعے

صائمہ طاہر سومرو......حیدرآباد سندھ

قطعہ

فرمائشیں تو ان کی ہیں باقی ابھی بہت
کہتا ہے کون؟ قرض کی حاجت نہیں مجھے
شاپنگ کا وہ حکم کرے اور کروں میں دیر
"یہ تاب' یہ مجال یہ طاقت نہیں مجھے"

زرش اقبال......وہاڑی

دوستی

♥ دنیا میں سب سے مہنگی چیز عزت اور سب سے قیمتی دوستی ہے۔
♥ اس کے ساتھ دوستی کرو جو نیکی کر کے بھول جائے
♥ دوست نما دشمن سب سے زیادہ خطرناک ہیں

کنیز فاطمہ......بشیر نگر شورکوٹ

چالان

تیز رفتاری کے جرم میں ایک صاحب کا چالان ہوا اور انہیں مجسٹریٹ صاحب کے سامنے پیش کیا گیا۔ انہوں نے صحت جرم سے انکار کرتے ہوئے کہا۔

"جناب عالی! میں تو صرف بیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے جا رہا تھا۔"

"کیا ثبوت ہے اس بات کا؟" مجسٹریٹ نے دریافت کیا۔

"جناب والا! ثبوت کے طور پر صرف اتنا جان لینا کافی ہے کہ میں اس وقت اپنے سسرال جا رہا تھا۔"

عابدہ سلیم......مغل پورہ لاہور

انمول باتیں

♥ دشمن سے ہر وقت بچو مگر دوست سے اس وقت بچو جب وہ تمہاری بے جا تعریف کرنے لگے۔
♥ گفتگو چاندی ہے مگر خاموشی سونا ہے۔
♥ قبرستان ایسے لوگوں سے بھرا پڑا ہے جو یہ سمجھتے تھے کہ ان کے بغیر دنیا اجڑ جائے گی اس لیے یہ سمجھنا چھوڑ دو کہ تمہارے بغیر دنیا ختم ہو جائے گی کچھ ایسا کر کے جاؤ کہ لوگ تمہیں اچھے لفظوں میں یاد کر سکیں۔
♥ اپنے اندر کے غصے کو باہر کسی چیز پر نکالو اگر یہ اندر رہ گیا تو یہ زہریلا درخت بن جائے گا جو صرف نفرت پیدا کرتا ہے۔
♥ خوش رہو......! اس لیے نہیں کہ آپ خوش رہنا چاہتے ہو بلکہ اس لیے کہ کچھ لوگ آپ کو خوش دیکھنا چاہتے ہیں۔

فریال مرزا......دینہ

خوب صورت باتیں

♥ پریشان ہونا انسان کے انسان ہونے کی دلیل ہے لیکن پریشان رہنا انسان کے اللہ تعالیٰ پر یقین نہ ہونے کی دلیل ہے۔
♥ تم حق بات کہنے سے مت ڈرو کیونکہ نہ کوئی تمہیں موت دے سکتا اور نہ کوئی تمہارا رزق کم کر سکتا ہے۔
♥ اگر دنیا میں صرف سکون ہوتا تو لوگ اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے' سکون تو صرف ان لوگوں کے پاس ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کو اپنی رضا سمجھتے ہیں۔
♥ جنت کے منتظر نہ رہو بلکہ ایسے کام کرو کہ جنت تمہاری منتظر ہو۔

طاہرہ غزل......جتوئی

خوب صورت بات

"ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے مانگو اور بے حساب مانگو کیونکہ
ایک اللہ ہی تو ہے جو دے کر واپسی کا تقاضا نہیں کرتا۔
اس لیے مانگو اسی سے جو دیتا ہے خوشی سے اور کہتا نہیں کسی سے وہ خدا ہی تو ہے۔

اینہ رؤف' مصباح مسکان رؤف......جہلم

نفس

اللہ نے جانور کو نفس دیا لیکن عقل نہیں دی جب کہ فرشتوں کو عقل دی لیکن نفس نہیں دیا جب کہ انسان کو عقل بھی اور نفس بھی دیا اب اگر انسان عقل سے کام لے کر نفس پر قابو پالے تو وہ فرشتوں سے افضل ہے اور اگر وہ عقل کو چھوڑ کر نفس کا غلام بن جائے تو جانور سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

سنیاں زرگر' اقصیٰ زرگر......جوڑہ

سچ

ہماری خوش قسمتی یہ ہے کہ ہم اللہ کو ایک مانتے ہیں
لیکن ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم اللہ کی ایک نہیں مانتے۔

سعدیہ' فریحہ......شاہ نکڈر

جلترنگ

کسی ملک کے وزیر خزانہ بے تکلف احباب کے حلقے میں چہک رہے تھے۔

بچپن کا زمانہ بھی کیا زمانہ ہوتا ہے' ان دنوں میری تمنا تھی کہ بڑا ہو کر ڈاکٹر بنوں گا۔

"مبارک ہو" کسی ستم ظریف نے کہا۔
"مراد پوری ہوئی۔"

......☆......

کرایہ دار نے مالک مکان سے کہا: "آپ کے گھر کی

چھت ٹپکتی ہے اسی لیے مرغیاں بھیگ گئی ہیں۔"
مالک مکان نے کہا: "پھر آپ موسم کا خیال کرتے ہوئے کچھ دنوں کے لیے مرغیوں کی بجائے بطخیں کیوں نہیں پال لیتے۔"

......☆......

ایک صاحب نے پڑوسی سے شکایت کی "جب میں ہارمونیم بجاتا ہوں آپ کا کتا بھونکنا شروع کردیتا ہے۔"
پڑوسی نے جواب دیا "اس میں بے چارے کتے کا کیا قصور، پہل تو آپ ہی کرتے ہیں۔"

صدر مختار...... بوسال مصور

بہت اچھی باتیں

+ شکر ادا کرتے رہا کرو اس رب کا جو برداشت سے زیادہ دکھ نہیں دیتا مگر اوقات سے زیادہ سکھ دیتا ہے۔
+ زبان کا وزن بہت ہی ہلکا ہوتا ہے مگر کم لوگ اسے سنبھال پاتے ہیں۔
+ اگر کسی کو کچھ دینا ہے تو اسے اچھا وقت اور دعا دو کیونکہ تم ہر چیز واپس لے سکتے ہو مگر کسی کو دیا ہوا اچھا وقت اور دعا واپس نہیں لے سکتے۔"

ایس انمول...... پل میانی بھابڑہ

مہکتی کلیاں

+ دنیا کے آسان ترین الفاظ "ہاں" اور "نہیں" ہیں مگر بعض اوقات ان الفاظ کا استعمال ہی مشکل ترین ہوجاتا ہے۔
+ آنکھوں دیکھا کبھی جھوٹ نہیں ہوتا مگر بعض اوقات مطلب وہ ہرگز نہیں ہوتا جو ہماری عقل سمجھتی ہے۔
+ سورج گرہن وقتی ہوتا ہے لیکن اگر دلوں کو گرہن لگ جائے تو زائل کرنا بہت محال ہوتا ہے۔
+ ضد اور نفرت عکاس بیل کی طرح انسان کے وجود کو بنجر کردیتے ہیں۔
+ زمانہ برے لوگوں کی برائی کی وجہ سے خراب نہیں ہوتا بلکہ اچھے لوگوں کی خاموشی کی وجہ سے خراب ہوتا ہے۔
+ جب انسان کے دل میں روشنی نہ ہو تو وہ چراغوں کے میلے میں کیا حاصل کرے گا۔
+ جب انسان زندگی کی آزمائشوں سے تھک ہار کر ٹوٹ جاتا ہے تو وہ مجبوراً ہی سہی موت کو آواز دیتا ہے۔
+ پتھروں سے واسطہ پڑے یا پتھر دلوں سے زندگی کا سفر کٹتا نہیں لیکن وہ زندگی کو ویران ضرور کردیتے ہیں۔
+ ایک بیٹی کے لیے سب سے بڑا دکھ اس کی ماں کی موت کا غم ہوتا ہے۔
+ بلندی برسوں میں ملتی ہے لیکن گرنے میں بس ایک پل لگتا ہے۔
+ ہمیشہ ایسے انسان سے بچیں جو دہری شخصیت رکھتا ہو۔

رمشاء عظمت...... بوسال مصور

دستک

اگر اللہ تمہاری دعائیں پوری کررہا ہے تو وہ تمہارا یقین بڑھا رہا ہے اگر تمہاری دعائیں پوری کرنے میں دیر کرتا ہے تو تمہارا صبر بڑھا رہا ہے اگر تمہاری دعاؤں کا جواب نہیں دیتا تو تمہیں آزما رہا ہے لہٰذا آپ دعا مانگتے رہیں، دعا ایک دستک ہے اور دستک بار بار دینے پر دروازہ چاہے دیر سے کھلے مگر کھل ضرور جاتا ہے۔

مدیحہ نورین...... برنالی

سچی بات

غلطی ماننے اور گناہ چھوڑنے میں کبھی دیر مت کیجیے کیونکہ سفر جتنا طویل ہوتا جائے واپسی اتنی ہی دشوار ہوجاتی ہے۔

نبیلہ چوہدری...... رائے ونڈ

فکر آخرت

میں نکلا شام شہر کو دل میں کچھ ارمان تھے
ایک طرف تھیں سبز جھاڑیاں ایک طرف ٹوٹے قبرستان تھے
پاؤں تلے ایک ہڈی آئی جس کے یہ بیان تھے
سنبھل کر چل اے چلنے والے کبھی ہم بھی انسان تھے

روبینہ جعفر خان...... کھلابٹ ٹاؤن شپ

عورت آخر ہے کیا؟

❖ عورت سب سے اچھا اور سب سے آخری آسمانی تحفہ ہے۔
❖ عورت کو اپنی زندگی اور دولت دونوں کی ہی ضرورت ہوتی ہے۔
❖ اگر فیشن کی سرپرستی عورت نہ کرتی تو ہزاروں درزی بھوکے مرجاتے۔
❖ عورت مرد پر حکومت کرتی ہے اور شیطان عورت پر حکومت کرتا ہے۔
❖ عورت کے ساتھ زندگی بسر کرنا مشکل لیکن عورت کے بغیر زندگی بسر کرنا مشکل تر ہے۔
❖ عورت کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ وہ جلد اعتبار کرلیتی ہے۔
❖ مسکراتی ہوئی عورت پر کبھی بھی یقین مت کرو۔
❖ عورت کے دل پر جواہرات کا اثر مرد کی تصویر سے زیادہ ہوتا ہے۔
❖ اگر روشنی بجھادی جائے تو سب عورتیں ایک جیسی ہوجائیں گی۔
❖ اگر دنیا میں عورتیں نہ ہوتیں تو سارے مرد ولی ہوتے۔
❖ عورت کے لیے لڑائی اور محبت میں سب کچھ جائز سمجھا جاتا ہے۔
❖ عورت اور شراب سب کو بے وقوف بنادیتے ہیں۔
❖ دنیا میں سب سے زیادہ پانی کی طاقت عورت کے آنسو کی ہے۔
❖ وہ شخص جو عورت کی خواہش کو طاقت سے بدلے بے وقوف ہے۔
❖ عورت زندگی میں صرف ایک راز محفوظ رکھتی ہے اور وہ اس کی عمر کا راز۔
❖ جو شخص کسی عورت سے اس کی خوب صورتی کی وجہ سے شادی کرے وہ احمق ہے۔
❖ جو عورت روپے کے لیے شادی کرے وہ لالچی ہے اور جو شخص حسن سیرت کی وجہ سے شادی کرے وہ حقیقی شوہر ہے۔

حمیرا اکبر...... میرپور خاص

انمول موتی

❖ قرآن پاک کی آیتوں میں اتنا حسن ہے کہ بے ضمیر لوگوں سے پردہ کرلیتی ہیں۔
❖ ایک اچھا دوست ریاضی کے زیرو جیسا ہوتا ہے جس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی لیکن وہ جس کے ساتھ جڑ جائے اس کی قیمت دس گناہ بڑھ جاتی ہے۔
❖ فجر کی نماز سے نور، ظہر کی نماز سے دولت، عصر کی نماز سے صحت، مغرب کی نماز سے کامیابی اور عشاء کی نماز سے سکون ملتا ہے۔
❖ نفرت کو ہزار موقع دو کہ وہ محبت بن جائے لیکن محبت کو ایک بھی موقع نہ دو کہ وہ نفرت بن جائے۔
❖ دنیائے آخرت میں جو رہنا ہو چین سے تو جینا علی سے سیکھو اور مرنا حسین سے۔
❖ دنیا تمہیں اس وقت تک نہیں ہرا سکتی جب تک تم خود سے نہ ہار جاؤ۔
❖ تین چیزوں کا احترام کرو والدین، بزرگ، استاد۔
❖ تین چیزوں کو ساتھ رکھو سچائی، ایمان، نیکی۔
❖ تین چیزوں کو یاد رکھو نصیحت، احسان، موت۔
❖ تین چیزوں کے لیے لڑو وطن، عزت، حق۔
❖ تین چیزوں کو قابو میں رکھو زبان، غصہ، نفس۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

اچھی بات

"دوسروں کے آنسو زمین پر گرنے سے قبل اپنے دامن میں سمیٹ لینا انسانیت کی معراج ہے۔"

گلناز مان گل...... مان

yaadgar@aanchal.com.pk

آئینہ

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ ابتدا ہے اس پروردگار کے پاک نام سے جو خالق کونین ارض وسما کا مالک ہے' جولائی کا شمارہ رمضان نمبر ہے آنچل اسٹاف کی جانب سے تمام قارئین کو ماہ صیام کی دلی مبارک باد قبول ہو۔ اللہ تعالیٰ تمام امت مسلمہ کو اس مہینے کا احترام کرنے اور حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد بھی احسن طریقے سے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

امبر گل...... جھڈو، سندھ۔ ڈیئرسٹ مدیرہ جی السلام علیکم! شہلا جی امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ ہماری طرف بھی اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے سب خیریت ہے۔ سب سے پہلے تو تمام آنچل اسٹاف، رائٹرز اینڈ ریڈرز کو ایڈوانس میں رمضان المبارک کی مبارکباد جیسے ہی اس بار کا آنچل ہاتھ میں آیا اس نے بڑا اچھا تاثر چھوڑا۔ پھر ٹائٹل پر نظر پڑی تو ٹائٹل تو سو سو ہی لگا۔ فہرست چیک کی سرگوشیاں پڑھیں۔ در جواب آں کو اچھی طرح سے ٹٹولا پھر دوستوں کی محفل میں پہنچ گئے اور پھر تو جیسے جیسے پڑھتے اور دیکھتے جائیں ویسے ویسے دل میں خوشی کے مارے لڈو پھوٹتے رہے۔ تب ہمیں اس کیفیت کا صحیح ادراک ہوا کہ خوشی دراصل یہ تھی کہ جو آنچل کو دیکھ کر ہوئی۔ اتنی عزت اور مان دینے کا دل سے شکریہ۔ اب ہو جائے کچھ تبصرہ سلسلے وار ناول پر۔ ان میں سرفہرست ہے سمیرا ڈیئر کا "ٹوٹا ہوا تارا" آج کل اس ناول نے میری پوری توجہ اپنی طرف سمیٹی ہوئی ہے۔ پھر "بھیگی پلکوں پر" بے حد معذرت کے ساتھ کہ یہ تحریر بالکل بھی مزہ نہیں دے رہی۔ لگ ہی نہیں رہا کہ اسے آپ جیسی رائٹر لکھ رہی ہیں آپ کی آج تک جتنی بھی تحریریں شائع ہوئی ہیں وہ ہمیشہ بہترین لگی ہیں۔ پلیز اقرا جی اس میں تھوڑا سا چینج لائیں تاکہ یہ بھی آپ کی پہلی والی تحریروں کی طرح خوب صورت ہو جائے۔ مکمل ناول "لوٹ آیا موسم وصال" فصیحہ آصف خان نے زبردست لکھا۔ بے شک موضوع پرانا تھا مگر پھر بھی تحریر نے مزہ دیا۔ "آخری لمحہ" ایم سلطانہ فخر کی بھی ایک اچھی کاوش تھی۔ ناولٹ بہن ام اقصیٰ کا "تقدیر" بہت اچھا لگا۔ ام مریم اچھا لکھ رہی ہیں مگر بہت زیادہ بولڈ لکھ رہی ہیں۔ پلیز آپ لوگ تو اپنی تحریروں کو ایسا نہ بنائیں۔ افسانوں میں اریشہ غزل کا "تمیں سال" زبردست تھا۔ "چاند کے تمنائی" بھی اچھا لگا۔ "حد نظر" ابھی نہیں پڑھ پائی البتہ "چائے" پڑھ کر بڑی ہنسی آئی۔ سباس گل صاحبہ تو کمال کی رائٹر ہیں کہ قلم کو لے کر انہوں نے اس پر افسانہ ہی لکھ ڈالا اب باقی سلسلوں پر بھی کچھ بات ہو جائے۔ جن قاری بہنوں نے "ہم سے پوچھئے" سلسلہ بند کرنے کا کہا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے میں بھی چاہتی ہوں کہ اس کو ختم کر دیا جائے...... واقعی کچھ اچھی تبدیلیاں آنی چاہیے آنچل میں۔ جیسے سکٹی صاحب نے کہا ہے تو جی اس بار تو ساون نمبر ہی نکال لیں جس میں ساون کی مناسبت سے تحریریں ہوں اور صفحات میں بھی اضافہ کر دیں۔ اچھا جی تمام رائٹرز اور ریڈرز پلیز کہا سنا معاف کر دیجیے گا۔ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے نجانے کب سانسوں کی ڈور ٹوٹ جائے اللہ آنچل کو اس سے بھی زیادہ ترقی دے آمین والسلام۔

صوفیہ ملک...... ہارون آباد۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ ڈیئر شہلا آپی کیا حال ہے امید ہے خیریت سے ہوں گی اور گرمی خوب انجوائے کر رہی ہوں گی کیونکہ پاکستان میں گرمی انجوائے کرنے کا اپنا ہی مزہ ہے...... ہاہاہا...... طویل غیر حاضری کے بعد آئینہ میں خط لکھنے پر مجبور مجھے تین اسٹوریز نے کیا ہے۔ فرسٹ آف آل نازیہ آپی کا ناول "جھیل کنارہ کنکر" ارے آپی جی آپ کا یہ ناول بلاشبہ ایک شاہکار ناول ہے جو قارئین کے ذہنوں میں تا زندگی رہے گا ان شاء اللہ اور اس اصلاحی کہانی اور معاشرے کی بے حسی پر قلم اٹھانے پر اللہ بھی آپ کو جزائے خیر سے نوازے آمین۔ ام مریم آپی کا ناول تو میرا فیورٹ ہے کیا ناول تخلیق کیا ہے آپی ویل ڈن۔ میں آپ کا ناول بہت شوق اور دلچسپی سے پڑھتی ہوں اور مجھے لاریب اور سکندر کا کردار بہت پسند ہے۔ عباس کی عریشہ سے محبت بہت اچھی لگتی ہے لیکن لاریب کا سوچ کر دکھ ہوتا ہے۔ بٹ پلیز آپ سکندر اور لاریب کو جدا مت کیجیے گا۔ سندی کو جلدی سے مسلمان کر دیں اور اس کا ہیرو کب سامنے آئے گا؟ اب آتے ہیں پیاری سی آپی سباس گل کی طرف جن کی بے انتہا محبت بہت خوشی دیتی ہے۔ آپی مجھے آپ کی نیچر بہت پسند ہے۔ آپ کی اسٹوری "چائے" نے تو ہمارا دل جیت لیا، ویل ڈن۔ اللہ آپ کو مزید کامیابیاں عطا فرمائے آمین۔ آخر میں آنچل اسٹاف سے ایک ریکویسٹ ہے کہ پلیز آنچل کا ٹائٹل چینج کریں۔ مطلب دوپٹے یا مکمل سوٹ میں کسی ماڈل کا ٹائٹل دیں اس سے آنچل مزید خوب صورت لگے گا۔ اریشہ غزل، ام اقصیٰ کی اسٹوری بھی اچھی لگی۔ باقی سارا آنچل بہت خوب صورت لگا۔ اللہ آنچل کو مزید ترقی دے آمین۔ شہربانو سباس آپی آپ نے مجھے یاد رکھا بہت شکریہ۔ والسلام۔

شازیہ فاروق احمد...... خان بیلہ۔ پیاری شہلا عامر آنچل ٹیم اور پڑھنے والوں کو اسلام علیکم جون کا شمارہ 28 تاریخ کو ملا۔ سرورق بہت خوب صورت تھا آنچل بائیں ہاتھ میں پکڑ کر کھولنا چاہا ہی تھا کہ اوراق (ہوا کی وجہ سے) پلٹے تو آنچل کے صفحات پر اپنا نام جگمگاتا ہوا نظر آیا۔ چند اوراق پھر پلٹے اور دوسری جگہ میرا نام یہ حیرت قابل دید تھی۔ بہرحال شکریہ ادا کروں گی آنچل اسٹاف کا۔ سلسلہ وار ناول، ناولٹ بہت اچھے رہے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" سمیرا جی نے بہت اچھی قسط پیش کی۔ ولید کی زندگی میں انا ٹھیک رہے گی۔ تیمری کو شامل مت کریں۔ "بھیگی پلکوں پر" قسط زبردست رہی۔ شیری کی غلط فہمی بڑھ گئی تھوڑا افسوس ہوا اس کی سوچ پر۔ "جھیل کنارہ کنکر" نازیہ جی نے خوب صورتی سے ناول کو آگے بڑھایا۔ "مجھے ہے حکم اذاں" ام مریم نے کمال کا لکھا لیکن زینب کے شوہر کی وفات سے تھوڑا دکھ ہوا۔ "چمن تم سے عبارت ہے" سبھی کے جوابات اچھے رہے لیکن سباس گل کے جوابات کچھ زیادہ پسند آئے۔ "یادگار لمحے" میں دو ہاتھ پڑھ کر واقعی احساس ہوا کہ یہ دو ہاتھ سلامت رہنے چاہیں عمارت بن جانے کے بعد اپنے مالک کے نام سے پہچانی جاتی ہے تعمیر کرنے والے ہاتھ نجانے کہاں گم ہو جاتے ہیں۔ شمع مسکان کو مبارک باد دیتی ہوں پچھلے ماہ لکھ نہیں پائی شمع مسکان کے بارے میں اور آئینہ میں تبصرہ بھی نہیں تھا سو اب لکھ رہی ہوں اب اجازت، اللہ حافظ۔

ثمینہ ناز دیشانی...... فتح جنگ۔ پیاری آپی جان اسلام علیکم! بڑے عرصے بعد قلم اٹھایا اور لکھنا شروع کیا آنچل رسالہ جیسے ہمارے ہاتھ لگا بے اختیار چوما اور فوراً پڑھنا شروع کیا۔ ٹائٹل پر سنجیدہ ماڈل فراک پہنے بڑی پیاری لگ رہی تھی۔ آغاز "سرگوشیاں" سے کیا۔ پھر حمد و نعت سے مستفید ہوتے ہوئے "در

جواب آں، دانش کدہ" پڑھ کر جلدی سے "ہمارا آنچل" کی طرف بڑھے۔ ہمارا آنچل میں صوفیہ ملک کا تعارف پڑھا اچھا لگا۔ ریحانہ راجپوت آمنہ امداد اور آنسہ شبیر سے ملاقات ہوئی۔ "بہنوں کی عدالت" میں سمیرا شریف طور کو چاروں سائیڈ سے بہنوں میں گھرا ہوا پایا۔ "چمن تم سے عبارت ہے" یہ نیا سلسلہ بھی اچھا لگا۔ ہم چھلانگ لگا کر اپنے پسندیدہ سلسلہ وار ناول کی طرف چلے۔ "بھیگی پلکوں پر" اقرا صغیر احمد کا بڑی کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے۔ شکر ہے عائزہ کو ہوش آیا اور سنبھل گئی اور عادلہ بیگم تم ہواؤں میں اڑ رہی ہو عنقریب تمہاری پرواز بھی ختم ہو جائے گی۔ دوسروں پر تہمت لگانے والی ماں کا کیا ہوگا۔ شہریار (شیری) ویسے بھی پری کا ہے۔ پری کا کردار مجھے بہت پسند ہے۔ "جھیل کنارہ کنکر" نازیہ کنول نازی آپی کا ناول خوب صورت نام کے ساتھ کامیابی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" سمیرا شریف طور کا ناول پڑھا اچھا لگا۔ اگلی قسط کا انتظار کرنا پڑے گا۔ سلسلہ وار ناول پڑھ کر مکمل ناول کی طرف بڑھے۔ "آخری لمحہ" ایم سلطانہ فخر آپی ناول پڑھا سبق آموز اسٹوری تھی۔ مسلمان لڑکی ہو یا لڑکا اسے زیب نہیں دیتا کہ وہ ڈانس کلب میں جائے اور وہاں غیر مرد کے ساتھ ڈانس کرے۔ "لوٹ آیا موسم وصال" فصیحہ آصف خان آپی کا ناول پڑھا بہت پسند آیا۔ ناولٹ میں "مجھے ہے حکم اذاں" پسند آیا۔ پھر یہ کیا "ام مریم" اتنا اچھا ناولٹ اور وہ بھی ادھورا اگلی قسط کا انتظار کرنا پڑے گا۔ "تمیں سال" اریشہ غزل کا افسانہ معاشرے پر حقیقی اسٹوری لکھی۔ ازل سے عورت کے ساتھ ایسا ہوتا آ رہا ہے۔ یہ مسائل بنت حوا کے ساتھ ہوتے رہے ہیں۔ کبھی جہیز نہ ہونے کی صورت میں بے چاری عمر بھر والدین کے گھر میں بیٹھی رہتی ہے تو کبھی عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے۔ عورت کا اپنا کوئی گھر نہیں ہوتا۔ عورت کے ساتھ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ "تتلیوں کے دکھ" نازیہ جمال "چائے" سباس گل "چاند کی تمنائی" شمیم ناز صدیقی "حد نظر" سمیرا حمید کے افسانے پڑھ کر مستقل سلسلے کی جانب چل پڑے۔ "روحانی مسائل کا حل، بیاض دل، ڈش مقابلہ، بیوٹی گائیڈ، غزلیں نظمیں" نازیہ کنول آپی کی نظم "استحصال" بڑھی پسند آئی۔ "دوست کا پیغام آئے، یادگار لمحے" پڑھ کر اپنے پسندیدہ سلسلے "آئینہ" کی طرف لپکے آئینہ میں پہلے سب بہنوں کو دیکھا پھر ان کے تبصرے پڑھے۔ "ہم سے پوچھیے" آپ کی صحت اور کام کی باتیں" پر اختتام کیا آپ سب کو رمضان المبارک کا مقدس مہینہ مبارک ہو میری طرف سے تمام بہنوں کو اسپیشل سلام۔

☆ اچھی بہن! آپ کو ماہ رمضان بہت بہت مبارک ہو۔

آمنہ سعید، کائنات سعید...... اسلام آباد۔ ٹھک ٹھک شہلا آپی دروازہ تو کھولیں ویسے بھی ہم تو پہلی دفعہ آئینہ میں شرکت کر رہے ہیں۔ آپی جی ہم نے آنچل ڈائجسٹ کچھ مہینے پہلے ہی پڑھنا شروع کیا ہے۔ ماشاء اللہ سب رائٹرز بہت اچھا لکھتی ہیں۔ نازیہ کنول نازی تو آنچل کی جان ہیں۔ ان کے بغیر تو آنچل ادھورا لگتا ہے۔ پلیز نازی آپی اینڈ اچھا کیجیے گا ناول کا۔ مجھے ہانیہ تو بہت ہی پسند ہے۔ اب آتے ہیں سمیرا آپی کی طرف۔ آپی آپ تو کمال کا لکھتی ہیں۔ واہ جی آپ کے کیا کہنے۔ نسیم حجازی کے بعد آپ میری فیورٹ رائٹر ہیں۔ مجھے تو لگتا ہے کہ شہوار ایاز سے شادی کرے گی۔ شہوار، ولید اور روشی کا آپس میں کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہے۔ مجھے اس کہانی میں شہوار کا کردار اچھا لگا۔ اس ناول میں بہت تجسس ہے اور رابعہ کے کردار کا اضافہ ہوا تو اس تجسس کو مزید ہوا ملی۔ میں یعنی آمنہ اور کائنات سمیرا جی کے ناول کو پکڑ کر گھنٹوں تبصرہ کرتے رہتے ہیں۔ سمیرا آپی جی مجھے آپ سے اور نازی آپی سے دوستی کرنے کا بہت شوق ہے۔ پلیز ہماری دوستی قبول کریں۔ خدا حافظ

☆ پیاری بہن! پہلی بار آنچل کی محفل میں شرکت کرنے پر خوش آمدید۔

دلکش مریم...... چنیوٹ۔ السلام علیکم! شہلا آپی امید ہے آپ خیریت سے ہوں گی۔ اللہ سب کو اپنی امان میں رکھے آمین۔ اب آتی ہوں پیارے سے اور میری طرح دلکش آنچل کی طرف جون کا ٹائٹل بہت پسند آیا۔ سرگوشیاں میں آنٹی قیصر آرا سے ملاقات ہوئی۔ پھر حمد و نعت سے فیض یاب ہوئی۔ ہمارا آنچل میں صوفیہ ملک، آمنہ امداد کا تعارف پسند آیا۔ باقی بہنوں سے مل کر بھی اچھا لگا۔ "بھیگی پلکوں پر" قسط کچھ خاص پسند نہیں آئی میں نے تو سمجھا تھا طغرل اور پری خوب صورت بندھن میں بندھ جائیں گے مگر...... "ٹوٹا ہوا تارا" واہ سمیرا کیا خوب لکھ رہی ہیں۔ ولید نے سوری کی بہت اچھا لگا ولید کو انا کے دل کی حالت جان جانی چاہیے نازیہ بھی اچھا لکھ رہی ہیں۔ ہانیہ اور نہال کی شادی پھر نہال کا فوت ہو جانا کہاں سے کہاں آپ نے ہانیہ کو پہنچا دیا اب پلیز اس کے دکھ ختم کر دیں زائر اور ثانیہ کی غلط فہمی بھی دور کریں۔ ام مریم آپ کی تحریر تو مزا دے جاتی ہے۔ ہر قسط لاجواب ہوتی ہے دعا ہے آپ اسی طرح لکھتی رہیں آمین۔ سکندر نے طلاق دینے سے انکار کر دیا بہت اچھا کیا لیکن لاریب بہت بے وقوفیاں کر رہی ہے اسے اس طرح سکندر پر شک نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اسے معلوم ہونا چاہیے یہ حرکت وقاص حیدر کے علاوہ کون کر سکتا ہے۔ ایمان نے گھر چھوڑ کر غلطی کی۔ اب عباس اور عریشہ کو جدا مت کرنا ان کی خوشیوں کو کسی کی نظر مت لگانا افسانے بھی اچھے تھے۔ "چائے" پڑھ کر تو دل افسردہ ہو گیا۔ مکمل ناول "آخری لمحہ" پسند آیا۔ جبکہ "لوٹ آیا موسم وصال" کچھ خاص نہیں لگا موضوع پرانا تھا، معذرت۔ ناولٹ "تقدیر" عنائے نے تقدیر کو مات دینی چاہی مگر افسوس عنائے نے ہاتھ آئی خوشی بھی کھو دی۔ اگر وہ اپنی تقدیر سے سمجھوتہ کر لیتی تو کبھی نہ ہارتی بلکہ جیت اس کا مقدر بنتی۔ "ننھی کونپلیں" حمیرا خان نے بھی اچھا لکھا۔ اب آتی ہوں۔ باقی سلسلوں کی طرف "بیاض دل" میں طیبہ نذیر کا شعر پسند آیا گرمی بہت لگی تو ڈش مقابلہ میں آلو بخارے کا شربت پیا اور مزا آ گیا۔ نظمیں غزلیں تقریباً سبھی کی اچھی تھیں۔ "دوست کا پیغام آئے" میں بہنوں کے دعا سلام کا شکریہ۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو خوش رکھے آمین۔ "یادگار لمحے" میں سیدہ جیا عباس کی بات بہت پسند آئی آئینہ میں شمع مسکان اور قرۃ العین پارس کا تبصرہ زیادہ پسند آیا۔ باقی بہنوں نے بھی خوب لکھا بہنوں کے سوالات اور شائلہ کے جوابات دونوں دلچسپ ہوتے ہیں اچھا جی اب اجازت دیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی امان میں رکھے خاص طور پر شہر کراچی کو کوئی غلطی ہو گئی ہو تو معاف کر دیجیے گا۔ والسلام

کومل رباب افضل...... شاہدرہ لاہور۔ السلام علیکم اپنے ارے ارے رکیے تو سہی۔ ادھر تک جی آپی آپ پلیز میری بات سن لیں۔ پچھلے تین ماہ سے اسی طرح آپ کی راہوں میں پڑے ہیں اک نظر کرم ہم پر بھی کر دیں۔ ہم سے کوئی غلطی یا گستاخی ہو گئی جو شریک محفل نہ ہو سکے۔ اتنی گرمی لوڈشیڈنگ اور اوپر سے آپ کی یہ ناراضی بھئی ہمارے تو رہے سہے اوسان بھی گئے۔ اس ماہ کا آنچل مئی کی 25 تاریخ کو ملا گیا۔ سرورق سے ہوتے ہوئے جام شیریں سے لطف اندوز ہوئے اور سرگوشیاں میں آنٹی سے ملاقات ہوئی۔ حمد و نعت کو دل میں سموتے ہوئے دانش کدہ میں انکل مشتاق سے فقہ کے بارے میں اور دین و دنیا کے بارے میں معلومات لی۔ اس کے بعد سلسلے وار ناول "بھیگی پلکوں پر" پہنچ گئے۔ جو کہ اقرا آپی نے بہت خوب صورتی سے آگے بڑھایا۔ اچھا ہوا عائزہ کی شادی جلد کر رہے ہیں اور پلیز پری کے ساتھ شیری کچھ برا نہ کرے۔ سمیرا جی ولید کوئی بچہ نہیں انا نے واقعی ٹھیک کہا ہے اور رابعہ نواز اور مسز عباس کی خوب جمے گی۔ پلیز شہوار کو ٹھیک کر دیں

نہیں تو میں اس کا دماغ ٹھیک کروں۔ بے چارا مصطفی اس کو کتنا سمجھاتا ہے خیر دیکھئے یہ درست آیا یہ۔ تابندہ بی دیکھتے ہیں کون سے راز سے پردہ اٹھاتی ہیں۔ "جمیل کنارہ کنکر" نازی جی نہال حسن کا سن کر بہت زوردار جھٹکا لگا۔ حور عین بے چاری تو اب بہت بڑی مشکلوں میں پھنس گئی۔ اس کے بعد ام مریم کا "مجھے ہے حکم اذاں" فنٹاسٹک رہا لیکن لاریب پر غصہ آیا سکندر کو اس قدر برا سمجھتی ہے او گاڈ۔ ایمان نے ٹھیک نہیں کیا۔ اسے ایک بار اپنے بابا جان اور بہنوں کے بارے میں ضرور سوچنا چاہیے تھا خیر اب شرجیل کے تایا کو خدا ہدایت دے اور امامہ کو گھسیٹنے والا یقیناً وقاص ہوگا۔ ہمارا آنچل میں نازیہ آپی کی بہن صوفیہ ملک سے ملاقات اچھی رہی۔ واقعی بہت نائس اور کیئرنگ لگتی ہے۔ بہت اچھا لگا آپ سے مل کر۔ ریحانہ راجپوت کا انٹرسٹڈ اور سہل سا انٹرویو پسند آیا۔ آمنہ ادا تھوڑی نائی اور بے پروا سی لگی۔ آفرین شمیم سے ملاقات اچھی رہی۔ اس کے بعد تو شین اصغر مصباح نینا شاہ اور نبیلہ اسلام سے مل کر اچھا لگا۔ اریشہ کی "تمیں سال" نازیہ جمال "تتلیوں کے دکھ" سباس گل کی "چائے" سمیرا حمید حد نظر اور شمیم نازکی "چاند کے تمنائی" سب تحریریں سبق آموز اور دلچسپ تھیں۔ حمیرا خان میرے ہم سفر ہو تم اچھی تھی۔ ام اقصیٰ اور ایم سلطانہ نے بھی اچھا لکھا۔ "لوٹ آیا موسم وصال" فصیحہ آصف خان نے بہت خوب صورت پہلو پر لکھا ہمیں اس پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ بہنوں کی عدالت میں سمیرا آپی کا مکمل تعارف پڑھا۔ "چمن تم سے عبارت ہے" سب کے جواب پسند آئے۔ ڈش مقابلہ میں اتنے زیادہ مشروبات دیکھ کر دل خوش ہو گیا۔ نازی جی کی غزل ہمیشہ کی طرح بیسٹ رہی باقی نے بھی اچھا لکھا۔ بیاض دل میں سب کی پسند اچھی لگی۔ یادگار لمحے ہمیشہ کی طرح یادگار ہے۔ اللہ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے ہمیشہ ستاروں کے درمیان چاند کی طرح جھلملاتا رہے آمین۔

☆اچھی بہن تبصرہ شامل اشاعت ہے اب تو خفا نہیں نا؟

رانی اسلام...... گوجرانوالہ۔ شہلا عامر جی السلام علیکم پہلے تو میں آپ کو بتادوں کہ میں آپ سے سخت ناراض ہوں کیونکہ دو تین ماہ سے میرا خط آئینہ میں شائع ہی نہیں ہو رہا لگتا ہے کہ آپ ہمیں بھول گئی ہیں۔ ٹھیک ہے نئی لکھاری بہنیں اپنی جگہ مگر لگتا ہے آپ پہلے والوں کو بھول گئی ہیں۔ اب آتے ہیں آنچل کی طرف تو کس کے بارے میں کہوں کہ فنٹاسٹک ہے ہر افسانہ ناول ناولٹ غرضیکہ مکمل ناول دل کو بھا گئے۔ "مجھے ہے حکم اذاں" پورے آنچل پر چھا گیا۔ "جمیل کنارہ کنکر" شروع قسط سے لے کر اب تک سپرب ہے۔ اس سے متعلق کیا کہوں الفاظ ہی نہیں ملتے آنچل کا معیار پہلے سے لے کر اب تک کافی اچھا ہوتا جا رہا ہے۔ شہلا جی مجھے دعاؤں کی بہت ضرورت ہے۔ پلیز تمام قارئین سے درخواست ہے کہ وہ میرے لیے دعا کریں کہ خدا مجھے میرے مقصد میں کامیاب کرے اور خدا سب کو کامیابی عطا کرے آمین۔

☆اچھی بہن! خط شامل اشاعت ہے اب تو ناراضی ختم کردو آئندہ تفصیلی تبصرے کے ساتھ حاضر ہوئیے گا۔

شہلا تبسم...... بھلا کھی۔ السلام علیکم میرا نام شہلا تبسم ہے۔ پانچ سال سے آنچل کی خاموش قاری ہوں۔ ہمت کر کے آج ہم نے بھی کاغذ اور قلم اٹھایا آنچل پر تبصرہ کرنے کے لیے۔ ہر دفعہ کی طرح اس دفعہ آنچل 28 کو ملا۔ سب سے پہلے سرگوشیاں پڑھیں اس کے بعد جمپ لگا کر "جمیل کنارہ کنکر" تک چلے گئے لیکن یہ کیا اتنی تھوڑی سی پلیز اینڈ اچھا سا ہونا چاہیے۔ اس کے بعد سلسلے وار ناول "بھیگی پلکوں پر" اور "ٹوٹا ہوا تارا" پڑھی شہوار کا کردار بہت اچھا لگتا ہے اور انا پر بہت غصہ آتا ہے۔ "مجھے ہے حکم اذاں" ام مریم بہت اچھا لکھ رہی ہیں لیکن ایمان کو گھر سے بھاگنا نہیں چاہیے۔ لاریب اتنی دیدہ دلیری واہ جی واہ کیا بات ہے اور سکندر کو تین چار چھانپڑ لگانے کا دل کر رہا تھا۔ باقی سب کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ سارے سلسلے بہت اچھے تھے۔ ثانیہ نعدیلہ فاطمہ میں نے پیغام لکھ دیا ہے اگر شائع نہ ہوا تو انسلٹ مت کرنا۔ پروین افضل شاہین آپ ہمارے نام کوئی پیغام لکھیں نا۔

☆ڈیئر شہلا پہلی مرتبہ شرکت پر خوش آمدید۔ اب آئندہ بھی شرکت کرتی رہنا۔

لائبہ کرن۔ السلام علیکم امید ہے تمام آنچل اسٹاف قارئین اینڈ ڈیئر شہلا آپی بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں گے (میری طرح)۔ اس ماہ کا آنچل 30 کو مل گیا۔ ٹائٹل بہتر تھا۔ ماڈل کی مہندی اور سینڈل پسند آئے۔ حمد و نعت سے مستفید ہوتے ہوئے سب سے پہلے پہنچے نازی آپی کے "جمیل کنارا کنکر" پر۔ پڑھ کر کیسا لگا بس نہ پوچھیں۔ نازی آپی جتنا دکھ مجھے نہال کی ڈیتھ کا پڑھ کر ہوا اتنا تو ہانیہ اور میکال کی علیحدگی کا بھی نہ ہوا۔ نازی آپی میری ایک ریکویسٹ ہے آپ سے کہ زارا اور ثانیہ کو جدا مت کیجیے گا پلیز۔ عزیز کی دادی کے ری ایکشن کا انتظار ہے۔ سمیرا آپی آپ بھی بہت خوب صورتی سے ناول کو بڑھا رہی ہیں۔ اینڈ مریم آپی آپ کے تو کیا ہی کہنے۔ قسم سے مزا آ گیا۔ یہ قسط پڑھ کے تو۔ سکندر کو ایک دم اتنی ہمت دے دی ویلڈن زبردست بہت اچھا لگا۔ ناولٹ افسانے بھی اچھے تھے مگر سباس گل آپی میں کس طرح آپ کی تعریف کروں سمجھ نہیں آ رہا آپ کا افسانہ چائے بہت پسند آیا پتا نہیں کیا تھا اس میں ایسا کہ پڑھنے کے بعد بھی میں کافی دیر تک اسے سوچتے بیٹھی رہی۔ باقی تمام سلسلے ہمیشہ کی طرح پسند آئے۔ اینڈ صائمہ طاہر سومرو (سندھ) حبا قریشی مون قریشی عبدالحکیم میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اگر آپ کا دل مانے تو ہاتھ تھام لیجیے گا اور کے جواب ضرور دینا۔ اللہ حافظ

فوزیہ سلطانہ...... تونسہ شریف۔ السلام علیکم! کیوٹ کیوٹ سے آنچل فرینڈ تین ماہ کی غیر حاضری کے بعد پھر حاضر خدمت ہیں۔ اس ماہ بھی حسب روایت آنچل 25 تاریخ کو ملا۔ اس ماہ ٹائٹل واقعی پیارا تھا۔ بے صبری سے آنچل کھولا۔ چاروں تعارف پڑھے چاروں بیسٹ تھے۔ مگر صوفیہ ملک اور ریحانہ راجپوت (مائی باربی ڈول) بازی لے گئیں۔ پھر سب سے پہلے "مجھے ہے حکم اذاں" پڑھا ام مریم تم رنگیلی جادو کی گڑیا ہو۔ میں سماریہ چوہدری سے مکمل اتفاق کرتی ہوں۔ مجھے لگتا ہے امامہ کو پکڑنے والا خبیث وقاص تھا پھر "بھیگی پلکوں پر" پڑھی۔ اقرا آپی اف یو ڈونٹ مائنڈ تو مجھے آپ سے کہنا ہے کہ 24 قسطیں ہو گئیں مگر لگتا ہے جیسے کہانی ابھی شروع ہو رہی ہو۔ پلیز اسٹوری کی اسپیڈ کو فاسٹ کیجیے۔ ورنہ کہانی اپنی خوب صورتی کھودے گی۔ نازیہ کنول نازی آپی! آپ کی اسٹوری بھی بہتر جا رہی ہے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" سمیرا شریف طور آپ کی کہانی بھی بہترین ہے اور اسپیڈ بھی زبردست ہے۔ کہانی سمجھ میں آ رہی ہے۔ ٹوٹا ہوا تارا تو شہوار ہے جو اپنے مدار سے جا ملے گا لیکن پلیز انا کو بھی ولید کے لیے اتنا خوار نہ کریں۔ انا اور شہوار دونوں کی اسٹوری پرفیکٹ ہے ابھی یہ کہنا مشکل ہوگا کہ کون سی زیادہ سپر ہے۔ "دوست کا پیغام آئے" میں عظمیٰ شاہین صاحبہ کی وضاحت پڑھ کر اپنی جذباتیت پر شرمندگی ہوئی۔ (ایم سوری عظمیٰ) اس کے ساتھ ہی ہمیں اجازت دیجیے حیات باقی ملاقات باقی۔ اللہ حافظ

یاسمین کنول...... پسرور۔ محترمہ قیصر آرا صاحبہ سدا خوش رہیں۔ السلام علیکم جون کے شمارے کا سرورق پسند آیا۔ "لوٹ آیا موسم وصال" اچھی تحریر تھی۔ "جمیل کنارہ کنکر" اچھا جا رہا ہے۔ سمیرا شریف طور بہنوں کی عدالت میں پڑھ کر ان کی شخصیت کا عکس آنکھیں میں آ گیا بڑی پاکیزہ شخصیت کی مالک ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں مزید کامیابیوں سے نوازے اور ایم فل پی ایچ ڈی کا خواب پورا کرے آمین۔ باقی "مجھے ہے حکم اذاں" متاثر کن تحریر تھی۔ افسانوں میں "چاند کے تمنائی" اچھا لگا۔ نظمیں غزلیں پسند آئیں "بیاض دل" اچھا لگا۔ ہرچند کہ دونوں سلسلوں میں ہمیں شامل نہیں کیا گیا خیر کوشش جاری ہے آنچل کو مزید نکھارنے کے لیے بہنوں کے اچھے اچھے مشوروں پر عمل کریں آنچل کے رنگوں میں نکھار آئے گا آپ کے لیے ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ اجازت۔ اللہ حافظ

منیبہ نواز...... صوبہ شریف۔ السلام علیکم! شہلا ڈیئر کیسی ہیں آپ؟ پچھلے ماہ کی غیر حاضری کے بعد ایک بار پھر حاضر ہوں پیپرز ہو رہے تھے اور اب آپ سب دعا کیجیے۔ اس ماہ کا آنچل بھی ہمیشہ کی طرح بہت زبردست تھا ٹائٹل میں ماڈل کا ڈریس بہت پیارا تھا پھر حمد و نعت کے بعد "جمیل کنارہ کنکر" اسٹوری پڑھی۔ بہت ہی زبردست جا رہی ہے۔ بس نازیہ آپی سے ایک ریکوئسٹ ہے کہ اسٹوری تھوڑی زیادہ لکھا کریں ادھر ہم پڑھنا شروع کرتے ہیں ادھر وہ جھٹ سے ختم بھی ہو جاتی ہے۔ اقرا صغیر احمد "بھیگی پلکوں پر" بہت ہی اچھا ناول ہے۔ ظفرل دوبارہ آ گیا اب تو لگتا ہے اسٹوری کا اینڈ ہو جائے گا پری کے رویے میں تبدیلی دیکھ کر اچھا لگا اور ان شاء اللہ اچھا سا اینڈ ہوگا اور سمیرا آپی کا ناول "ٹوٹا ہوا تارا" تو میرا فیورٹ ہے۔ سمیرا آپی کے لیے ایک دعا کہ اللہ پاک انہیں ہمیشہ خوش رکھے تاکہ یہ اسی طرح کامیابی سے لکھتی رہیں۔ بیاض دل غزلیں نظمیں اور ہم سے پوچھیے کے سلسلے ہمیشہ کی طرح دل کو چھو جانے والے تھے اور باقی شمارہ ابھی پڑھا نہیں تو اس پر تبصرہ کرنے سے قاصر ہوں اور آخر میں اپنے وطن کے لیے دعا کہ میرا وطن امن و امان کا گہوارہ بن جائے اور نئی حکومت اپنی ذمہ داریاں پوری کرے آمین۔ اسی کے ساتھ اجازت دیجیے اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

ظل ہما...... فیصل آباد۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایک طویل وقفے کے بعد ایک بار پھر آنچل نگری میں حاضری دے رہے ہیں۔ امید ہے ہمیں کسی نے بھلایا نہیں ہوگا۔ اب آتے ہیں تبصرے کی جانب تو آنچل اتوار کو ملا اور حیرت کی بات یہ کہ مصروفیت اور ناسازی طبع کے باعث 2 دن تک میں پڑھ ہی نہیں پائی۔ شاید یہ پہلی بار ہوا میرے ساتھ۔ ویسے راز کی بات بتاؤں میں یہ تبصرہ بھی بہتے ناک کے ساتھ جنگ لڑتے لکھ رہی ہوں۔ بخار بھی اپنا احساس دلا رہا ہے۔ آنچل کھولا تو دانش کدہ سرگوشیاں سنتے پہلا جمپ ام مریم سے ملاقات کے لیے لگایا۔ ان کا ناول کافی زبردست جا رہا ہے۔ ایمان کافی تلخ رزلٹ بھگتے گی اس قدم کا اور لاریب کی شادی بابا جان خود سکندر سے کرائیں گے۔ پھر اس کے بعد "ٹوٹا ہوا تارہ" پڑھا۔ سمیرا بھی بہت اچھا لکھ رہی ہیں۔ ایاز سے شہوار کو بچا کے ہی رکھیے گا۔ یہ نہ ہو کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے اور پلیز سمیرا اس ناول کو زیادہ طوالت مت دیجیے گا۔ تحریر کا حسن ختم ہو جاتا ہے۔ نازیہ بھی ناول اچھا لے کر چل رہی ہیں۔ مگر بعض اوقات قلم کا گمان ہونے لگتا ہے۔ (مائنڈ مت کیجیے گا) خاص کر عباس اور ثانیہ کا رشتہ۔ "آخری لمحہ" ایک تلخ تحریر جس سے حقیقت جھلکتی تھی۔ "بھیگی پلکوں پر" اقرا جی ماہ رخ پر تھوڑا سا رحم کیجیے۔ خوابوں کی نادانیاں بھگتنے والی اک عام سی لڑکی لگتی ہے وہ۔ "ام اقصیٰ" نے کافی ڈیفرنٹ لکھا۔ اچھا لگا رومانوی ٹرینڈ چینج ہونا چاہیے۔ نازیہ جمال کا افسانہ مجھے بہت ہی پسند آیا۔ فصیحہ کی تحریر بھی اچھی تھی۔ سباس گل کا افسانہ بھی ٹھیک تھا۔ شمیم ناز نے بہت اچھا لکھا۔ اجازت دیجیے۔ اگلے ماہ ایگزام کی وجہ سے نہیں آ سکوں گی۔ دعا کیجیے گا۔ اللہ حافظ

☆پیاری ہما ہم آپ کی ہمت کو داد دیتے ہیں کہ آپ نے ناسازی طبیعت کے باوجود ہمارے لیے کچھ وقت نکالا آئندہ بھی رونق بزم بنتی رہیے گا۔ خدا آپ کو کامیاب کرے۔

نبیلہ چوہدری...... رائے ونڈ لاہور۔ السلام علیکم! شہلا آپی امید ہے خیریت سے ہوں گی۔ اب آتے ہیں ہمارے اپنے آنچل کی طرف تو ہمیشہ کی طرح خوب صورت اور زبردست پایا سب سے پہلے پہنچے سرگوشیاں میں پہلے حدیث پاک سے مستفید ہوئے پھر حمد و نعت سے دل کو منور کیا۔ پھر سب کی موسٹ فیورٹ ہر دلعزیز نازیہ کنول نازی کا "جمیل کنارہ کنکر" پڑھا جو بہت اچھا جا رہا ہے۔ "بھیگی پلکوں پر" اقرا صغیر احمد کا اچھا ناول ہے بس آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا ہے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" سمیرا شریف صاحبہ فنٹاسٹک زبردست جا رہا ہے۔ ام مریم کا ناولٹ "مجھے ہے حکم اذاں" بھی بہت اچھا ہے۔ کام کی باتیں بھی کام کی ہوتی ہیں۔ "ہم سے پوچھیے" میں شمائلہ آپی بھی مزے مزے کے جواب دیتی ہیں جنہیں پڑھ کر اچھا لگتا ہے آنچل سارا کا سارا زبردست تفریحی ادب ہے بلکہ اس سے مسلسل رابطہ رکھنے والے دوستوں کو پڑھ کر ان سے بھی ایک تعلق قائم ہوتا محسوس ہوتا ہے۔ جیسے اب سیدہ وجیا عباس کاظمی کے بارے میں سن کر افسوس ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس آزمائش میں ڈالا ہے۔ وجیا جی میں آپ کے لیے سچے دل سے دعا گو ہوں کہ اللہ آپ کو زندگی میں اتنی خوشیاں عطا کرے کہ آپ کا دامن تنگ ہو جائے مگر خوشیاں ختم نہ ہوں۔

طیبہ شیریں...... کوری خدا بخش۔ السلام علیکم! آنچل کے تمام قارئین اور اسٹاف کو میرا پیار بھرا اسلام اور رمضان مبارک۔ خدا آپ سب کے لیے رمضان بابرکت بنا دے۔ آنچل اس دفعہ 27 مئی کو ملا۔ ٹائٹل میں ماڈل کے کپڑے ہی پسند آئے باقی سب ٹھیک ہی تھا۔ سب سے پہلے آئینہ دیکھا کیونکہ مجھے تمام دوستوں کا تفصیلی تبصرہ کرنا اچھا لگتا ہے۔ اس دفعہ تبصرہ میں زیادہ لوگوں کی چیخیں ہی نکلیں۔ پھر ناولز کی طرف نگاہ کی تو پہلے سمیرا شریف طور "ٹوٹا ہوا تارا" ویری نائس کافی اچھے طریقے سے چل رہا ہے۔ "مجھے ہے حکم اذاں" آنچل کا بیسٹ ناول بن گیا ہے۔ سکندر سے ہمدردی ہو گئی ہے لاریب بہت برا کرتی ہے۔ نازیہ جی آپ بھی اچھا لکھ رہی ہے۔ باقی کچھ ناولز پڑھ لیے ہیں کچھ رہ گئے ہیں جو رہ گئے وہ بھی اچھے ہی ہوں گے۔ یادگار لمحے میں عاصمہ کا انتخاب "دو ہاتھ" کافی پسند آئی۔ سمیرا انور کی کاوش اچھی لگی۔ باقی آنچل کو خدا اور زیادہ ترقی دے۔ اجازت دیں اور پلیز رمضان کا مبارک مہینہ آ رہا ہے اپنے وطن کے لیے خصوصی دعا کریں اور کوشش کریں جو غلطیاں پچھلے رمضان میں ہوئی وہ اس رمضان میں نہ کریں۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا خدا حافظ۔

کرن ملک...... جتوئی۔ آنچل کے تمام پھولوں کو میرا پیار بھرا اسلام۔ جون کا شمارہ 24 کو ملا تو دل کو کچھ سکون نصیب ہوا۔ سب سے پہلے سمیرا باجی کا ناول

”ٹوٹا ہوا تارا“ ڈھونڈنا شروع کیا۔ وہ پڑھا تو کچھ خوشی نصیب ہوئی کہ ولید نے انا سے معافی مانگ لی سچ پوچھو تو دونوں کی ناراضی برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ سمیرا جی مصطفی اور شہوار کا کپل کیا خوب بنایا۔ پھر آئی ام مریم کے ناول کی طرف ایمان نے اچھا ہی کیا۔ ادھر سکندر نے مرد کا بچہ ہونے کا ثبوت دے ہی دیا۔ (ہاہاہا)۔ لاریب کو اتنا شک نہیں کرنا چاہیے مجھے تو سب کیا دھرا وقاص کا لگتا ہے۔ نازی آپی کی تو کیا بات ہے آپ کا تو انداز ہی جدا ہے۔ ایسا آخر میں آپ سب کو ملا دیا کریں۔ مکمل ناول فصیحہ کا دل کو چھو گیا باقی افسانے اور ناولٹ بھی اچھے تھے۔ شمع مسکان آپ کے نام پہلے بھی پیغام لکھ چکی ہوں بدقسمتی سے شائع نہیں ہو پاتا۔ خدا کرے ہمارا آنچل اسی شان سے سب سے ناز اٹھوا تا رہے آمین

عمارہ امداد...... راولپنڈی۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ آنچل پڑھتے ہوئے تقریباً دس سال ہو گئے ہیں لیکن خط پہلی دفعہ لکھ رہی ہوں۔ اپنی محفل میں تھوڑی سی جگہ مجھے بھی عنایت فرمائیں۔ سب سے پہلے تو مجھے ان قارئین کا شکریہ ادا کرنا ہے۔ جنہوں نے میرے مختصر سے افسانے ”کچی کلیاں“ کو اتنی پذیرائی بخشی۔ شمع مسکان‘ دعا اینڈ مہر گل‘ صبا قریشی‘ مون قریشی‘ پروین افضل شاہین‘ قرۃ العین پارس‘ ساجدہ پرویز ملک‘ وجیہہ خان آپ سب کا بہت شکریہ کہ میری تحریر کو آپ نے میری توقعات سے بڑھ کر پسند کیا اب بات ہو جائے اس ماہ کے آنچل کی۔ ٹائٹل اچھا تھا میں سب سے پہلے ”در جواب آں“ پڑھتی ہوں۔ پھر ”آئینہ“ پڑھتی ہوں۔ چنانچہ یہ پڑھنے کے بعد سلسلے وار ناول پڑھے۔ سب ہی بہت عمدگی سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ ”بہنوں کی عدالت“ بہت اچھا سلسلہ ہے۔ مجھے مصنفین کے بارے میں پڑھنا بہت پسند ہے۔ سمیرا آپ سے مل کر آپ کے بارے میں جان کر بہت اچھا لگا۔ افسانے سارے ہی اچھے تھے لیکن خاص طور پر ”سباس گل“ کا افسانہ ”چائے“ مجھے بہت پسند آیا۔ ہلکی پھلکی نوک جھونک لیے اور آخر میں ایک تشنگی سی ویلڈن ”سباس“ اینڈ بہت اچھا تھا۔ باقی آنچل ابھی پڑھ نہیں پائی۔ ان شاء اللہ پھر کبھی مکمل تبصرے کے ساتھ حاضر ہوں گی اور ہاں آخر میں مجھے کہنا تھا کہ میں نے افسانہ ”عمارہ حامد“ کے نام سے لکھا تھا لیکن خط ”عمارہ امداد“ کے نام سے لکھ رہی ہوں اور اب میں اسی نام یعنی ”عمارہ امداد“ کے نام سے ہی لکھوں گی۔ اب اجازت دیں۔ اللہ حافظ

☆ اچھی بہن پہلی بار آنچل کی محفل میں خوش آمدید آپ نے اپنے نام کی تصحیح خود اپنے خط میں کردی ہے امید ہے بہنیں اب آپ کو اسی نام سے یاد رکھیں گی۔

شاہ زندگی...... راولپنڈی۔ السلام علیکم! شہلا جی کیا حال ہے؟ امید ہے خیریت سے ہوں گی۔ پچھلے چار ماہ سے آپ ہمیں اگنور کر رہی ہیں اور ہم ضبط کرتے کرتے تھک گئے۔ 25 تاریخ کو آنچل میرے ہاتھ میں تھا۔ صوبیہ شیخ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ حمد و نعت ٹاپ پر رہی۔ اس کے بعد اپنی فیورٹ کہانی ”جھیل کنارہ کنکر“ نازی جی آپ کے لیے اتنا ہی کہوں گی کہ اگر آپ کے ہاتھ مٹی کو بھی چھو لیں تو سونا بنا دیں گے۔ ”ٹوٹا ہوا تارا“ سمیرا جی کیا کہنے آپ کے پلیز انا کو ولید سے دور مت کیجیے گا۔ ”بھیگی پلکوں پر“ پتا نہیں اقرا جی آپ کی کہانی مجھے کیوں نہیں پسند آئی۔ (معاف کیجیے گا)۔ ام مریم بہت خوب صورت انداز سے کہانی آگے لے کر جا رہی ہیں آپ۔ افسانے‘ مکمل ناول‘ ناولٹ بیسٹ تھے۔ مئی کے مہینے میں مسکان کی کہانی شائع ہوئی۔ سویٹ فرینڈ شمع مسکان ہمیشہ مسکراتی رہو۔ سب بہنوں کے تعارف بہت پسند آئے نگینے‘ بزم ویلکم کی دوستی‘ نگینہ بچہ پکی دوستی‘ ثوبیہ کوثر آپ کی دعاؤں کا شکریہ آئندہ بھی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ جی تو میری چاند سے بھی زیادہ خوب صورت دل رکھنے والی دوستیں شمع مسکان‘ نورین‘ صباء فاخرہ‘ کول‘ ماہ رخ‘ انیس انجم‘ مسکان جیا‘ نبیلہ نازش‘ حمیرا‘ سونی علی کیسے ہو سب اب جلدی سے مجھے مبارک باد دو کہ میرے بھائی اور بہن کی شادی ہو گئی ہے۔ خدا انہیں ہمیشہ خوش رکھے آمین۔ بیاض دل میں عائشہ‘ فوزیہ‘ زرشا‘ فرزانہ‘ حنا‘ طیبہ‘ سامعہ کے اشعار بیسٹ تھے۔ اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ دعاؤں کے پھول آپ کے نام۔

فاخرہ ایمان...... شاہدرہ، لاہور۔ السلام علیکم! شہلا آپی آنچل اسٹاف اور تمام قارئین کو محبت بھرا اسلام مجھے تبصرہ لکھنے پر سمیرا آپی کی کہانی ”ٹوٹا ہوا تارا“ ”مجھے ہے حکم اذاں“ نے مجبور کیا۔ شہوار کو کیا مسئلہ ہے جو وہ مصطفی کے ساتھ اس طرح بی ہیو کر رہی ہے اس کو اپنی زبان میں سمجھائیں ورنہ اور مسٹر ولید سے کہیں کہ ہوش کے ناخن لیں۔ کاشفہ کا حسن دیکھ کر انا کو اگنور مت کریں نہیں تو شوٹ کر دوں گی۔ لاریب کے دو الٹے ہاتھ کے تھپڑ لگایئے سکندر تو اپنی اوقات میں ہے لیکن اب آپ کی باری ہے اوقات میں آنے کی مسز سکندر صاحبہ۔ باقی آنچل بھی بہت عمدہ اور خوب صورت ہے۔ خدا حافظ اللہ آنچل کو کامیابیاں اور کامرانیوں سے ہمکنار کرے آمین

دیبہ عارف...... شاہ کوٹ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکات۔ شہلا آپی آپ ہمیشہ کی طرح پرفیکٹ ہیں نا؟ آنچل سے رشتہ بالکل نیا ہے پڑھنے کے بعد لکھنے کی ہمت پیدا ہو گئی۔ آپی بہت زیادہ ڈرتے دل کے ساتھ خط بھیج رہی ہوں۔ اب کرتے ہیں پیارے آنچل کی بات ”ٹوٹا ہوا تارا“ بھیگی پلکوں پر‘ مجھے ہے حکم اذاں“ ویری ویری نائس آپی جی کس کس کی تعریف کروں پورا آنچل ہی نمبرون ہے اور مجھے ام مریم بہت پسند ہیں ان کو میرا اسلام اور آنچل کے پورے اسٹاف کو رائٹرز کو میرا پیارا پیارا اسلام اور کے اللہ حافظ آپ سب اپنا خیال رکھیے گا اور مجھ ناچیز کو دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر۔ پیاری باجی شہلا عامر السلام علیکم۔ خیریت موجود خیریت مطلوب۔ قمر علی عباسی کی وفات پر ہم نیلوفر عباسی کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اس بار بھی ہمیشہ کی طرح آنچل کا سرورق پسند آیا۔ صوبیہ شیخ نے ہاتھوں اور پیروں پر خوب مہندی لگائی ہوئی تھی۔ دونوں سلسلے وار ناولز اور چاند کے تمنائی‘ تتلیوں کے دکھ‘ حد نظر اور چائے بہت پسند آئے۔ چند ماہ سے آنچل بہت پہلے یعنی یکم سے پانچ چھ دن پہلے ہی مارکیٹ میں آ جاتا ہے‘ بہت اچھا لگتا ہے ہم سے پوچھیے کا نیا سلسلہ کب شروع ہو رہا ہے؟ میرے خیال میں تو جو سلسلہ چل رہا ہے وہ ہی بہت زبردست ہے۔ نازیہ کنول نازی تمہیں پیا دیس تو نہیں سدھارنے کی تیاری کر رہی ہیں۔ اجازت دیں خدا حافظ۔

انیس انجم...... جھنگ صدر۔ السلام علیکم امید ہے کہ شہلا آپی اینڈ تمام لکھاری وقاری بہنیں ٹھیک ٹھاک ہوں گی۔ شہلا آپی معذرت کے ساتھ تین ماہ میں شرکت آنچل میں نہیں کر سکی تو اس کی وجہ پہلے میرے بھائی کا آپریشن تھا تو اگلے ماہ پیپر ہے اور مئی کی 6 تاریخ کو لاسٹ پیپر تھا آپی آپ نے مجھے پھر بھی بہت خوش کیا کہ جو چیزیں میں نے پہلے بھیج رکھی تھیں آپ نے ہر ماہ شامل کیا میرا نام اس لیے اپنے نام کی کمی محسوس نہیں ہوئی۔ تھینکس آپی سدا خوش رہو۔ اب آتے ہیں اپنے سویٹ سے آنچل کی طرف تو آنچل کے دونوں سالگرہ نمبر بہت ہی زبردست تھے۔ جون کا شمارہ 27 مئی کو ملا ماڈل کی مہندی نے زیادہ اٹریکٹ کیا

پھر جلدی سے ”ٹوٹا ہوا تارا“ ناول پڑھا۔ سمیرا آپی آپکا ناول بہت اچھا جا رہا ہے۔ نازیہ کنول نازی آپ کا بھی ناول زبردست جا رہا ہے۔ ”مجھے ہے حکم اذاں“ ام مریم جی تسی گریٹ ہو ناول بہت بہت اچھا ہے۔ ”بھیگی پلکوں پر“ اقرا جی آپ بھی کسی سے کم نہیں۔ ناول اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔ نئی کونپلیں میں حمیرا خان جلوہ افروز تھیں اچھی کاوش تھی۔ اس دفعہ آنچل کے سارے افسانے سبق آموز تھے کسی حد تک دکھی کرنے والے بھی۔ باقی ناول اور ناولٹ بھی اچھے تھے۔ سمیرا جی آپ کے بارے میں بہت کچھ جاننے کو ملا آنچل کے باقی تمام سلسلے بھی ہمیشہ کی طرح پرفیکٹ تھے۔ اجازت چاہوں گی۔ اللہ حافظ۔

☆ اچھی بہن اللہ آپ کے بھائی کو صحت کاملہ عطا فرمائے آمین

نصرت عارف۔ پیاری شہلا آپی جانی السلام علیکم! امید ہے کہ آپ سب لوگ خیریت سے ہوں گے آپی اپنا نام آنچل میں دیکھ کر مجھے کتنی خوشی ہوئی میں بتا نہیں سکتی آپ نے میرا شعر تو شامل نہیں کیا چلیں کوئی بات نہیں شاید وہ اچھا نہیں ہوگا پر غزل کے بارے میں کیا کہتی ہیں آپ۔ اب آتی ہوں ”ٹوٹا ہوا تارا“ تو ویری نائس سمیرا آپی جی پلیز شہوار اور مصطفی کو جدا نہ کرنا اور پلیز ولید کو بھی عقل دو کہ وہ انا کی بات جان سکے۔ اقرا جی آپ کی کیا ہی بات ہے۔ پلیز پری کو طغرل سے جدا نہ کرنا اور نازیہ کنول آپ کو کیا کہوں میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ اچھا اب اجازت دیں سب کو سلام۔

کشور غفار اوڈ...... عبدالحکیم۔ السلام علیکم امید ہے کہ شہلا آپی اور تمام لکھاری وقاری بہنیں ٹھیک ٹھاک ہوں گی۔ اس دفعہ آنچل 24 تاریخ کو ملا ویسے آنچل کی یہ بات بہت اچھی ہے کہ یہ مارکیٹ میں جلدی آ جاتا ہے اور ماشاء اللہ ٹائٹل بھی بہت اچھا تھا۔ ماڈل صوبیہ شیخ بہت اچھی لگ رہی تھی۔ سب سے پہلے اپنی موسٹ فیورٹ رائٹر سمیرا آپی کا ناول ”ٹوٹا ہوا تارا“ آپی آپ بہت اچھے سے ناول کو آگے بڑھا رہی ہیں۔ جہاں تک مجھے لگتا ہے شہوار ولید اور روشانے کی بہن ہے اور ٹوٹا ہوا تارا مجھے تابندہ ہو لگتی ہیں اور آپی آپ سے ایک ریکویسٹ ہے کہ آپ انا کو ولید سے دور مت کرنا مجھے بہت دکھ ہوگا۔ اس کے بعد بھیگی پلکوں پر پڑھا یہ کیا اقرا آپی آپ کی کہانی کے ہیرو نے اسموکنگ کرنی شروع کر دی ہے جو مجھے بے حد بری لگتی ہے۔ اس کے علاوہ عائزہ کو عقل آ گئی دیر سے سہی پر شکر ہے اس کا رویہ پری کے ساتھ اچھا ہے آپی آپ کی کہانی کے ورق بہت تھوڑے ہوتے ہیں اور آپ سسپنس بھی بہت رکھتی ہیں۔ اب آگے دیکھتے ہیں پری کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ اللہ کرے وہاں طغرل آ جائے۔ پھر آتے ہیں نازیہ آپی کے ناول کی طرف آپی آپ کے تو کیا ہی کہنے۔ تسی تے گریٹ او جی ویل ڈن آپی آپ بہت اچھے طریقے سے ناول کو آگے بڑھا رہی ہیں۔ بلکہ بہت اچھی طرح زمانے کی حقیقت بیان کرتی ہیں۔ مجھے آپ کا انداز تحریر بہت اچھا لگتا ہے۔ تعارف سب کے بہت اچھے تھے۔ صوفیہ ملک مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ آپ نازیہ آپی کی بہن ہیں۔ ریحانہ راجپوت‘ آمنہ امداد اور آنسہ شبیر آپ لوگوں کا تعارف بھی بہت اچھا تھا۔ صبا قریشی اور مون قریشی عبدالحکیم آپ کا تبصرہ اچھا تھا۔ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں آپ کون سے ایریے میں رہتی ہیں ضرور بتانا کیا پتا ملاقات ہی ہو جائے آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی ترقی دے آمین

زنیرہ طاہر کھوکھر...... بہاول نگر۔ اسلام علیکم! آنچل مجھے تین مرتبہ مختلف کزنز سے چکر لگوانے کے بعد ملا۔ جون کے دو آنچل آ چکے ہیں میرے پاس۔ سرورق پر صوبیہ شیخ کو سراہتے ہوئے آگے بڑھی۔ سرگوشیاں سنیں حمد و نعت سے دل کو سکون نصیب ہوا۔ در جواب آں میں بہاول نگر کی مدیحہ کو دیکھ کر چونکی۔ کہاں رہتی ہو مدیحہ بہاول نگر میں یعنی کس جگہ۔ ہمارا آنچل میں سرسری سی نظر ڈالی مگر صوفی کے تعارف میں حق نواز جھنگوی‘ مولانا اعظم طارق اور طارق جمیل صاحب جیسے عالم دین کے نام پڑھے تو صوفیہ ملک کے بارے میں پڑھنے میں غرق ہو گئی۔ اس کے بعد نازیہ آپی کو پڑھا آپی اس دفعہ کہانی میں وہ چاشنی کہیں کھو گئی ہے۔ اب ہانی کی شادی دوبارہ میکال سے ہو جائے گی کیونکہ میکال سے طلاق کے بعد اس نے نہال سے شادی کرلی تھی۔ اب وہ اس پر حلال ہے۔ تیس سال اچھی تحریر تھی۔ ”آخری لمحہ“ جیسی بے رحم سے اینڈ والی کہانیاں مجھے بہت پسند آتی ہیں۔ ایم سلطانہ فخر کو مبارک باد۔ ”بھیگی پلکوں پر نام تمہارا ہے“ شیری ہی گائے گا۔ لڑکیوں کو پری کی طرح غیر محرم سے گفتگو کرتے ہوئے سخت لہجہ اپنانا چاہیے۔ (جگنو میں بھی تو پری ہوں نا) تقدیر (ام اقصیٰ) اچھی کوشش پر مبارک باد۔ ”تتلیوں کے دکھ“ پر دل واقعی دکھی ہوا۔ شمیم ناز صدیقی آپ نے بھی اچھا لکھا مگر اپنی پچھلی تحریروں کے برعکس‘ حد نظر میں مجھے بھی شامل کر دیا۔ سمیرا حمید جی اچھی تحریر تھی۔ ریحانہ راجپوت‘ آنسہ شبیر اور آمنہ امداد سے ملاقات کی آمنہ امداد آپ نے حفظ کیا ہے ماشاء اللہ۔ ام مریم آپی مجھے بھی مسکان کی طرح ہی سندی کے بارے میں گمان ہوا۔ بہت زبردست کوشش ہے آپی جی۔ ویسے بھی مجھے مسلم اور غیر مسلم والی ملی جلی تحریریں بہت پسند ہیں۔ جیسے عائشہ نور محمد کا ”خوشبو کا سفر“ ابھی تک میرے ذہن کے دریچوں میں اٹکا ہوا ہے۔ فصیحہ آصف ہمیشہ کی طرح آپ چھا گئی ہیں۔ سمیرا آپی میرے بال تو شہوار سے بھی لمبے ہیں (جی) آپ کا تبصرہ ادھار۔ نئی کونپلیں میں حمیرا خان آپ نے آخر کار مجھے مسکرانے پر مجبور کر ہی دیا۔ ”بس جی پڑوسیوں پر گیا ہوں“۔ بہت اچھی کاوش تھی۔ عروسہ عالم آپ بھی دوبارہ لکھیں نا آنچل میں اچھی سی تحریر۔ سباس گل آپی ”چائے“ اچھی لگی۔ شعاع میں ردا فاطمہ کی تحریر ”تمنا“ سے ملتی جلتی (معذرت اکتوبر 2010ء کے شعاع میں آپ دیکھیے گا) فاخرہ گل آپ پھر مکمل ناول کے ساتھ حاضر ہو جائیں دربارہ آنچل میں کیا میں آپ کو گل آپی کہہ سکتی ہوں۔ تبدیلیاں اچھی لگ رہی ہیں۔ یادگار لمحے تو ہمیشہ ہی یادگار ہوتے ہیں۔ اچھے لگے خاص کر مہر گل اینڈ دعا‘ ثوبیہ کوثر اور وجیہہ کے۔ نظمیں غزلیں کس کی تعریف کروں نوشی کو سراہوں یا سباس کو یا پھر نازی و فاخرہ گل کو۔ بیاض دل میں بھی نے اچھا لکھا۔ چند امثال (اب جواب مت دینا پھر پوچھوں گی ہاہاہا دھمکی) بشریٰ بجو آپ نے مجھے یاد رکھا جزاک اللہ (بشریٰ نوید باجوہ)۔

رمشاء عظمت‘ صدف مختار...... بوسال مصور۔ السلام علیکم! امید کرتی ہیں سب اللہ کے فضل و کرم سے خیریت سے ہوں گی۔ اس مرتبہ آنچل 29 کو ملا ٹائٹل پر سرسری نگاہ ڈال کر آگے بڑھے جہاں سب سے پہلے قیصر آرا کی سرگوشیاں سنیں۔ حمد و نعت کے نور سے دل کو منور کیا۔ ”ہمارا آنچل“ میں اب تعارف کوئی خاص نہیں ہوتے معذرت کے ساتھ کے بجائے اس کے لڑکیاں اپنا تعارف بیان کریں۔ اپنی ہسٹری اور حدود اربعہ بیان کرنے لگ جاتی ہیں۔ اس لحاظ سے صرف آمنہ امداد کا تعارف پسند آیا وہ بھی نارمل۔ اس کے بعد سلسلے وار ناول پڑھے سب سے پہلے ”بھیگی پلکوں پر“ اچھی جا رہی ہے۔ مگر اقرا باجی ایک بات کی ہے کہ ماہ رخ ابھی تک رجاہ کو اکتوبر 2011ء سے اپنا ماضی سنا رہی ہے آپ ماہ رخ کے ماضی کو بیان کرتے کرتے رجاہ کے حال کو فراموش کر گئی ہیں اور بہت سست روی سے آگے بڑھ رہی ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ ”ٹوٹا ہوا تارا“ سمیرا آپ کی تحریر بہت اچھے سے آگے بڑھ رہی ہے۔ مگر انا کا کردار کچھ زیادہ ہی شدت

پسند بنایا ہے آپ نے اور شہوار کو ایسا بھی کیا احساس کمتری کہ وہ دوسروں کو اہمیت ہی نہ دے۔ افسانوں میں تقریباً پانچوں افسانے اچھے تھے مگر اریشہ غزل، نازیہ جمال اور سباس گل کے افسانے زیادہ دل کو بھائے۔ "مجھے ہے حکم اذاں" مریم بہت پختگی سے اپنی تحریر کو بڑھا رہی ہیں۔ یہ آپ کی محنت ہی کا نتیجہ ہے اور سب سے اچھا کردار دیو کا ہے لیکن مریم ہمیں لاریب کا کردار سخت ناپسند ہے کسی کردار کو بھی احساس سے عاری نہیں بنانا چاہیے۔ اس کے بعد مستقل سلسلے پڑھے۔ "بیاض دل" میں ویسے تو سب کا انتخاب اچھا تھا مگر شہناز شازیہ اور نازش انور کے اشعار بہت اچھے لگے۔ "ڈش مقابلہ" میں بھی دلچسپی نہیں لی کیونکہ ابھی ہم ننھی منی معصوم سی پیاری سی بچیوں کی عمر ہی کیا ہے بھلا۔ شاعری میں نازیہ کنول نازی نے اور نوشین اقبال نوشی نے متاثر کیا۔ یہ حقیقت ہے نازیہ بے شک آپ کی تحریریں نہ سہی مگر آپ کی شاعری ہمیں بہت پسند ہے۔ کبھی کبھی ہمیں آپ میں "خوشبو کی سفیر" کا عکس محسوس ہوتا ہے۔ "یادگار لمحے" کو جو یہ ظاہر تے اچھے اور معیاری انتخاب سے واقعی یادگار بنا دیا ہے مگر اس دفعہ شمسہ عباس اور حیا کاظمی نے متاثر کیا۔ "آئینہ" میں سب اپنا آپ دیکھنے میں مصروف نظر آئیں مگر ہم نے خاموشی سے "بہترین تبصرے" کی سند اور شاباش سامعہ پرویز ملک کو دان کی۔ ہم سے پوچھیے' میں شمائلہ کاشف سوالوں میں گھری نظر آئیں تو ہم نے خاموشی سے آنچل بند کیا اور اس کے سحر سے نکل آئے۔ میری طرف سے رمشاء عظمت کو رمضان المبارک کی آمد مبارک ہو۔ (سمجھا کریں نا رمشاء...... آپ "عیدی" دیتی ہیں نا) رمشاء باجی اس دفعہ بذریعہ ڈاک عیدی بھجوا دیجیے گا۔ شہلا تبصرہ کچھ زیادہ ہی طویل ہو گیا۔

☆ ڈیئر رمشا اینڈ صدف' خوش رہو۔ طویل عرصے کی غیر حاضری کے بعد آپ کی آمد اچھی لگی۔ مستقل سلسلوں میں بھی ایک لائن چھوڑ کر ہی لکھیں۔

فائزہ بھٹی...... پتوکی۔ السلام علیکم! اہل پاکستان کیسے ہیں آپ؟ خدا سے دعا ہے کہ پاکستان آئندہ حکومت میں ایک پرامن ملک کے طور پر دنیا کے نقشے پر ابھرے۔ آمین۔ جون کا آنچل 25 تاریخ کو شدید گرمی میں خوشگوار ہوا کے جھونکے کی مانند سامنے آیا۔ ٹائٹل گرل گرین سوٹ میں ہمیں متاثر کرنے کی بھرپور کوشش میں نظر آئی۔ جس میں وہ کافی حد تک کامیاب ٹھہریں۔ فہرست پر نظر دوڑانے کے بعد معلوم ہوا جولائی کا شمارہ رمضان نمبر ہے تو ہماری طرف سے بھی اہل پاکستان کو رمضان کی آمد پر مبارک باد۔ حمد و نعت سے ہوتے ہوئے در جواب آں پر آئے تو آپی کو سب بہنوں کے سوالات کے جواب دیتے ہوئے پایا۔ جس پر یکدم سوچا آپی جی تھکتی نہیں ہیں آپ اتنے جوابات دیتے دیتے؟ بہنوں کی عدالت میں ہردل عزیز سمیرا کو مسکراتے ہوئے سلام کیا۔ ان سے ملاقات کر کے فارغ ہوئی تو ان کی کہانی "ٹوٹا ہوا تارا" کو اپنی طرف بلاتے پایا مگر یہ کیا بھئی شہوار کو تھوڑی سی عقل دیں۔ شہوار سے ایسی کسی بات کی توقع نہیں تھی۔ جیسا وہ بی ہیو کر رہی ہے۔ میری مانیں سمیرا جی تو اس کا مصطفی کے ساتھ جلدی سے نکاح پڑھوا دیں۔ دوسری طرف ولید صاحب ہیں کہ اللہ معاف کرے اس قدر معصوم بننے کی کوشش بھئی انا کے احساسات کا کچھ تو خیال کریں پر نہیں وہ بھی شہوار کا بھائی ہے۔ اس قدر آسانی سے مان جائے ناممکن۔ نازی آپی بھلا کس نے سوچا تھا نہال شادی کروا کر مر بھی جائے گا۔ اب زائر کے دامن میں بھی خوشیاں ڈال ہی دیں۔ ام مریم کی کہانی میں سب ٹھیک ہے مگر سکندر سے شکایت ہے۔ سکندر صاحب بہادری دکھاؤ اس طرح کام نہیں چلے گا۔ اقراء جی آپ کی اسٹوری "بھیگی پلکوں پر" معذرت کے ساتھ اتنی متاثر نہیں کر پا رہی جس کی امید تھی۔ دو سال ہو گئے ہیں مگر ابھی بھی کچھ خاص نہیں ہو سکا اس اسٹوری میں۔ یقین ہی نہیں آتا یہ اقراء جی نے لکھی ہے۔ ہماری توقعات پر یہ اسٹوری پوری نہیں اتر رہی۔ اپریل کے شمارے میں شمع مسکان نے جو چھوٹا سا افسانہ لکھا تھا اس کا ذکر ضرور کرنا چاہوں گی۔ گڈ شمع ڈیئر پڑھ کر خوب مزہ آیا۔ ذہن میں کامران خان کا خیال آیا۔ اسے پڑھ کر لگ رہا تھا جیسے آپ نے کامران خان پر ہی لکھ دیا ہو۔ بہت اچھی کاوش تھی۔ اب کچھ بات ہو جائے شعر و شاعری کی تو وہ ہمیشہ کی طرح سپرہٹ تھی۔ ہر ایک کے شعر ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ ہمارا آنچل پڑھنے کا بھی بڑا مزہ آتا ہے ایسے لگتا ہے جیسے کوئی سامنے بیٹھ کر اپنی کہانی بیان کر رہا ہو۔ مجموعی طور پر سارا شمارہ بہترین تھا۔ کچھ چیزیں ابھی زیر مطالعہ ہیں۔ بہت سی دعاؤں کے ساتھ اللہ حافظ۔

عائشہ نور...... شادیوال، گجرات۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں؟ تمام قاری بہنوں کو میرا پرخلوص سلام پہلی بار تبصرہ کرنے کو جی چاہا ہے پتا نہیں آپ کو پسند آئے یا نہ آئے۔ سب سے پہلے تمام لکھنے والی بہنوں کو میری طرف سے مبارک باد۔ افسانے تقریباً سارے ہی اچھے تھے۔ مگر سباس گل کا تھوڑا مختلف لگا پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ اس کے بعد "لوٹ آیا موسم وصال" میں فصیحہ آصف خان نے تو لفظ بہ لفظ حقیقت لکھ ڈالی ہمارے گھرانوں میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور ہاں ام اقصیٰ نے یہ سچ لکھا کہ تقدیر کو کوئی مات نہیں دے سکتا۔ بلکہ تقدیر خاموشی سے مات دیتی ہے۔ سلسلہ وار ناول تو ہوتے ہیں پرفیکٹ ہیں ان میں سے "مجھے ہے حکم اذاں" کی اگلی قسط کا بے چینی سے انتظار ہے۔ دل کرتا ہے کہ ایک دم سارا پڑھ لوں مگر کیسے؟ آپی شہلا خدارا اب مجھ پر بھی نظر کرم کریں اور مجھے بھی آنچل کے اوراق میں سے تھوڑی سی جگہ دے دیجیے۔ اللہ تعالیٰ آنچل کو اسی طرح بلندیوں سے نوازے رکھے آمین

عائشہ نثار...... جہلم۔ السلام علیکم! آپ آنچل کے ٹائٹل پر خصوصی توجہ دیں۔ ٹائٹل بالکل متاثر کن نہیں تھا۔ ماڈل کا لباس اچھا تھا مگر اس کے جوتے اس کا ہیئر اسٹائل اور اس کے کھڑے ہونے کا اسٹائل بالکل بھی اچھا نہیں لگا۔ پلیز اس پر خصوصی توجہ دیں کیونکہ لوگ کچھ منفرد دیکھنا چاہتے ہیں۔ باقی میگزین بہت اچھا ہے۔

زنیرہ شیخ...... حیدر آباد۔ السلام علیکم! مجھے آنچل ڈائجسٹ بہت پسند ہے۔ خصوصاً وہ رائٹر جو آنچل میں دن بدن ترقی کی بنیاد بن گئی ہیں۔ ان کو میری طرف سے سلام۔ میری سب سے پسندیدہ رائٹر سمیرا شریف طور' اقراء صغیر احمد' نازیہ کنول نازی' عفت سحر طاہر اور سباس گل ہیں۔ بھیگی پلکوں پر' ٹوٹا ہوا تارا بہت ہی پسند ہیں۔ خدا حافظ

اب اگلے ماہ تک کے لیے رخصت اس دعا کے ساتھ کہ یہ بابرکت مہینہ ہم سب کے لیے ڈھیروں مسرتیں اور خوشیاں لے کر آئے اور ہماری ناقص عبادات رب تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہوں آمین۔

aayna@aanchal.com.pk

ہم سے پوچھئے

شمائلہ کاشف

یاسمین کنول...... پسرور

س: رمضان مبارک! امید ہے روزے ضرور رکھیں گی؟

ج: جی ان شاء اللہ...... اب ہر کوئی آپ جیسا......

س: سنا ہے رمضان میں شیاطین زنجیروں میں جکڑے ہوتے ہیں تو پھر امن و امان کی صورت حال خراب کون کرتا ہے؟

ج: کچھ شیاطین انسانی شکلوں میں بھی ہوتے ہیں ناں جیسے کہ......

س: خدا کرے بجلی رمضان میں ساتھ نبھائے اور ہمیں تنہا چھوڑ کر نہ جائے؟

ج: آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا؟ پر ہمارے اعمال اس قابل تو نہیں ہے۔

س: عید پر پھر ملیں گے' اجازت' اللہ حافظ۔

ج: بالکل! عیدی بھی ساتھ بھیجنا۔

مدیحہ نورین...... برنالی

س: گرمیوں کی آمد آمد کیسی لگ رہی ہے؟

ج: اس لوڈشیڈنگ کے عالم میں گرمیوں کی آمد قیامت ہے۔

س: کیا الیکشن کے نتائج آپ کو پسند آئے؟

ج: بچے غیر سیاسی ہوتے ہیں۔

س: بے وفائی کو عورت سے ہی کیوں منسلک کیا جاتا ہے؟

ج: عورت تو وفا کا پیکر ہے' نجانے آپ کو بے وفائی عورت میں کیوں نظر آئی۔

س: بے معنی چیزوں کے پیچھے بھاگنا بے وقوفی ہے یا ایڈونچر؟

ج: انتہا کا پاگل پن۔

س: محبت البیلی راہوں پر کیوں چلتی ہے؟

ج: کیوں کہ اس راہ میں چنبیلی کے ملنے کی امید جو ہوتی ہے۔

س: سب سے بہترین تحفہ کون سا ہے؟

ج: جو آپ ہمیں دینا بھول گئی۔

ثوبیہ کوثر...... ملتان

س: شموآپو کیسی ہیں آپ؟

ج: الحمدللہ!

س: مجھ سے مل کر کیسا لگا؟

ج: بالکل ویسا ہی جیسے تم کو لگا ہوگا۔

س: پہلی دفعہ شریک محفل ہوں تو عجب فرمائش ہے کہ شاعرانہ انداز میں خوش آمدید کہیں؟

ج: دیر لگی آنے میں تم کو شکر ہے پھر بھی آئے تو
آس نے دل کا ساتھ نہ چھوڑا ویسے ہم گھبرائے تو

س: اچھا اب چلتی ہوں ایک اچھی دعا کے ساتھ اللہ حافظ کہیں۔

ج: آئندہ بھی رونق بزم بنتی رہنا' خوش رہو۔

فائقہ سکندر حیات...... لنگڑیال' گجرات

س: کوشش کے باوجود وہ چہرے خواب میں نظر کیوں نہیں آتے جنہیں ہم دیکھنا چاہتے ہیں؟

ج: اس لیے کہ دُور کی عینک جو نہیں لگی ہوتی۔

س: جرم کرنے کے بعد ہی اعتراف کیوں کیا جاتا ہے؟

ج: میڈم آج کل تو الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے والا قانون رائج ہے۔

س: ہم انسان عارضی زندگی سے اتنی محبت کیوں کرتے ہیں؟

ج: خدا کا پیغام بھلا کر دنیا سے دل جو لگا بیٹھے ہیں۔

کہکشں زہرہ...... اکوال تلہ گنگ

س: آپی شعر کا جواب شعر میں دیں:۔

چاہا تھا کسی کو تو کوئی بات تھی ورنہ
ہم لوگ تو اپنی بھی تمنا نہیں کرتے

ج: یہ ادائے بے نیازی تجھے بے وفا مبارک
مگر ایسی بے رخی کیا کہ سلام تک نہ پہنچے

س: او کے آپی! اللہ حافظ اللہ آپ کو سلامت رکھے۔
ج: آپ بھی سدا خوش رہو آمین۔

ام سلمیٰ بخاری...... جھنگ صدر

س: میرے پاس زیادہ سوالات نہیں ہیں لیکن آپ سے بات چیت کرنے کے واسطے حاضر ہوں بُرا تو نہیں لگا ناں؟
ج: اسی لیے تو ہم حاضر ہیں پھر برا کیوں لگے گا۔
س: مسز کاشف! یہ آنچل ہم عورتوں کے لیے بنا ہے تو مردوں کی انٹری کیوں؟
ج: ہم کھلے دل کا مظاہرہ کر کے انہیں انٹری دے دیتے ہیں کہیں یہ مظلوم نہ بنا جائیں۔
س: اجازت دیں ایک اچھی سی دعا کے ساتھ اللہ حافظ۔
ج: اللہ تعالیٰ ہمارے وطن اور ہم سب کو حفظ و امان میں رکھے آمین۔

عائشہ پرویز...... کراچی

س: آپی یہ بتائیں کہ محبوبہ اور بیوی کے بولنے میں کیا فرق ہے؟
ج: پہلے بیوی بن جاؤ پھر فرق سمجھ میں از خود آ جائے گا۔
س: شیر جنگل میں دھاڑتا ہے اور شوہر......؟
ج: گھر کی چھت پر...... ویسے کوشش کرنا کہ وہ اس سے باز ہی رہیں۔
س: بیوی کا کون سا روپ خطرناک ہوتا ہے؟
ج: یہ تو تمہارے میاں جی بتائیں گے۔
س: آپی ساون شروع ہوتے ہی اس کا فون آیا کہ......
ج: تمہاری لائٹ آ رہی ہے کیا؟
س: اچھا آپی! اجازت دیجیے اگلے مہینے میری برتھ ڈے اور شادی بھی ہے۔
ج: شادی خانہ آبادی اور برتھ ڈے دونوں مبارک ہوں۔
س: ایک اچھی سی دعا کے ساتھ اللہ حافظ۔
ج: پیا گھر اور نئے گھر میں سدا خوش رہو آمین۔

فوزیہ سلطانہ...... تونسہ شریف

س: اوہو! کیا ہو گیا ہے آپ تو ایسے منہ بنا کر بیٹھ گئیں جیسے واپڈا والوں کو میں نے کہا ہو لوڈ شیڈنگ کا؟
ج: ہم جانتے ہیں گڑیا! واپڈا والے کسی کی نہیں سنتے۔
س: اُف یہ گرمی اور اوپر سے لوڈ شیڈنگ یار! ہم جیسے نازک مزاج لوگ آخر کیا کریں؟
ج: نازک مزاج لوگوں! اب بھی عادی نہیں ہوئے (فرام واپڈا)۔
س: شمائلہ آنٹی! آپ کو چھیڑنے کا بھی اپنا سواد ہے بتائیں بھلا کیوں؟
ج: چھیڑ کر ان سے ہوتے ہیں ہم کلام
کچھ تو لگے گی دیر سوال و جواب میں
س: کوئی اچھی سی دعا ہمارے نام کریں اور ہم سے جان چھڑوائیں۔
ج: جان چھڑانے والی بات تو غلط ہے سدا مسکراؤ۔

ام ہانیہ...... 157 این پی

س: ہماری آمد کیسی لگی؟
ج: موسم گرما میں ساون کی پہلی بارش کے مانند۔
س: کہتے ہیں کہ جدائی کیسی بھی ہو بُری ہوتی ہے آپ کا کیا خیال ہے؟
ج: ہمارا تو کبھی واسطہ نہیں پڑا آپ کا اس معاملہ میں بڑی تجربہ کار لگ رہی ہیں۔
س: مورے سیاں منہ سے بولے ناں؟
ج: بھئی ابھی نہیں بول سکتے ناں کیونکہ ان کی بتیسی ادھار پر گئی ہوئی ہے۔
س: وہ جب بھی ملتا ہے خفا خفا سا لگتا ہے؟
ج: تو مسکرا کا کہو کچھ خرچا ہو جائے......

سونی علی...... ریشم گلی مورو

س: آپی عورت اور مرد کی محبت میں فرق کیوں ہوتا ہے؟
ج: ایک صنف نازک دوسری صنف کرخت تو فرق تو ہو گا ناں۔
س: عورت چاہے شوہر سے کتنی محبت اور خدمت کرے مگر پھر بھی یہ مرد دوسری عورت پر نگاہ کیوں رکھتا ہے؟
ج: باقی مردوں کو چھوڑو تم اپنے ہمسفر پر کڑی نظر رکھو بس۔

تسلیم شہزادی...... کمالیہ اسلام پورہ

س: آپی پہلی بار شرکت کر رہی ہوں جگہ ملے گی اجازت یا پھر باہر جاؤں؟
ج: اجازت ہے بھئی خوش آمدید۔
س: آپی! پہلی بار میرا شرکت کرنا آپ کو کیسا لگا؟
ج: گرمیوں میں بہار جیسا۔
س: آپی جان! آپ کیسی ہیں اور کراچی کا موسم کیسا ہے؟
ج: پل میں تولہ پل میں ماشہ۔
س: اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے پاکستان کو اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین۔
ج: آمین۔
س: آپی! اچھی سی دعا سے نواز دیں پلیز؟ اللہ حافظ۔
ج: سدا خوش رہو۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

س: میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین سے جب بھی میں ڈائمنڈ رنگ کی فرمائش کرتی ہوں وہ خلاؤں میں دیکھنے لگتے ہیں؟
ج: ان کا ارادہ ڈائمنڈ کی جگہ آسمان سے ستارہ توڑ کر دینے کا ہو گا۔
س: میرے میاں جانی نے پوچھا کہ وہ کون سا پھل ہے جس کے بیج باہر ہوتے ہیں میں جواب ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گئی ہوں اور میرے سر کے بال بھی سفید ہو گئے ہیں آپ میری مدد فرما دیں میں تو ہار گئی ہوں؟
ج: آپ پہلے ہی ہار مان لیتی کم از کم بال تو سفید نہیں ہوتے ناں۔
س: سردی میں قلفی کھانا کیسا ہے؟
ج: ویسا ہی جیسا گرمی میں کافی پینا۔

شنگرف ریاض...... میرپور آزاد کشمیر

س: آپی آپ میرے دل میں تو ہمیشہ رہتی ہیں آپ کے دل میں تھوڑی سی جگہ ملے گی؟
ج: تم 5 فٹ کی لڑکی ہمارے دل میں کیسے سماؤ گی۔
س: آپی آپ اتنی اچھی کیوں ہیں؟
ج: آہم آہم...... راز کو راز رہنے دو پیاری۔
س: آپی اب اچھی سی بات کے ساتھ اجازت دیں؟
ج: ہمیشہ خوش رہو اور دوسروں کو بھی خوش رکھو۔

رانی اسلام...... گوجرانوالہ

س: شمائلہ جی السلام علیکم! کیا حال ہے؟
ج: وعلیکم السلام! ہم ٹھیک تم اپنا حال سناؤ اتنا عرصہ کیسے گزرا اور کہاں؟
س: شمائلہ جی! آج ہم نے بہت دیر بعد شرکت کی کیا آپ نے یہ بات نوٹ کی؟
ج: نوٹ تو نہیں البتہ محسوس ضرور کی۔
س: شمائلہ جی! کیا آپ کو میرے بغیر محفل سونی سونی لگی؟
ج: سونی سونی تھی اب تو مہک سی گئی ہے۔
س: شمائلہ جی! آج کل پیسے کی وقعت ہے اور انسان کی نہیں ہے کیا آپ میری بات سے اتفاق کرتی ہیں؟
ج: کسی حد تک درست کہہ رہی ہو۔

آپ کی صحت

ہومیوڈاکٹر محمد ہاشم مرزا

لبنیٰ عبید کراچی سے لکھتی ہیں کہ میری بہن کو ماہانہ نظام کی خرابی ہے اور میری آنکھوں کے گرد حلقے ہیں چھائیاں ہیں دانے چہرہ پر نکلتے ہیں جو نشان چھوڑ جاتے ہیں۔

محترمہ بہن کو PULSATILLA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں اور آپ BERBARIS AQUIF-Q کے دس قطرے تین وقت روزانہ لیں اور GRAPHITES 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر آٹھویں دن ایک بار دیں 600 روپے میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں آپ کو HAIR GROWER گھر پہنچ جائے گا۔

سفینہ گل چارسدہ سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 31 سال ہے خون کی بہت کمی ہے ماہانہ اخراج بھی ختم ہوگیا ہے۔

محترمہ آپ CHIN+3x کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

زویا اختر چارسدہ سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرا وزن بہت زیادہ ہے دوسرا مسئلہ قد چھوٹا ہے۔

محترمہ آپ PHYTOLACCAQ کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ دوسرے CALCPHOS 6X کی چار چار گولیاں تین وقت روزانہ کھائیں اور BARIUM CARB 200 کے دس قطرے ہر آٹھویں دن ایک بار لیا کریں۔

طارق محمود جھمپہ فیصل آباد سے لکھتے ہیں کہ میرے بال روکھے سوکھے خشک ہیں بڑھنے کا عمل بھی کم ہے آپ کے ہیئر گروور کے ساتھ کون سی دوا استعمال کریں کہ میرے بالوں کا مسئلہ بہت جلد حل ہو جائے میں گنجا ہو رہا ہوں۔

محترم آپ ACID FLOUR 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ ہیئر گروور کا استعمال جاری رکھیں گنج پن دور ہوگا۔ انشاء اللہ بال لمبے گھنے خوب صورت ہو جائیں گے۔

غزالہ حاصل پور سے لکھتی ہیں کہ میرے جسم پر غیر ضروری بال ہیں اور بغل سے ناگوار بدبو آتی ہے بہن کے منہ پر دانے ہیں اور گڑھے بن گئے ہیں رنگ گورا کرنے کی دوا بھی بتائیں اور رقم بھیجنے کا طریقہ بتادیں۔

محترمہ آپ OLIUM JAC 3X کی ایک گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں آپ کو APHRODITE ارسال کردی جائے گی۔ اس کے استعمال سے بال ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گے۔ بہن کو GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔

آمنہ سرگودھا سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ SABASERULATA Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور 550 روپے کا منی آرڈر

میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔

شبیر احمد ملتان سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ بھی حل کریں میں بہت پریشان ہوں۔

محترم آپ NUXVOM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ دوست کو NATRUMMOR 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

سارہ ظہیر ہری پور سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ بہت بڑا ہے۔

محترمہ آپ HYDROCTYL 6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ انشاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

خالد منظور سرگودھا سے لکھتے ہیں کہ مجھے پیلا یرقان ہے مجھے کوئی دوا تجویز کردیں۔

محترم آپ CHILIDONIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

عائشہ رحیم کراچی سے لکھتی ہیں کہ میں مٹاپے سے بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

راشد علی ملک فیصل آباد سے لکھتے ہیں کہ مجھے ٹی بی ہوئی تھی وہ علاج سے ٹھیک ہوگئی ہے مگر اب جسم میں درد رہتا ہے۔

محترم آپ MAGPHOS 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ کھالیا کریں۔

طیبہ مختار جہلم سے لکھتی ہیں کہ میرے کچھ مسائل ہیں ان کو شائع کیے بغیر حل بتائیں۔

محترمہ آپ FIVE PHOS 6X کی چار چار گولیاں تین وقت روزانہ کھائیں اور JODUM-IM کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر پندرہ دن میں ایک بار لیا کریں۔

نسرین اختر خانیوال سے لکھتی ہیں کہ میرا ماہانہ نظام خراب ہے جاری رہتا ہے میرے چہرے پر بال ہیں مناسب علاج بتائیں۔

محترمہ آپ SABINA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں فالتو بالوں کے خاتمہ کے لیے 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا مکمل پتا اور مطلوبہ دوا کا نام APHRODITE ضرور لکھیں۔ دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی اس کے استعمال سے انشاء اللہ فالتو بال ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گے۔

موہنی جھنگ سے لکھتی ہیں کہ فائٹولا کا استعمال کر رہی ہوں وزن کم ہوا ہے مگر بی پی لو رہنے لگا ہے اور میری دوست کے جوڑوں میں درد رہتا ہے۔

محترمہ آپ KALIPHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ لیں اور دوست کو COLCHICUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔

زین جٹ ملتان سے لکھتے ہیں کہ میرے چند مسائل ہیں علاج بتائیں۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔ GRAPHITES 200 کے پانچ قطرے آٹھویں دن ایک بار لیں۔

محمد یارتلہ گنگ سے لکھتے ہیں کہ کیا APHRODITE استعمال کرنا جائز ہے جبکہ نظر کمزور ہو بلیڈ وغیرہ سے نقصان کا خطرہ بھی ہو کتنی بار استعمال کرنے سے بال ختم ہوجائیں گے۔ پیشاب میں قطرے بھی آتے ہیں عمر 60 سال ہے۔

محترم آپ CONIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ APHRODITE کے نسخہ میں کوئی ناجائز اجزاء شامل نہیں ہیں۔

محمد احسان واہ کینٹ سے لکھتے ہیں کہ شادی کو تین سال ہوگئے اولاد سے محروم ہوں۔ پیشاب میں قطرے ہیں زوجہ کو لیکوریا کا مرض ہے۔

محترم آپ STIGMATA Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور SELENIUM 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن ایک بار لیں۔ بیگم کو BORAX 30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ دیں۔

ساجدہ فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میرا رنگ سانولا ہوتا جارہا ہے پہلے نہیں تھا مجھے کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ JODUM-IM کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر پندرہ دن میں ایک بار لیں۔ 6 ماہ پورے کرلیں انشاء اللہ رنگ صاف ہوجائے گا۔

عائشہ کراچی سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرہ پر گردن پر سیاہ بال ہیں کوئی علاج بتائیں بال بہت موٹے اور لمبے ہیں۔

محترمہ آپ مبلغ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر کردیں آپ کو APHRODITE گھر پہنچ جائے گی۔ طریقہ استعمال کے مطابق استعمال کرنے سے فالتو بالوں کا مستقل خاتمہ ہوجائے گا۔

کرامت علی میلسی سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ بہت خراب ہے بہت پریشان ہوں۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

شمسہ کنول جہلم سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 20 سال ہے ماہانہ نظام خراب ہے سر میں خشکی ہے لیکوریا ہے ابو کنویں میں گر گئے تھے ان کے کمر کے مہروں کا مسئلہ ہے۔

محترمہ آپ PULSATILLA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور والد کو HYPRICUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔

محمد احمد لاشاری نواب شاہ سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ بڑا خراب ہے میں بہت پریشان ہوں اور آپ کو مکمل کیفیت لکھ رہا ہوں شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترم آپ CONIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

اقرا ریاض احمد سرگودھا سے لکھتی ہیں کہ مجھے

پانچ سال سے لیکوریا کی بیماری ہے اخراج نہانے کے بعد زیادہ ہوتا ہے۔

محترمہ آپ EUPION 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں یہ دوا کسی بھی ہومیو پیتھک میڈیکل اسٹور سے جرمنی کی بنی ہوئی سیل بند خریدیں انشاء اللہ مرض ختم ہوجائے گا۔

نازیہ خالد گوجرانوالہ سے لکھتی ہیں کہ اپنے دو بچوں کا مسئلہ لے کر حاضر ہوں بچہ بستر پر پیشاب کردیتا ہے بڑے بیٹے کی دور کی نظر کمزور ہے دانتوں میں کیڑا لگا ہوا ہے۔

محترمہ آپ بستر میں پیشاب کرنے والے کو CAUSTICUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں اور نظر کی کمزوری کے لیے CINERARIA کے ڈراپس آنکھوں میں ڈالا کریں۔

نوید احمد کراچی سے لکھتے ہیں کہ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے ہیں اور خارش بھی ہوتی ہیں چہرے پر نشانات ہیں۔

محترم آپ EUPHRSIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور GRAPHITES 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن ایک بار دیں۔

طیبہ افضل چکوال سے لکھتی ہیں کہ میرا قد چھوٹا ہے عمر 21 سال ہے میرے بال چھوٹے ہیں گرتے بھی ہیں کوئی دوا تجویز کردیں بہن کا وزن بڑھا ہوا ہے اور اس کے چہرے پر دانے ہیں فالتو بال بھی ہیں۔

محترمہ اس عمر میں قد نہیں بڑھتا۔ بال گرنے سے روکنے کے لیے میرے کلینک سے HAIR GROWER منگوانے کے لیے 600 روپے کا منی آرڈر کردیں بہن کا موٹاپا دور کرنے کے لیے PHYTOLACCA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں چہرے کے بال ختم کرنے کے لیے 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ APHRODITE آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔ اس کے استعمال سے فالتو بال مستقل ختم ہوجائیں گے۔

متین احمد سرگودھا سے لکھتے ہیں کہ مجھے پیشاب کی تکلیف ہے کرنے کے بعد بھی خواہش رہتی ہے اور پھر تھوڑا تھوڑا آتا بھی ہے میں بہت پریشان ہوں۔

محترم آپ CONIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

نور فاطمہ ساہیوال سے لکھتی ہین کہ نسوانی حسن کی کمی ہے عمر 16 سال ہے عنقریب شادی ہے۔

محترمہ آپ SABALSE RULATTA Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ آپ کو BREAST BEAUTY آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

جمیل الدین سکھر سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 16 سال ہے اور قد چھوٹا ہے میں فوج میں جانا چاہتا ہے۔

محترم آپ CALC PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ

قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک بار لیں۔

جمال الدین ملتان سے لکھتے ہیں کہ میرے خاندان میں گنج پن بہت زیادہ ہے کیا آپ کا ہیئر گرور ہمارے گنج پن کو دور کرسکتا ہے۔

محترم ہمارا ہیئر گرور دس سال سے چل رہا ہے اور اس عرصہ میں کتنے ہی خاندانی گنج پن کے شکار لوگوں کو بھرپور بالوں کا مالک بنا چکا ہے آپ کو بھی انشاء اللہ ضرور خوشی حاصل ہوگی۔

فاطمہ نثار منڈی بہاؤ الدین سے لکھتی ہیں کہ مجھے وزن کم کرنا ہے میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ PHYTOLACC Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

سدرہ کمال ملتان سے لکھتی ہیں کہ میرے دانتوں میں کیڑا لگا ہوا ہے۔ بہت درد کرتا ہے۔

محترمہ آپ KREASOTE 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

انوش صغیر وہاڑی سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں میں بہت مشکور ہوں گی۔

محترمہ آپ SEPIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

حسن آرا گجرات سے لکھتی ہیں کہ میرے تین بچے ہیں اور سب کو دودھ پلایا ہے فگر بہت خراب ہوگئی ہے۔ پلپلا پن اور لٹک گئے ہیں اس کا علاج بتائیں۔

محترمہ آپ LODIUN 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ BREAST BEAUTY آپ کے گھر پہنچ جائے گی اس کو ترکیب استعمال کے مطابق لگائیں انشاء اللہ خوب صورتی بحال ہوجائے گی۔

محمد نفیس ایبٹ آباد سے لکھتے ہیں کہ میری بیوی کے چہرہ پر بال ہیں جو بہت برے لگتے ہیں۔

محترم آپ میرے کلینک سے APHRODITE منگوانے کے لیے 600 روپے منی آرڈر کردیں وہ دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی اس کو لگانے سے بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے۔

شازیہ منیر اسلام آباد سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ بڑا خراب ہے کسی کو بتا بھی نہیں سکتی ڈاکٹر کو دکھا بھی نہیں سکتی تو آپ امید کی کرن نظر آئے میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا بتائیں۔

محترمہ آپ SEPIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں کچھ عرصہ شوہر سے پرہیز کریں انشاء اللہ صحت بحال ہوگی۔

ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا۔ صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے فون 021-36997059 ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان C-5 کے ڈی اے فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن 2 سیکٹر 14-B نارتھ کراچی 75850۔

خط لکھنے کا پتا۔ آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75 کراچی۔

کام کی باتیں

حنا احمد

رمضان اور غذائیں

رمضان المبارک وہ بابرکت مہینہ ہے جس کی برکات سے ہر کوئی مستفید ہوسکتا ہے۔ کھانے پینے اور کام کے اوقات کار میں تبدیلی اور چند مخصوص روایتی کھانوں کا استعمال بھی اس مہینے کا امتیاز ہے۔ اس مبارک مہینہ میں دن بھر بھوک و پیاس کو قابو میں کرنے کی مشق کی جاتی ہے۔ تقویٰ، صبر و تحمل اور قدرت کی نعمتوں کی اہمیت کا ادراک رمضان کے مہینے میں ہی ہوتا ہے۔ اس مہینہ کی برکات سے اسی صورت میں بھرپور استفادہ کیا جاسکتا ہے کہ اگر ہم صحت کی حفاظت کے تمام تقاضوں سے باخبر ہوں اور رمضان المبارک میں تندرست رہیں۔

رمضان المبارک میں سب سے عمومی مسئلہ یہ ہے کہ جسم میں پانی کی شدید کمی لاحق ہوجاتی ہے اگر یہ کمی شدت اختیار کر جائے تو یہ روزمرہ کے معمولات پر اثر انداز ہوتی ہے۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ پانی انسانی بقاء کا لازمی جز ہے ہر ذی روح کی زندگی کا دارومدار پانی پر ہی ہوتا ہے۔ انسانی جسم کا نوے فیصد سے زائد حصہ پانی پر مشتمل ہے، صاف، تازہ اور مضر اجزاء سے پاک پانی تندرست حیات کی بنیاد قرار دیا جاتا ہے۔ انسانی جسم ایک فطری متوازن نظام کے تحت تمام افعال سر انجام دیتا ہے لیکن لاعلمی کے باعث جسم کا قدرتی نظام درہم برہم بھی ہوجاتا ہے خصوصاً رمضان میں ہم کھانے پینے کے حوالے سے بے پروائی برتتے ہیں جو جسم میں نا صرف پانی کی کمی پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں بلکہ جسم میں موجود زائد نمکیات بھی جسمانی افعال میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔

مثلاً سوڈیم کی مخصوص مقدار کی جسم میں موجودگی نہایت نقصان دہ ہوتی ہے دراصل ہمارے جسم کو روزانہ ایک چائے کا چمچہ نمک کی ضرورت ہوتی ہے لیکن رمضان میں نمکین غذاؤں کا استعمال قدرے زیادہ ہوتا ہے جس کے سبب صحت مند افراد بھی بیماری کا شکار ہوجاتے ہیں۔ نمک سے بھرپور غذائیں جسم میں موجود نمک کے مخصوص تناسب کو قدرے بڑھا دیتی ہیں اور جسم کے افعال متاثر ہوتے ہیں خلیوں میں موجود زائد نمکیات کا اخراج نہیں ہوتا جس سے پانی کی شدید کمی پیدا ہوجاتی ہے جو جلد کی خشکی، بھوک کی کمی اور قلت خون کی شکایات کی صورت میں سامنے آتی ہیں۔ سوڈیم کی درست مقدار سے باخبر ہونا ضروری ہے۔ سوڈیم کا درست تناسب میں استعمال ہی ہمیں رمضان میں تندرست رکھتا ہے۔

پوٹاشیم بھی ایک لازمی جز ہے، جسمانی خلیوں میں پانی کے بہاؤ کو ایک تسلسل سے جاری رکھنے میں پوٹاشیم اور سوڈیم کی متوازن مقدار جسم کو توانائی فراہم کرتی ہے۔ جسم میں پوٹاشیم کی کمی سے فشار خون اور پانی کی کمی کے مسائل پیدا ہوتے ہیں اگر پوٹاشیم کی مقدار عمر کے تناسب سے بڑھا دی جائے تو پانی کی کمی پوری کی جاسکتی ہے۔ رمضان میں ایسی غذاؤں کا استعمال کرنا چاہیے جس میں پوٹاشیم کی وافر مقدار ہو تاکہ پانی کی کمی کے مسائل پیدا نہ ہوں۔

سوڈیم، پوٹاشیم کے ساتھ ساتھ کیلشیم کا وافر استعمال ضروری ہے۔ ماہرین غذائیت کی رائے کے مطابق اسے روانہ غذا میں 1000 ملی گرام استعمال کیا جائے تو جسم میں پانی کی کمی ہرگز پیدا نہیں ہوگی اس ضمن میں دودھ اور دودھ سے تیار شدہ اشیاء رمضان میں تروتازہ رکھ سکتی ہیں اور کیلشیم کی کمی بھی دور ہوجاتی ہے۔ معمر افراد کے لیے کیلشیم کی افادیت مزید بڑھ جاتی ہے ان کے لیے لازمی ہے کہ چکنائی سے پاک دودھ سحر اور افطار کے اوقات میں ضرور استعمال کریں۔ مصنوعی مشروبات کے بجائے دودھ کا استعمال کریں تو جسم کو درکار توانائی حاصل ہوتی ہے اور پانی کی کمی پر بھی قابو پایا جاسکتا ہے۔

رمضان المبارک میں اپنی غذا کو غذائیت سے بھرپور

بنانے کے لیے تلی ہوئی اور مرغن غذاؤں کے بجائے سادہ غذائیں اپنے دسترخوان پر سجائیں اور ہاں اپنی افطاری کی غذاؤں میں کھجور کو ضرور شامل رکھیں کہ یہ قدرت کا ایک انمول تحفہ ہے۔ بے حد طاقتور غذا ہے' روزہ افطار کرنے کے لیے کھجور کو ترجیح دی گئی ہے تو اس کی اہمیت مسلمہ ہے۔

کھجور ایک مکمل غذا ہے' جس میں انسانی جسم کو درکار ضروری غذائی اجزاء وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں جو جسم کو تقویت پہنچاتے ہیں۔ اس لیے روزے میں افطار کے وقت کھجور کے استعمال سے کھوئی ہوئی توانائی فوری بحال ہوجاتی ہے۔

کھجور سے مسلمانوں کو روزہ افطار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے کیونکہ روزہ رکھنے کی وجہ سے جسمانی قوت میں کمی پیدا ہوجاتی ہے۔ قدرت نے کھجور میں ایسے اہم غذائی اجزا شامل کردیئے ہیں جن کی ہمارے جسم کو ضرورت ہوتی ہے' کھجور معدے کی تیزابیت کو ختم کردیتی ہے۔ کھجور صرف روزہ افطار کرنے کی صورت ہی میں مفید نہیں ہے بلکہ کھجور کے اور بہت سے فوائد ہیں۔ غذائیت کے لحاظ سے یہ ایک بہترین اور مقوی غذا ہے اس میں طاقت کے خزانے پوشیدہ ہیں۔ حیاتین الف' ب' طورج مناسب مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ پوٹاشیم' میگنیشیم' جسم' تانبا' گندھک' جست' آرسنیک اور آیوڈین جیسے اہم عناصر بھی موجود ہیں۔ اس کے علاوہ کھجور میں فولاد کی مقدار 10.6 فیصد ہوتی ہے جب کہ سیب میں یہ مقدار 1.7 فیصد' امرود میں ایک فیصد' پالک میں پانچ فیصد اور انار میں 4.3 فیصد ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کھجور کو خون پیدا کرنے کا خزانہ کہا جاتا ہے۔ کھجور کی افادیت اس بات سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اگر ہم ایک چھٹانک سیب کھائیں تو 35 حرارے حاصل ہوں گے۔ ایک چھٹانک انار استعمال کریں تو 22 حرارے ایک چھٹانک کیلے ہمیں 86 حرارے فراہم کریں گے جب کہ ایک چھٹانک کھجور استعمال کرنے سے ہمیں 160 حرارے حاصل ہوں گے۔

کھجور میں یہ خصوصیت بھی پائی جاتی ہے کہ یہ کمزور جسموں کو فربہ کرتی ہے۔ جسم کو طاقت فراہم کرتی ہے' اس کے علاوہ دماغ' اعصاب' قلب اور معدے کے لیے تقویت کا باعث ہے جو لوگ جسمانی طور پر کمزور' دبلے پتلے ہوں یا جن کا وزن کم ہو اور جنہیں خون کی کمی کی شکایت ہو انہیں کھجور بطور غذا اور دوا استعمال کرنی چاہیے۔ دماغی قوت کے لیے بھی کھجور ایک بے نظیر تحفہ ہے اور اس میں موجود لحمیات' حیاتین اور معدنی نمکیات دماغ اور اعصاب کو طاقت بخشتے ہیں۔ اس کے متواتر استعمال سے دماغ کو قوت حاصل ہوتی ہے اور اس کی کارکردگی میں مثبت تبدیلی آجاتی ہے۔ جن افراد میں آیوڈین کی کمی ہوتی ہے انہیں خاص طور پر کھجور استعمال کرنی چاہیے۔ کھجور کے استعمال سے خون میں کولیسٹرول کی مقدار نہیں بڑھتی اور یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ کولیسٹرول کی مقدار خون میں بڑھ جائے تو دل کے دورے کا باعث بن سکتی ہے۔ کھجور ایک مکمل غذا بھی ہے' جس میں غذائیت بھی ہے۔

کھجور کے ساتھ ساتھ پھلوں کا استعمال بھی بے حد مفید ہے۔ مختلف پھلوں میں مختلف غذائی اجزا قدرتی طور پر موجود ہوتے ہیں جو ہمارے جسم کو صحت مند رکھنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں مثلاً انار' جدید سائنسی تحقیق کے نتیجے میں انار کو انسانی صحت کے لیے بہت مفید قرار دیا گیا ہے خصوصاً اس کے اندر پائے جانے والے اینٹی آکسیڈنٹ اجزاء بیماریوں کے خلاف مزاحمت پیدا کرتے ہیں۔ تحقیق نے ثابت کیا ہے کہ گرین ٹی اور ریڈ وائن کے مقابلے میں انار کے اندر تین گناہ زیادہ اینٹی آکسیڈنٹ اجزا پائے جاتے ہیں اس کے علاوہ اس کے اندر وافر مقدار میں ریشہ' پوٹاشیم' وٹامن سی اور نیاسین بھی پایا جاتا ہے گزشتہ کئی صدیوں سے انار کو مشرق وسطیٰ ہندوستان اور ایران کے علاقائی طب میں مختلف امراض سے نجات پانے کے لیے استعمال کیا جارہا ہے۔

ثنا بشیر...... حافظ آباد